رپورٹ

متعلق اجلاس بست و ششم ۲۶

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

بمقام لکھنؤ

منعقدہ ۲۸ ۲۹-۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ء

بکوشش جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب آنریری سکریٹری

و صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب بی اے کنٹب بیرسٹر ایٹ لا

آنریری جوائنٹ سکریٹری نے مرتب کیا

باہتمام خاکسار سید احمد مطبع احمدی علیگڑھ

میں چھپی اور صدر دفتر کانفرنس سے شائع ہوئی

فیض خاں پریس مین علی گڈھ

Major Syed Hasan Bilgrami.

The Hilal Press, CALCUTTA.

فہرست مضامین رپورٹ

متعلق

اجلاس بست وششم آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ مقام لکھنو ۱۹۱۲ء

+ اس رزولیوشن اور نیز مابعد کے رزولیوشنوں کی شمار میں ایک عدد کی غلطی ہوگئی ہے ناظرین درست فرمالیں

فہرست رزولیوشن ہائے منظور شدہ

آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

بمقام لکھنؤ سنہ ۱۹۱۲ عیسوی

رزولیوشن نمبر (۱)

یہ کانفرنس تمام مسلمانان ہند کے قائم مقام کی حیثیت سے اس حبشیانہ اور مجنونانہ فعل پر اپنا نہایت تنفر اور سخت بیزاری کا اظہار کرتی ہے جو ۲۳ د ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء کو دہلی میں ہز اکسیلنسی وائسرائے بہادر دام اقبالہ پر کسی شریر النفس دشمن ملک [illegible]انہ حملہ سے کیا ہے اور نہایت ادب اور عقیدت کے ساتھ ہز اکسیلنسی حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں سلامتی کی خلوص دل سے مبارکباد عرض کرتی ہے اور خالق ذو الجلال کے حضور میں دست بدعا ہے کہ حضور ممدوح جلد تر صحت یاب ہوں۔

رزولیوشن نمبر (۲)

یہ کانفرنس شمس العلماء مولانا حافظ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی مرحوم و مغفور۔

کے ارتحال پر ملال پر بلحاظ مرحوم کی علمی، قومی اور مذہبی خدمات کے جو اُنھوں نے اپنی عدیم النظیر اور قابل یادگار زندگی میں قوم اور ملک کی کی ہیں اور بخیال اُس ناقابل تلافی نقصان کے جو اس جید عالم متبحر کی وفات حسرت آیات سے قوم کو پہونچا ہے بدل مغموم نہایت رنج اور افسوس اور مرحوم کی پس ماندگان کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

رزولیوشن نمبر (۳)

یہ کانفرنس دلی رنج اور افسوس کے ساتھ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب مرحوم کی ناگہانی وفات پر حزن و ملال کرتی ہے اور اُن کی افسوسناک وفات کو قومی فلاح اور بہبود کے کاموں کے لیے بہت نقصان دہ سمجھتی اور اُن کے پس ماندگان کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

رزولیوشن نمبر (۴)

جناب شیخ صادق علی صاحب مرحوم وزیر ریاست خیرپور سندہ کی حسرتناک وفات کو یہ کانفرنس مسلمانان ہند کے قومی اور تعلیمی فوائد کے لیے عموماً اور مسلمانان سندہ کی فلاح اور بہبود کیلیے خصوصاً ناقابل تلافی نقصان تصور کرتی ہے اور یہ اظہار رنج و ملال اُنکے پس ماندگان کیساتھ ہمدردی ظاہر کرتی ہے۔

رزولیوشن نمبر (۵)

یہ کانفرنس جناب راجہ نوشاد علی خاں صاحب تعلقدار اودہ کی نا وقت وفات پر رنج اور افسوس کا اظہار کرتی ہے اور اُن کے پس ماندگان کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرتی ہے۔

رزولیوشن نمبر (۶)

یہ کانفرنس جناب والا نواب سر سالار جنگ بہادر وزیر ریاست حیدرآباد دکن کی خدمت میں جناب ممدوح کے عہدۂ وزارت پر فائز ہونیکی دلی مسرت اور اخلاص کے ساتھ مبارکباد عرض کرتی ہی۔

رزولیوشن نمبر (۷)

جناب مولوی محمد ابراہیم خاں صاحب وزیر ریاست خیرپور (سندھ) کے تقرر پر یہ کانفرنس جناب ممدوح کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتی ہی۔

رزولیوشن نمبر (۸)

اس کانفرنس کی رائے میں مسلمانان ہند کی تعلیمی ترقی کے لیے اس امر کی نہایت ضرورت ہی کہ ہر ایک صوبہ میں گورنمنٹ ایک مسلمان اسپیشل انسپکٹر آف اسکولز اور چند خاص ماتحتین صیغہ انسپکشن مقرر فرمائے تاکہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم میں نسبتاً جو کمی ہے اس کی تلافی ہو سکے۔

رزولیوشن نمبر (۹)

یہ کانفرنس گورنمنٹ سے بادب ملتجی ہے کہ مسلمانان ہند کے تعلیمی ترقی کے لیے ہر صوبہ میں ایک اسلامیہ کالج اور ہر ضلع میں ایک اسلامیہ ہائی اسکول از بس ضروری ہے لیکن اس مقصد کے حصول میں گورنمنٹ کی خاص توجہ اور مدد کی اس طرح پر ضرورت ہے کہ ہر ایک صوبہ اور ضلع میں سرمایہ جمع کرنیکے لیے مسلمان جو کوشش کر رہے ہیں یا کریں افسران گورنمنٹ انکی سرپرستی اور اعانت ہر طرح پر کریں۔

رزولیوشن نمبر (۱۰)

یہ کانفرنس گورنمنٹ بمبئی سے مستدعی ہے کہ مسلمانان سندہ کی تعلیمی ضروریات کے لحاظ سے ضروری ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو آنریبل مسٹر غلام محمد بھر گڑی کے پیسہ بل کو بصورت قانون کے نافذ فرمائے۔

رزولیوشن نمبر (۱۱)

اس کانفرنس کی رائے ہے کہ ڈائرکٹر صاحبان سررشتہ تعلیم کی سالانہ رپورٹوں میں جو خاص باب مسلمانونکی تعلیم کے متعلق ہوتا ہے اور جس کے متعلق ایجوکیشن کمیشن ۱۸۸۲ء نے سفارش کی ہے اسمیں خاص طور سے حسب ذیل معلومات کا اندراج کیا جانا مسلمانوں کے تعلیمی مقاصد اور کوششوں میں عملاً مدد دینے کے لیے ضروری ہے۔

(الف) یہ کہ اس صوبہ میں کس قدر اسلامیہ کالج اور اسکول ہیں اور کہاں کہاں ہیں:

(ب) یہ کہ ان اسلامی درسگاہوں کی مالی اور تعلیمی حالت کی کیا کیفیت ہے:

(ج) یہ کہ افسران ضلع اور سررشتہ تعلیم نے ان درسگاہوں کی ترقی اور بہتری کے متعلق کچھ مدد فرمائی ہے یا نہیں اور اگر فرمائی ہے تو اُس کی تفصیل کیا ہے۔

رزولیوشن نمبر (۱۲)

اس کانفرنس کی رائے میں مسلمانان اودھ کی تعلیمی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے کہ مقام لکھنؤ پراونشل محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قایم کیجائے جو کل اضلاع اودھ کے مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کی خدمت گزار اور کفیل ہوگا۔

رزولیوشن نمبر (۱۳)

یہ کانفرنس کی رائے میں ضروری ہے کہ شمس العلما مولٰنا حافظ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایل ایل۔ ڈی مرحوم ومغفور کی اُن شاندار ادبی، قومی اور مذہبی خدمات کے اعتراف میں جو مرحوم نے اپنی عدیم المثال زندگی میں قوم اور اسلام کی کی ہیں ایک سرمایۂ وظایف بذریعہ عام چندہ کے قایم کیا جاوے اور اُس کے منافع سے غیر مستطیع طلبا مدرسۃ العلوم علی گڑہ کو وظائف دیے جائیں۔

رزولیوشن نمبر (۱۴)

یہ کانفرنس مسلمانان کشمیر کی تعلیمی پستی کو محسوس کرتے ہوئے تجویز کرتی ہے کہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن ہز ہائنس مہاراجہ صاحب کشمیر کی خدمت میں بھیجا جائے تاکہ وہ نہایت ادب سے حضور مہاراجہ صاحب بہادر کو مسلمانان کشمیر کی افسوسناک پستی اور اُن کی تعلیمی ضروریات کی طرف توجہ دلائے۔

رزولیوشن نمبر (۱۵)

مسلمانان آسام (خاص) کی موجودہ افسوسناک پستی کے لحاظ سے یہ کانفرنس گورنمنٹ سے بادب ملتجی ہے کہ ان کی تعلیمی ضروریات کو ملحوظ رکھکر ان کی تعلیمی ترقی کے لیے پروونشل میونسپل، اور لوکل بورڈ اسکالرشپوں سے ایک خاص تعداد مسلمانوں کے لیے محفوظ کردے نیز ایسے اضلاع میں جہاں مسلمانوں کی آبادی نسبتاً زیادہ ہے ایک اسپشل مسلمان ڈپٹی انسپکٹر کا تقرر منظور کرے اور مسلمان ٹیچروں کی تعداد میں اضافہ فرمادے۔

رزولیوشن نمبر (۱۶)

اس کانفرنس کی رائے میں قومی ترقی اور ثروت کے لیے ضروری ہے کہ فن ڈاکٹری کی اعلی تعلیم انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں بہ نسبت موجودہ حالت کے زیادہ رائج ہو۔

رزولیوشن نمبر (۱۷)

یہ کانفرنس رزولیوشن نمبر ۲ پاس شدہ اجلاس کانفرنس منعقدہ بمقام ناگپور ۱۹۱۰ع کی طرف گورنمنٹ کی توجہ مکرر مبذول کراتی ہے اور درخواست کرتی ہے کہ مسلمانان صوبہ متوسط کی تعلیمی ضرورتوں کے لحاظ سے اسپر جلد عملاً کارروائی کیجائے۔ رزولیوشن مذکور کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"الہ آباد یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ اور سینیٹ میں ممالک متوسط و برار کی تعداد بہت ناکافی ہے"
" اور اسمیں بھی کوئی مسلمان ممبر نہیں ہے لہذا یہ کانفرنس صوبہ ممالک متوسط و برار کی تعلیمی ضروریات"
" کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ سے مستدعی ہے کہ اس صوبہ کے مسلمان ممبروں کی کافی تعداد سینیٹ و سنڈیکیٹ"
"میں بڑھا دیجاوے""

رزولیوشن نمبر (۱۸)

اس کانفرنس کی رائے میں اب وقت آگیا ہی کہ گورنمنٹ بنگال کلکتہ مدرسہ کو ایک پراپنشل محمڈن کالج کی حیثیت میں ترقی دیکر مسلمانان بنگالہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک عمدہ ذریعہ پیدا کرے ۔

رزولیوشن نمبر (۱۹)

جونپور گورنمنٹ کالج میں عربی اور فارسی کی تعلیم کا بندوبست نہ ہونیکی وجہ سے اُن مسلمان طلباء کی تعلیم میں سخت نقصان پہنچتا ہی جن کی سیکنڈ لنگویج عربی یا فارسی ہوتی ہی لہذا یہ کانفرنس گورنمنٹ [illegible] سے استدعا کرتی ہی کہ وہ کالج مذکور میں عربی اور فارسی کی تعلیم کا کافی انتظام کرے ۔

رزولیوشن نمبر (۲۰)

یہ کانفرنس آنریبل مسٹر گوکھلے کے جبریہ اور مفت ابتدائی تعلیم کی تحریک کی اصولاً تائید کرتی اور اس کو ملکی بہبودی اور ترقی کے حق میں نہایت اہم اور ضروری سمجھتی ہی بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کی خاص تعلیمی ضروریات اور مقاصد کی پوری حفاظت کردی جاوے

رزولیوشن نمبر (۲۱)

یہ کانفرنس گورنمنٹ بنگال کی توجہ اُن مشکلات اور دقتوں کی طرف مبذول کراتی ہی جو کلکتہ پریسیڈنسی کالج کے داخلہ میں مسلمان طلبہ کو پیش آتی ہیں اور گورنمنٹ سے بادب ملتجی ہی کہ مسلمانان بنگال کے تعلیمی فوائد اور حقوق کو مد نظر رکھکر وہ اس کالج میں مسلمان طلبہ

کے لیے ایک کافی تعداد کے محفوظ کرلیے جانیکا انتظام فرمائے نیز پریسیڈنسی
کالج امپرومنٹ اسکیم میں کالج مذکور کے مسلمان طلبہ کے لیے ایک محمڈن ہاسٹل
قایم کرنے کا لحاظ رکھا جاوے۔

رزولیوشن نمبر (۲۲)

یہ کانفرنس حسب ذیل رزولیوشنوں کی۔ جو پراونشل محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس
مشرقی بنگال و آسام کے اجلاس منعقدہ اپریل سنہ ۱۹۱۲ع میں بمقام رنگپور منظور
ہوئے ہیں، تائید کرتی ہی اور گورنمنٹ توجہ کی غرض سے اپنی سفارش کے ساتھ پیش
کرتی ہی۔

(الف) مسلمانوں کے حقوق کے کافی تحفظ کے لیے گورنمنٹ سے
استدعا ہے کہ ٹکسٹ بک کمیٹی میں مسلمانوں کی نیابت
میں توسیع کیجائے۔

(ب) یہ کانفرنس اُس رائے کی جو اجلاس ماسبق کے رزولیوشن
نمبر (۱) میں میٹرکیولیشن، الیف۔ اے، اور بی اے کی فارسی
کتب درسیہ سے عربی زبان کے حصہ کے خارج کرنے اور
کتب مذکورہ کے مشکل حصص کی تنسیخ کے متعلق ظاہر کی گئی
تھی تائید کرتی ہے اور اس رزولیوشن پر عمل درآمد ہونے کے
لیے یہ گزارش کرتی ہے کہ اُن قواعد میں جو یونیورسٹیز
ایکٹ کے ماتحت کلکتہ یونیورسٹی میں مرتب ہوئے ہیں
ترمیم کی جائے۔

(ج) یہ کہ مدرسہ ریفارم کمیٹی منعقدہ بمقام ڈہاکہ (مارچ ۱۹۱۰ء) کی تجاویز پرجلد تر عملدرآمد ہونیکی ضرورت کی طرف گورنمنٹ کی توجہ ادب کے ساتھ مبذول کرائی جائے اور درخواست کی جاوے کہ پراونشل بجٹ میں اُن مدرسہ جات کی بیش از بیش امداد کے لئے، جو زمانہ حال کے طرز پہ درست ہوگئے ہوں، گنجائش رکھی جائے

رزولیوشن نمبر (۲۳)

یہ کانفرنس نہایت ادب کیساتھ گورنمنٹ صوبہ ممالک متحدہ آگرہ و اودہ کو آگرہ میڈیکل اسکول میں مسلمان طلبہ کی دشواریوں اور شکایتوں کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اُمید کرتی ہے کہ گورنمنٹ بعد تحقیقات کے اُن کے رفع کرنے کی جانب توجہ فرمائے گی۔

رزولیوشن نمبر (۲۴)

چونکہ وثیقہ داران اودہ کی تعلیمی حالت عموماً خراب ہے اور تعلیم کی طرف انکی افسوسناک غفلت ہے لہذا اس کانفرنس کی رائے میں۔

(۱) وثیقہ داران کے لئے ایک مدرسہ کہولا جائے جس کے خرچ کے لئے آمدنی وثیقہ میں سے بحساب فی روپیہ ایک پیسہ وضع کیا جاوے اور اودہ کی کمیٹی کانفرنس کی مدد سے وثیقہ داران کی جماعت کو راغب کر کے ان تمام اطفال کو جو قابل تعلیم ہوں اس اسکولوں میں داخل کیا جائے۔

(۲) جو رقوم وثیقہ بہ سبب لاوارث ہونیکے خزانہ گورنمنٹ میں بطور توفیر جمع ہیں انکی بابتہ گورنمنٹ سے دریافت کیا جائے کہ وہ رقم کسقدر ہے اور درخواست کیجائے کہ اُس رقم کا کچھ حصہ تعمیر بورڈنگ ہوس میں اور کچھ حصہ کا منافع وظائف میں خرچ کیا جاوے۔

رزولیوشن ہائے پاس شدہ اجلاس اسکول سکشن

(۱) مناسب ہے کہ ایک کمیٹی موسومہ اسکول سکشن سینٹرل کمیٹی قایم کیجائے جو سکول سکشن کے پاس شدہ رزولیوشنوں پر عملی کارروائی کرے اور سینٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ہر قسم کے معاملات میں متعلقہ مشورہ دے

اس کمیٹی کے ممبر حسب ذیل اصحاب مقرر ہوں۔ اس کمیٹی کو اپنی تعداد میں اضافہ کرنیکا اختیار ہوگا۔

مسٹر جی، ایچ ٹول صاحب، پرنسپل مدرسۃ العلوم علی گڈہ۔ چیرمین۔

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب پی، ایچ ڈی پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڈہ، سکرٹری

ممبران پنجاب (۱) ہیڈ ماسٹر انجمن حمایت اسلام اسکول لاہور،

(۲) شیخ غلام صادق صاحب منیجر اسلامیہ ہائی اسکول امرتسر،

(۳) ہیڈ ماسٹر احمدی اسکول قادیان،

(۴) خوجہ سجاد حسین صاحب انسپکٹر آف اسکولز جالندھر،

" صوبہ متحدہ (۵) مرزا حبیب حسین صاحب ہیڈ ماسٹر حسین آباد ہائی اسکول لکھنؤ،

(۶) میر ولایت حسین صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر کالجیٹ اسکول علی گڈہ،

(۷) مولوی بشیر الدین صاحب منیجر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ،

(۸) ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ،

(۹) ہیڈ ماسٹر کالجیٹ اسکول علی گڈہ،

(۱۰) احمد حسین صاحب ہیڈ ماسٹر اسٹیٹ ہائی اسکول رامپور،

(۱۱) بشیر احمد صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر گورکھپور،

بنگال (۱۲) عبدالکریم صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر آف اسکول مشرقی بنگال،

حیدرآباد (۱۳) مولوی عبدالحی صاحب " اورنگ آباد،

بھوپال (۱۴) ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن بھوپال،

(۱۵) مولوی محمد دین صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ریاست بہاولپور،

برار (۱۶) مولوی نظام الدین احمد صاحب انسپکٹر آف اسکولز برار،

(۱۷) ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول جبل پور،

(۱۸) خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر آف اسکول کشمیر،

(۱۹) مسٹر شاکر علی صاحب انسپکٹر آف اسکول جبلپور،

سکرٹری اور جائنٹ سکرٹری کانفرنس اس سکشن کے ایکس آفیشو ممبر ہونگے۔

(۲) سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس سے درخواست کیجائے کہ کانفرنس کے تمام وظائف ایسے طلبا کو دیئے جائیں جو ٹیچرز ٹریننگ کالجوں، ٹریننگ اسکولوں اور نارمل اسکولوں میں تعلیم پاتے ہوں، نیز کالج کلاسیز کے ایسے طلبا کو بھی وظائف دیئے جائیں جو کالج چھوڑنے کے بعد صیغہ تعلیم میں ملازمت اختیار کرنے کا اقرار کریں، ان وظائف کی شرائط پر اسکول سکشن سنٹرل کمیٹی غور کرکے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس کو رپورٹ پیش کریگی۔

(۳) یہ سکشن آنریری سکرٹری مدرستہ العلوم علی گڈہ سے درخواست کرتی ہی کہ کالج کلاسیز کے طلباء کو جو وظائف اور قرض حسنہ ڈیوٹی اور دیگر سرمایوں سے دیا جاتا ہی اس کا ایک حصہ ایسے طلباء کے لیے مخصوص کردیا جائے جو تعلیم حاصل کرنیکے بعد صیغہ تعلیم میں ملازمت کرنے کا وعدہ کریں۔

(۴) یہ مناسب ہی کہ اسکول سکشن سنٹرل کمیٹی کا ایک دفتر قایم کیا جاوے جو کانفرنس کے

صدر دفتر سے علیحدہ ہو اور اس دفتر میں ہر صوبہ کی تعلیمی رپورٹیں کریکولم اور سیلبس جمع کی جائیں

(۵) اس سیکشن کی رائے میں جائنٹ سکرٹری آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ہر صوبہ کے ڈائرکٹر صاحبان سے نیز آنریبل ہر ہائی کورٹ نیز سے درخواست کریں کہ تمام ایسے سرکلر کی ایک کاپی جو انسپکٹر اور ہیڈ ماسٹر صاحبان کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اسکول سیکشن کے صدر دفتر میں بھیجی جایا کرے۔

(۶) اس سیکشن کی رائے میں مناسب ہے کہ ہر سال ایک نمائش اسلامیہ مدارس کے طلباء کی بنائی ہوئی چیزوں کی، اسکول اپیریٹس اور اسپلائی منیبر اور نیز عمدہ ٹیکسٹ بک کی کانفرنس کے زمانے میں ہوا کرے اور کانفرنس سے درخواست کیجائے کہ اس کے اخراجات اور انعامات کیلئے ڈھائی سو روپیہ (مارفت) سالانہ منظور کرے۔

(۷) یہ مناسب ہے کہ اسکول سیکشن سینٹرل کمیٹی اسلامیہ مدارس کے حالات جمع کرے اور انکے استادوں کی ڈائرکٹری طیار کرے۔

(۸) یہ مناسب ہے کہ ہر سال ٹیچرز کانفرنس کسی مناسب زمانہ میں منعقد کیجائے اور امسال کانفرنس علی گڑھ میں ہو

(۹) اس سیکشن کی رائے میں یہ بھی مناسب ہے کہ ٹیچرز کانفرنس کے زمانہ میں اسلامیہ اسکولوں کے کھیل کا ٹورنامنٹ اور باہمی پینی ریڈانگ ہونا چاہیے۔

(۱۰) یہ سیکشن سفارش کرتی ہے کہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سینٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اسلامیہ اسکول اٹاوہ کا مربی ہونا منظور کرے۔

(۱۱) اس سیکشن کی رائے میں مناسب ہے کہ سرکاری مدارس میں داخلہ کے قواعد اردو میں چھپوا کر اخبارات و کانفرنس لوکل کمیٹیوں کی معرفت پبلک میں شائع کرے۔

(۱۲) کانفرنس کی ہر ایک لوکل کمیٹی سے درخواست کیجائے کہ وہ اپنے ضلع سے کم از کم ایک وظیفہ ڈیڑھ سو روپیہ سال کا دو سال کے واسطے ٹیچرز ٹرننگ اسکول کے ایسے طالب علم کو دے جو بعد حصول تعلیم اس ضلع کے کسی اسکول میں ملازمت کرنیکا وعدہ کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر کیفیت

متعلق انعقاد اجلاس کانفرنس بمقام لکھنؤ

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بزرگان اودھ کی ہمیشہ سے ممنون ومشکور رہی ہے۔ رؤسا، تعلقہ داروں اور اودھ کی تعلیم یافتہ ہمدرد قوم جماعت نے ابتدا سے اس قومی مجلس کے خیر مقدم کرنے میں پیشقدمی کا ثبوت دیا ہے۔

جب کانفرنس کا بنیادی پتھر سر سید علیہ الرحمۃ کے مبارک ہاتھوں سے ۱۸۸۶ء میں اسٹریچی ہال واقع مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں رکھا گیا اس کے اگلے ہی سال جو دعوت سب سے پہلے کانفرنس کو دی گئی اور جس طرف کی صدائے لبیک سب سے پہلے آئی وہ (اودھ) ہی سے آئی تھی اور اس زمانہ میں جب کہ تعلیم کی طرف سے قوم میں عام طور پر بے پروائی تھی اور تعلیمی مقاصد واغراض میں کوئی حصہ لینا عام طبایع کے لیے ایک ناگوار فرض تھا ۱۸۸۷ء میں اکابران اودھ کی توجہ اور سرگرمی سے لکھنؤ میں کانفرنس کا دوسرا اجلاس منعقد کیا گیا اس زمانہ میں جس جوش کیساتھ جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا جس سرگرمی کے ساتھ مہمانوں کی خاطر مدارات کی گئی تھی اور جس کامیابی کے ساتھ جلسہ کی تمام کارروائیاں اختتام کو پہونچی تھیں کانفرنس کی رپورٹ

میں اُن کا تذکرہ باقی ہی، یا اُن لوگوں کو وہ کیفیت معلوم ہی جو اس اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔

بعد ازاں سنہ ۱۹۰۴ء میں دوبارہ کانفرنس کو اودھ سے دعوت دی گئی اور آنریبل سر امین مشہور پرنسپل مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی صدارت میں نہایت کامیاب اجلاس ہوا۔ لکھنؤ کے اس دوسرے اجلاس میں کانفرنس کو باضابطہ آرگنائزیشن کی صورت میں لانے کے لیے یہ تجویز قرار پائی کہ کانفرنس کا صدر دفتر باقاعدہ طریقہ پر قایم کیا جائے، اور اُن مسائل کو جو کانفرنس کے ذریعہ اور مشورہ سے قومی ترقی اور بہبودی کیواسطے قرار دیئے جائیں مسلسل کوشش کے ذریعہ سے ان کے کامیاب بنانے کی کوشش کرتا رہے اس غرض سے اس جلسہ میں کانفرنس کے دفتر کے لیے ایک فنڈ قایم کرنیکی تحریک ہوئی اور اسی جلسہ کی اُس مفید تحریک کا یہ نتیجہ ہی کہ کانفرنس کا دفتر اُس کے مرکز میں قایم ہو گیا ہی اور جس غرض کے لیے وہ قایم ہوا ہی اس کے ادا کرنے کی کوشش میں مصروف ہی۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں مسلم لیگ کا اجلاس لکھنؤ میں ہونا قرار پایا اور رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ نے اس کی صدارت قبول فرمانیکا وعدہ کیا تھا، بزرگان اودھ اس موقع پر بھی کانفرنس کو نہ بھولے اور باوصف اس کے کہ قوم کی ایک بڑی مجلس کے انعقاد اور اہتمام کا بار انھوں نے اپنے ذمہ لیا تھا یہ خواہش کی کہ کانفرنس کا اجلاس بھی اسی زمانہ میں اور قریب کی تاریخوں میں لکھنؤ میں ہو اور دونوں قومی جلسے ایک زمانہ میں کئے جاویں۔ انھوں نے اپنی اس مفید رائے اور تجویز سے تمام اکابران قوم کو ایک سنٹر پر بلانے کی دعوت دی تاکہ ہر گوشہ ملک کے سرآوردہ اصحاب تشریف لاکر اجتماعی رائے اور قوت سے مسلم لیگ، ایجوکیشنل کانفرنس، مسلم یونیورسٹی کے کاموں اور تجویزوں میں حصہ لے سکیں اس اصول کو مدنظر رکھکر کانفرنس کو تیسرا دعوت نامہ لکھنؤ سے بھیجا گیا، سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے اس دعوت کو نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ قبول اور منظور کیا،

جس وقت یہ طے ہوا کہ اس قسم کے جلسے لکھنؤ میں ہو نگے سیشن کمیٹی لکھنؤ جلسوں کو کامیاب بنانے کے لیے ہر قسم کی جدوجہد میں مصروف رہی، جو اصحاب لکھنؤ کے جلسوں میں شریک رہتے تھے، اور جس جوش کو انھوں نے وہاں ملاحظہ کیا ہے وہ ہماری قومی ترقی کے لیے ایک نیک فال ہے لکھنؤ کے جلسوں کی کارروائیاں ہم کو اس نتیجہ پر پہنچاتی ہیں کہ قوم کو قوم کی ترقی کا خیال پیدا ہوگیا ہے کہ اور وہ اپنی بہبودی کے وسائل میں حصہ لینے لگی ہے! اور ایکدن انشاء اللہ ایسا آئے گا کہ ٹھیک یہ ہم کو ملا رہی گا، کانفرنس کے اجلاسوں نے قوم میں خوش شناسی کا مادہ پیدا کر دیا ہے، اور جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو چلے ہیں۔ لکھنؤ میں تیسری مرتبہ اس کانفرنس کے انعقاد سے جو بڑا فائدہ ہو چکنے کی اُمید ہے وہ اودھ میں پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کا قائم ہونا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہماری قوم کے ایسے نامور رئیس اودھ میں موجود ہیں جنکی روشن ضمیری فراخ دلی، اور قومی ہمدردی بیان کی محتاج نہیں ہیں مسلمانوں کا بچہ بچہ راجہ سر محمد علی محمد خاں بہادر (راجہ صاحب محمود آباد) کے نام نامی اور صفات گرامی سے واقف ہوگیا ہے اسی طرح دوسرے ممتاز بزرگ سر راجہ مصدّق رسول خانصاحب بہادر راجہ صاحب نانپارہ نگر آباد کی قومی ہمدردی ہر شخص پر ظاہر ہے پراونشل کانفرنس کو ایسے باوقار اصحاب کی سرپرستی اور ہمارے قابل دوست مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب بی اے، ایل، ایل بی کی لیاقت' جو کانفرنس کے نزیری سکریٹری قرار پائے ہیں یقین دلاتے ہیں کہ جو تجویز قرار پائی ہے وہ کامیاب ہوگی اور اودھ کے شریف طبقہ میں جو جہالت اور ادبار پیدا ہوگیا ہے وہ تعلیم کی ترقی اور خوش حالی سے مبدّل ہو کے رہینگی، اور صوبہ اودھ کی پراونشل کانفرنس اپنے مفید نتائج کے لحاظ سے اس حصہ کے لیے جو علم، شہرت اور عزت کا مرکز رہا ہے، نہایت کامیاب ثابت ہوگی۔

جو بزرگ قومی جلسوں کے اہتمام اور انعقاد میں حصہ لیکر اپنے اوپر تکلیف گوارا فرماتے رہیں وقت اور دولت کی قربانیاں کرتے ہیں حقیقت میں یہ وہ لوگ ہیں جو قوم کی عزت اور

اقبال کی بنیادیں قایم کرنے والے ہیں، قوم کو ترقی کی راہ پر لگانا اور اس کو سوچنے اور فکر کرنے کا موقع دینا انہیں لوگوں کے مساعی جمیلہ، محنت، اور مشقت اور کوشش پر منحصر ہے، میں نے ہمیشہ کہا ہے اور اس وقت بھی یہ ظاہر کرتا ہوں کہ ان کوششوں کا اجر اصل میں خداوند جلیل کی حضور سے ملیگا اور اس کا اصلی فائدہ آیندہ نسلیں حاصل کریں گی یا ان کے کارناموں کی تاریخ اس رپورٹ کے صفحوں میں آیندہ کی بصیرت کے لیے محفوظ رہے گی اور اس لحاظ سے اس اجلاس کے کامیاب بنانے میں ہمارے مکرم مخدوم جناب آنریبل راجہ سید ابوجعفر صاحب تعلقدار نے جس سیر چشمی اور عالی حوصلگی کے ساتھ فرایض مہمانداری انجام دیئے وہ ہم سب کی جو وہاں موجود تھے شکر گزاری سے بالاتر ہیں۔ ہمارے معزز دوست مولوی ظہور احمد صاحب بی اے ایل ایل۔ بی۔ نے جس ہمت اور نہایت جوش کے ساتھ اجلاس کو کامیاب بنانے کے لیے مختلف خدمات انجام دیں وہ ان کا خاص حصّہ ہے اور اُن کی دلی ہمدردی کو ظاہر کرتا ہے ہمارے دوسرے دوست مسٹر محمد عرفی صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا نے جس طرح نمایش زنانہ مصنوعات کو کامیاب کرنے میں سعی کی اُن کی محنت اور کوشش کا اندازہ وہی شخص بخوبی کرسکتا ہے جس نے عملی طریقہ سے یا تو خود ایسا کام اپنے ہاتھ سے انجام دیا ہو یا جس نے نمایش کی ترتیب اور نظم کو ملاحظہ کیا ہو۔ ہماری قوم کے محترم لیڈر آنریبل سر راجہ محمد علی محمد خانصاحب تعلقہ دار محمود آباد کی قومی خدمات اب اس درجہ پر پہونچ گئی ہیں کہ مسلمانوں کے دل میں ان کا گھر ہے حقیقت میں وہ ہمارے ہیں اور ان کا گھر تمام قوم کا گھر ہے کوئی قومی تحریک اب ایسی نظر نہیں آتی جو راجہ صاحب کے ایثار، فیاضی، اور پورے انہماک سے خالی نظر آتی ہو۔ جو جلسہ لکھنؤ میں ہوا در اصل اس کے روح رواں بھی ہمارے راجہ صاحب ہی تھے۔ زمانہ بدلجائے گا واقعات گذر جائینگے مگر ان محسنان قوم کے کارنامے باقی رہ جائینگے۔ الغرض لکھنؤ میں کانفرنس کے انعقاد اور اُس کے اصلی کارکنوں کی کوشش اور سرگرمی کے یہ مختصر واقعات ہیں خدا کرے کہ جو نتیجے پیدا ہوئے ہیں وہ قوم کے لیے برکت اور مراد کا باعث ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کارروائی اجلاس بست وششم

آل انڈیا محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ۔ مقام لکھنؤ (اودھ)

اجلاس اوّل

(۲۸ر دسمبر ۱۹۱۲ء وقت ۸½ بجے صبح سے ۱۱ بجے دن تک)

پریزیڈنٹ

عالی جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی، ایم۔ ڈی۔ ڈی۔ پی۔ ایچ (کیمبرج)، آئی۔ ایم۔ ایس۔ (ریٹائرڈ)

پروگرام میں اجلاس اوّل کی کارروائی کے آغاز کا وقت ساڑھے آٹھ بجے صبح سے مقرر تھا لیکن لکھنؤ کی سردی ٹھیک وقت پر مجمع کے اجتماع میں مانع آئی اور وقت مقررہ سے تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔

ٹھیک ساڑھے نو بجے عالی جناب منیجر سید حسن صاحب بلگرامی اجلاس میں تشریف لائے۔ تمام حاضرین نے سرو قد ایستادہ ہو کر بڑے جوش اور مسرت کے ساتھ چیرز دیئے اور جب تک ممدوح ڈائس پر نہ تشریف لے گئے نعرہائے خوشی بلند ہوتے رہے۔ ڈائس پر اجلاس ملّے کانفرنس میں جو جو معزز و با اقتدار اصحاب تشریف رکھتے تھے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

عالی جناب ہز ہائنس سر آغا خاں صاحب بہادر بالقابہ۔

عالی جناب سر راجہ محمد علی محمد خاں صاحب بہادر۔ کے، سی۔ ایس۔ آئی۔ والی محمود آباد

عالی جناب سر راجہ تصدق رسول خاں صاحب بہادر۔ کے، سی، ایس، آئی تعلقہ دار جہانگیر آباد۔

عالی جناب نواب وقار الملک بہادر۔

عالی جناب راجہ سید ابو جعفر صاحب پریسیڈنٹ استقبالی کمیٹی۔

عالی جناب مولوی رحیم بخش صاحب کے، سی، آئی، ای۔ پریسیڈنٹ کونسل آف ایجنسی، بہاولپور۔

عالی جناب آنریبل مسٹر جناح، بمبئی۔

عالی جناب حاجی یوسف صاحب سبحانی، بمبئی۔

عالی جناب ہز آنر سر جیمس میسٹن بہادر لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ۔

عالی جناب شمس العلماء مولنا محمد شبلی صاحب نعمانی۔

عالی جناب مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی۔

عالی جناب خان بہادر مولنا ایچ۔ ایم ملک صاحب ناگپور۔

عالی جناب مولنا سید کرامت حسین صاحب سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد۔

عالی جناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب۔ بی اے، ایل ایل بی۔

عالی جناب آنریبل شیخ شاہد حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔
عالی جناب نواب محمد اسحاق خاں صاحب آنریری سکرٹری، مدرسۃ العلوم۔
عالی جناب مسٹر محمد علی بی اے اڈیٹر کامریڈ (دہلی)۔
عالی جناب آنریبل مسٹر مظہر الحق صاحب بیرسٹر ایٹ لا، بانکی پور۔
عالی جناب حکیم عبد الولی صاحب رئیس لکھنؤ۔
عالی جناب منشی احتشام علی صاحب رئیس کاکوری۔
عالی جناب مولوی ابو الکلام آزاد اڈیٹر (الہلال)
عالی جناب مولوی بشیر الدین صاحب اڈیٹر (البشیر)
عالی جناب مولوی وحید الدین صاحب سلیم اڈیٹر (مسلم گزٹ)

آغاز کارروائی

سب سے اوّل مولوی محمد عظیم صاحب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ بہت موثر لہجہ میں چند آیات مقدسہ تیمناً و تبرکاً کلام پاک سے تلاوت کیں اور تمام حاضرین اس مقدس کارروائی کے دوران میں تعظیماً سر و قد استادہ رہے۔ اس کے بعد آنریبل راجہ سید ابو جعفر صاحب نے بحیثیت پریسیڈنٹ استقبالی کمیٹی لکھنؤ، مہمانوں کے خیر مقدم میں مندرجۂ ذیل یہ تقریر پڑھی۔

تقریر خیر مقدم منجانب عالی جناب آنریبل راجہ سید ابو جعفر صاحب، پریسیڈنٹ استقبالی کمیٹی، لکھنؤ

حضرات! میں ریسپشن کمیٹی کا بہت مشکور ہوں کہ اُس نے مجھے موقع دیا کہ میں آپ

حضرات اور بالخصوص اپنے معزز اور قابل پریسیڈنٹ کا نہایت جوش سے خیر مقدم کروں جس خلوص اور جوش نے آپ کو شباب سرما میں سفر کی تمام تکالیف اور صعوبات سے لاپرواہ کر دیا ہی اُس کے اعتراف میں جہاں تک اظہار تشکر کیا جائے کم ہی۔ یہ خوشی کا موقع ہی کہ آج پھر لکھنؤ کو ایسے قومی بزرگوں اور خیر خواہوں کی تشریف آوری سے افتخار حاصل ہو رہا ہی۔ یہ مقام عرصہ سے علوم و فنون کا مرکز ہی اور اپنی چند خصوصیات کے لحاظ سے اس عزت کا مستحق ہی۔ اس مبارک کانفرنس کے ذریعہ سے وہ صدائیں قوم کے کانوں میں ہر سال گونج جاتی ہیں۔ جو مرحوم سر سید نے ہندوستان کے ہر حصّہ میں بلند کردی تھیں۔ اور جنھوں نے قوم کو آخر کار جگایا گو خواب غفلت سے ہم جلد بیدار نہوئے۔ اور ابتک یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں نے تحصیل علوم و فنون میں اپنا پورا حصّہ حاصل کیا۔ دیگر قوم کے مقابلہ میں تو اپنا ذکر ہی شرمناک ہی۔ ہم نے تو اپنی مخصوص ضرورتوں کے لحاظ سے بھی تعلیم میں کافی دلچسپی نہیں لی جس ایثار نفس کا یہ کام مستحق ہی وہ اُس کو ابتک نصیب نہیں ہوا۔

اسی صوبہ متحدہ پر غور فرمائیے تو معلوم ہوگا کہ آبادی اور مالی حالت کے دایرہ میں تحصیل علم کا نقطہ کسقدر چھوٹا ہی۔

حضرات! شکر ہی کہ اب ہم کو اپنی تنزلی محسوس ہونے لگی۔ اس لیے اب مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہونی چاہیے۔ یہ عرض کرنا بیجا نہوگا کہ۔ ہماری قوم ابتدا ہی سے عادی ہی کہ۔ جو شخص ہمارا ہادی بنتا ہی ہم اُس کی ہدایت کو پہلے تو شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اُس کی نیک نیتی میں تامل کرتے ہیں یہاں تک کہ۔ وہ اپنی سچائی اور قابلیت کو خود ثابت کر لیتا ہی پھر ہم اُس کے اوصاف کا یقین کر کے دل و جان سے اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ اور پھر ترقی و بہبودی کی جو منزل ہمکو دکھلائی جاتی ہی۔ ہم وہاں تک پہنچ جانے کی کوشش کرنیکو تیار ہو جاتے ہیں۔

میرے خیال میں یہ ہماری خاص صفت ہے اور ہمارے جملہ اوصاف کے زوال پر بھی یہ صفت کچھ باقی رہ گیا ہے۔ جس کا نمونہ مجوزہ یونیورسٹی اسکیم ہے۔

چند مدبران اور ہوا خواہان قوم نے مسلم یونی ورسٹی کی ضرورت ثابت کرکے تحریک کی تو صرف تعلیم یافتہ گروہ نے نہیں بلکہ جاہلوں نے اور ہر طبقہ کے بچوں اور عورتوں نے ایسا خلوص ظاہر کیا کہ اُس کی بدولت خدا پر بھروسہ کرکے ہم کہہ سکتے ہیں کہ منزل مقصود تک پہونچ گئے۔

اب ہمکو امید ہے کہ زیادہ عرصہ نہ گزریگا کہ مجوزہ یونیورسٹی عہد طفولیت کو طے کرکے اپنے درجہ کمال کو پہونچ جاویگی اور اُسکو کامل اختیارات و حقوق حاصل ہونگے۔

ہم نہایت بےچینی سے منتظر ہیں کہ کسی طرح یہ مرحلہ جلد طے ہو، اور ہمکو موقع ملے کہ ہم اپنی قوتوں کو تعلیم کی اور ضرورتوں میں صرف کریں۔ ابھی ہمارے کاموں کی فہرست بہت طولانی ہے۔ اور ہماری ضرورتوں کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ ہر ہر قدم پر ٹھہرنا ہماری روانی کے جوش پر ناگوار اثر ڈالتا ہے۔ ہم کو صبر و استقلال گھبرا جانے سے روکتے ہیں اور سچ ہے کہ استقلال بڑی بڑی ترقیوں کی بنیاد ہے۔ ہم الفاظ "کن فیکون" سے فوراً کام لینے کی قدرت نہیں رکھتے بلکہ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى پر ہمکو اپنا اُصول زندگی قرار دینا چاہیئے۔

صاحبو! یہ عام رائے ہے کہ موجودہ نصاب تعلیم ہماری ساری ضرورتوں اور خواہشوں کے اندازہ سے قابل اطمینان نہیں ہے۔ ابھی ہمکو ابتدائی تعلیم کے اُصول اور توسیع پر کافی توجہ کا وقت نہیں ملا۔ جب ہم اپنے تعلیم یافتہ بلکہ خواندہ گروہ کی مجموعی تعداد کو دیکھتے ہیں۔ تو ہم کو افسوس کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کاش ہماری آبادی کا اوسط موجودہ مقدار سے بھی کم ہوتا۔ اس لیے کہ اگر ہمکو جاہل ہی رہنا ہے۔ تو محض شمار اجسام کے لئے افراد کی افزائش سے کیا حاصل۔

ابتدائی تعلیم کی کمی کچھ تو افلاس کے سبب سے ہی، اور کچھ والدین کی غفلت سے، اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ، والدین یہ طے نہیں کر سکتے کہ اپنے بچوں کی تعلیم کی ابتدا کیونکر کریں۔ آیا اُن کو حرف شناس کر کے، اور کچھ دینیات سے واقف بنا کر مدرسہ میں داخل کریں۔ یا اُن کی بسم اللہ ہی مدرسہ میں کیجائے۔ یہ نا جائز اور مُضر رسم وپیش بچوں کے سُتھرے وقت کو ضایع کر دیتا ہی۔ کانفرنس کے مختلف دورے، ان خرابیوں کے دور کرنے میں بہت کچھ معین ہونگے۔ اور میری ناقص رائے ہی کہ ابتدائی تعلیم ترویج میں باثر اور نتیجہ خیز کوشش ہونی چاہئے۔

اعلیٰ تعلیم کی کمی بھی ظاہر ہی۔ اس میں جو کچھ نقائص ہیں اُسکی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہی کہ، یہ تعلیم میلان طبع و تقاضائے فطرت پر مبنی نہیں ہی، بلکہ ہمارے طلبا کی حالت ایسی معلوم ہوتی ہی کہ، گویا وہ کسی آنیوالی بلا سے خوف زدہ ہو کر اپنے گھروں سے گھبرائے ہوئے نکلے ہیں، اور اُمید وبیم کے عالم میں مختلف علوم کے کسی ایک راستہ پر، بلا کسی خاص مقصد، اور معین، خواہش نتیجے کے دوڑ جاتے ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے منزل مقصود پر پہنچے تو فہوالمراد ورنہ عمر بھر بد قسمتی کا رونا رہ جاتا ہی۔ دماغی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کی ترقی بھی لازم ہی۔ تجربہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ اکثر افراد قوم، جنھوں نے تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کئے ہیں، اُن کی جسمانی صحت گزشتہ ازمنہ کے بادشاہوں کے مزاج سے بھی زیادہ نازک ہو جاتی ہی، اور جتنی احتیاط برتی جاوے اُسیقدر صحت میں کمزوری آتی جاتی ہی۔ اُن میں قومی مسائل پر غور کرنیکی کافی قوت نہیں رہتی۔ بس یہ بہت غنیمت ہی اگر وہ اپنی ذاتی اغراض کو انجام دیویں ایسے افسوسناک نتائج قوم کو پست ہمت کر دیتے ہیں ایک روشن اور نفیس دماغ ایک مریض جسم پر ایسا چراغ ہی، جو صرف اپنے ستون کے کے گرد روشنی پھیلائے، لیکن ہم کو تو اپنی قوم میں ایسے چاند سورج پیدا کرنیکی ضرورت ہی، جو خوب روشن ہوں اور اُن کی جسمانی صحت اُن کو دورمیں رکھ سکے، تاکہ تمام قومی

اُن کی فیض بخش نور سے منور ہو جائے۔

موجودہ نصاب تعلیم میں مذہبی تعلیم کا عنصر اسقدر کم ہے کہ ہم اپنے مذہب کی خوبیوں اور عقائد و اصول سے کما حقہ واقف نہیں ہو سکتے، اور ہم میں ایسی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں، جو عموماً خطرناک ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہی نہیں ہے کہ عقاید و اصول سے ناواقف اور غیر مانوس رہتے ہیں بلکہ ہم میں اسلامی روحانیت کم ہو جاتی ہے۔ ترقی کے مفید اور آسان اسلامی ذرایع ہم سے پوشیدہ رہتے ہیں، اور خارجی امداد کے محتاج ہو کر اُن چیزوں کی تلاش اور تفحص میں تضیع اوقات کرتے ہیں، جو ہمارے گھر میں محفوظ ہیں۔ یہ باتیں مجبور کرتی ہیں کہ ہم اس کمی کو جلد پورا کریں۔ اور مجوزہ یونیورسٹی کو وجود میں لانے کے لیے بذات خود یہ بھی ایک کافی وجہ ہے۔

حضرات! جب کانفرنس تعلیم کی تکمیل و توسیع و ترویج میں اسقدر کوشاں ہے، تو یہ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ، قومی ترقی کی تکمیل کے لیے تعلیم نسواں بھی ایک جزو لاینفک ہے۔ جو تحریک اس صیغہ میں پیدا ہوئی ہے وہ بہت امید افزا ہے۔ مذہبی اور اخلاقی پابندیوں کے لحاظ کے ساتھ تعلیم نسواں ہر طرح سے مستحسن ہے۔ میری رائے ناقص میں اب وقت آگیا ہے، کہ کانفرنس اس طرف بھی اپنی توجہ معطوف کرے۔

اب میں اپنا آخری فرض بھی ادا کرنا چاہتا ہوں کہ، جن حضرات نے تکلیف فرما کر کانفرنس کو عزت بخشی ہے، اُن کا شکریہ تہ دل سے ادا کروں۔ خصوصاً ہم ہز آنر سر جیمس اسکرجی مسٹن صاحب کے۔ سی، ایس، ای، لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کی تشریف آوری سے بہت ممنون ہوئے، جنکی عزت افزاء شرکت سے یہ ظاہر ہے کہ جناب ممدوح کو تعلیم سے کسقدر دلچسپی ہے

اس موقع پر میں گورنمنٹ کی عنایات کے تذکرہ میں بغیر اس اظہار تاسف کے نہیں رہ سکتا کہ دہلی کے اندر دہناک واقعہ نے ہمارے دلوں کو کیسا صدمہ پہونچایا ہی، اور جبتک پروردگار عالم ہز ایکسیلنسی وایسرائے ہند کو صحت کامل عطا فرمائے، ہمارے دل فکر و تردد اور رنج سے خالی نرہینگے۔

آخر میں مجھے اپنے معزز مہمانوں سے یہ بھی عرض کرنا ہی۔ کہ، آپ حضرات کی مدارج کے لحاظ سے کوئی سامان آپکے آرام وخاطر کا نہو سکا۔ لیکن آپ حضرات تو قومی کاموں میں ہر قسم کی تکلیف کو راحت تصور فرماتے ہیں، اس لیے مجھے اُمید ہی کہ آپ کی خدمتگزاری میں جو کچھ فروگزاشت ہو اُس سے آپ چشم پوشی فرمادینگے۔

وَالعُذرُ عِندَ کِرامِ النّاسِ مَقبُولٌ

مندرجۂ بالا تقریر کے بعد جناب نواب وقار الملک بہادر نے مہمانوں کیجانب سے میزبانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی وہ ذیل میں درج کیجاتی ہی۔

تقریر جناب نواب وقار الملک بہادر بجواب خیر مقدم

حضرات! میں تمام ممبران و مہمانان کانفرنس کی طرف سے اور اُن تمام ڈیلیگیٹس کی جانب سے جو اس قومی مجلس کی شرکت کی غرض سے باہر سے حاضر ہوئے ہیں ریسپشن کمیٹی لکھنؤ کے تمام ممبران اور منتظمین کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اُس مہمانداری اور عزت بخشی کے لحاظ سے جو ہمارے واسطے نہایت فراخ دلی کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس قسم کی مہمانداری اور عزت بخشی کا یہ پہلا ہی موقع نہیں ہی۔ لکھنؤ ہمیشہ سے اس بات میں نیکنام رہا ہی۔ سبکو معلوم ہی کہ اسی سال میں کتنی مرتبہ باہر سے ہم لوگ یہاں حاضر ہوئے ہیں اور بزرگان لکھنؤ نے ہر مرتبہ ہم کو اپنا ممنون احسان کیا ہی۔ ہمارے سر راجہ صاحب بہادر محمود آباد نے ان موقعوں پر جس دریا دلی اور سیرچشمی سے مہمان نوازی کی ہی۔ اور اُنکی

ہر چیز موٹر کاریں، گاڑیاں، اور نوکر چاکر جس طرح ہمارے لیے وقف رہے ہیں اسکے لحاظ سے میں کہتا ہوں کہ لکھنؤ تو اپنا گھر ہی۔ اس لیے کسی بھی شکریہ کی ضرورت نہیں ہی ہمارے دل شکریہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ مثل مشہور ہی جو کسی کا کھاتا ہی اُسی کا گاتا ہی۔ میں آخر میں پھر تمام مہمانوں کی طرف سے اس عزت افزائی کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں اور مجھکو اُمید ہی کہ یہ مہمان نوازی ہم کو بار بار یہاں کھینچکر لائے گی۔

اس تقریر کے ختم ہونے پر مسٹر سید نبی اللہ صاحب بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ نے صدر کے انتخاب کی تحریک پیش کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

تقریر مسٹر سید نبی اللہ، بیرسٹر ایٹ لا، لکھنؤ

متعلق تحریک انتخاب پریسیڈنٹ صاحب اجلاس بست و ششم

حضرات! میں آپ صاحبوں کے سامنے ایک نہایت خوشگوار فرض منصبی ادا کرنیکے واسطے کھڑا ہوا ہوں۔ آپ کو معلوم ہی کہ سنٹرل اسٹنڈنگ کمیٹی ایجوکیشنل کانفرنس نے جناب سید میجر سید حسن صاحب بلگرامی کو پریسیڈنٹ اس اجلاس کا مقرر کیا ہی۔ لیکن باضابطہ طور سے آپ حضرات کیسامنے بھی پیش کرنے کی ضرورت ہی تاکہ آپ لوگ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے اس انتخاب کو منظور فرمادیں۔ میجر سید حسن صاحب کا نام لیتے ہوئے میں نے آپ حضرات کو ابھی چیرز دیتے سنا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ان کی توصیف میں کچھ بیان کرنیکی بھی ضرورت نہیں ہی۔ لیکن پھر بھی میں چند الفاظ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میجر سید حسن صاحب سے میری ذاتی ملاقات تقریباً پانچ سال سے ہی۔ میری پہلی ملاقات

اس طرح سے شروع ہوئی کہ میں مسلم لیگ کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے علی گڑھ گیا ہوا
تھا وہاں میں نے سنا کہ میجر سید حسین صاحب آل انڈیا مسلم لیگ کے سکرٹری ہونے والے
ہیں مجھکو یہ سنکر تعجب ہوا اور میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ ایک شخص جسکی ساری عمر
چیر پھاڑ میں بسر ہوئی ہو وہ مسلم لیگ و آل انڈیا مسلم لیگ کا سکرٹری مقرر کیا جاوے۔
پالیٹکس سے انکو کیا واسطہ ہے۔ اور اُن کو مسلم پالیٹکس کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

اسی زمانہ میں جناب میجر صاحب نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ علی گڑھ سے چند روز
کے لیے وہ لکھنؤ تشریف لائینگے۔ میں نے خیال کیا کہ جو شخص آل انڈیا مسلم لیگ
کا سکرٹری ہونے والا ہے ضروری ہے کہ میں اُس سے زیادہ واقفیت پیدا کروں۔ میں نے
جناب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ غریب خانہ پر قیام فرماویں۔ اور اس کو آپ نے منظور
فرمایا۔ اس طرح مجھکو آپ کے خیالات کے معلوم کرنے کا موقع ملا اور چند دنوں کی صحبت
میں مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی دلچسپی پالیٹکس و قومی معاملات میں میرے وہم و گمان سے
بھی زیادہ تھی۔ انگلستان میں مسلم پالیٹکس کے متعلق جو کچھ خدمات آپ نے کی ہیں
اُس سے تمام ملک آگاہ ہے اور سب کو معلوم ہے کہ پالیٹکس میں آپ کو کسقدر معلومات
حاصل ہے اور اس سے آپ کو کتنی دلچسپی ہے۔ لیکن آج آپ ایک نئی صورت میں مسلمانو
کے سامنے تشریف لاتے ہیں یعنی وہ فرماتے ہیں کہ "علم جراحی الگ فن رہا اور پالیٹکس
علیحدہ چیز رہی اب میں تمہاری ایجوکیشنل سائید (تعلیمی رُخ) پر پوری دلچسپی لینا چاہتا
ہوں اور یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ تمہارے تعلیمی معاملات میں ہدایت کرنے کی مجھ میں
کیسی قابلیت ہے اور اسمیں میں تمکو پوری مدد دیسکتا ہوں"۔

میجر صاحب کے اس دعوے سے مجھکو کچھ بھی تعجب نہیں ہے کیونکہ میں ایک مرتبہ
جناب کے متعلق تعجب ظاہر کر کے تجربہ کر چکا تھا۔ دراصل ایسا شخص جس صیغہ میں بھی کمال
رکھے وہ کم ہے۔ بلگرامی خاندان آج ہندوستان میں ایسی شہرت رکھتا ہے جس طرح

عہد عباسیہ میں خاندان برامکہ۔ جناب سید حسین صاحب بلگرامی کی علمی قابلیتوں سے آپ لوگ واقف ہیں۔ سید علی بلگرامی مرحوم کی علمی لیاقت کا حال آپ کو معلوم ہے۔ شاید اسوقت تک بہت سے حاضرین کو معلوم نہیں ہوگا کہ سید علی بلگرامی مرحوم ایک ہی وقت کیمبرج یونیورسٹی میں مرہٹی زبان اور عربی زبان کے لکچرار تھے۔

حضرات! میجر سید حسن صاحب تعلیمی معاملات سے اپنی واقفیت اور دلچسپی کا کچھ اظہار کل کے جلسہ میں (یعنی مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں) ظاہر کر چکے ہیں۔ کل میجر صاحب نے ایک ایسا اہم رزولیوشن پیش کیا تھا جسمیں خواہ مخالفین کی تعداد زیادہ ہو، یا موافقین کی لیکن اس میں شک نہیں کہ دونوں فریق اس بات کو تسلیم کرینگے کہ میجر صاحب نے تعلیمی مسائل میں نہایت غور کیا ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میجر صاحب موصوف ان معاملات میں کسقدر دلچسپی رکھتے ہیں اور اس میں وہ سید حسین صاحب بلگرامی سے کم نہیں ہیں یا یوں کہیے کہ، "این خانہ تمام آفتاب است"۔ ایسی صورت میں مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات نہایت خوشی کے ساتھ میری اس تحریک کو منظور کرینگے۔

اس تحریک کی تائید خان بہادر الٰہ بخش صاحب سابق اتاشی ایران نے نہایت مؤثر الفاظ میں کی اور جناب نواب وقار الملک بہادر کی تائید مزید اور جملہ حاضرین کے اتفاق رائے کے چیرز اور نعرہائے مسرت کی پُرزور آوازوں میں عالی جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی نے کرسی صدارت کو رونق بخشی، اور اپنا ایڈریس شروع کرنے سے قبل، جو انگریزی زبان میں تھا اور طبع ہوکر حاضرین کو تقسیم کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

"حضرات! قبل اس کے کہ میں اپنا ایڈریس شروع کروں میں یہ عرض کرونگا"
"کہ میرے دوست مسٹر نبی اللہ صاحب نے جو کچھ میری نسبت فرمایا وہ انکی عنایت"
"اور مہربانی کا نتیجہ تھا۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ وہ میری تعریف کریں۔"
"یہ ایک دستور ہو گیا ہے کہ ایڈریس انگریزی میں دئیے جاتے ہیں۔ میں نے بھی"

"انگریزی میں لکھا ہی اور مجھکو اس کے اُردو میں ترجمہ کرنیکی مہلت نہیں ملی اسلیے"
"میں مجبور ہوں اور انگریزی زبان ہی میں پڑھتا ہوں"!
اس کے بعد جناب ممدوح نے اپنا وہ قابل یادگار ایڈریس پڑھنا شروع کیا جس کا اُردو ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہی - یہ ایڈریس ایسا عالمانہ اور پُر از معلومات تھا - اور مسلمانوں کی موجودہ حالت پر اس میں ایسی قابلیت اور اور جامعیت سے بحث کی گئی تھی اور آیندہ کے متعلق ایسی دوربینی اور مال اندیشی کے ساتھ قیمتی مشورے دیئے گئے تھے کہ اس ایڈریس کو کانفرنس اور مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی تاریخ میں بالاتفاق بے نظیر تسلیم کیا گیا ہی -

ایڈریس میں سب سے پہلے اُس مجنونانہ اور سفیہانہ حادثہ بم کا ذکر تھا جو شاہی جلوس کے موقع پر ہز ایکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ بہادر بالقابہ وئسرائے و گورنر جنرل ہند پر کسی دشمن ملک نے حملہ کرنے سے اپنی خباثت و رذالت کا ثبوت دیا تھا اور جسکے متعلق جناب والا پریسیڈنٹ صاحب نے منجانب صدارت حسب ذیل رزولیوشن اجلاس میں پیش کیا:-

رزولیوشن نمبر (۱)

یہ کانفرنس تمام مسلمانان ہند کے قایم مقام کی حیثیت سے اُس خبیثانہ اور مجنونانہ فعل پر اپنا نہایت تنفر اور سخت بیزاری کا اظہار کرتی ہی جو ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو دھلی میں ہز ایکسیلنسی وائسرائے بہادر دام اقبالہ پر کسی شریر النفس دشمن ملک نے بزدلانہ حملہ سے کیا ہی اور ایسے سفیہانہ افعال کو ملکی ترقی اور بہبودی کے حق میں سخت مضر اور نقصان تصور کرتی ہی اور نہایت ادب و عقیدت کیساتھ ہز ایکسیلنسی حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں سلامتی کی خلوص دل سے مبارکباد عرض کرتی ہی اور خالق ذوالجلال کے حضور میں دست بدعا ہی کہ حضور ممدوح جلد تر صحت یاب ہوں -

یہ رزولیوشن جلسہ نے نہایت جوش اور عقیدت کے ساتھ کھڑے ہو کر پاس کیا اور اسی اثنا میں ہز آنر سر جیمس میسٹن صاحب بہادر بالقابہ لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ نے اپنی تشریف آوری سے اجلاس کانفرنس کو شرف و عزت بخشی۔ نہایت تپاک کیسا تھ ہز آنر ممدوح کا استقبال کیا گیا اور حضور محتشم الیہ کے ہال میں داخل ہوتے ہی تمام حاضرین تعظیماً استادہ ہو گئے اور ممدوح کے کرسی پر تشریف فرما ہونے تک ستادہ رہے اور خیر مقدم کے پُرجوش چیرز دیتے رہے۔ عالی جناب صدر جلسہ نے ہز آنر کی تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"حضرات! ایک اور بات جو میں آپ صاحبان سے عرض کرنا چاہتا ہوں"
"وہ یہ ہے کہ ہمارے اس صوبہ کے گورنر صاحب کس قدر ہمدرد ہیں اور ہمارے"
"قومی معاملات میں کسقدر دلچسپی لیتے ہیں اور اُن کو ہماری ہر طرح کی ترقی"
"کسقدر منظور ہے علی گڑہ میں آپ نے حال ہی میں جو تقریر فرمائی تھی وہ آپ سب"
"حضرات نے پڑھی ہوگی۔ اس سے آپکی ہمدردی کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔"
"علی گڑہ تشریف لیجا کر آپنے تمام چیزوں کا غور کے ساتھ ملاحظہ فرمایا۔"
"تمام بورڈنگ ہاؤسوں کو دیکھا اور اپنی اسپیچ میں نہایت ہمدردی کا اظہار فرمایا"
"اور یہاں تشریف لا کر ہم کو عزت بخشی۔ ہم سب لوگ جناب کے نہایت مشکور ہیں"

ان الفاظ کے بعد صاحب صدر نے اپنا ایڈریس مکرر شروع کیا جس کا اُردو ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ترجمہ افتتاحی ایڈریس

عالی جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی، ایم۔ ڈی ڈی ایچ۔ پی، آئی۔ ایم۔ ایس۔ پریسیڈنٹ اجلاس بست ششم آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ بمقام لکھنؤ،

حضرات! آج ہم لوگ ایک ایسے بزدلانہ اور قابل نفرت جرم کی تاریکی میں مجتمع ہوئے ہیں کہ جسکی وجہ سے نہ صرف ہماری کارروائی پر، بلکہ تمام ملک پر ایک اداسی سی چھائی ہے۔ جناب ویسرائے صاحب بہادر جنکو ہماری یونیورسٹی کی تحریک سے ایک خاص قسم کی گہری دلچسپی تھی اسوقت مجروح اور ذی فراش ہو رہے ہیں۔ اور ہم سب کے دل مودبانہ اور مخلصانہ ہمدردی سے لبریز ان ہی کی جانب رجوع کر رہے ہیں۔ ہماری یہ دلی دعا ہے کہ ان کو جلد شفائے کامل اور طاقت اصلی حاصل ہو جائے، اور ایسی عمر طولانی نصیب ہو کہ سالہائے دراز تک وہ اس عہدہ جلیل پر جو اسوقت ان کو حاصل ہے اور ایسے ہی دیگر مہتم بالشان اور باوقعت عہدوں پر اپنے بادشاہ اور اپنے ملک کی خدمت میں سرفراز رہیں۔ ان خجستہ خصائل لیڈی صاحبہ کو اس صدمۂ ناگہانی اور رنج و پریشانی نے پژمردہ حال کر دیا ہے۔ لیکن بفضل الہی اور طرح سے ان کو کوئی آسیب نہیں پہنچا۔ ان کی خدمت میں بھی ہم اپنی نہایت مودبانہ ہمدردی کو پیشکش کرتے ہیں۔ ہم ان بہادروں کے یتیموں اور بیواؤں کے ماتم میں بھی شریک حال ہیں جنھوں نے اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں اپنی جانیں نثار کر دیں۔ دہلی

کے سفاکانہ واقعہ کے چند ہی گھنٹوں کے فاصلہ سے بعید المسافت ملک اسپین میں مسٹر کنا
لیجا کا ایک قاتل کے ہاتھ سے ہلاک ہونا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ اس قسم کے خونریز
جرایم ایک بڑے وسیع طبقہ زمین پر رائج ہیں۔ بد قسمتی سے یہ بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ایسے
جرایم کا کلیتہ انسداد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امر اسقدر سچ ہے کہ جتنا طبعی ہے کہ ان کو ہر ایک ملک
میں ہر ایک سلیم الطبع انسان نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس قسم کے سفاکانہ
جرایم سوسائٹی کی بنیاد کو ہلا دیتے ہیں۔ اور درحالیکہ ان سے کسی متنفس کو کوئی فایدہ نہیں
پہونچتا، قوم کو بیحد نقصان پہونچتا ہے۔ ہر متوطن ملک کا یہ فرض ہے کہ اپنے مقدور بھر حکام معین
کو ایسی قاہرانہ افعال کے فرو کرنے میں مدد دیوے۔ کیونکہ ان سے تمام دنیا کے ایمان کو
سخت صدمہ پہنچتا ہے میرا فرض منصبی ہوگا کہ میں آپ کے سامنے اس مضمون پر ایک ریزولیوشن پیش
کروں۔ اس لیے بالفعل اور کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔

حضرات! یہ خیال بالکل درست ہے کہ ہماری سالانہ تعلیمی کانفرنس کے صدر نشین
بنائے جانے کی عزت ایسی ہے کہ اس سے بڑھکر کم کوئی عزت ہماری قوم اپنے کسی فرد
کو عطا کر سکتی ہے۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اگر ہم اس کا لحاظ کریں کہ یہ مجمعے کس قسم
کے ہوا کرتے ہیں، اور وہ غور و خوض کسقدر اہمیت رکھتے ہیں جسمیں ان کے شرکا ہر سال کئی
روز تک اپنے اوپر نہایت جانکشی اور زحمت گوارا کرکے محض خالص اور بے لوث قومی خدمت
کی غرض سے مصروف رہتے ہیں۔ یہ مجمعے صرف آپسمیں ملنے جلنے کے لیے نہیں ہوا کرتے
کہ لوگ یہاں ایک دوسری کی خاطر مدارات کیا کریں۔ بلکہ علی الرغم ان میں ہر ایک پیشہ
اور ہر ایک طبقہ کے لوگوں کے دلدادہ اور سرگرم قایم مقام ہندوستان کے ہر سمت سے
اکر اس غرض سے اکٹھا ہوتے ہیں کہ اپنی قومی فلاح کے متعلق اہم ترین مسائل پر آپسمیں
تبادلہ خیالات کریں۔ ان کا منشا یہ ہوتا ہے کہ ان مسائل پر بحث کریں، اور حتی الامکان
مباحثہ کے ذریعے سے انکے اندرونی نکات کو حل کریں۔ ایسی جماعت کا صدر نشین منتخب

کیا جانا اور اس کرسی صدارت پر بٹھانا ایسی عزت ہی جس کا مجکو پورا اعتراف ہی۔ اور جسکے لیے میں خلوص دل سے مشکور رہوں۔ خصوصاً جبکہ میں ان جلیل القدر بزرگوں کے اسماء گرامی کو یاد کرتا ہوں جو گزشتہ سنوں میں اس کرسی صدارت کو زینت بخش چکے ہیں جب میں ان سے اپنا مقابلہ کرتا ہوں تو اپنے کو ایک ذرہ ناچیز پاتا ہوں۔ اور اسیوجہ سے اس اعزاز پر زیادہ تر نازاں ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھپر یہ بات بھی روشن ہی کہ اگر اعزاز زیادہ ہی تو ذمہ داری بھی ویسی ہی اہم ہی۔ کیونکہ قوم جس شخص کو وہ اعلیٰ درجہ عطا کرتی ہی جو آج مجھے حاصل ہی تو یہ بھی توقع رکھتی ہی کہ اپنے غور و خوض میں اس سے کسیقدر رہنمائی حاصل کرے اور لازمی طور پر اس قسم کی رہنمائی ہر حالت میں ایک اہم ذمہ داری ہوا کرتی ہی۔ لیکن ایسی نازک حالت میں جو اسوقت اسلامی دنیا کی تقدیر پر طاری ہی اور جس سے ہماری اکلوتی اعلیٰ تعلیم کی درسگاہ کی قسمت بھی وابستہ ہی اور ایسے وقت میں کہ اس جلسہ کے شرکا کے خیالات ایسے مسائل میں غرق ہیں جو غیر معمولی طور پر اہم اور سنگین ہیں یہ ذمہ داری صدگونہ ہو جاتی ہی اور اس کا پورا احساس کرتا ہوا اس وقت آپ کے سامنے لب کھولتا ہوں۔

جو التماس کہ میں اسوقت آپ لوگوں کے سامنے کرنیوالا ہوں اس کے لیے فرمان مندرجہ ذیل سے انسب کوئی تمہید میرے ذہن میں نہیں آتی۔

"آج ہندوستان کی اعلیٰ تعلیم سے اپنی گہری اور سچی دلچسپی کے اظہار"
"کا موقع پانے سے ہم کو بڑی مسرت ہوئی ما بدولت ہندوستان کی یونیورسٹیوں"
"ہی سے یہ امید کرسکتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے بتدریج یورپین لوگوں اور"
"ہندوستانیوں کے استعدادات (culture) اور تعلیمی حوصلوں میں"
"وہ اتحاد اور خلط پیدا کردیں جس پر کہ ہندوستان کی آیندہ بہبودی کا اسقدر"
"دارومدار ہی۔ ہندوستان کی یونیورسٹیوں نے معیار تعلیم کے بڑھانے اور"

"دایرہ تعلیم کو وسعت دینے کے لیے جو تدبیریں اختیار کی ہیں اُن کو ہم نے"
"پوری ہمدردی کے ساتھ زیر نظر رکھا ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ کرنے کو باقی"
"ہے۔ اس زمانہ میں کوئی یونیورسٹی مکمل نہیں قرار دیجا سکتی تاوقتیکہ اس میں"
"علوم و فنون کے ہر ایک اہم شعبہ کی تعلیم کا سامان مہیّا نہو اور تاوقتیکہ اس میں"
"نئی تحقیقاتیں کرنے کا پورا موقع نہ دیا جائے۔ آپ کو علوم قدیمہ کا ابقا بھی"
"ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مغربی علوم کی ترقی میں سعی و فکر کرنا"
"ہے۔ آپ کا یہ فرض ہے کہ طلبہ میں اخلاق حمیدہ (کیرکٹر) پیدا کریں۔ کیونکہ"
"اس کے بغیر تعلیم بالکل بے سود ہوتی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو اپنی بھاری"
"ذمہ داریوں کا اعتراف ہے۔ جو کام آپ کے درپیش ہے اُس کی کامیابی کے ہم"
"خواستگار ہیں۔ اپنے حوصلوں کے تخیل (اسٹینڈرڈ) کو بلند رکھئے اور اُن کی"
"حصول میں بلا وقفہ کوشش جاری رکھئے۔ خدا کے فضل سے آپ کامیاب"
"ہو جاوینگے۔ چھ برس ہوئے ہیں کہ انگلستان سے ہندوستان کو اپنی"
"ہمدردی کا پیام بھیجا تھا۔ آج ہم خود ہندوستان میں یہ چاہتے ہیں کہ لفظِ امید"
"آپ کے زبان زد ہو جائے ما بدولت کو ہر سمت نئی زندگی کی ہلچل اور آثار نظر"
"آتے ہیں۔ تعلیم نے آپکی اُمیدیں پیدا کی ہیں اور اعلیٰ تعلیم پر آپ اعلیٰ"
"اُمیدوں کی بنیاد ڈال سکتے ہیں ہمارے حکم سے دہلی میں یہ اعلان"
"کیا گیا تھا کہ ہمارے گورنر جنرل با جلاس کونسل بڑی بڑی رقمیں ہندوستان"
"میں تعلیم کی اشاعت اور اصلاح کے لیے مخصوص کردیں۔ ما بدولت کا منشا ہے"
"کہ یہ خطۂ زمین ایسے اسکولوں اور کالجوں کی کثرت سے مشبک ہو جائے جن سے"
"وفادار، مردانہ مزاج اور کارآمد متوطنان ملک طیار ہو کر نکلیں جو صرفت"
"علم کاشتکاری اور زندگی کے تمام مشغلوں میں کسی سے کم نہوں۔"

"اور ہماری یہ خواہش ہے کہ علم کی اشاعت اور اس کے دیگر نتایج یعنی اعلیٰ پایہ"
"کی دماغی قوت اور آسودگی اور تندرستی ہماری ہندوستانی رعایا کے گھروں"
"سے تاریکی دور کریں اور ان کی محنت و مشقت کو خوشگوار کر دیں۔ ہماری خواہش"
"تعلیم ہی کے ذریعے سے بر آئیگی اور ہندوستان کی تعلیم کی حمایت ہمارے"
"دل میں ہمیشہ متمکن رہیگی۔ اس بات کے تیقن سے ہم کو بہت فرحت"
"حاصل ہوئی کہ آپ ہمارے اور ہمارے دودمان شاہی کے جاں نثار ہیں اور آپکی"
"یہ خواہش ہے کہ آپ برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان کے رشتہائے اتحاد کو استوار"
"کریں اور آپ ان نعمتوں کی قدر کرنے میں جو حکومت برطانیہ کے زیرسایہ"
"آپ کو حاصل ہیں ما بدولت آپ کی وفادارانہ اور عقیدت مندانہ عرضداشت"
"کا شکریہ ادا کرتے ہیں"

یقیناً آپ حضرات نے پہچان لیا ہوگا کہ یہ ہماری شاہنشاہ معظم کا ملطف آمیز کلام ہے۔ اس کے الفاظ ایسے پُر درد ہیں اور دریا دلی اور نیک نیتی کی ہوا سے ایسے معطر ہیں کہ اُن سے بڑھکر کسی انسان کی زبان سے نہ نکلے ہونگے۔ درحقیقت ملکہ وکٹوریہ مرحومہ کے پوتے کے لیے ایسے ہی الفاظ زیبا تھے۔ کیونکہ ان کا التفات مشفقانہ اور الفت لازوال اپنی ہندوستانی رعایا کے حق میں ایسی تھی کہ جسکی بدولت ہم نے گزشتہ زمانہ میں بھی بہت کچھ فیض اُٹھایا ہے اور اب بھی اُٹھا رہے ہیں۔ علاوہ بریں یہ الفاظ ایسے ہیں کہ جنسے اعلیٰ درجہ کی فراست، خردمندی اور مدبری مترشح ہے اور جو اس ملک کی تعلیمی مستقبل کے حق میں ماگنا چارٹا کا حکم رکھتے ہیں۔ جس کسیکو کوئی بھی تعلق ہندوستان کی تعلیمی پالیسی یا ترقی کے ساتھ ہو اُس کو ہرگز ان الفاظ کو چشم انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ الفاظ اس قابل ہیں کہ ہندوستان کے سخت ترین سنگ خارا پر سنہری حرفوں میں کندہ کرا کے ہر ایک یونیورسٹی کالج یا دیگر درسگاہوں کی

عمارتوں کے مدخل پر ایسے مقام پر نصب کیجاویں جہاں ہر شخص اُن کو پڑھ سکے۔

تاریخ کے لحاظ سے ملک معظم جارج پنجم کے اس اعلان کی ایک ہی مثال میرے ذہن میں آتی ہے اور وہ وہ پالیسی ہے جسکی بنیاد روس میں الگزنڈر دوم نے جنگ کریمیا کے بعد ڈالی گئی تھی۔ مگر فرق اتنا ہے کہ زاروں کے فرمان کی تعمیل عملی طور پر فوراً کی گئی۔ حالانکہ ہمارے شاہنشاہ معظم کا اعلان گویا سکدلی کے ساتھ بالائے طاق رکھدیا گیا اور نسیاً منسیا بھی ہو گیا الگزنڈر دوم کے زمانہ سے قبل روس میں تعلیم کی حالت ابتذال اور تنزل کے قعر کو پہنچ گئی تھی بزدستی سے روکنے کی پالیسی نے قومی زندگی کے کسی صیغہ کو ایسا مسمار نہیں کیا تھا جیسا کہ تعلیم کو ہر ایک قسم کی تعلیم اور خصوصاً اعلیٰ تعلیم شکنجہ میں کسی جاتی تھی، قانوناً محدود کیجاتی تھی۔ اور عام تمسخر اور حقارت کا نشانہ بنائی جاتی تھی۔ یونیورسٹیوں میں فوج کے کرنل اور کونٹ کے درجہ کے عمایدو اکابر پروفیسر کے عہدہ پر مقرر کئے جاتے تھے اور پولس کے حکام فلسفہ پر لکچر دیا کرتے تھے۔ الگزنڈر دوم کی پالیسی نے اس ابتری کو روک دیا اور اس پالیسی کو اس کے وفادار افسروں نے فوراً جاری کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ تعلیم میں فی الفور بیحد اصلاحیں ہو گئیں یہ اصلاحیں دور رس اور محکم تھیں اور اُن کی وجہ سے یونیورسٹیاں اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار ہو گئیں (پریزیڈنٹ چارلس فرانکلن تھنگ)۔

ہم کو اُمید یہ ہے کہ ہندوستان کی تعلیمی حالت اسقدر ابتر نہیں ہے جیسی کہ اس خاکہ سے ظاہر ہوتی ہے جو ہمیں نے اوپر کھینچا ہے۔ پھر بھی تصویر بالکل ناآشنا نہیں معلوم ہوتی اس کے چہرہ کے بعض خط و خال ہم کو مایوس سے نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی جسوقت ہمارے شاہنشاہ معظم کی پالیسی پورے طور سے جاری ہو جائیگی اُسوقت ہم کو کوئی شکایت کی جگہ نہیں رہیگی۔ مگر سر دست تو ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ سکرٹری آف اسٹیٹ کے آخری فیصلہ نے جو سرہارکورٹ ٹیلر کی تحریر بنام پریذیڈنٹ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی مورخہ ۹ر اگست گزشتہ میں مندرج ہی ہماری یونیورسٹی کی تحریک کا کم ازکم چند سال کے لیے خاتمہ بالخیر کردیا ہی۔ ابتدائی تعلیم کے بھی ابھی تک نصیب نہیں جاگے ہیں۔ حالانکہ اب دُنیا کی ہر ایک اقلیم میں خواہ وہ مغرب میں ہو خواہ مشرق میں ابتدائی تعلیم ایک مقدس فرض کا پایہ رکھتی ہی۔

اگر سرہارکورٹ ٹیلر کے خط کا یہ منشا تھا کہ اُس کارروائی کی تائید میں دلائل پیش کریں جس کا مشورہ سکرٹری آف اسٹیٹ کے مشیرکاروں نے اُن کو ہماری یونیورسٹی کی تحریک کے بارہ میں دیا ہی تو کوئی سلیم الطبع انسان اس کو تسلیم نہیں کریگا کہ یہ دلائل کسیکو قائل کرسکتے ہیں۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہی اور خط کے لہجہ اور انداز بیان سی یہ نتیجہ نکالنا جائز ہوسکتا ہی کہ اس کا اصل مطلب یہ تھا کہ مزید بحث و مباحثہ کو قطعاً بند کردیا جائے۔

اس کے بعد مجکو جو کچھ عرض کرنا ہی اسمیں میرا یہ بھی فرض ہوگا کہ میں اساسی دکانسٹی ٹیوشن) کمیٹی کی کارروائی پر اعتراض کروں لیکن اس سے میرا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ کمیٹی کے کسی ممبر کی ذاتی نیک نیتی پر دھبا لگایا جائے۔ یا اس بات میں کوئی شک کیا جائے کہ انھوں نے نہایت گرمجوشی اور جانفشانی سے اس مشکل خدمت کو ادا نکیا جو ان کے سپرد کی گئی تھی۔ کمیٹی کے ممبروں کو اس کی دھن ہوگئی تھی کہ یہ معاملہ جلد ہوجائے گویا ان کے دل آئینہ وار مسلمانوں کے قومی دل کا عکسی نقشہ دکھارہے تھے جسمیں اسوقت وفاداری کے شعلے بھڑک رہے تھے اور اس عالی حوصلہ اور تمنا کی آگ دہک رہی تھی کہ مسلم یونیورسٹی کا سنگ بنیاد خود ملک معظم جنکی اس زمانہ میں آمد آمد تھی اپنے دست مبارک سے نصب کریں نہ تو کمیٹی کو اور نہ قوم کو اسبات کی اصلیت کا احساس ہوا کہ اساسی دکانسٹی ٹیوشن) راتوں رات پریوں کے محلوں کی طرح نہیں طیار ہوا کرتے ہیں اب

تو سب پر ظاہر ہو کہ ایسا ارادہ بھی لاسود تھا۔ لیکن واقعہ کے حدوث کے بعد دانشمند بننا آسان ہے۔ جس وقت میں کہ کمیٹی نے اساس (کانسٹی ٹیوشن) کے اندر اس کثرت سے حق تردید داخل کرنا منظور کیا تھا اس وقت کس کا یہ خیال تھا کہ یہ حقوق خود ہمارے ہی چانسلر کو حاصل ہونگے۔ اس حالت میں بھی اس کے اختیارات شاید حد سے زیادہ وسیع تھے جن کی وجہ سے یونیورسٹی ایک شخص واحد کی حلقہ بگوش ہوئی جاتی تھی۔ مگر سکرٹری آف سٹیٹ کے آخری فیصلہ کی رو سے جس سے چانسلر کے اختیارات گورنمنٹ ہند کو منتقل کرائے گئے ہیں حالت بالکل بدتر ہو گئی ہے اور یونیورسٹی بعوض ایک قومی تاسیس (انسٹیٹیوشن) ہونیکے ایک سرکاری تاسیس بنگئی ہے۔ مثلاً اسمیں یہ قاعدہ درج ہے کہ چانسلر (اب گورنمنٹ آف انڈیا) اپنے عہدہ کے لحاظ سے یونیورسٹی کا "افسر اعلیٰ ہوگا"، چانسلر (اب گورنمنٹ آف انڈیا) ہر ایک معاملہ کے متعلق جس کا تعلق یونیورسٹی سے ہو تحقیقات کرنے کا مجاز ہوگا۔ اور یونیورسٹی کی ترقی اور انتظام اور فلاح کے لئے جو کچھ بھی وہ مناسب تصور کرے کورٹ (جماعت ٹرسٹیان) کو مشورہ دے گا۔ کورٹ کو اب اختیار ہے کہ خواہ ایسے مشورہ پر عمل کرے یا چانسلر کے غور کے لیے اپنی رائے ارسال کرے۔ اگر ایسی رپورٹ کے موصول ہونے پر چانسلر اس ضرورت کو محسوس کرے کہ اس کے مشورہ پر عمل کرنا چاہیئے تو کورٹ کو ضرور کرنا پڑیگا" آپ ملاحظہ فرماوینگے کہ یہ قاعدہ کالج کے ایک موجودہ قاعدہ کی خفیف سی ترمیم کرنے سے بنا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے کانسٹیٹیوشن کی "اعلیٰ حکمران جماعت" اعلیٰ درجہ کی خفت میں پڑ گئی اور محض بے مصرف ہو گئی ہے۔ اس لاجواب کانسٹی ٹیوشن کے دیگر تفصیلات کے ذکر سے آپ کی تصدیع خاطر نہیں چاہتا۔ جو اقتباسات میں پیش کر چکا ہوں اُن سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مجوزہ یونیورسٹی میں ہماری قوم کے قایم مقاموں کو بہت قلیل اختیارات باقی رہ جاوینگے میں ایک لمحہ کے لیے بھی

اس سے انکار نہیں کرتا کہ جو یونیورسٹی ہمارے کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی تجویز کے مطابق بنے گی وہ ایک عمدہ تاسیس (انسٹی ٹیوشن) ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ وہ عملی طور پر ایک بالکل سرکاری چیز ہو جاویگی جسکو سررشتہ تعلیم کے ماہران فن چلایا کرینگے اور واقعہ یہ ہے کہ گورنمنٹ خود اپنے قرار کے بموجب اور سر والنٹائن چرل جیسے اشخاص کی شہادت کی بنا پر تعلیم کے میدان میں گورنمنٹ کی کوششیں ناکامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ آئے دن وہ یہ دکھڑا رویا کرتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹیاں حمیدہ خصائل (کرکٹر والے) نوجوان یعنی ایسے ایسے لوگ جو اخلاق کی عمدگی میں ثابت قدم ہوں نہ پیدا کر سکیں۔ ان سے اسیقدر ہو سکا کہ تھوڑے سے ایسے ایم۔اے۔ بی۔اے پیدا کردیں جنھوں نے کتابیں بے سمجھے ازبر کرلی ہیں۔ بالفرض ہم یہ مان لیں کہ گورنمنٹ پرانی لکیر کو چھوڑ کر نئی راہ پر چلنا شروع کرے اور آیندہ اُسکو زیادہ کامیابی حاصل ہو تو سوال یہ ہے کہ اس قسم کی درسگاہ میں خواہ وہ کیسی ہی عمدہ کیوں نہ مسلمانوں سے کیونکر توقع کیجاتی ہے کہ وہ اسمیں خاص طور سے دلچسپی لیں اور پھر ایسی گہری دلچسپی کہ جو کچھ تعلیمی سرمایہ ان کو اسوقت حاصل ہے اس پر قربان کرنے کو آمادہ ہو جاویں اور تعلیمی حیثیت سے ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو دیوالیہ بنالیں۔ کیا درحقیقت ہم کو کچھ بھی سان گمان اس کا ہے کہ ہم اس عملاً سرکاری درسگاہ کے لیے کیا کیا قربانیاں مانگی جارہی ہیں۔ کیا ہم اس کے اصلی معنی کو بھی سمجھے ہیں۔ دیکھیئے تو سہی۔ سب سے اوّل تو اس کے یہ معنی ہیں کہ چند لاکھ روپیہ جو ہمنے حال میں اپنی افلاس زدہ قوم سے جمع کیے ہیں اُٹھا کر ایک گورنمنٹ کے سررشتہ کے حوالہ کردیں۔ تاکہ وہ اپنے حسب خواہ اُس کا دستورہ طیار کردے۔ اور یہ وہ روپیہ ہے جو قوم نے جوش میں آکر ایسی حالت میں عطا کیا تھا کہ جسوقت اسپر وفاداری کی حرارت طاری تھی۔ اور وہ گویا وجد کی حالت میں تھی۔ اور اس روپیہ میں غربا اور متوسط الحال لوگوں کی محنت اور جفاکشی کی کمائی کا پیسہ بھی شامل تھا جو انھوں نے پیٹ کاٹکر اور بمشکل لیس انداز

کیا تھا۔ اور متمول لوگوں کی اشرفیاں بھی جو انھوں نے اپنی دولت عظمیٰ کی پس ماندہ کے طور پر عطا کیں تھیں اور جس سے بہت زیادہ دینے کا ان کو مقدور حاصل تھا مگر یہ نظر بھی بالکل حقیر اور بے قدر معلوم ہوتی ہے جب ہم اس کا مقابلہ خود علی گڑھ کالج کی قربانی سے کرتے ہیں جو ہم کو فقط ایک نام پر شیفتہ ہو کر دینا لازم آتا ہے۔ یعنی یونیورسٹی کے نام پر۔ ذرا قانون کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمایئے اور اس کا یہ اخیر اقتباس ہے جو میں آپکے سامنے پیش کرونگا "یونیورسٹی قایم ہونیکی تاریخ سے مدرسۃ العلوم مسلمانان بحیثیت ایک جداگانہ مجسم (**کارپوریشن**) کے مفقود ہو جائے گا اور وہ یونیورسٹی میں مدغم ہو جائے گا"۔ جی ہاں! حضرات! اس کے وجود کا خاتمہ کر دیا جائیگا اور ایسی یونیورسٹی کے عوض جس کا نقشہ میں نے اوپر آپکی اطلاع کے لیے کھینچا ہے۔ ایک ایسی یونیورسٹی کو کالج کی ہر ایک قسم کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ اور اس کے تمام حقوق اور اختیارات منتقل کر دیئے جاوینگے۔ سر سید کی عمر بھر کی کارروائیاں یہ چہل سالہ اور نازک پودا جسکی پرورش مسلمانوں کی تمام قوم نے کی ہے اور جسکو قوم کے معتبر ترین رہنماؤں نے اپنے ہاتھوں سے سینچکر نشو و نما دیا ہے، وہ تیس لاکھ کی رقم جو ایک اول درجہ کی یونیورسٹی کی ضروریات کے مقابلہ میں بیشک ویسی ہی ہے جیسے سمندر میں قطرہ۔ لیکن پھر بھی ایک ایسی قوم کی اعلیٰ ہمتوں کا نمونہ ہے جو بمقابلہ ہندوستان کی اور قوموں کے افلاس میں گرفتار ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام ورثہ جو ہمارے ہاتھوں میں اسوقت بطور ایک مقدس امانت کے ہے اس کو ہم فروخت کر دیں اور اس کے معاوضہ میں ہم کو کیا ملے کہ ایک ملغوبہ۔ ایک ایسی یونیورسٹی جو آدھی مرغی اور آدھی بٹیر۔ اور جسکو ہم کسی معنی میں اپنا نہیں کہہ سکتے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان ایسی یونیورسٹی کو ان تمام امیدوں اور امنگوں کے برابر تصور کریں جو ان کے دلوں میں مدت سے ہیں۔ اور جن کا نصب العین یہ ہے کہ وہ ایک ایسی خود مختار تاسیس

(انسٹی ٹیوشن) قایم کریں جسمیں کہ وہ اُس کام کو جو اُنھوں نے علی گڑھ میں شروع کیا ہے زیادہ قابلیت اور مستعدی کے ساتھ اور زیادہ استوار بنیاد اور اعلیٰ پیمانہ پر بناتے رہیں؟ اور اس تاسیس کو اقلاً اسقدر خود مختاری حاصل ہو جسقدر علی گڑہ کالج کو حاصل رہی ہے۔ اور اس کے انتظام میں سرکاری عہدہ دار دخل دینے کے مجاز نہوں۔ سرسید یا سید محمود اور قوم کی رہنمائی میں آپکے تمام جانشینوں کے حوصلوں کا تخیل (ائیڈیل) بھی تھا اور آج تک تمام مسلمانوں کے حوصلوں کا تخیل (ائیڈیل) یہی ہے۔

ہم نے مانگی تو تھی روٹی اور ہمکو دیئے جاتے ہیں پتھر۔

اتنا کہنا ضرور ہے کہ جو تجویز اب ہمارے سامنے پیش ہے اسکی پوری ذمہ داری کمیٹی کی گردن پر نہیں ہے۔ کمیٹی کو یہ بھی دیکھنا تھا کہ گورنمنٹ کہاں تک دینے کو راضی ہے۔ شاید یہ معاملہ ہو کہ گورنمنٹ نے کہدیا ہو کہ اسقدر لینا ہو تو لو ورنہ رخصت۔ اس معاملہ میں جو حصہ گورنمنٹ کا ہے اس سے ہمارے لوگوں کی نسبت اسقدر بدظنی مترشح ہوتی ہے کہ جس کیلئے کوئی عادلانہ وجہ نہ تو قیاس (تھیوری) کی بنا پر معلوم ہوتی ہے اور نہ تجربہ کی۔ اور جو میری رائے ناقص میں ایک ایسی مرکزی گورنمنٹ کیلیے نازیبا ہے جو مثل گورنمنٹ ہند کے ہر چیز پر قادر ہے۔ اس گورنمنٹ کو تمام ہندوستان پر اعلیٰ انتظامیہ اختیار حاصل ہے اور وہ جب چاہتی ہے اور جہاں چاہتی ہے اُس اختیار کو برتتی ہے۔ ایسی صورت میں خواہ کوئی اساسی قانون (کانسٹی ٹیوشن) ہو یا نہو اگر کسی یونیورسٹی کو گورنمنٹ اپنے اندرونی انتظام میں اس شرط پر خود مختاری عطا کرے کہ اُس کو ہر حالت میں ضرورت کے وقت اور ایسی حالت میں کہ جب واقعی ضرورت ہو اُس کو تسلط کا پورا اختیار حاصل ہوگا اور اُس یونیورسٹی میں کوئی مذموم یا مضر رجحان پیدا ہو جائے تو کیا ایک لمحہ کے لیے بھی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ اس کو فوراً روک نہیں دے سکتی؟ یہاں تک تو قیاسی دلیلیں تھیں۔ اب باقی کے تجربہ کی

طرف رجوع فرمائیے۔ چالیس برس سے اسلامی جماعت کے پیشواؤں نے علی گڑھ
کالج کا انتظام اس خوش اسلوبی سے کیا ہی کہ مبصرین جو خاص کر کے گورنمنٹ کے حکام
عالی مثل ولیم میور اے لفٹنٹ گورنر یا دیگر مشخص اصحاب گئے تھے اُن کی حق بجانب ستایش
کرتے آئے ہیں۔ لارڈ کرزن کی تعلیمی کمیشن نے باوجودیکہ مخصوص فرقہ کے نام سے
مسمّیٰ (ڈنامینشنل) یونیورسٹی کے خلاف تھی کالج اور اس کے نظم و انتظام کی
بہت تعریف کی۔ کالج کو ہر قسم کی تعلیمی اصلاح میں پیشروی کا رتبہ حاصل رہا ہی۔ مثلاً
باشندگی کا دستور (ریذیڈنشل سسٹم) اور اتالیقی (ٹیوٹورل) طریقہ پڑھائی۔ اور یہ وہ
اصلاحیں ہیں جنکی ضرورت کا سرکاری عہدہ داروں کی دنیا میں اب اعتراف شروع
ہوا ہی اور جنکی نقل ابھی تک سرکاری تاسیسوں (انسٹیٹیوشن) میں کامیابی کے ساتھ
نہیں ہو سکی ہی۔ ایسے سرکاری افسروں نے جو اعلیٰ درجے کی ذمہ داری کے عہدوں پر
با ہوئے علی گڑھ سے پڑھے ہوئے نوجوانوں (خواہ فارغ التحصیل ہوں یا ان سے
پیچھے رہ گئے ہوں) کے بالعموم نہایت ہی اعلیٰ تعریف کی سند عنایت کیا ہے۔ ان میں
سے دو ایک کے اقتباس پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ سر اکلنڈ کالون لفٹنٹ گورنر
صوبجات متحدہ یہ فرماتے ہیں "کالج نے جو عام پسندی حاصل کی ہی اور جو نوجوان
اس نے طیار کئے ہیں وہ ثبوت ہیں اس دانشمندی کا جو کالج کی بنا میں صرف کی گئی
ہی۔ اگرچہ ہر شخص کا یہ کام نہیں ہی کہ مشرق اور مغرب کے خیالات کا موازنہ اس سنجیدگی
کے ساتھ کرے جو سید احمد کو اپنے ذہن رسا اور اپنی ہنرمند شخصیت کی وجہ سے حاصل تھا۔
تاہم یہ قرین قیاس ہی کہ وہ لوگ جنکو ان نوجوانوں سے شناسائی حاصل ہی جو اس
کالج سے پڑھکر نکلتے ہیں ہم سے اتفاق کریں گے کہ اُن میں اچھی تعلیمی تربیت کے
امتیازی نشانات اسی درجہ میں منقش ہوتے ہیں جیسے ہماری اعلیٰ درجہ کے
اسکولوں کے طالب علموں میں یا ہماری یونیورسٹی کے فارغ التحصیل شاگردوں

ہیں علیگڈھ کالج کا پڑھا ہوا مترادف ہوگیا ہی روشن خیال اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مستغنی المزاج ان کا۔
گرسب سے بڑی بات یہ ہی کہ وہ اس قسم کے ہندوستانیوں کا نمونہ بنگیا ہی جو انگریزوں کی خواہشوں کی پوری
طرح سے داد دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم ان کی خواہشوں کی اسیقدر
داد دیں۔

تھیم صاحب والا ایک اور مقام پر فرماتے ہیں " کہ میں نے بارہا دیکھا ہی کہ علی گڈہ کا پڑھا
ہوا آدمی ہونا گویا ایک پروانہ راہداری ہی جس کیوجہ سے انگریز اور ہندوستانی دونو اسکی عزت اور
اسپر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں انکے اوپر ان کی تعلیم گاہ کی چھاپ موجود
ہوتی ہی یعنی اس شخص کی مہر جسکی زیر نگرانی انکی تربیت عمل میں آتی ہی"

اس صوبہ کے ایک اور لفٹنٹ گورنر سر چارلس کراستھویٹ صاحب نے رئیسوں
کے ایک اڈریس کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا " آپکے طالب علم کس بات میں نامور
ہیں؟ ان کی خصلت یہ ہی کہ یہ راستباز اور مردانہ مزاج اور جس گورنمنٹ کے زیر سایہ
رہتے ہیں اس کے خیرخواہ ہیں۔ یہ خلیق اور مودب اور اس کے ساتھ ہی ساتھ غلامانہ
رویہ سے مبرا ہیں اور اپنی تربیت کی وجہ سے زندگی کے عملی کاموں کی پوری قابلیت
رکھتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ جس بات کا ان اعلیٰ افسروں نے اور دیگر اشخاص نے خاصکر کے
اعتراف کیا ہی وہ یہ ہی کہ علی گڑھ کو حمیدہ خصائل پیدا کرنے میں (کرکٹر) بنانے میں
بیشک کامیابی حاصل ہوئی۔ اور یہ کہ اس کے شاگردوں میں دیانت، ذہانت اور
عملی انتظامیہ مادہ پایا جاتا ہی۔

پس آپ ملاحظہ فرماوینگے کہ علی گڈہ کالج کے ٹرسٹیوں کا کارنامہ ایسا نہیں ہے
کہ وہ اس بدظنی کے سزاوار ہوں جسکی روح اس تجویز میں سرایت کر گئی ہے جو اسوقت
ہمارے سامنے اس سکیم کے بعد پیش ہی جو سکرٹری آف اسٹیٹ کے اخیر فیصلہ

سے لازم آئی ہے خود اپنے منہ سے گورنمنٹ ہند نے اقرار کیا ہے کہ جس امر میں کالج کو
کامیابی حاصل ہوئی ہے اُنھیں وہ ناکامیاب ہے۔ اس پر بھی اب وہ یہ چاہتی ہے کہ مجوزہ
یونیورسٹی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور ٹرسٹیوں کی وہ حالت ہو جائے جسمیں
ذمہ داری تو ہوتی ہے مگر اختیار کچھ نہیں۔ اور اس حالت کی جو مثالیں اس ملک
میں نظر سے گزری ہیں اُن سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہوں۔

علاوہ بریں اگر آپ اس تجویز کو منظور کر لیں تو یہ ممکن ہے کہ آپ ہی کے اسٹاف
کا کوئی فرد تمام حقوق تردید کو خود برتے اور کالج کی پالیسی کو بالکل اپنے قبضہ میں کر لے
بشرطیکہ حکومت کے اعلیٰ طبقوں میں اسکو رسوخ ہو یا اس کا کوئی دوست سررشتہ تعلیم
کے کسی بڑے عہدہ پر متعین ہو۔ جو لوگ کہ ہندوستان میں نیم سرکاری اور خانگی
چیٹھی کے پُر زور اثر کا کچھ علم رکھتے ہیں وہ اس خطر کا احساس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

برخلاف اس کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارا وتیرہ ایسا ہے کہ اس سے
گورنمنٹ کے اوپر ہماری ایسی بے اعتباری پائی جاتی ہے کہ جس کی کوئی معقول وجہ نہیں
ہے۔ اور یہ کہ اگرچہ حقوق تردید اور استثنا، احتیاطاً تجویز کے اندر داخل کئے گئے ہیں
وہ یا تو شاذ و نادر موقع پر برتے جاوینگے یا کبھی نہیں الا اس صورت میں کہ جب انکا برتنا
لابد ہو جائے۔ مگر یہ قول ہمارے عذر کا درست مطلب نہیں ادا کرتا ہے۔ کیونکہ ہمیں
گورنمنٹ کے اوپر بے اعتباری نہیں ہے بلکہ اس انتظام پر جس کی وجہ سے ہر دم ادہر ادہر
افسروں کے تبادلہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے جو کم و بیش تعلیمی معاملات پر حاوی ہوتے
ہیں جنمیں سے بعض یا تو ہماری تعلیمی ضروریات سے ناواقف ہوتے ہیں یا اُن سے
اُن کو مطلق ہمدردی نہیں ہوتی۔ بعض اُن میں سے ایسے ہوتے ہیں جنکو کسی خاص
چیز کی دھت یا کسی خاص بات کا خبط ہوتا ہے اور بعض کے دماغ اُن خیالات سے بھرے
ہوتے ہیں جنکا آج کل رواج ہے۔ یعنی یہ کہ تعلیم سوائے مغربی قوموں کے اور سب کیلیے

ایک مضر چیز ہے۔ مورخین نے کہا ہے کہ اس طرح حکومت کا جسکو بینیو ولنٹ ڈسپوٹزم یعنی استبداد شفقت آمیز کہتے ہیں ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں پالیسی یا انتظام کو ثبات نہیں ہوتا۔ اس تنظیم کے ساتھ یہ ضعف مدغم ہوتا ہے کہ اس کی بحث میں کسی اصلاح کے دوام کا تعین نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ ہندوستان کی حکومت ایسی ضعف کی حکومت ہے بہرکیف یہ واقعہ ہے کہ اس قسم کی حکومت کا یہ مخصوص نقص ہم کو اس ملک میں بہت ستاتا ہے۔ اٹھارھویں صدی کے نصف آخر اور انیسویں صدی کے اوائل کے دہ سالہ دوروں میں جو حکومت استبداد شفقت آمیز پر مبنی تھیں ان میں تدبیر اور انتظام میں تغیر و تبدل یا تو بادشاہ کی وفات کے بعد ہوا کرتا تھا یا کسی ایسے وزیر کی عہدہ سے علیحدگی کے بعد جسکو اسوقت بادشاہ بہت مانتا ہو۔ ہندوستان میں حکومت پانچ پانچ برس میں بدلتی ہے اور منتظم افسروں کے عہدوں کی پابندی کا اوسط زمانہ بہت ہی قلیل ہوتا ہے اور ایسے تاسیسوں (انسٹیٹیوشن) کے انتظام میں جیسے کہ کالج یا یونیورسٹیاں ہوا کرتی ہیں، یہ ایک نہایت ہی اہم عنصر ہے۔

میری رائے میں بحیثیت تعلیمی تاسیس ہونے کے علی گڑہ کی کامیابی ایسے اصول پر مبنی ہے کہ وہاں اس قسم کے تبدلات و تغیرات نہیں ہوئے۔ یہاں اپنی ضروریات سے پوری واقفیت کیساتھ ساتھ عمل میں دوام کا سلسلہ جاری رہا اور اسقدر خود مختاری بھی حاصل رہی ہے کہ جس سے سرکاری عہدہ داروں کی ہر آن کی مداخلت سے محفوظ رہنا میسر ہوا۔ قوم کے زکی ترین خردمندوں نے اپنا وقت اور اپنی مشقت اس تاسیس کی خدمت میں صرف کی تنظیم و نسق مشفقانہ رہا گیا۔ طلبا کل دار کھلونا نہیں سمجھے گئے کہ کسی گھنڈی کے دبانے سے یا کسی کمانی کے کوک دینے سے مرضی کے موافق کوئی نشست و برخاست کی وضع اختیار کرلیں۔ یا کوئی کام کرنے لگیں

بلکہ ان کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو انسان کے ساتھ کرنا چاہئے جسمیں احساسات
جذبات، ہوائے نفسانی۔ خوشی، غم، نیکی، بدی، خوبی اور عیب کا مادہ ہے۔ جو
ہم چاہتے تھے وہ یہ تھا کہ اسی قسم کا نظم و نسق ہم ایک ایسی یونیورسٹی میں جاری کر سکیں
جسکو ہم اپنا کہہ سکتے ہوں۔ سکریٹری آف اسٹیٹ کے آخری فیصلہ نے اس کو
ایک امر محال کر دیا ہے۔ فقط اس وجہ سے کہ جو وہ دینے پر راضی تھے وہ ہم کو منظور
نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس وجہ سے کہ آئندہ کے واسطے قانون اساسی
کانسٹیٹیوشن کے تمام تفصیلات میں تغیر و تبدل کرنے کا حق انھوں نے محفوظ رکھا ہے
پس ہمکو لازم ہے کہ جو خیالی پلاؤ ہم اتنے دنوں سے پکا رہے تھے اور شیخ چلی
کے سے منصوبے باندھ رہے تھے کہ ہمکو یہ ملے گا اور وہ ملے گا ان سب کو خواب
پریشان سمجھکر اپنے دلوں سے محو کر دیں اور وفد (ڈپوٹیشن) سے لے کر جا بجا جوہر
کو ذرا لگام دیں اور مودبانہ گورنمنٹ میں عرض کریں کہ جس قسم کی یونیورسٹی ہمکو عنایت
ہو رہی ہے وہ ہمارے کسی مصرف کی نہیں۔ جو ہمارا معظم اور معتمد رہنما اور جیسا کہ تھا
اور جو ہماری من حیث قوم ترقی کی امداد [illegible] کا بانی تھا اس کے یعنی جلیل القدر
اور لاثانی سرسید احمد کے گزر جانیکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہمکو ایک بڑا سبق
جو وہ پڑھا گئے تھے یعنی اپنی مدد آپ کرنیکا سبق بھول نہیں جانا چاہئے۔ ایسے
نازک وقت میں جو آج ہماری قسمتوں پر آرہا ہے ایک خصلت ہے جو ہم کو
قوت بازو دے سکتی ہے اور جس ضغطہ میں ہم گرفتار ہیں اس سے رہا کر سکتی
ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ قبل اس کے کہ ان اتفاق کے مسئلہ کے قرب و جوار
میں بھی پہونچیں میں نے موجودہ تجویز کی یونیورسٹی کے برخلاف فتویٰ دیدیا ہے
در حقیقت میں قطعی طور پر اس کے خلاف ہوں۔ اگر گورنمنٹ ہم کو فوراً یہ حق دیدے

کہ ہم تمام ہندوستان کے کالجوں کو ملحق کرلیں پھر بھی میں آپ کو بھی مشورہ دونگا کہ آپ موجودہ تجویز کو نامنظور کیجئے۔ جس حالت میں کہ ہم کو اپنی نظم و نسق پر، اپنے اسٹاف پر، اپنے نصاب تعلیم پر اور سب معاملات پر اختیار نہ رہا تو ہمارے لیے حق الحاق کا ملنا نہ ملنا یکساں ہے۔ میری تو یہ رائے ہے کہ ابتدا ہی سے اس مسئلہ الحاق نے ہم کو راہ راست سے بہکا دیا ہے اور لوگوں کی توجہ کو اس تجویز کے اصلی و حقیقی عیوب کی طرف سے پھیر دیا ہے۔ یعنی یہ کہ اعلیٰ اختیار نظم و نسق کا اور اسکی ہر جزوی تفصیل کا ہمارے قایم مقاموں کے ہاتھوں میں ہونیکے عوض گورنمنٹ آف انڈیا کے ہاتھ میں ہوگا۔

ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہندوں نے گورنمنٹ کی تجویز کو تو اصولاً مان لیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کی قوم میں نہایت ذکی اور معاملہ فہم لوگ موجود ہیں اور ہم کو اس کا اقرار ضرور ہے کہ وہ خود ہی اپنی ضروریات کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہمکو سردست صبر کرنا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ ان کو کیا ملتا ہے اور وہ کیا قبول کرتے ہیں۔ کسی بات کو اصولاً تسلیم کرلینا اور چیز ہے اور ایک قطع و برید کئے ہوئے دستور العمل کو قبول کرلینا اور بات ہے۔ علاوہ بریں سب سے بڑی بات تو ہم کو یہ یاد رکھنی چاہیے کہ ہندو کے پاس کوئی علی گڑھ کالج نہیں ہے جو اُن کو گنوانا پڑتا ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ سر ہارکورٹ بٹلر کا مسلمانوں پر ایسا نازل ہوا جیسے کہ صاف آسمان سے کوئی سل گرے۔ لیکن اپنے خیالات کی رو سے میں اسکو ایک ایسی نعمت سمجھتا ہوں جو مصیبت کے بھیس میں نازل ہوئی ہو۔ اُس نے قوم کی آنکھیں کھول دیں اور حقیقت حال اُنکو دکھا دی ہے۔ اگرچہ اُن وجوہات کی بنا پر نہیں جنپر میں نے زور دیا ہے۔ بڑا کام تو اُس نے کیا ہے کہ مزید غور و تامل کا وقت دیا ہے۔ اس سوال کا جواب کہ آیا یونیورسٹی کی اصلی تحریک باقی رہے گی اور وہ سچ مچ کی یونیورسٹی جو ہم چاہتے ہیں

ہم کو ملے گی یا نہیں زمانہ مستقبل ہی دے سکتا ہے۔ خود مجکو تو اس سے نا امیدی نہیں ہے۔

میری دانست میں اس مقام سے زیادہ کوئی موقع مجکو اس کا نہیں ملیگا کہ میں اُن خیالات پر ایک عام نظر ڈالوں جو تعلیم کے بارہ میں جہاں تک ہندوستان سے اسکا تعلق ہے بہت سے ذی اثر لوگوں کے دلوں میں یہاں بھی اور انگلستان میں بھی ذہن نشین ہیں۔ پہلے تو آپ یہ دیکھیں گے کہ تعلیم سے انکا مطلب انگریزی تعلیم اور "تعلیم یافتہ" کا لفظ جو انکی زبان زد ہے اس سے وہی لوگ مراد ہیں جن کی تعلیم انگریزی زبان میں ہوئی ہے۔ جن خیالات کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں ان میں سے اکثر اسی صریح مغالطہ پر مبنی ہیں کہ شاید اس مضمون پر بحث کرنے سے وہ واضح ہوجاویں اور بعض غلط فہمیاں جو اس اشد ضروری مضمون کی نسبت اب پائی جاتی ہیں رفع ہوجاویں اور بعض اضروری اسوجہ سے ہے کہ انہیں مغالطوں اور غلط فہمیوں انکی بنا پر تدبیر (پالیسی) اور نظم ونسق (اڈمنسٹریشن) قایم کئے جاتے ہیں۔

پہلا عام عقیدہ جو مذکورہ بالا ذی اثر حلقوں میں پایا جاتا ہے اور جس سے میں اختلاف کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ بدون انگریزی تعلیم کے ہمکو جدید خیالات سے اور جدید تحقیقات کی لہروں سے خواہ وہ سیاسی یا تمدنی علوم میں ہوں خواہ ادبیات اور ریاضیہ علوم میں واقفیت ناممکن ہے اور جو لوگ انگریزی یا کوئی اور یورپین زبان نہیں جانتے انکو ضرور ایسے خیالات سے لاعلمی رہیگی۔ اسی غلطی کی بنا پر یہ نتیجہ بھی نکالا جاتا ہے کہ نئی تعلیم یافتہ فرقہ (اس محدود معنی میں جسکا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں) بانی مبانی ہے تمام باغیانہ تحریکوں، تمام آزادی کے خیالات، اور استغنائے طبع کا اور اس خواہش کا کہ کسی بعید اور مجہول مستقبل میں اُن کے ملک کو اسے بڑے پیمانہ پر خودمختاری حاصل ہو، حالانکہ ایسی خواہش بعض لوگوں کے خیال میں بغاوت

کے ہم پلہ ہو۔ ان عقائد میں بہت سی بھوسی کے اندر چھپا ہوا، اور دبا ہوا اصلیت
کا ایک ہی دانہ ہے وہ یہ کہ آج کل اس کی ضرورت ہے کہ چند اشخاص ایسے موجود
ہوں جنکو انگریزی یا فرنچ یا جرمنی (جیسی کہ حالت ہو) اسقدر معلوم ہو کہ وہ جدید
خیالات کا اپنے ملک کی زبان میں خواہ وہ ایشیائی ہو خواہ یورپین ترجمہ کر سکیں
جس طور پر انگلستان یا امریکہ میں فرنچ یا جرمن قوموں کا کوئی جدید انکشاف مثلاً
اکس ریز (یعنی شعاع ہائے مخفی) دوسرے ہی روز ہر ایک فرد بشر کی ملکیت
ہو جاتی ہے ایسے ہی وہ دوسرے ہفتے یا دوسرے مہینے میں ہندوستان یا چین
کے باشندوں کی ملکیت ہو جاتا ہے۔

خیالات کا پھیلانا کسی خاص زبان کا کام نہیں ہوتا، ہر ایک ملک میں اسکی
اشاعت کا ذریعہ اسی ملک کی دیسی زبان ہوا کرتی ہے نہ کہ غیر ملک کی زبان جسپر
فقط معدودے چند حاوی ہوا کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بہت زیادہ زبانیں
ایسی ہیں جنکو اسکی صلاحیت ہے کہ انسان کے غور و خوض اور فہم و تدبر کے ہر ایک
صیغہ کے خیالات کو ادا کر سکیں۔ اور جنکو وہ روزانہ کتابوں اور رسالوں اور ہر قسم
کے اخباروں میں ادا کر رہے ہیں۔ حد درجہ فصیح و بلیغ تقریریں تمام مضامین
پر جنکا گمان بھی کیا جا سکتا ہے ہر روز ہندوستانی، بنگالی، مرہٹی اور دیگر مقامی زبانوں
میں کیجاتی ہیں۔ آج کے سے مجمعوں میں ہم کو بھی اس قسم کی بعض تقریروں کا سننا
نصیب ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ہر قسم کے اخباروں و روزناموں میں مختلف زبانوں
میں ایسے مضامین نکلا کرتے ہیں جنمیں ان سب موضوعوں پر بحث ہوا کرتی ہے جو روزانہ
تمام دنیا کو آشفتہ کرتے ہیں۔

یہی وہ مختلف صوبے ہیں جنکے ذریعے سے ہر قسم کے خیال کی خواہ وہ برا بھلا
یا بین بین ہو اشاعت ہوا کرتی ہے نہ کہ ایک غیر زبان کے ذریعہ سے حقیقت

حال یہ ہے کہ بہت اعلیٰ درجہ کا اور بہت عمدہ قسم کا علم اور نیز تبحر اور ادب بغیر انگریزی یا کسی اور
یورپین زبان کی مدد کے حاصل کرنا ممکن ہے۔ اپنی خوش نصیبی سے مجھکو تین یا چار ایسے بزرگوار
سے ملنے کا اتفاق ہوا جو ادب و تہذیب اور لیاقت دونوں میں لاثانی ہیں ان میں سے کوئی
انگریزی نہیں جانتا تھا سوائے ایک کے جس نے آخر عمر میں کسیقدر اسکی تحصیل کی تھی۔ حق تو
یہ ہے کہ اس قسم کی قابلیت جدید انگریزی تعلیم کے زیر سایہ جو ہم کو اس ملک میں میسر ہے ادب اور
نظر نہیں آتے۔ یہ بات قابل یادداشت ہے کہ علی گڑھ کالج کا بانی انگریزی داں نہ تھا
اور عہدۂ سکرٹری پر اس کے "بہت ممتاز جانشین" بھی اس زبان سے ناواقف تھے ان
اپنے منصب میں وقت فقط ان تعلقات میں پڑی جو غیر اردو داں انگریزی پروفیسروں کے ساتھ
تھے۔ ورنہ انھوں نے علی گڑھ کالج کے معاملات کا نظم و نسق نہایت لیاقت سے کیا۔ اور
قومی اور ملکی سیاست (پالیٹکس) میں بھی اسی لیاقت سے حصہ لیا۔ اگر اس بات کا مزید ثبوت
درکار ہے کہ ہندوستان کی زبانیں علاوہ علم و لیاقت پیدا کرنیکے زندگی کے عملی کاروبار کیلیے
بھی کافی ہیں تو ہم کو فقط اس کی ضرورت ہے کہ ہم ہندوستانی ریاستوں کے انتظام پر ایک
نظر ڈالیں جو بالکل دیسی زبان میں ہوا کرتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ مغلوں کے زمانہ کے باقی ماندہ
بہت سے عربی اور فارسی کے الفاظ ہوبہو برٹش انڈیا کے سررشتہ مالگذاری کے انگریزی
لغات میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اور یہ بات کہ انگریزی زبان باغیانہ خیالات کو اس ملک
میں پھیلانے کے لیے زیادہ موزوں ہے ایسی ہے کہ عقل سلیم اور عملی تجربہ دونوں اس کے تسلیم
کیے جانیکے خلاف ہیں۔ کسی قسم کا خیال کیوں نہو اگر وہ لوگوں کی اپنی زبان میں ظاہر کیا گیا
ہو تو اس کو بے انتہا بڑا گروہ سمجھ سکے گا۔ اور باغیانہ خیالات خواہ وہ تحریری ہوں یا تقریری
اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کیے جا سکتے۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے میری غرض
یہ ہے کہ میں دکھادوں کہ یہ خیال کہ اس ملک کے لوگوں کے لیے انگریزی پڑھنا سیاسی ڈپلومیٹکل
وجوہات سے برا ہے ایسے اوہام پر مبنی ہے جو غلط ہیں۔

دوسرا غلط خیال جو اسقدر رائج ہے اور جس کا رفع کرنا لازم ہے یہ ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو بلا کسی جبر کے اور بالکل اپنی خوشی سے بے انتہا شوق انگریزی سیکھنے کا ہے۔ شاید صرف اس نیت سے کہ ہم اُس زبان کا خون کریں یا خاص یہ ارادہ کر کے کہ ہم انگلو انڈینس کی دلازاری کریں۔ کیونکہ وہ تعلیم یافتہ فرقہ سے جلتے بہت ہیں۔ حقیقت حال تو سب جانتے نہیں اور وہ یہ ہے کہ انگریزی عملداری اور انتظام سے جو حالت پیدا ہو گئی ہے اس کی ضرورتوں نے انگریزی کا سیکھنا ہم پر لازم کر دیا ہے۔ جن وجوہات سے ہم کو انگریزی کا سیکھنا ضرور ہو گیا ہے انمیں سے بعض کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ جناب وایسرائے بہادر کی قانون ساز اور انتظامیہ کونسلوں میں سب مباحثے انگریزی میں ہوا کرتے ہیں۔ اور قانون کا مسودہ اور اجرا بھی اسی زبان میں ہوتا ہے۔ اگر جناب وایسرائے یا ممبران کونسل یا مختلف صیغوں کے سکرٹری صاحبوں سے کوئی زبانی عرض معروض کرنیکی ضرورت ہو تو اس کے لیے بھی انگریزی لازم ہے۔ عدالتوں میں بھی ہائیکورٹ سے لیکر تقریباً سب سے نیچی عدالت تک اور کبھی سب سے نیچی عدالت میں بھی مباحثے اور فیصلے انگریزی میں ہوا کرتے ہیں اور ان عدالتوں میں جج یا بارسٹر یا وکیل یا محرر بننے کے لیے انگریزی دانی لابدی۔ مختلف سرکاری فوجی اور ملکی محکموں کے اعلیٰ عمال کے لیے بھی اس کی ضرورت ہے مثلاً محکمہ حسابات۔ پوسٹ آفس۔ ٹیلیگراف، ریلوے، تعلیم، انجنیری، کامسرٹ، ٹرانسپورٹ، وغیرہ۔ انہیں محکموں کے ادنیٰ سے ادنیٰ نولیسندہ عملے کے لیے بھی انگریزی کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اُن کو چھپے ہوئے انگریزی نقشوں اور کتابوں کی خانہ پری کے سوائے اور بہت کم کچھ کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ بریں بڑے بڑے تجارتی کارخانوں کو لیجیے مثلاً بنک یا دوسری تجارتی شرکتیں جنکو انگلستان اور دیگر ہندوستان کے کارخانوں سے تجارتی تعلق رہتے ہیں ان سب میں خط و کتابت اور حساب انگریزی میں ہوا کرتا ہے اور حساب انگریزی میں ہوا کرتا ہے اور اُن کو ایسے عملے کی ضرورت ہوتی ہے جو دونوں

زبانوں سے آشنا ہوں۔ پس ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی طرح انگریزی کا علم بہت اعلیٰ درجہ سی لیکر جس سے زیادہ کسی غیرملکی آدمی کے لیے سیکھنا ممکن نہیں ہے بالکل ادنیٰ درجہ تک جس میں خانہ پری کے صرف جان لینا پڑتا ہے برطانیہ کی ہندوستانی حکومت کے ساتھ ملحق ہوگیا ہے۔ بیچارے محررون پر جن کے بغیر کام نہیں چلسکتا طعنہ زنی یا بابو انگلش یعنی بابو کی لکھی ہوئی انگریزی پر خندہ زنی آسان بات ہے ان لوگوں کے بغیر اس ملک میں انگریزی حکومت کس کشمکش میں پڑجاویگی۔ خواہ بی اے ہو یا بی اے فیل ایف اے یا ایف اے فیل۔ انٹرنس پاس شدہ یا فیل حتیٰ کہ مڈل سکول والے کو اس سلسلۂ عمال میں ایک معین جگہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک اس پہئے کے اوپر ایک مکھی کا کا حکم رکھتی ہے یعنی اس کے چلانے میں ہر ایک کی مدد شامل ہے۔ گو وہ کتنی ہی کم کیوں ہو ان لوگوں پر خندہ زنی کرنا یا انکی تعلیم کو بہت مشکل کردینا سب سے کم ان لوگوں کو زیبا ہے جو اس طریق کارروائی کے موجد ہو نیکی ذمہ داری رکھتے ہیں۔ اگر یہ سب محکمے یا انہیں سے بعض ہندوستان کی کسی جامع زبان میں چلائے جاسکتے تو اس ملک کے نوجوان کسقدر عظیم اذیتوں اور سردردیوں۔ پراگندگی دماغ، ضعف عضلات، اور ضعف قوی جسمانی سے محفوظ رہتے۔ مگر بہت سے اسباب ایسے جمع ہوگئے ہیں کہ جن سے یہ انصرام ناممکن ہوگیا ہے اور ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ خود انگریزوں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ ہماری زبان نہ سیکھیں گے۔ حتیٰ کہ سررشتہ تعلیم میں بھی یہی حالت ہے۔ جس کے نتائج ہمارے بچوں کی انگریزی زبان سیکھنے کے نہایت مضر ہیں۔ غیر زبان کیلئے حاصل کرنیکا ایک ہی طریقہ درست ہے یعنی ترجمے اور مشق کے ذریعہ سے اور اس ملک میں یہ طریقہ بڑی حد تک ہمارے لیے مسدود ہے۔

مگر یہ تو بطور جملہ معترضہ کے تھا جو کچھ کہ اوپر بیان کیا گیا اس کا منشا یہ ہے کہ معمولی انگریز قبل اس کے کہ انگریزی کی تحصیل کو بحکم گنہگار ٹھہرائیں یا ایسے لوگوں سے جنکو انھوں نے خود اپنی زبان سیکھنے پر مجبور کیا ہے اپنی گہری نفرت کا برتاؤ کریں ذرا غور

وتامل سے کام لیں۔ اُن کو اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ خود شناسی اور غیرت و حمیت اور پبلک جماعتوں اور گورنمنٹ کی کارروائیوں کی اور اُن کارروائیوں کے ذمہ دار حکام کی نکتہ چینی کی جدید روح کی جڑ انگریزی تعلیم یا صرف انگریزی تعلیم ہی نہیں ہے اور اس کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ معنویانہ تحریر یا تقریر کے لیے ویسی ہی زبان زیادہ زرخیز زمین پائی جاتی ہے۔ اور اس کا کہ درحقیقت کوئی معقول وجہ اس کی نہیں ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہندوستانی کو ہندوستان کے طریق حکومت کا اذیت سمجھیں یا اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ گویا وہی ایک شخص ہے جو انگریزی حکومت کے ہمدردی پناہ کا مستحق نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اس بات کو حقیقت امر سمجھیں کہ جو تغیرات و تبدلات ہندوستان میں ہمارے ارد گرد دکھائی دیتے ہیں وہ فقط اس تدریج (ڈولپمنٹ) کا نتیجہ ہیں جو مرور ایام کا ایک لازمہ ہے۔ اور نیز دنیا کے مختلف ملکوں کے اس قربت کا نتیجہ جس نے جدید تبلیغ و ابلاغ کی ذرائع سرعت سے گویا اُن کو ایک ہی ملک کے مختلف محلے بنا دیئے ہیں۔ اور اس کا بھی اعتراف کریں کہ صرف ہندوستان مشرقی دنیا کا ایسا حصہ نہیں ہے جس میں یہ تغیرات و تبدلات نمایاں نہیں۔

اگر ہم کو وہ ضرورتیں پیش نہ ہوتیں جو خود انگریزی حکومت نے پیدا کی ہیں تو ہم اپنی تعلیم کو جس میں اعلیٰ ترین تعلیم بھی شامل ہوتی اپنی بھی زبان میں با آسانی دبار زانی علمی طور سے حاصل کر لیتے۔ اور اس بار گراں سے بھی محفوظ رہتے جو اب ہمارے بہت سے نوجوانوں کے قوائے جسمانی و دماغی کے اوپر مضر اثر پیدا کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ جو مضامین کہ وہ خود اپنی زبان میں سیکھتے وہ ان کے لیے ایسے معنی خیز اور کامل اور متین ثابت ہوتے کہ جیسے آج کل ہرگز نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ اُن کا انگریزی زبان کا علم بھی جسکو وہ اس طرز تعلیم میں بحیثیت زبان دوم (سیکنڈ لنگوج) کے سیکھتے زیادہ کامل ہوتا اور اس میں اتنا انوکھا پن نہ ہوتا جتنا کہ اب بھی کبھی ہوا کرتا ہے۔

جو کچھ کہ اوپر بیان ہوا وہ میں نے اس امید سے کہا ہے کہ وہ لوگ جن کی رائیں

ہمارے حق میں بہت ہی مفید یا مضر ثابت ہوسکتی ہیں اُن کو شخصوں کو زیادہ کشادہ دلی کی نظر سے دیکھیں جو ہم اس ترقی میں اپنا واجبی حصہ لینے کے لیے کر رہے ہیں جو ہمارے اردگرد ساری دنیا میں ہو رہی ہی بعض لوگوں نے کہا ہی کہ جس مشرق کو لوگ سمجھتے ہیں کہ تبدل پذیر نہیں ہی اسمیں سب کچھ بدل رہا ہی۔ سوائے اُس نقطۂ خیال اور اُن آرا کے جو انگلستان کے لوگوں کی مسائل اور معاملات کے بارہ میں ہی۔ اس لئے مجھکو اتفاق نہیں ہی اور میں اس اُمید کرنیکی جرأت کرتا ہوں جسوقت اُن کو ان غلطیوں کا اعتراف ہو جائیگا جن پر ان کی موجودہ رائیں اور خیالات تعلیم کے بارہ میں مبنی ہیں تو اُن کے تیور کسقدر بدل جاوینگے جس کی وجہ سے بدظنی اور بے اعتباری کے وہ ابخرے دور ہو جائیں گے جنمیں ہم اسوقت گھرے ہوئے ہیں اور جنھوں نے عملاً ہماری اُن اُمیدوں کے نادمیدہ شگوفہ کو مسل ڈالا ہی جو ہم کو دربارہ ایک سند یافتہ (چارٹرڈ) اسلامی دارالعلوم کے قایم کرنیکی تھیں۔ اور میں اس اُمید کرنیکی بھی جرأت کرتا ہوں کہ تیوروں کے بدلنے سے اس ملک میں ایک زیادہ صاف دل، روشن خیال، زیادہ اعتماد اور بھروسے کی تعلیمی سیاست (پالیسی) عمل میں آجاویگی یعنی وہ سیاست (پالیسی) جو ملک معظم کی تقریر سے مترشح ہی۔

اب اگر میں فوراً الحاق کے مسلہ پر نہیں آجاتا ہوں تو اسکی وجہ یہ نہیں ہی کہ میں اسکی اہمیت کا قایل نہیں۔ بلکہ یہ کہ وہ سردست عملی سیاست (پالیسی) کے احاطہ سے خارج کر دیگئی ہی۔ زیادہ مفید اوّل یہ بحث ہوگی کہ ہم علی گڑھ کالج سے اسکی موجودہ حالت میں کیا کام لے سکتے ہیں اور اسکو کس ترکیب سے تمام ہندوستان میں قوم کیواسطے بیشتر از بیشتر کارآمد کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہاں تک فایدہ کے ساتھ ایک غیر مستند (بے چارٹرڈ) یونیورسٹی کو بڑھا سکتے ہیں۔ جو فوراً سند یافتہ بن جانیکے لیے طیار ہو۔ اگر ایسا وقت آجائے اور ضرور آجائے گا کہ کوئی وزیر ہند سیاسی مزارمین (پولیٹکل کالیڈاسکوپ) کو ایک پھیر دے کے صورتِ حال کو بالکل تبدیل کر دے

مگر بالفرض اگر سب وزیر ہند ہمیشہ کے لیے سنگدل بنجاویں تب ہمارے پاس ایک ایسی تاسیس (انسٹیٹیوشن) ہوجائیگا جو باوجود ان نقائص کے جو اسمیں گورنمنٹ کے سند نہ دینے سے موجود ہونگے ایک بہت کارآمد قومی دارالعلوم کا نمونہ ہو۔ پس ہم کو تفصیل کیساتھ اسکی تفتیش کرنی چاہیے کہ موجودہ حالت میں ہم کن ذرایع سے علیگڑھ کو ایک غیر مستند یونیورسٹی کی سبیل پر آگے بڑھا سکتے ہیں جو موقع پا کر مستند بنجاسکیگے۔ مگر دونوں حالتوں میں تمام ہندوستان کے لیے ایک ایسی درسگاہ کا کام دے جو اوّلاً مسلمانوں کی خاص ضروریات کی کفالت کرے اور انہیں کے قایم مقام اس کا کل انتظام کریں۔ مگر جس کے دروازے سب فرقوں اور قوموں اور مذہب کے لوگوں کے لیے کھلے ہوں۔

ایسی یونیورسٹی کی تلاش میں ہمارے لیے یہ بیسود ہوگا کہ ہم دنیا کی موجودہ یونیورسٹیوں میں سے کسیکو نمونہ قرار دیں۔ کوئی خاص نمونہ مثلاً آکسفورڈ یا لنڈن۔ گیٹنگسن یا برلن یا پارس ہمارے کام کا نہوگا۔ ہماری ضروریات ایسی ہیں کہ ان کے حصول کے لیے ہم کو ایک سے زیادہ نمونوں کی خصوصیات کو ملا دینا پڑیگا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ہم اپنی ضروریات سے واقف ہوں۔

حال کے ایک مصنف (پریزیڈنٹ چارلس فرانکلن تھنگ ال۔ ال۔ ڈی) نے دنیا کی کل یونیورسٹیوں کی چار تقسیمیں کی ہیں۔ جن کے حدود فاصل کی تعریف کامل درستی کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ بعض مقام پر ان میں خلط ہوجاتا ہے۔ یعنی ایک ہی یونیورسٹی میں ایک سے زیادہ تقسیموں کی خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔ پھر بھی ان اقسام میں فرق ایسا بیّن ہے کہ دیکھنے سے یہ بآسانی پہچانی جاتی ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے اور بھی غالباً زیادہ رائج ہے جس کا مقصد ہونا ہی حقیت کو دریافت کرنا ہے اور اس کو اشاعت دینا اس قسم کے مدرسہ علمیت اور تبحر کے فدائی ہوتے ہیں۔ تجربہ خانے (لابوریٹری) اور کتبخانے ان کے اوزار ہوا کرتے ہیں اور انکا طرز عمل متناہی ہونا ہے

جن یونیورسٹیوں کے اوپر "جرمن" کے نام کا اطلاق ہوتا ہے (اور اس لفظ کو جغرافیہ سے بقدر
تعلق نہیں ہے جسقدر کہ تمدنی حالت سے) وہ اس تقسیم کی نمایاں مثالیں ہیں۔ یہ زمانہ حال کی اعلی
تعلیم کی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنیوالی طریق کا نمونہ ہیں۔"

دوسری تقسیم جسکے نمونے اسکاٹلینڈ اور امریکہ کی یونیورسٹیاں ہیں سب سے اول قوت
تخیلہ کے زور سے اخلاق پیدا کرنیکی جویاں رہتی ہیں۔ عقلیت کو اس گروہ میں بھی جگہ دیجاتی
ہے مگر نہ اسقدر تسلط کیساتھ۔ انکا مدعا زیادہ تر دماغی اور اخلاقی ہوتا ہے۔ اور شخصی یعنی ہر شخص سے
ان کا تعلق ہوتا ہے۔

تیسری قسم کا اصلی مقصد جنٹلمین یعنی شریف طبیعت انسان بنانا ہے جسمیں دماغ۔ دل
ایمان، ارادہ اور قوت ممیزہ میں ایسی شان پیدا کی جائے کہ بطور مجموعہ کے ہم آہنگ اور مناسب ہوتے ہیں کہ وہ ہر
صحبت اور جلسہ میں بے تکلف ملنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اس گروہ کے نمونے آکسفورڈ اور
کیمبرج ہیں۔

چوتھی قسم وہ ہے جو قابلیت والے انسان پیدا کرنیکی فکر میں رہتی ہے۔ اس قسم کی یونیورسٹیاں
ایسے فارغ التحصیل (گریجوایٹ) پیدا کرنا چاہتی ہیں جو روزی کمانیکی قابلیت رکھتے ہوں۔
بجنسہ اسی طور پر جیسے انجنیرنگ اور صنعت پیشہ سکھانیوالے مدرسے۔ ایسی یونیورسٹیاں خصوصاً
مشرق اقصی میں پائی جاتی ہیں۔ ہندوستان چین و جاپان میں۔ مگر ذرا ڈاکٹر ٹھنگ کے
تتمہ کے پُردرد الفاظ کو سنیے وہ کہتے ہیں "اس کا سبب تلاش کرنیکو دور نہیں جانا
پڑیگا۔ معاش کے ذرائع اتنے قلیل ہیں۔ فاقہ کشی اور محض سدرمق کے مابین فاصلہ
اسقدر کم ہے کہ ہر ایک ایسی قوت سے کام لینا پڑتا ہے ہر ایک ایسے طریقہ کو اختیار کرنا پڑتا ہے جس سے
خوراک میں ایک ٹکڑہ کا اضافہ ہو سکے۔ یا پوشاک میں ایک دھاگا۔ اس جنس کی بنا
پیدا کرنیوالی یونیورسٹیاں ٹوکیو اور کلکتہ اور پیکنگ میں واقع ہیں۔

ہمارے علی گڑھ کی یونیورسٹی میں خواہ وہ سند یافتہ یا غیر سند یافتہ ہو ان چاروں

نمونوں کی خاصیتوں کا اجتماع اور اُن پر کچھ اُسکی اپنے مخصوص رنگ ڈھنگ کا اضافہ ہونا چاہیے
اور ہماری ضرورتوں کا ملک معظم کے الفاظ سے بڑھکر کونسا ہدایت نامہ ہوسکتا ہے جہاں پر
وہ فرماتے ہیں کہ "اس زمانہ میں کوئی یونیورسٹی مکمل قرار نہیں دیجاسکتی تا وقتیکہ اُسمیں علوم
اور فنون کی ہر اہم شعبہ کی تعلیم کا سامان مہیا نہو اور تا وقتیکہ اُسمیں نئی تحقیقاتیں کرنیکا
پورا موقع نہ دیا جائے" "آپ کو علوم قدیمہ کا ابقا بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ مغربی علوم
کی ترقی میں سعی وفکر کرنا ہے۔ آپ کا یہ بھی فرض ہے کہ طلبہ میں اخلاق حمیدہ (کیرکٹر) پیدا
کریں کیونکہ اس کے بغیر تعلیم بالکل بے سود ہوتی ہے" اور پھر فرماتے ہیں کہ "اپنے حوصلوں
کے تخیل (آئیڈیل) کو بلند رکھئے اور اُن کے حصول میں بلا وقفہ کوشش جاری رکھیے" اگر
ہم اس پر مذہبی تعلیم کی ضرورت کا اضافہ کردیں جس کا اعتراف سرکار نے ایسے پورے طور پر کیا
ہے اور جو اخلاق حمیدہ پیدا کرنے میں ایک لابد عنصر ہے تو ہمکو علی گڑھ کے مستقبل کے لیے
ایک پورا ہدایت نامہ حاصل ہوجاتا ہے۔

جس حالت میں کہ ہم اپنی قسمت کے پلٹنے کے انتظار میں بیٹھے ہیں ہم علی گڑھ کو ان
تمام پہلوؤں سے ترقی دے کر مکمل کر سکتے ہیں اور ہمارے حوصلوں کا تخیل (آئیڈیل)
یونیورسٹی کے بارہ میں ہے اُس سے بہت قریب تر لا سکتے ہیں۔ مگر اس وقفہ میں جو
کہ ہمارے لیے نہایت جانفشانی کا زمانہ ہوگا ہماری محنتیں اور کوششیں صرف علی گڑھ تک
محدود نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ایک ہی آن میں تمام ہندوستان پر ان تاسیسوں (انسٹی ٹیوشنوں)
کی تعمیر میں صرف ہونی چاہئیں تا جو اس صورت میں کہ آپ کے حوصلوں کا تخیل بدل کر حقیقت
امر ہو جائے۔ قانونی طور پر علی گڑھ کی یونیورسٹی سے جو انکی مادر مہربان ہوگی ملحق ہوجاوینگی۔
مگر در حقیقت ان تاسیسوں کا الحاق ان کے اجرائے کے اول روز سے شروع ہوجانا چاہئے
یہ الحاق دلی جان کا یعنی روحانی الحاق ہوگا۔ نہ کہ قانونی۔ یہ درسگاہیں علی گڑھ کو ہر بات
میں اپنا نمونہ قرار دینگی۔ مثلاً باشندگی کا دستور (ریزیڈنشل سسٹم) اتالیقی طریقہ ٹیوٹوریل سسٹم

مذہبی تعلیم۔ علمی اور عملی دونوں قسم کی۔ کھیل کود اور آپس کی یکجہتی۔ اگر ان درسگاہوں کی تعلیم میٹریکولیشن یا انٹرمیڈیٹ سے آگے نہو تو ان کے پاس شدہ ابتداء سے علی گڑھ کی تعیین یافتہ یونیورسٹی میں ایف اے یا بی اے کلاس میں داخل ہوجایا کرینگے۔ لیکن اگر وہ خود بی اے تک کی تعلیم دیتے ہوں تو سردست اُن کا الحاق روحانی بھی رہیگا۔ پھر بھی وہ اپنے گراڈویٹس کو علی گڑھ میں فارغ التحصیل لوگوں کی کلاس میں شریک ہونیکو اور جدید علمی تحقیقات کا کام کرنے کو بھیج سکتے ہیں اور سب سبیلوں سے جن کا ذکر میں بہ تفصیل کرونگا وہ علی گڑھ کی زندگی اور روایات میں پورا حصہ لے سکتے ہیں۔ یہ تو آپ سمجھ چکے ہونگے کہ یہ کالج اور اسکول جو تمام ہندوستان کے طول وعرض میں منتشر ہونگے ان کا الحاق ہر حالت میں بالکل ان کی رضامندی پر موقوف ہوگا۔ بالفرض اگر گورنمنٹ ہم کو سند معہ الحاق کے کامل اختیار کی دیوے یہ امر اُن اسکولوں اور کالجوں کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ آیا وہ علی گڑھ کے ساتھ ملحق ہونا پسند کرینگے یا نہیں۔

اب جس اثنا میں ہندوستان کے اسلامی اسکول اور کالج اُگتے جاوینگے اور جڑ پکڑتے جاوینگے اُسی اثنا میں علی گڑھ کو نہ صرف زیادہ رسیدہ اور پختہ ہونا ہی بلکہ اس کو بے انتہا توسیع کی بھی ضرورت ہی تاکہ وہ اُن درسگاہوں کو ملحق کرنے اور اپنی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرینکے لیئے آمادہ ہوجائے اور یہ ایسا کام ہی جسمیں سالہاسال لگ جاویں گے بلکہ پشتیں۔ علی گڑھ کو جو کام درپیش ہی اُسکی عملی تفصیلات تو میں ذرا دیر میں بیان کرونگا۔ مگر اس مقام پر اسقدر کہنا ضرور ہی کہ جو تیس لاکھ کے قریب روپیہ ہم نے جمع کیا ہی اس سے تو ہمارا کام بہت کم چلیگا۔ ہم کو چاہیے کہ ہم اپنی کوششوں کو دو چند کریں اور جبتک کہ ہمارے پاس پورا کروڑ روپیہ نہو جائے ہم دم نہ لیں خواہ سند (چارٹر) ملے یا نہ ملے علی گڑھ کو اول درجہ کے اور زمانۂ حال کے شایاں تعلیمی تاسیس (انسٹیٹیوشن) بنانے کے لیے جو تمام ہندوستان کیواسطے نمونہ ہو جائے ہم کو جتنا روپیہ مل سکے وہ کم ہی۔ مگر یہ نکتہ کبھی فراموش نہ کیجئے گا کہ یہ کام جب ہی ہوسکتا ہی کہ جب انتظام قوم کے ہاتھ میں ہو۔ اور کسی محکمہ کی ہچکچاتی ہوئی پس وپیش کرتی ہوئی سنگ لانہ

پالیسی کے زیر سایہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اب جو تیس لاکھ کا چندہ یونیورسٹی فنڈ میں دیا گیا ہے اس کی نسبت تو میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کونسا معقول عذر ممکن ہے اس بیں کہ وہ روپیہ اُن کاموں میں صرف ہو جنکی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یونیورسٹی فنڈ کوئی کل پرسوں کی بات نہیں ہے۔ اس کی ابتداء کو بہت برسوں کا عرصہ ہوگیا ہے اور اس کا چندہ چھوٹی چھوٹی رقموں میں آتا رہا۔ یہاں تک کہ ہز ہائنس سر آغاخاں بالقابہ نے اپنی کوششوں اور اپنی ذات بابرکات کی خصوصیتوں سے اس تحریک میں ایک جان ڈالدی۔ مگر جناب موصوف کی مداخلت کے قبل بھی اور بعد بھی غرض اس رقم سے یہی تھی کہ علی گڑھ کالج کو بتدریج ایک ایسی یونیورسٹی کے درجہ کو پہنچا دیا جاوے جسکی خواہش سر سید کو اُن کے بیٹے کو جو اُن کے جانشین بھی تھے اور تمام اسلامی فرقہ کو تھی۔ یعنی ایک خود مختار باشندگی والی (ریزیڈنشل) تاسیس (انسٹیٹیوشن) کے درجہ کو جو ہر طرح پر گورنمنٹ کی وفادار ہو اور جس کو گورنمنٹ کے بہتیرے اُلجھے ہوئے تعلیمی مسائل سے دلچسپی ہو اور جن کے حل کرنے میں وہ بخوشی مدد دینے پر آمادہ ہو۔

بعض اوقات لوگ یہ کہتے ہیں کہ اب ہماری قوم میں ابتذال آگیا ہے۔ مگر اس میں مجکو شک ہے کہ ہماری قوم میں بھی اس درجہ میں سخاوت اور حب وطن سے مبرا لوگ نکلیں گے کہ وہ اپنا چندہ اس وقت بھی واپس مانگیں جبوقت اُن کے سمجھ میں یہ بات آجاویگی کہ ہم اُس کو اُسی استعمال میں لانا چاہتے ہیں جس کے لیے وہ روز اوّل سے نامزد کردیا گیا تھا۔ یعنی علی گڑھ کو ایک ایسی یونیورسٹی کی حیثیت تک پہنچانیکے لیے جو تمام ہندوستان کی اسی طور پر خدمت کرے جیسی کہ کالج کرتا آیا ہے۔ مگر اس سے زیادہ قابلیت کیساتھ۔

الحاق کے مسئلہ کی نسبت اوّل تو مجکو علم ہوا ہے کہ قوم نے اس اصول کو بالکل مان لیا ہے کہ ہماری یونیورسٹی تعلیم دینے والی یونیورسٹی ہوگی اور اگر اس کے ساتھ اور کالجوں کا الحاق ہو تو وہ بھی باشندگی کے طریق (ریزیڈنشل سسٹم) پر اور علی گڑھ کے نمونہ پر چلائے جاوینگے

فقط امتحان لینے والی یونیورسٹی کا خیال یورپ سے بالکل اٹھ گیا ہے۔ یونیورسٹی کے مفہوم اور اغراض کا جو حد بد تصور ہے اس سے اسکو کلی مغائرت ہے اس کا اعتراف ہو گیا ہے کہ کتابیں علم کے تبلیغ کے ذرایع میں سے ایک ہی ذریعہ ہیں اور وہ بھی کچھ مشکوک سا۔ اصلی علم دو ہی حیلوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک تو استاد کی زبانی تعلیم اور اس کی صحبت اور دوسرے اپنے ہم عمر اور درجہ اور لیاقت میں برابر طلبہ کی صحبت اور روزانہ جلسوں اور دوستی سے یہ باتیں بجز تعلیم دہ یونیورسٹی کے اور کہیں نہیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ خود لندن یونیورسٹی جسکی نقل ہندوستان میں اتاری گئی نہایت ثابت قدمی اور جانفشانی سے ایسے جادہ پر قدم بڑھا رہی ہے جس سے وہ فقط ممتحن یونیورسٹی ہونے کے عوض تعلیم دہ اور تربیت دہ یونیورسٹی کے رتبہ کو پہنچ جائے اور کلکتہ کی یونیورسٹی اسی کے قدم بقدم چل رہی ہے۔ جن وجوہات کی بنا پر سر سید علی گڑھ میں یونیورسٹی قایم کرنا چاہتے تھے ان میں سے ایک بڑی وجہ یہی تھی کہ موجودہ یونیورسٹیاں صرف ممتحن جماعتیں ہیں اور یونیورسٹی کے لفظ کے اصلی مفہوم کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔ مدرسہ کے مضمون پر یورپ سے تازہ شگوفہ نکلا ہے وہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قوم کے ایک معتدبہ حصہ کی خواہش یہ ہے کہ اگر بالفرض ہم ہندوستان کو ماسوا روس کے تمام یورپ کے برابر قرار دیں تو وہ ایک ایسی آکسفورڈ کے طلبگار ہیں جس کے کالج نہ فقط اس شہر میں بلکہ تمام یورپ میں واقع ہوں اور ان سب کا انتظام اختیار اسی ایک مرکزی صاحب اختیار جماعت کے ہاتھ میں ہو جو دریائے ٹیمس کے کنارہ پر اپنے اکلوتے چانسلر کی ماتحتی میں کام کرتی ہے۔ یہ کہنا فضول ہوگا کہ اسوقت میں ایسی کوئی یونیورسٹی دنیا کے پردہ پر موجود نہیں ہے۔ اگر یہ امتی نا قایم کیجائے تو خواہ یورپ میں ہو یا ایشیا میں اتنے بڑے پیمانہ پر ہو سکے گی جسکو آسمان فرسا کہنا چاہیئے صرف اس کی جغرافیوی وسعت اتنی ہوگی کہ قرینہ یہ ہے کہ ان چیزوں کے دایرہ سے خارج ہو جن کا عمل درآمد ممکن ہے۔ بالفرض اس کا تجربہ یورپ میں بھی کیا جائے جہاں ایسے لوگوں کی کچھ کمی نہیں ہے جنمیں اعلیٰ درجہ کی دماغی اور انتظامی قابلیت موجود ہے اور جنکو اس کی فرصت

بھی ہو کہ رفاہ عام کے کاموں میں اپنے کو فدا کر دیں تو بھی اس کی کامیابی مشکوک ہوگی ہندوستان میں جہاں ایسے لوگوں کی قلت دردناک طور پر نمایاں ہو اس قسم کی آزمایش کی قسمت میں ناکامیابی پہلے ہی سے لکھی ہوگی۔ مگر پھر بھی اپنے حوصلوں کے تخیل (آئیڈیل) کے طور پر ہمکو ایک ایسی یونیورسٹی کو اپنا مدعا بنانے میں کچھ عذر نہیں ہو۔ بشرطیکہ ہم اس کو یاد رکھیں کہ ہم ایسے تخیل تک ایک ہی جست میں نہیں پہنچ سکتے۔ اگر اس قسم کی یونیورسٹی ممکن الوجود بھی ہو تو رومی دیوتا منروا کی طرح جیوپیٹر کے سر سے پورے طور سے مسلح اور آراستہ پیراستہ نہیں پیدا ہو سکتی۔ اس کی تعمیر کے لیے صبر ایوبی درکار ہو۔ اور بے انتہا کوہ کنی کی ضرورت ہو۔ پھر اگر منزل مقصود تک پہونچ بھی تو بیچ کی منزلیں بہت دور دراز اور بہت کٹھن ثابت ہونگی تمام ہندوستان اور علی گڈہ میں ایک ہی وقت میں کام جاری رکھنا ہوگا اور جسکو میں نے روحانی الحاق کہا ہو پہلے اس کو اسلامی درسگاہوں میں پیدا کرنا پڑیگا۔ اگر اس سنگلاخ سفر کی ایک منزل کے طور پر اور اپنے حوصلوں کے تخیل (آئیڈیل) کی تلاش میں ایک جسمانی زادراہ کی حیثیت سے علی گڈہ میں ایک مقامی یونیورسٹی قبول کرلیں تو میرے دانست میں کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہی۔ گویا ہم کو ایک ایسا اکسفورڈ ملتا ہی جس کی شاخیں ابھی تمام مغربی یورپ میں نہیں قایم ہوئی ہیں۔ تاہم وہ آکسفورڈ تو ہوگا یعنی ایک ایسی مؤسسہ (انسٹیٹیوشن) جو نہایت بکار آمد اور قابل قدر ہوگی بشرطیکہ اُس کا انتظام ہمارے اپنے ہی ہاتوں میں ہو۔ اگر صاحب وزیر ہند کے لیے کوئی راستہ نکل آئے اور وہ ہم کو ایک ایسی یونیورسٹی عطا کر سکیں جسکو ہم اپنا کہہ سکتے ہوں تو وہ تین نہایت قوی وجوہات سے میں مشورہ دونگا کہ آپ علی گڈہ میں مقامی یونیورسٹی قبول کرلیں اور اس کو ایک قسط سمجھیں اپنے حوصلوں کے تخیل (آئیڈیل) کی جسکی اُمید آپ آیندہ کے لیے بیشک جاری رکھیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہو کہ سندیں (چارٹر) پتھر کی لکیریں نہیں ہوا کرتی ہیں جو مٹ نہ سکیں۔ اور یہ بخوبی ممکن ہو کہ جسوقت ہماری آیندہ نسلیں یہ ثابت کر دینگی کہ جو اعتماد گورنمنٹ نے ان کے اوپر کیا تھا وہ بیجا نہ تھا تو ان پر زیادہ بھروسا کیا

کیا جائے اور جو اسلامی اسکول یا کالج اس وقت تک وجود میں آگئی ہوں ان کے الحاق کا حق عطا کر کے ان کو اپنی یونیورسٹی کی غایت کو وسعت دینے کی اجازت ملے۔ آپ میں سے بعض صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ خود لندن یونیورسٹی کا نشوونما نہایت سست چال سے ہوا ہے اس کی بنا اول ۱۵۴۸ء میں سر ٹامس گریشم ملکہ الزبیتھ کے وزیر مالیہ نے ڈالی تھی۔ لیکن یہ اسمیں نا اتفاقی کی وجہ سے وہ پنپا نہیں اس کے بعد مشہور شاعر ٹامس کامبل نے ۱۸۲۵ء میں یونیورسٹی کالج بنایا اور لندن یونیورسٹی کا پہلی سند (چارٹر) ۱۸۳۶ء میں منظور ہوا۔ اُس وقت سے جوں جوں اس نے اپنے دایرۂ عمل کو وسعت دی ہی اور ایک بالکل تحت تاسیس (انسٹیٹیوشن) ہونیکی عوض تعلیم و تربیت دہ تاسیس ہونیکی کوشش کی ہے اُس وقت سے اس کو کوئی چھ سندیں (چارٹر) مل چکے ہیں۔

زیادہ وسیع سند (چارٹر) حاصل کرنیکے لیے ہم کو یہ دکھانا ضرور ہوگا کہ ہم ایک نسبتاً چھوٹے کاروبار کا یعنی ایک مقامی یونی ورسٹی کا انتظام اقلاً اتنی قابلیت سے کر سکتے ہیں جتنی کہ علی گڈھ کے انتظام میں ہم نے دکھائی ہی اور یہ کہ ہم اس نمونہ کے نوجوان طیار کر سکتے ہیں کہ جنکی اسقدر ستائش سر آکلنڈ کالون۔ سر چارلس کراستھویٹ اور گورنمنٹ دیگر اعلیٰ حکام نے کی ہی۔ ہمکو یہ دکھانا ہوگا کہ ہماری یونیورسٹی سے بھی جیسے کہ اسوقت تک ہمارے کالج سے نکلتے رہے ہیں بقول ہمارے ملک معظم کے "وفادار، مردانہ مزاج، اور بکار آمد متوطنان ملک تیار ہو نکلا کرینگے جو حرفت اور علم کاشتکاری اور زندگی کے ہر مشغلہ میں کسی سے کم نہوں"

دوسری وجہ اس کی کہ میں اس محدود سند (چارٹر) کو منظور کرنے پر آمادہ ہوں یہ ہی کہ فی الآن ایسی تاسیس (انسٹیٹیوشن) جسکو ہم ملحق کر سکتے ہوں بالکل عنقا ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ قبل اس کے کہ ہمارے پاس ایسی تاسیسیں طیار اور ملحق ہونے پر آمادہ ہوں ہم کو بہت کچھ جد و جہد سے کوہ کنی کی اشد ضرورت ہی جسکے لیے سالہا سال بلکہ

پشتہا پشت کا زمانہ درکار ہے اور جسکو تمام ہندوستان میں ایک ہی وقت میں جاری رکھنا
ہوگا اور اگر علی گڈہ میں اپنی زندگی کے اس نئے پہلو کے لیئے قابلیت پیدا کرنا منظور ہو تو وہاں
بھی اس قسم کی کارروائی اُس کے استحکام اور توسیع کے لیے درکار ہوگی۔ دوسرے الفاظ
میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سردست الحاق کا معاملہ ایک پرچھائیں ہے اور یہ عقلمندی کے خلاف
ہوگا کہ اُس پرچھائیں کے لالچ میں ہم ایک اصلیت والی یونیورسٹی سے دست بردار ہو جاویں
بشرطیکہ ہم کو اس کے معاملات کے انتظام کا اختیار بلا روک ٹوک دیا جاوے۔ الّا اس صورت
میں اور اُسوقت میں کہ جب ہم نے اپنے کو اپنی ذمہ داری کا نااہل ثابت کردیا ہو یا اپنی امانت میں خیانت
کی ہو۔

تیسری اور آخری وجہ یہ ہے کہ میں آپ پر ثابت کردونگا کہ ہماری یونیورسٹی خواہ سند یافتہ
(چارٹرڈ) یا غیر سند یافتہ ہو یا دامی کی حالت میں بھی یعنی جسوقت کہ وہ ایک ہی مقام پر سکون
کی حالت میں ہوگی اور اس کو پروانہ وار ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک
پرواز کرنیکی اور اپنے کو شمع علم کے اوپر فدا کرنیکی طاقت ہنوز نہ ہوگی اس آزمائش کی حالت میں
بھی اپنے کو نمایاں طور پر تمام ہندوستان کی خدمت کے قابل بنا سکتی ہے۔ اگر ہندوستان اس کی
شفقت سے فائدہ اُٹھانا قبول کرے۔ مگر پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے مضمون کے عملی حصہ سے
دست گریباں ہو جاؤں اور ان عملی کارروائیوں کا ذکر کروں جو ہم کو فوراً علی گڈہ میں اُس روپیہ
کی مدد سے جو جمع ہوچکا ہے اور جمع ہونے والا ہے جاری کردینی چاہئیں۔ کیونکہ میں اس کو ایک
طے شدہ امر فرض کرلیتا ہوں کہ ہم اپنی کوششوں میں رتی بھر بھی کمی نہ کرینگے تاوقتیکہ ہمارے
پاس بنک میں ایک کروڑ روپیہ جمع نہ ہو جائے اوّلاً اس وقت تک سرمایہ کو ہاتھ نہیں لگانا
چاہیئے اور فقط منافع کو یا اوس کے ایک حصہ کو ضروری اخراجات کے لیے کام میں لانا چاہیئے
اگر عمارتوں کے لیے روپیہ درکار ہو تو اس کا چندہ خاص طور پر ہونا چاہیئے اور اس روپیہ
کو اسی کام کے لیے مخصوص کردینا چاہیئے۔ ان حدود کے اندر کارروائی ضروری بھی ہے اور

ہمیں ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ ہماری آنکھیں کھل جائینگی اور ہم کو معلوم ہوگا کہ سچ تو یہ ہے کہ اپنی
ضرورتوں کے لحاظ سے ہمنے بہت کم جمع کیا اور جہاں یونیورسٹیوں کا معاملہ ہو گیا ہے
وہاں تو ہمیں انکا کوئی منافع کچھ نہیں ہوتا۔

عملی کاروائی کا پہلا قدم جو میں پیش کرتا ہوں وہی اسباب ہیں جنمیں بہت قلیل رقم بھی
ہی میں صرف ہوگی میں تحریک کرتا ہوں کہ ہمارے کالج کا نام بدلکر اب "مسلم یونیورسٹی کالج"
علی گڑھ رکھدیا جائے۔ جو ہمارے اس مصمم ارادے کی دلیل ہوگی کہ ہم آئندہ کسی زمانہ میں ایک
سچا دارالعلوم بنانے کی نیت سے جس سے کبھی نہیں ہٹینگے اور یہ نام حال کے نام یعنی
محمڈن اینگلو اورینٹل کالج سے زیادہ مختصر اور لکھنے میں بھی سہل ہے جسکو اب ہمیشہ تخفیف کرکے لوگ
ایم اے او کالج بنا دیتے ہیں۔ جو دیکھنے میں بھی برا لگتا ہے اور ایک معمہ بھی بنا ہے جسکو
ہندوستان کے باہر پبلک نہیں سمجھتی ہے اور جس کے واسطے کسی یوروپین سے اثناء گفتگو میں
بہت کچھ شرح کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ختم ہونے پر وہ مایوس ہو کر اس کے سمجھنے کے
درپے سے باز آتا ہے۔ ڈاکٹر ھنٹنگٹن کالج کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کرتے ہیں "ہندوستان
کے مسلمان علیگڑھ (علی گڑھ) میں اپنی تاریخی یونیورسٹی کی اصلاح چاہتے ہیں مگر اسوقت
تک نتیجہ بہت کم ہوا ہے۔ جن اسباب نے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے مسلمانوں کی تعلیم کی
ترقی میں رکاوٹ ڈالی ہے وہ اب بھی موجود ہیں" مسلم یونیورسٹی کالج علی گڑھ کا نام جو میں نے
تجویز کرنیکی جرأت کی ہے سادگی کے لحاظ سے بھی قابل تحسین ہے اور اس لحاظ سے بھی کہ لبوں
سے نکلتے ہی فوراً وہ اپنی شرح آپ کردیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جب وقت آجائیگا ہم صرف لفظ
"کالج" اس میں سے خارج کردینا پڑیگا۔

قبل اس کے کہ میں یونیورسٹی کی اعلیٰ ترین اغراض سے بحث کروں اور اس لیے کہ مبادا
آپ کو کوئی بے وجہ خدشہ پیدا ہو جائے میں کہے دیتا ہوں کہ نیا علی گڑھ پرانے علی گڑھ
کی طرح اُس چکی کا کام دیتا رہیگا جس سے سرکار کے مختلف صیغوں اور محکموں کی ضروریات

پسکر نکلتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے بہت سے نوجوانوں کے لیے جن کا اور کوئی سد رمق نہیں ہی اور جن کے حوصلے منصف یا ڈپٹی مجسٹریٹ کی کرسی سے اعلیٰ طبقہ کو پرواز نہیں کرتے ذریعۂ معاش بھی پیدا کرتا رہیگا۔ ہماری یونیورسٹی کو ہر ایک ایسے طریقہ سے کام لینا پڑے گا جس سے ہماری مفلوک الحال قوم کی خوراک میں ایک ٹکڑے کا اضافہ ہو سکے یا پوشاک میں ایک دھاگے کا۔ مجکو معلوم ہی کہ کسی یونیورسٹی کی بارہ میں حوصلوں کا ایسا تخیل (آیڈیل) وہ نہیں ہی جو اگلے زمانہ میں تھا یا جس کا اب بھی دعویٰ کیا جاتا ہی۔ "علم کی غایت علم ہی ہونی چاہیے" ایک ایسی شریعت ہی جس کا وعظ اب بھی بڑے وسیع پیمانہ پر ایسے اوقات میں ہوا کرتا ہی کہ جب کسی نئی یونیورسٹی کا افتتاحی جلسہ ہوتا ہی یا کسی پرانی یونیورسٹی میں کوئی بڑی تقریب۔ اس کو اخبار ہمارے کانوں میں بھر مارتے ہیں اور اپنے زعم میں اپنے کو نہایت عالی اخلاق والے سمجھنے لگتے ہیں۔ ذوالقدر اور ذوالجلال لوگ اپنے اعلائے علیین سے اس کی نسبت پُرجوش تقریریں کرتے ہیں۔ اس ملک میں تو یہ کہانی کبھی ختم ہی نہیں ہوتی۔ مگر حقیقت حال یہ ہی کہ اس زمانہ میں یہ فقط ایک زاہدانہ آرزو باقی رہگئی ہی اور ایک ایسا مقولہ جو اب بے معنی ہو گیا ہی اوّلاً مغرب میں اور جو اب سے زیادہ مسعود اگلے زمانہ میں تبرک کے طور پر ہم تک پہنچا ہی۔ پرانے زمانہ میں اس کا فخر کیا جاتا تھا کہ منفعت کا خیال بھی علم کے لیے موجب توہین ہی اور اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ کیمبرج اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں نے طبابت اور مہندسی اور علم زراعت کی تعلیم کا انتظام کر دیا ہی مانچسٹر اور لیڈس کی یونیورسٹیوں کو بہت کم اوقاف یا عطیہ ملتے اگر اُنھیں فن تجارت و حرفت کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام نہ کر دیا جاتا حقیقت حال یہ ہی کہ تعلیم کی سوداگری کی جو جدید روح ہی اس نے علم کے میدان میں حوصلوں کے اعلیٰ ترین تخیل (آیڈیل) کو برباد کر دیا ہی اور یہ روح سب ملکوں سے زیادہ انگلستان میں یعنی دنیا کی تجارت کے مرکز میں پھیلی ہوئی ہے۔ آکسفورڈ میں یونانی زبان کی جبری تعلیم کا پورا قصیہ زمانہ کی روح کی دلیل ہی کیمبرج کے کسی انڈر گریجوایٹ کو عربی سیکھنے

کی ترغیب دینا محال ہی الا اس صورت میں کہ وہ پہلے سے کی گورنمنٹ میں کسی عہدہ پر نامزد کر دیا گیا ہو۔ مشرقی علوم کا کالج جس کے لندن میں قایم کرنیکی تجویز ہو رہی ہی اُس کے وجود کا امکان بھی اس وجہ سے ہوا ہی کہ اس میں تجارتی اغراض کے لیے زبانوں کی تعلیم دیجاویگی۔ انگلستان میں علم کے ہر ایک تولہ کا معاوضہ پونڈ شلنگ اور پنس کی صورت میں ہوتا ہی۔ مگر میں اس کی مثالیں دیکر آپ کی تضیع اوقات نہیں کرنا چاہتا۔ تعلیم کے بیوپار کی اس روح نے ہندوستان پر بھی چڑہائی کی ہی اور یہی وجہ ہی یا اقلاً یہ ایک وجہ ہی اس کی کہ جو حرمت اُستاد کی شاگرد کو ہونی چاہیئے اس میں ہم بعض اوقات کمی دیکھتے ہیں جس کا ہم سب کو قلق ہی۔ اگلے زمانہ میں بشرطیکہ اوستاد کو کوئی ذریعۂ معاش ہوتا تھا۔ یا علم کا کوئی مربی اپنے کو اس کی خوراک اور پوشاک کا ذمہ دار کرلیتا تھا اس کو کسی اور اجرت کی توقع نہیں ہوتی تھی بجز نام اور شہرت کے۔ اپنے شاگردوں کو وہ بیٹوں کی برابر سمجھتا تھا۔ اسی طرح پر دہلی لکھنؤ اور بنارس کی مسجدوں اور مندروں اور ذاتی مکانوں میں لوگ اپنے کو شاگردوں پر وقف کر دیتے تھے۔ جیسے کہ آج مصر کی یونیورسٹی الازہر میں ہو رہا ہی اور جیسے کہ یورپ میں خانقاہوں کی علمیت کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ شاگرد اس زمانہ میں اُستاد کی ہر ایک خدمت کو جس کی اُن کو اجازت ملتی تھی خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی کیوں نہو اس کی شفقت کی نشانی اور اپنا فخر سمجھتے تھے۔ ہم مسرت کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اس ملک میں اب بھی یہ روح ایسے مقاموں میں باقی ہی جہاں معقول اوستاد اور شائستہ شاگرد اکھٹا ہو جاتے ہیں۔ مگر عمدہ ترین نتائج اسیوقت حاصل ہو سکتے ہیں جب اسطرف تو کسیقدر دلسوزی شاگرد کی بہبودی کا خلوص دل سے خیال۔ اور کام میں کسیقدر گرمجوشی درکار ہے اور دوسری طرف سے تادیب یافتہ (ڈسپلنڈ) دل۔ جسکی تادیب گھر پر بھی اور اسکول میں بھی باقاعدہ تربیت کے ذریعہ سے ہوئی ہو۔ جہاں کہیں کہ تعلیم میں سوداگری کی روح شدت کے ساتھ غالب ہو جاتی ہی اسقدر روپیہ کے عوض میں اتنے گھنٹہ کام کسی طرح پر بھی کر دیا جائے وہاں

حریت کی روح اکثر فنا ہوجاتی ہو۔ انگلستان کے عاید یہ شکایت کرتے ہیں کہ یہ روح اکسفورڈ اور کیمبرج سے جاتی رہی ہو۔

ہندوستان سے زیادہ کسی ملک میں اس کی ضرورت نہیں ہو کہ متعلم کو علم سے روپیہ پیسے کی صورت میں نفع حاصل ہو۔ بقول ڈاکٹر تھڈنگ کے "اس کا سبب تلاش کرنیکو دور نہیں جانا پڑیگا۔ معاش کے ذرایع اتنے قلیل ہیں۔ فاقہ کشی اور محض سدرمق کے مابین فاصلہ اسقدر کم ہی" علاوہ بریں دنیا میں کوئی اور ملک ایسا نہیں جہاں اتفاقات کا زور آدمی کو خواہ مخواہ سرکاری نوکری کرنے پر اسقدر مجبور کردیتا ہی۔ اگر انگلستان میں کسی اوسط نوجوان متعلم سے یہ سوال پوچھے کہ تم کیا پیشہ اختیار کروگے تو غالباً یہ معلوم ہوگا کہ وہ مہندسی (انجنیرنگ) کے ایک شعبہ کے لیے تحصیل کررہا ہی اور جب اس کا درس پورا ہوجائے گا تو اُس کا اسکول یا کالج یا خود اُس کا باپ، جو شاید خود بھی انجنیر ہو، اس کو کسی ریلوے یا لنگرگاہ کی تعمیر یا معدنیات کی کان یا ایک ایک انجنیری کارخانہ میں خواہ وہ سول یا مکانیکل یا الکٹریکل ہو یا تو نوکری دلادیگا یا شاگردی کی جگہ (اپرینٹس شپ) اس طرح کی آزاد نوکری ہمارے یہاں کے نوجوانوں کو میسر نہیں ہی۔ انگلستان میں لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہو کہ ہماری گورنمنٹ بعض لحاظ سے ایک بڑی بھاری سوشلسٹ گورنمنٹ ہی۔ اس ملک کی ریلوے اور تار برقی تقریباً تمام دواسازی انجنیری کی کارخانہ سرکار کے ہاتھ میں ہیں اور جو لوگ ان میں ملازمت چاہتے ہیں انکو سرکاری نوکری اختیار کرنا ضرور ہی۔ ان کے علاوہ وہ انجنیری کے کارخانے، جو یورپین شرکتوں (کمپنیوں) کے اپنے ہیں، ان میں وہ عہدہ دار براہ راست انگلستان سے بلا کر رکھتے ہیں انگلستان میں انجنیر کے لیے غیر سرکاری ملازمت کے دروازے بیشمار کھلے ہوئے ہیں اور اُسکی ترقی کا پایہ بالکل اس کی اپنی لیاقت پر موقوف ہی۔

انگلستان کے نوجوانوں کے لیے ایک اور پیشے کا راستہ کھلا ہوا ہی۔ یعنی ڈاکٹری کا

جسمیں ہمارے نوجوانوں کے لیے اگر وہ اپنے ذاتی طور پر معالجہ کرتے ہوں
بہت سے سنگ راہ واقع ہیں۔ اس پیشہ میں سول سرجن اور اسسٹنٹ سرجن دونوں
گورنمنٹ کے نوکر سرکاری شفاخانہ کے معالجہ کا بالکل اور عام معالجہ کا تقریباً بالکل انحصار
کر لیتے ہیں۔ ان کو اپنے عہدوں کی وجہ سے لوگوں کے اوپر ایک قسم کا قابو ہو جاتا ہے
اور شفاخانہ کا مطب کلیتاً ان کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے ان کو عملی تجربہ اور مہارت
حاصل کرنے کا ایسا موقع ملتا ہے جو اپنے برتے پر معالجہ کرنے والے کو میسر نہیں ہوتا۔
جس ہندوستانی نے ڈاکٹری کی ڈگری خواہ اس ملک میں حاصل کی ہو یا انگلستان میں،
اس کے لیے یہاں اس قسم کے موقع کا نہ ملنا مقابلہ کے میدان میں ایک بڑا سد راہ ہو جاتا
ہے۔ انگلستان میں شفاخانے گورنمنٹ کے زیر انتظام نہیں ہوتے ہیں۔ کوئی سند یافتہ
انسان، جو قابلیت رکھتا ہو، ان کے عہدہ داروں کے ضمن میں تقرر پا سکتا ہے جو شفاخانے
کی تعلیم بھی دیتے ہیں ان میں ہر ایک نوجوان کو جس میں اوسط درجہ کی قابلیت اور جفاکشی
کا مادہ ہو غالباً اس کا موقع ملتا ہے کہ شفاخانہ کے اندرونی عہدوں میں سے ایک پر اس کا
تقرر ہو جائے۔ اور اگر اتفاقات مساعدت کریں تو وہ شفاخانے کے مستقل عہدہ داروں
میں ملازمت پائے۔ مگر ایسی تعلیم وہ شفاخانہ سے باہر بھی اور شفاخانوں میں بہتیرے عہدے
ایسے ہیں جو اس کو حاصل ہو سکتے ہیں اور جنمیں اس کو اپنے فن میں مہارت اور خود اپنے
اوپر بھروسہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور ابتدا میں یہ ایسے ماہرین فن کے زیر نگرانی حاصل
ہوتا ہے جو اس سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ ان وجوہات سے ہندوستان میں نج کے معالجہ
میں، خواہ وہ جراحی ہو یا طبی، رکاوٹیں بہت ہیں اور پھر اکثر لوگوں کو سرکاری نوکری بھی
تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اب یہ بتائیے کہ ہم پر جو علی الدوام یہ طعنہ زنی کی جاتی ہے کہ ہمکو سرکاری
نوکری کا ایسا ہوکا ہے جو کبھی فرو نہیں ہوتا کیا ہم اس کے مستحق ہیں۔؟
حسب صحیفہ ہمارے لیے سوائے پیشہ وکالت کے اور کوئی علمی پیشہ جس میں

خودمختاری حاصل ہونہ رہا۔ کیونکہ ہمکو پادری کے پیشہ کا یا اور دو ایک ایسے پیشیوں کا جو یادہ خوش قسمت ملکوں میں رائج ہیں ذکر ہی فضول ہی۔ جو کچھ مجکو اس موقع پر کہنا ہی اسمیں مجکو کسیقدر یہ دقت معلوم ہوتی ہی کہ آغاز سخن کہاں سے کیا جائے۔ بہر حال اوّل میں آپ کی سرگرم توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی اتفاقات ہی کار وزہی جس کیوجہ سے جو لوگ کوئی منفعت بخش اور آزاد پیشہ اختیار کرنا چاہتے ہیں اُن کو مجبوری قانون کا پیشہ اختیار کرنا پڑتا ہی۔ ڈاکٹری اور انجنیرنگ کے پیشہ عملاً ہمارے لیے بند ہیں۔ الا سرکاری خدمت کے اُن نیچے کے درجوں میں جن کی تنخواہیں نہایت حقیر ہوتی ہیں۔ یہ سچ ہی کہ انڈین میڈیکل سروس جس کا لندن میں مقابلہ کا امتحان ہوتا ہی ہمارے لیے کھلا ہی۔ مگر اس سے بہت کم لوگ فایدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے واسطے ایک نہایت گراں تعلیم انگلستان میں درکار ہی۔ جس کے بعد ایک بہت ہی سخت اور نتیجہ کے لحاظ سے مشکوک امتحان دینا پڑتا ہی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے لیے سب سے کم رکاوٹ کا رستہ قانون کا پیشہ ہی۔

دوسرا امر جسکی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں یہ ہی کہ ہندوستان کے ملازمت کے سررشتہ میں جو سب سے گراں بہا تحائف و انعام ہیں اُن کیلیے بہت اعلیٰ درجہ کی قانونی لیاقت درکار ہی۔ علاوہ سول سروس کے عہدوں کے جن کے لیے بھی کسیقدر قانونی لیاقت چاہیئے یہ گراں بہا انعام حسب ذیل ہیں۔ وایسرائے کی اور دیگر انتظامی (اگزکیوٹو) کونسلوں کی ممبری، ہائیکورٹ کی ججی، پریسیڈنسی مجسٹریٹ کا عہدہ، اور شاید اور عہدے علاوہ بریں قانون کا علم وبیش علم گورنمنٹ کے صیغہ عدل گستری (جوڈیشیل لائن) کے تمام عہدوں کے لیے درکار ہی۔ مثلاً ڈسٹرکٹ ججی۔ ڈپٹی مجسٹریٹی منصفی وغیرہ۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہی کہ انسان کی فطرت میں یہ ایک نہایت معمولی بات ہی نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ دنیا کے پردہ میں ہر جگہ کہ جہاں اس قسم کا ایک گراں بہا انعام اسکی انکھوں

کے سامنے معلق کیا جاتا ہے وہاں سو آدمی اُس کی حرص میں بازی جیتنے کے لیے مقابلہ پر کمربستہ ہوکر دوڑ پڑتے ہیں۔ پس آپ اس کو بالکل طبعی امر سمجھیں گے کہ جو لوگ ان انعام کو سامنے لٹکاتے ہیں، جو لوگ علم قانون کی گرم بازاری کے باعث ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ایک طبعی نظارہ ہوگا کہ ہمارے نوجوانوں میں جو سب سے حوصلہ مند ہیں وہ یا تو اس کو اپنا پیشہ بنانے کو یا زندگی کے مختلف مشاغل کی تیاری کے لیے قانون کی تحصیل میں اپنے کو منہمک کردیں۔ حتیٰ کہ آپ کو اسکی توقع ہوگی کہ وہ لوگ اس قسم کے مقابلہ کو بڑھاوا دینگے تاکہ ایک بڑی تعداد میں سے آپ کو لائق لوگوں کے انتخاب کرنیکا موقع ملے۔ مگر جب آپ حقیقت حال ملاحظہ کریں گے تو یہ سب کچھ بیپاو بینگے۔ بلکہ اس کے اس کے برخلاف ایک عجیب وغریب نظارہ ایکی آنکھوں کے سامنے آئیگا۔ دہائٹ ہال اور کرامول روڈ کی اطراف سے لیکر ہندوستان کے اُن بڑے مرکزوں تک جہاں حکومت ران قوم کے باوقعت اور ذی اختیار لوگ اور ہماری قوم کے وہ لوگ جو اُن کے صدائے بازگشت ہوا کرتے ہیں اکٹھا ہوتے ہیں ایک ہی آواز سنائی دیتی ہے۔ "قانون والوں کا ستیاناس ہو"۔ میں نے اسکی تفتیش کی کہ ایک کارآمد فرقہ کے خلاف جسکو انگریزی طریقہ عدل گستری وجود میں لایا ہے اس قسم کے تعصب کی کیا وجہ ہے۔ مستند طور پر مجکو دو سبب بتائے گئے۔ ایک تو یہ کہ یہ لوگ روپیہ بہت کماتے ہیں۔ مگر یہ کوئی ایسی خطا نہیں ہے جو اُن کو سرزنش کا سزاوار کرے۔ اور پیشوں میں ہمارے دلیس کے لوگوں کو بہت کم ملتا ہے۔ دوسرا سبب جو غالباً زیادہ

سلہ وہائٹ ہال لندن کی وہ شاہراہ ہے جس میں انڈیا آفس اور دیگر سرکاری دفاتر واقع ہیں اور کرامول روڈ ہال کی ایک سڑک ہے جس میں وہ مکان واقع ہے جو تازہ وارد ہندوستانی طلبہ کے چندروزہ قیام کے لیے آراستہ کیا گیا ہے۔

اہم ہی یہ بتایا گیا ہی کہ یہ لوگ ایک محکمہ سے دوسرے محکمہ کو اپیل کر کے مقدمہ بازی کو ترقی دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا الزام ہی جو غالباً ہر ملک میں وکالت پیشہ لوگوں کے بعض گروہوں پر صادق آسکتا ہی۔ اور اس ملک میں بھی ایک محدود معنی میں ہم اس کو مان لے سکتے ہیں۔ مگر اس نقاشی کا ایک دوسرا رخ بھی ہی۔ میں نے ایک بہت خیر خواہ وکیل سے جو متعدد خیر خواہانہ رسالوں کے مصنف ہیں جن کا ترجمہ انہوں نے انگریزی میں پرائیویٹ طور پر شایع کرنیکی غرض سے کرایا ہی اور جو خود انگریزی دانی کے الزام سے مبرا ہیں پوچھا کہ آپ کا خیال اس اتہام کی بابت کیا ہی۔ ان کی رائے یہ معلوم ہوئی کہ اس قبیل کی اپیلیں وکیلوں کی کسی مخصوص کھوٹاپن یا خودسری کیوجہ سے نہیں ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ بعض نوجوان جن کی نیک لیاقتوں میں قانون دانی ہمیشہ شامل نہیں ہوتی بہت ہی ضعیف اور اکثر قابل تمسخر فیصلے لکھا کرتے ہیں۔ پس اس سے ہم یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ہر ایماندار اور دیانتدار وکالت پیشہ شخص کا اپنے موکلوں کے حقوق کے لحاظ سے فرض ہی کہ عدالت بالا تک اپیل لیجانیکی ضرورت قباحت کو جاری رکھے۔ الّا اس صورت میں کہ اس ملک کا طریقہ عدل گستری از سر تا پا بدل دیا جائے اور ہر ایک شخص، جو کسی عدالت پر جاگزین ہو، بذات خود ایک قانون مان لیا جائے۔ میں اپنے مضمون کے اس حصّے میں فقط ایک لفظ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہی کہ یہ غل غپاڑہ زیادہ زور شور سے بیرسٹروں کے خلاف سنائی دیتا ہی۔ میں یہ کہونگا کہ میری طبیعت بہت جھنجلائی ہی اُن لوگوں سے جو بدون کسی علمی لیاقت کے، جس کی بنا پر وہ قانونی لیاقت کی تعمیر کریں، اور بدون اتنی استعداد کے کہ جو تھوڑا بہت قانون وہ پڑھتے ہیں اس کو سمجھ سکیں محض اُن علمی خلاصوں کے زور سے جو اُن کے دماغ میں زبردستی ٹھونس دیئے جاتے ہیں متعدد ناکامیابیوں کے بعد بارسٹروں کے زمرہ میں لے لیے جاتے ہیں میں

اور کسی مقام پر ایسی دردناک اور دلسوز تمثیلیں عمر اور قوا اور روپیہ اور وقت کی بربادی
کی نہیں دیکھی ہیں جیسی کہ ان گمراہ ہندوستانی نوجوانوں میں جو گویا ان پڑھ ہونے کے
برابر تھے اور جو گزشتہ سنوں میں اس طریق سے قانون کے پیشہ میں داخل ہو گئے ہیں
اسی بنا پر ہم کو قانون کی تعلیمی کونسل کا ممنون ہونا چاہیے کہ اس نے ایسے قواعد بنا
دیئے ہیں جنسے ابتدائی تعلیم کا ایک اچھا خاصہ معیار انگلستان میں قانون کے پیشہ میں
داخل ہونے کے لیے ضرور ہو گیا ہی۔ اسکی وجہ سے نو وہ نوجوان اور اس ملک میں انکے
والدین بہت سی کلفت اور مایوسی سے محفوظ رہیں گے۔ مگر جو کچھ میں نے پانچ برس کا عرصہ
ہوا اس ملک سے انگلستان واپس ہونے پر ایک ایسے عام مجمع میں کہا تھا جسمیں
بہت سے نوجوان ہندوستانی طالب علم موجود تھے وہی میں اب بھی کہتا ہوں۔ میں
نے اُس وقت کہا تھا کہ ہندوستان میں وکالت کے پیشہ میں حد سے زیادہ اژدہام
ہو گیا ہی اور اس میں اب جگہ نہیں رہی۔ مگر اس کا اطلاق صرف بیوقوفوں پر ہو سکتا ہی۔
جو لوگ درحقیقت قابلیت رکھتے ہیں ان کے لیے جگہ کافی ہی بلکہ اس سے فاضل۔ اس
قول سے میں آج تک سر مو نہیں ہٹا ہوں۔

مستقبل کا علی گڑھ ہم کو تین پہلوؤں سے مدد دے سکتا ہی کہ وقت اس میں ہی
کہ کس ترتیب سے ان کا تذکرہ کیا جائے۔ جو اہمیت میرے ذہن میں ہر پہلو کی ہی اس کو
میں اس ترتیب میں دخل دینا نہیں چاہتا مگر ایک سے زیادہ وجوہات کی بناء
پر میں علوم مشرقی سے آغاز کرتا ہوں۔ ہمارے ملک معظم نے فرمایا ہی کہ تم کو اپنے
قدیمی علم کی نگہداشت ضرور ہی۔ یہ ایک ایسی خدمت ہی جو خاص طور پر ہماری یونیورسٹی
کے لیے موزوں ہی۔ اکثر یونیورسٹیاں اوّلاً ابتدا میں ایسے رستہ پر چلتی ہیں کہ
جس میں ان کو رکاوٹ سب سے کم ہو جیسے کہ مانچسٹر اور لیڈس میں تجارتی اور حرفتی تعلیم
خصوصیت کے ساتھ اس وجہ سے دیجاتی ہی کہ وہی ان کے لیے کم سے کم رکاوٹ کی

راہ ہے۔ اسی طرح آپ علی گڑھ میں علوم مشرقی خصوصاً عربی اور دیگر سامی زبانوں کی ایسی درسگاہ بدون زیادہ وقت یا اخراجات کے قائم کر سکتے ہیں جو کئی پشتوں میں اپنی تحقیقات کی عمدگی کمال صحت اور غایریت کی بنا پر تمام دنیا میں اپنے مخصوص صیغہ میں مستند مانی جائے۔ یہ ایسا کام ہے جس کو آپ فوراً شروع کر دے سکتے ہیں۔ اور علاوہ بریں یہ ایک ایسا کام ہے جس میں خاص کر کے اس رضامندانہ اور روحانی اتحاد کی گنجائش ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ ہر سال یا دو دو تین تین سال میں آپ اُن تمام اسلامی درسگاہوں کو خواہ وہ لاہور، کراچی، بمبئی، میں ہوں یا دوسری جگہ، جنکی قابلیت کو آپ نے مان لیا ہو اور نیز علی گڑھ کو مشرقی ادب یا تاریخ کے کسی خاص صیغہ میں تحقیقات کے لیے کوئی مضمون دے سکتے ہیں جسمیں وہ سب کے سب مقابلہ کریں اور جس قسم کی لیاقت یا عمدگی اُن کے کام میں پائی جائے اس کی مناسبت سے ان کو انعام یا یومیہ اسکالرشپ عطا کیا جائے۔ اس کام کے لیے ایک ضروری بات یہ ہوگی کہ مقابلہ کرنے والوں کو انگریزی کی پوری لیاقت ہو اور وہ فرنچ یا جرمن بھی کارروائی کے موافق جانتے ہوں۔ مجرد مشرقی علوم کی لیاقت اعلیٰ صفت کی تحقیقات کے لیے کافی نہو گی جس کی وجہ بہت صریح ہے۔ یعنی یہ کہ جرمن اور فرنچ زبانوں میں علم کے اس صیغہ پر رسالے کا ایک انبار موجود ہے جس تک صداقت کے جویاں کو رسائی ہونی چاہیے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان اصولوں پر آپ فوراً مشرقی علوم کے لیے سندیں (ڈپلوما) دینا شروع نہ کر دیں۔ جن کو ندوہ کے علما بھی اگر چاہیں تو انگریزی اور جرمن بقدر ضرورت سیکھ لینے کے بعد فوراً حاصل کر سکتے ہیں۔ ان علما کے لیے علی گڑھ میں کلاس کھولنے چاہییں اور دو یا تین برس میں ان کو ضرورت ہی بخوبی سکھا دیا جا سکتا ہے۔ میں اس مقام پر فروعات سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ میری غرض فقط آپ کو جتا دینا ہے نہ کہ مکمل تجویز آپ کے سامنے پیش کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مشرقی علوم کے بعد دینیات کی تعلیم کا مسئلہ طبعی

طور پر آتا ہی کیونکہ اس صورت میں بھی ہم اسی رستہ پر ہیں جس میں رُکاوٹ کم ہے۔ مُسلم یونیورسٹی کالج میں ہم فوراً الہیات کی ڈگریاں دینا شروع کر دے سکتے ہیں جس کے امیدوار علی گڑہ کے طالب علم بھی ہونگے اور اُن تمام تاسیسوں (انسٹیٹیوشنز) کے بھی جو اس کے ساتھ اپنی رضامندی سے ملحق ہوں۔ مگر ہمکو لازم ہی کہ ہم ان ڈگریوں کو اپنی یونیورسٹی کے شایاں شاں بناویں اور ایسی کہ ان کی عزت ہر جگہ اُس تجربہ کی وجہ سے کیجائے جس کے بغیر وہ حاصل نہو سکیں گی اور جو ہمیشہ ان لوگوں میں پایا جائے گا جس کو وہ دیجاوینگی میرا خیال ہی کہ اسلامی الہیات (مسلم ڈوینٹی) کی باچلر کی ڈگری اور بالخصوص ماسٹر کی ڈگری کے لیے علاوہ اس کے مخصوص مضامین کے بہت اعلیٰ پایہ کی عربیت اور انگریزی کا اسقدر علم جو اُس کے جدید ادب کو بخوبی سمجھ لینے کے لیے اور انگریزی بآسانی لکھنے کے لیے کافی ہو، مشروط کر دینا چاہیے۔ مگر دیگر مذاہب کے اصول سے پوری واقفیت رکھنے کے علاوہ ان ڈگریوں کے لیے کسیقدر اعلیٰ اور بہت پکا علم، علم حیات (بائیالوجی) علم کیمیا (کیمسٹری) اور علم طبعیات (فزکس) کا بھی ہونا چاہیے تاکہ جس وقت مذہب کے برخلاف سائنس کی آواز بلند کیجائے تو وہ اسے سمجھ سکیں۔

بس یہ صاف ظاہر ہی کہ جو شخص ہماری الہیات کی ڈگری کا طالب ہوگا اُس کو اوائل ہی سے اس مضمون کو مخصوص کر لینا اور اپنا پورا وقت اس میں صرف کرنا پڑیگا وہی لوگ جن کو کسیقدر باطنی نور عطا ہوا ہی زندگی کے اس مشغلہ کی ہمت کرینگے۔

یہ ڈگری ان میں اسلام کی قسیس (مشنری) ہونیکی صلاحیت پیدا کر دیگی اور اُن حملوں کے رد کرنیکی جو روزمرہ ہر جانب سے اسلام پر کیئے جا رہے ہیں۔ مگر دینیات کے اس معیار کے ساتھ ایک اس سے ادنیٰ اور زیادہ عملی پیمانہ مذہبی تعلیم کا اُردو میں ہونا ضرور ہی جسکو مسلم یونیورسٹی کے ہر مسلمان طالب علم کے لیے لابد ہونا چاہیے۔ اس کی درسی کتابیں علی گڈہ کو دیگر تاسیسوں (انسٹی ٹیوشنز) سے جنکی وہ مادر مہربان ہوگی مشورہ

کر کے معین کرنا چاہیئے اور سب کے لیے یکساں ہونا چاہیئے۔ اس تعلیم کا معیار ایسا ہونا چاہیئے
کہ ہر طالب علم کو مذہب کی ضروری باتوں سے اور اس کے عملی فرائض سے کامل واقفیت حاصل
ہو جائے۔ یہاں پر مذہب اسلام کی اخلاقی اصول پر بہت زور دینے کی ضرورت ہے اور طالب علم
کو خود اپنی زبان میں کلام شریف کے محاسن اور اس سے جو سبق ہم سیکھ سکتے ہیں بتا دینا
چاہیئے۔ راستی اور راستبازی اور پاکدامنی کے فرض کو علمی اور عملی دونوں طریقوں سے سکھانا
چاہیئے۔ جس طرح پر کہ خیرات اور نماز اور روزہ کا فرض "اس خصوص میں صرف ایک لفظ میں
بطور تنبیہ کے عرض کرنا ضرور سمجھتا ہوں اور وہ ہے مذہبی اور فرقی ناروا داری اور اخلاقی
تنگ نظری سے احتراز کرنا۔ یاد رکھئے کہ اسپین میں عربوں کی تعلیمی کارپردازیوں کو فلپ
ثانی اور مذہبی تفحص (انکوئیزیشن) نے تباہ کیا۔ اسپین کے لوگوں نے بدعت کو مٹا دینے
کا ارادہ کیا اور حقیقت تعلیم کو مٹا دیا اور خود اپنے کو تباہ کرنے میں مدد دی۔" ہوشیار
رہیئے ایسا نہو کہ ہم ایک شمہ بھر بھی ان کا تتبع کریں۔ ہمارا مقولہ ہونا چاہیئے۔
"ازادانہ تحقیق"

قبل اس کے کہ کوئی دوسرا مضمون شروع کروں میں بہت زور شور سے اس رواج
پر اعتراض کرنا چاہتا ہوں جو یورپین مصنفوں میں جاری ہو گیا ہے اور جو بڑھ رہا ہے اور جس کے
بموجب وہ تعلیم جو گورنمنٹ کے اسکولوں اور کالجوں میں دیجاتی ہے "لامذہب" کے لفظ سے
نامزد کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ابھی تک گورنمنٹ مذہبی معاملات میں ایک عاقلانہ بے طرفی
کا برتاؤ کرتی آئی ہے۔ اگر میں اس مسئلہ پر کسیقدر غلو سے زبان کھولتا ہوں تو اس کی وجہ
فقط وہ غیظ نہیں ہے جو ہر صالح آدمی کو ایک ایسے بہتان پر آتا ہے جس کا بارہا استرداد ہو چکا
ہو۔ مگر جس کا پھر بھی ہمیشہ اعادہ کیا جاتا ہو۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ عملی طور پر اس کو اسلامی فرقہ سے
بہت کچھ تعلق ہے۔ جسوقت یہ مصنف کہتے ہیں کہ ہندوستانی انگریزی تعلیم "لامذہب"
ہوتی ہے تو اتنا اور بھی اس میں اضافہ کر دیتے ہیں کہ جن لوگوں کو یہ تعلیم دیجاتی ہے ان کے

دین و ایمان کی بناء متزلزل ہو جاتی ہی، اِن کے دلوں میں کسی چیز کی حرمت کا احساس باقی نہیں رہتا، اور اُن کے اخلاق پر بُرا اثر پیدا ہوتا ہی۔ قصہ مختصر وہ خود بھی لامذہب ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا بیان ہی جو واقعات کے بالکل خلاف ہی۔ باستثنا عیسائی پادریوں (مشنری انسٹیٹیوشنز) کے دینیات کی باقاعدہ تعلیم کل کی بات ہی اور تمام ہندوستان میں تقریباً ایک ہی کالج میں جاری ہی۔ یعنی علی گڑھ کالج میں حالانکہ سالہائے دراز سے گورنمنٹ کالجوں سے بی اے اور ایم اے وغیرہ ڈگری حاصل کیے ہوئے اور بغیر ڈگری والے سینکڑوں طلبہ پڑھکر نکل چکے ہیں جنکا اخلاق آئین نہایت اعلیٰ نمونہ کا ہی اور جنھوں اخلاق کے معیار کو گورنمنٹ کی خدمتوں میں بھی اور ہندوستان کے تمدنی اور خانگی زندگی میں بھی اعلیٰ کر دیا ہی۔ ان میں بے حد کثرت اُن لوگوں کی ہی جو اپنے ذہن میں اسیقدر ثابت قدم ہیں جتنا کہ پہلے کبھی بھی تھے اور ہر شئے اور ہر انسان کی خواہ وہ کسی قوم کا کیوں نہو حرمت کرتے ہیں اگر وہ حرمت کا مستحق ہو۔ اگر معاملہ میں کسیوقت شک کی گنجایش بھی تھی تو وہ جنگ طرابلس و بلقان کے آغاز کے بعد سے بالکل رفع ہو گیا ہوگا۔ ہاں انگریزی تعلیم سے یہ بیشک ہوتا ہی کہ لوگ روشن خیال ہو جاتے ہیں اور مذہبی مسائل پر خود اپنے ذہن سے کام لیتے ہیں اور ہمیشہ آنکھیں بند کر کے اُن لوگوں کی تقلید نہیں کرتے جو اُن سے قبل گزر رہے ہوں۔ اُن کا رجحان مذہب کے ابتدائی اور خالص اور سادہ شکل کی طرف ہوتا ہی اور اُن کو اس کی فکر ہوتی ہی کہ اگر اس میں کوئی مضر اختراعیں داخل ہو گئی ہوں تو اُن سے وہ پاک کر دیا جائے۔ جدید تعلیم اہل ایمان کو یہ سکھاتی ہی کہ اُن کے عقاید عقلی دلائل کے موافق ہیں نہ کہ اُن کے مخالف۔ وہ اُن اوہام پرستی کی بیڑیوں سے آزاد کر دیتی ہی۔ اور نیز بعض ایسے رسوم کی پابندی سے جنکا زور مذہبی عقاید کے برابر ہو گیا ہی۔ اسی قسم کی حالتوں نے عربوں کی روشن خیالی کے زمانہ میں فرقہ معتزلہ کو پیدا کیا۔ اسی قسم کی حالتوں نے یورپ میں آج کل کی خرمست ہیولاپرستی پیدا کر دی ہی اور سولہویں صدی

دولت سے ہر چیز کی حرمت کو مفقود کردیا ہے۔

جو کچھ میں نے کہا اُس کا عملی اثر بہت اہم ہے۔ آرام طلب اور ناعاقبت اندیش مسلمان والدین کے لیے سرکاری کالجوں اور اسکولوں کے لامذہب ہونے کا خیال اپنے لڑکوں کی تعلیم سے بالکل غافل ہوجانے کے لیے ایک بہت عمدہ عذر ہوجاتا ہے اور چونکہ آرام طلبی اور ناعاقبت اندیشی ایسے عیوب ہیں جن سے ہماری ساری قوم گھری ہوئی ہے اس لیے جن لڑکوں پر انکا اثر پڑتا ہے ان کی تعداد بہت کثیر ہے۔ پس والدین کو اس آسانی کے ساتھ اپنے فرض سے دل چرانے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ اگر وہ خود اتنی سادی مذہبی تعلیم نہیں دے سکتے جو اُن کے بچوں کے لیے ضروری ہے تو وہ یا تو کئی روپیہ مہینہ دے کے کسی ملا کو نوکر رکھ لیں یا اُس سے یا کسی دوست سے یہ کام بلا اُجرت نکال لیں ہم سے کہا جاتا ہے کہ علی گڑھ سے ایک سال میں سات سو لڑکوں کی بھرتی نہو سکی کیونکہ گنجائش نہ تھی۔ میں کہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کو کسی گورنمنٹ اسکول یا کالج میں داخل ہوجانا چاہیئے تاوقتیکہ علی گڑھ میں ان کے لیے جگہ بنائی جائے اور وہ باری باری سے ایک ایسے رجسٹر سے جس پر ان کے نام علی الترتیب درج ہوں داخل کیئے جاویں۔

لفظ یونیورسٹی کی بہت سی تعریفیں بلکہ توصیفیں کی گئی ہیں۔ جن سے صرف ایک شخص واحد کی طبیعت کا جوش یونیورسٹی کے کسی رُخ یا کسی خصوصیت کی جانب ثابت ہوتا ہے۔ مگر ان میں سب میں یہ وصف ہے کہ یہ عاقل کے لیے اشارہ کا کام دیتی ہیں، مثلاً ان دو مقولوں کو لیجئے بقول کارلائل "یونیورسٹی کتابوں کے مخزن کو کہتے ہیں" اور زیادہ جدید خیال کے موافق "تجربہ خانوں (لاباریٹری) کے مجمع کو کہتے ہیں" یہ دونوں تعریفیں ہمارے کام کی ہیں یہ اسباب کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ زمانہ مستقبل کے علی گڈھ اسلامی دار العلوم کے پایگاہ میں عمدہ کتب خانے اور عمدہ تجربہ خانے

(لابارٹری) ضرور ہونی چاہئیں۔ ورنہ اس کو اپنے مقصد میں ناکامیابی ہوگی۔ بغیر ایک اوّل درجے کے کتب خانہ کے جس میں قدیم اور جدید کتابیں اور نوتی رسالہ موجود ہوں آپ قدیم علم کی نگاہداشت کر سکتے ہیں نہ کوئی ایسی تحقیقات جو اس نام کی سزاوار ہو۔ آپ کو ضرور ہو کہ اپنے ملک کی قلمی کتابوں کی حفاظت کا بار اپنے اوپر لیویں۔ کیونکہ ایک نہ ایک طریق سے وہ اس ملک سے مفقود ہوتی جاتی ہیں۔ علاوہ بریں آپ کو اس ایک آن میں مغربی علوم کی ترقی میں سعی وافر کرنا ہی اور اس زمانہ میں کوئی یونیورسٹی مکمل نہیں قرار دیجا سکتی تا وقتیکہ اسمیں علوم و فنون کے ہر اہم شعبہ کی تعلیم کا سامان مہیا نہو اور تا وقتیکہ اسمیں نئی تحقیقاتیں کرنیکا پورا موقع نہ دیا جائے اور مغربی علوم (سائنس) کی تحقیقاتوں کے لیے صرف اچھا کتب خانہ ہی درکار نہیں ہی۔ بلکہ اچھا تجربہ خانہ۔ (لابوریٹری) اس معاملہ میں آپ سے کیا ہو سکے گا۔ ؟ یہ بہت کچھ اس پر موقوف ہی کہ آپ کارروائی کیونکر شروع کرینگے اور کسقدر روپیہ اس پر خرچ کر سکیں گے۔ آپ اُس کمالیت کی توقع نہیں کر سکتے جو آکسفورڈ کی باڈلین لائبریری کو حاصل ہی۔ وائنا یونیورسٹی کے کتب خانے میں بھی (جس کا نمبر شاید پانچواں یا چھٹا ہو) سات لاکھ کتابیں ہیں مگر یونیورسٹی کی سالانہ آمدنی بھی چھتیس لاکھ روپیہ ہی اور اُسمیں چھ ہزار طالب علم ہیں جنمیں سے تین ہزار قانون پڑھتے ہیں۔ جملہ معترضہ کے طور پر میں اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ ان طلبہ کا قانونی علم غیر قانونی مشاغل کے لیے بھی بہت عمدہ مکتب ثابت ہوتا ہی۔ مگر ان اعداد سے آپکو مایوسی کی وجہ کوئی نہیں۔ ہماری یونیورسٹی میں جس وقت کہ اسکول کے لڑکوں کے لیے علیحدہ انتظام ہو جائے گا اوائل میں تعداد اتنی کثیر نہو گی۔ ہم پانچ یا چھ سو طلبہ کے لیے انتظام کرنا شروع کر سکتے ہیں اور چند سال کے بعد تعداد کو ہزار تک پہنچا سکتے ہیں۔ جس جماعت میں سات کروڑ آدمی ہوں اُس کے لیے یہ کوئی بات نہیں ہی۔ جو جمہور زیورچ کی یونیورسٹی بناتی ہی وہ تعداد میں صرف ساڑھے تین لاکھ ہی اور رقبہ میں

میں سات سو مربع میل سے کم بازل کی آبادی جو ایک لاکھ سے کم ہی اپنی یونیورسٹی بنا رہی ہی۔ علاوہ بریں بازل کے عرفی مدارس دنیا کے بہترین مدارس میں شمار کیے جاتے ہیں (ڈاکٹر چارلس فرانکلن تھنگ ایل ایل ڈی)

علیگڈہ کے تجربہ خانوں کے لیے آپ کو کیمبرج کے کاونڈش لابوٹیری سے بہتر نمونہ نہیں مل سکتا ہی کیونکہ باوجودیکہ اُس کی عمارت بے ڈھنگی ہی دنیا بھر میں اس سے فایق شاید کوئی دوسرا تجربہ خانہ (لابورٹری) نہیں ہی۔ ایک اور سمت ایسا ہی جس میں آپکا خرچ جس وقت کہ آپ یونیورسٹی قایم کرینگے بہت بڑھ جاویگا۔ یعنی معلموں کے مہیا کرنے میں۔ اس مضمون پر مجکو بہت کچھ کہنا ہی۔ مگر آج مجکو اختصار سے کام لینا ضروری کیونکہ آپکے صبر پر میرا حملہ حد سے زیادہ تجاوز کرچکا ہی اس زمانہ میں کوئی یونیورسٹی اس نام کی سزاوار نہیں ہی اگر اس کی روایتوں میں بڑے بڑے مشاہیر کے نام استاد کی حیثیت میں ورثہ کی طرح نہ چلے آئے ہوں۔ چنانچہ مثلاً لائڈن اور برلن کی یونیورسٹیوں میں یا بعض انگلستان کی یونی ورسٹی میں پایا جاتا ہی۔ علاوہ اُن فایق نوجوانوں کے جسکی خدمتیں ہم کو آج حاصل ہیں آپ کو ایک رتبہ کے معلّم بُلانے ہونگے جن کی آپ کو فی الحال ضرورت نہیں ہی۔ میری مراد ایسے لوگوں سے ہی جو علم کے کسی خاص شعبہ میں کوئی کارنمایاں دکھا چکے ہوں اور امتیاز کے ساتھ انگلستان یا امریکہ یا یورپ کے یونیورسٹیوں میں تازہ تقرریافتہ (جونیئر) معلم کی حیثیت میں پڑھا چکے ہوں۔ اس مقام پر جگہ اتنی نہیں ہی کہ میں تفصیلوار بہ تفریق ان کے بھرتی کرنیکی مناسب تدبیروں سے بحث کروں۔ لیکن اگر علی گڑہ کالج کے منتظمین کو خواہش ہو تو جو کچھ مجکو اس مضمون پر کہنا ہی وہ آپ کی خدمت میں حاضر کرنے کو موجود ہوں۔ ایک بات البتہ مجکو فوراً کہنے کی ضرورت ہی اور وہ یہ کہ ہم کو جو حال کا دستور نقد عطیہ دینے کا ہی اس کے عوض اپنے پروفیسروں اور معلموں کے لیے پنشن کا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ بیشک اس کے لیے

ہم کو انگلستان کے کسی اچھے محاسب کی ضرورت ہوگی جو اس تجویز کو عملدرآمد کے قابل
بنا دے۔ مگر میرا خیال ہے کہ خرچ میں جو اضافہ ہوگا وہ اتنا نہ ہوگا کہ اس کارروائی کا مانع ہو۔
اور اس سے حاصل یہ ہوگا کہ ہم تو اپنے اسٹاف کے تقرر میں گورنمنٹ ہند سے مقابلہ
کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔ ایسی صورت میں علی گڑھ زیادہ ترغیب دے سکے گا بہ
نسبت سرکاری نوکری کے۔ کیونکہ وہاں ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبادلے میں
اور گراں شہروں میں قیام کرنے میں بہت کچھ روپیہ صرف ہوجاتا ہے آیندہ سے جب ہم
گورنمنٹ کے مقابلہ میں سودا کرتے ہوں تو ہم کو چاہیے کہ ہم علی گڑھ کی ایسی خوبیوں پر زور
ڈالیں اور موزوں الفاظ میں اشتہارات کے ذریعہ سے شایع کریں۔ مگر میں اپنے محکم
عقیدہ کے طور پر اتنا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی عمدہ نوکریوں میں کبھی
اصلی اصلاح نہ ہوگی۔ الا ایک ایسے مقابلہ کے امتحان کے ذریعہ سے جس کا دروازہ
ہر شخص کیلئے کشادہ ہو۔ موجودہ حالت میں اکثر صورتوں میں اتفاق وقت ہی اس کا
باعث ہوتا ہے کہ ایک نوجوان آدمی مدرسی کے پیشہ کو اختیار کرے۔ کھلے ہوئے
مقابلہ کے امتحان کی موجودگی میں بہتیرے کم عمر لوگ بہت پہلے سے ارادہ مصمم کرلینگے
اور ایک باعزت اور دلکش مسلک کے لیے اپنے کو تیار کرینگے جس سے اس صیغہ
ملازمت کو بھی فایدہ ہوگا اور خود امیدوار کو بھی۔ مگر اب ہم کو یہ مضمون ختم کرنا چاہیے۔

علوم ریاضیہ (سائنس) اور حرفتی تعلیم (ٹیکنکل ایجوکیشن) کے بارہ میں بھی مجکو
بہت کچھ کہنا ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتا چونکہ وقت تنگ ہے لیکن اسقدر تو یہیں اور فوراً کہدیتا
ہوں کہ یہ خاص اور ایک ایسا معاملہ ہے جس میں ہماری یونیورسٹی قوم کو اکسیر کا کام دے
سکتی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اب ایک کثیر تعداد ہندوستان کے نوجوانوں کی جن میں
گاہے ماہے کوئی مسلمان بھی ہوتا ہے انگلستان اور یورپ کو مخصوص حرفتی مضامین کے
سیکھنے کے لیے جانے لگی ہے جن کے لیے بہت اعلی اور بہت عملی علم کیمسٹری اور

فزکس کا درکا ہے۔ ان میں سے قریب قریب بلکہ شاید میں کہہ سکتا ہوں کہ سب کے سب اس علمیت میں بہت خام ہوتے ہیں۔ جس کی ضرورت ایسے مخصوص تجربہ خانوں میں ہوتی ہے جو خاص کرکے ہنیٹوں کے لیے ہوتے ہیں اور جدید تحقیق اور انکشاف کے لیے جس کی اس تجارتی شکایت کے زمانہ میں اشد ضرورت ہے ان کی معلومات اور بھی ناکافی ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے ان کو بہت سا قیمتی وقت اور بہت روپیہ انگلستان میں ایسی چیزوں کی تحصیل میں ضایع کرنا پڑتا ہے جن کو انہیں لازم تھا کہ قبل روانگی کے اپنے ملک میں سیکھ لیتے۔ ایسے موقعوں پر علی گڈہ ان کی دستگیری یوں کر سکتا ہے کہ جو لوگ کسی خاص حرفتی تعلیم کی نیت کرلیں ان کے لیے کیمسٹری اور فزکس کے کلاس ہنیٹوں کے درجہ کے برابر کھولدے اس کی ایک مجسم مثال میں آپ کے سامنے پیش کرونگا۔ چند سال سے مجکو انگلستان میں اُن لوگوں سے بہت دلچسپی رہی جو روغنیات کے مضمون میں تحقیقاتیں کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے ملک میں قسم قسم کے بیج اور دیگر اشیا جن سے روغن نکلتا ہے بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ ان نوجوانوں کو اس ملک میں اس کے کارخانے جاری کرنیکی غرض سے اس مضمون کی حرفتی تفصیلوں سے گہری دلچسپی تھی۔ مگر چونکہ ان سائنس کا وہ ابتدائی علم جس کی ضرورت تھی نہیں حاصل تھا اس لیے اُن کو انگلستان میں چند سال اسکی تحصیل میں ضایع کرنی پڑے۔ علی گڈہ میں جسقدر کی اُن کو ضرورت تھی وہ سب سکھا دیا جا سکتا تھا۔ بغیر اس کے کہ وہ ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی ڈی ایس سی۔ بی ایس سی وغیرہ امتحانات کے گورکھ دہندے میں پھنس جاویں۔ مخصوص حرفوں کے اس قسم کی تیاری کے کلاس جسقدر ممکن ہو علیگڈہ میں کھولنا چاہئیں اور جو کوئی طالب علم کمسٹری یا فزکس میں مخصوص تحصیل کرنا چاہتا ہو اُس کو اس میں داخل کرنا چاہیئے۔ بشرطیکہ جتنی ابتدائی انگریزی کی اس کے لیے ضرورت ہے وہ جانتا ہو۔ مناسب یہ ہے کہ ان کلاسوں میں فقط ہمارے بمبئی، رنگون، دہلی، کلکتہ وغیرہ کے بڑے بڑے ہندو مسلمان یا

عیسائی کارخانوں کے نونہال داخل ہوا کریں۔ یا قلادہ لوگ جسکو ہندوستان واپس آنے کی بعد جس قدر سرمایہ کی ضرورت ہو ل سکے۔ مگر نئی حرفتوں کے قایم کرنے کے لیے فقط سرمایہ ہی نہیں درکار ہوتا ہی جن لوگوں کو اس کا حوصلہ ہی کہ اپنے ملک کی اقتصادی (اکونامک) حالت کو ترقی دیں اُن کی تربیت کا ایک ضروری حصہ یہ ہی کہ ان کو عظیم الشان مالی معاملات اور مالی نظم و نسق سے ارتباط حاصل ہو۔ اسی وجہ سے میں نے یہ کہا کہ ان کلاسوں کے لیے سب سے زیادہ موزوں اگر مسلمانوں ہی کا ذکر کیا جائے تو ایسے گھرانوں کے نونہال ہونگے جیسے کہ بمبئی میں سر کریم بھائی ابراہیم یا سر آدم جی پیر بھائی ہیں۔ یا رنگون میں جمال برادرس یا ملا دادہ اینڈ سنس۔ ان نوجوانوں کو یونیورسٹی کی تعلیم کے لیے وقت بھی نہیں ہی اور اس کی خواہش بھی نہیں۔ مگر میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ یہ بخوشی اس ملک میں کمسٹری اور فزکس کی اعلیٰ طبقہ کی تعلیم حاصل کرنے کو آمادہ ہونگے قبل اس کے کہ وہ ہندوستان سے باہر اپنے مضمون کی مخصوص حرفتی حصہ کو سیکھنے کے لیے ہندوستان سے باہر جاویں۔ نباتی یا حیوانی روغن کی کمسٹری۔ معدنی نیل کی۔ کھار قلیا (الکلی) کی صابون کی دوائیات و اور بیشمار تجارتی مرکبات کی کمسٹری فوراً ذہن میں آتی ہی۔ یا فزکس کے علم کا سیکھنا عملی میکانیکل اور الکٹرکل انجنیری کی تیاری کے طور پر۔

جو میں نے اوپر کہا ہی اس سے فن تجارت کی ڈگریاں جو وسطاً انگلستان کی یونیورسٹیاں دیتی ہیں مستثنیٰ ہیں۔ ہر ایک شخص ان کو حاصل کر سکتا ہی اور اگر ابتدا میں خود اس کے پاس سرمایہ نہو تو بڑے تجارتی گھروں میں نوکری کر سکتا ہی۔ مگر میں کسی مسلمان طالب علم کو ان ڈگریوں کے حاصل کرنیکی ترغیب دینے میں کامیاب نہوا۔ اگرچہ بعض ان میں سے آسودہ حال تھے اور ایک ایسے باپ کے بیٹے تھے جن کی لکھوکھا روپیہ کی تجارت ہوتی ہے۔

اس قسم کی کلاس علی گڈہ میں نوجوانوں کو سول سروس اور انگلستان کی یونیورسٹیوں کے امتحانات کی طیار کرنے کے لیے کھولنا چاہیئے اور اور انگلستان کے قانونی امتحان کے لیے۔ اگر یہ امتحان لاطینی کے اضافہ کی وجہ سے اور بھی مشکل کر دیا جائے۔ مگر اس بحث کی تفصیلات کو بھی میں کسی اور موقع کے لیے محفوظ رکھتا ہوں۔

اسی مسئلہ سے چسپاں ہمارے لڑکوں کی انگلستان کی تعلیم کا مسئلہ ہی جو حال میں انڈیا آفس کی دست اندازی سے اور انگلستان میں جو ہندوستانی طلبہ ہیں ان کی نگرانی کے لیے ایک بڑے اور گراں محکمہ کے قایم مقام کرنے سے نہایت پیچیدہ ہو گیا ہی مگر در حقیقت بعد اس کے کہ وہ کرامول روڈ والے مکان سے جہاں اُن کا ہنگامی مقام بود و باش ہوتا ہی چلے جاتے ہیں تو اُن کی نگرانی محکمہ کے امکان سے ماہر ہو جاتی ہی۔ اس پورے محکمہ کی بنا سیاسی (پولیٹکل) معلوم ہوتی ہی اور اس قیام پر میں اس کے بارہ میں کچھ اور کہنا نہیں چاہتا۔ علاوہ بریں جو انگلستان کی قدیم یونیورسٹیاں ہیں اُن کے اکثر کالجوں نے ہندوستانی طلبہ کی تعداد کو بہت سختی کے ساتھ محدود کر دیا ہی اور عموماً اُن کو سرکاری ہی وسائل کے ذریعہ سے بھرتی کرتے ہیں پس اب حالت یہ ہو گئی ہی کہ جو طالب علم انگلستان میں پہنچتا ہی اور کسی یونیورسٹی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ اکثر ایسی کس مپرسی کی حالت میں گرفتار ہو جاتا ہی جو قابل رحم ہوتی ہی۔ وہ اکسفورڈ یا کیمرج کے کسی کالج کے ذی اختیار حکام کے پاس جاتا ہی تو وہ اس سے کہتے ہیں کہ تم سرکاری ذریعہ سے آؤ۔ جو سرکاری ذریعہ والے ہیں وہ اُن سے کہتے ہیں کہ کوئی جگہ خالی نہیں ہے لیکن اگر کسی کالج کے حکام ہم کو تمہارے بارہ میں لکھیں گے تو ہم اُن کو مناسب جواب دیدینگے بعض ڈاکٹری کی درسگاہوں نے بھی اب ہندوستانی طلبہ کے لینے سے انکار کرنا شروع کر دیا ہی یا ان کے ساتھ اتفاقانہ سلوک نہیں کرتے۔

یہ ایک ایسی صورت حال ہی کہ جسکی اصلاح ضرور ہی۔ پہلے تو ہم کو یہ دیکھنا ضرور ہی

کہ ہم سے خود انگلستان میں کیا ہو سکتا ہے۔ آخر ہم بھی برٹش گورنمنٹ کی رعایا ہیں اور لارڈ مارلے نے ایک موقع پر ہوس آف لارڈس میں بہت سچ کہا کہ آپ حضرات کی ایک ہی شاہنشاہی (امپایر) ہے اور وہ ہندوستان ہے۔ ہندوستانی طالب علم جرمنی اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں بخوشی منظور کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کی طرف ہم کو اسوقت لوٹ جانی چاہیے جب ہم کو کوئی اور چارہ باقی نہ رہے۔ اس وقت تک ہمارے نوجوانوں نے اپنی توجہ کو قدیم اور باعتبار یونیورسٹیوں تک محدود رکھا ہے توجہ ان کی تاریخی تعلقات اور یونیورسٹی کے زندگانی کے جس کا پورا فائدہ اب ان کو شاذ و نادر حاصل ہوتا ہے۔ آیندہ کے لیے میرے خیال میں ان کو زیادہ توجہ لندن یونی ورسٹی اور صوبہ جاتی یونیورسٹی کی طرف کرنا چاہیے جن میں سے اکثر میں تعلیم درحقیقت نہایت عمدہ ہوتی ہے خصوصاً ڈاکٹری اور انجنیری کی اور شاید ہمارے نوجوانوں کی ضروریات کے لحاظ سے یہ زیادہ موزوں بھی نہیں۔

ہم کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ سوائے بارسٹری کے اور پیشوں کے لیے اور ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم کے لیے سوا انگلستان کے اور ملک بھی ہمارے لیے موجود ہیں۔ لہٰذا جب ہم لڑکوں کو انگلستان بھیجیں تو ہمکو چاہیے کہ ہم انگلستان کا ایک نعم البدل کوئی ملک ان کے لیے تجویز کردیں جو اس صورت میں کام آئے جب وہ وہاں دروازے مسدود پائیں جرمن یونی ورسٹیاں درحقیقت اُن لوگوں کے لیے زیادہ تر موزوں ہیں جو کسی انگلستان کی یا امریکہ کی یونی ورسٹی میں تحصیل کر چکے ہوں۔ جن لوگوں کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہے اُن کے ساتھ میں اسپر اور گفتگو کرنے کو آمادہ ہوں۔

عورتوں کی تعلیم کے بارہ میں اب وہ زمانہ گذر گیا ہے کہ مجکو آپ کے سامنے اس مضمون پر وعظ و پند کرنیکی ضرورت ہو۔ اس کا پورا اعتراف ہو گیا ہے کہ قومی ترقی کے لیے یہ صرف مقصد ہی نہیں بلکہ لابد ہے۔ اس حدیث شریف کی میں تکرار کرتا ہوں

کہ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ۔ علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت۔ اس معاملہ میں آپ کے دو فرض ہیں۔ اوّل تو یہ فیصلہ کرنا کہ لڑکیوں کو کس قسم کی تعلیم دینی چاہیے۔ کیونکہ وہی تعلیم جو لڑکوں کو دی جاتی ہے اُن کو نہیں دی جا سکتی۔ حیدرآباد نے جو لڑکیوں کی تعلیم میں ترقی کی ہے اس کی وجہ سے وہ تہنیت کا سزاوار ہے اور اس منچلے شہر سے آپ اس معاملہ میں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ میں آگے یہ بھی مشورہ دونگا کہ آپ حیدرآباد کی بعض تعلیم یافتہ بیبیوں سے التجا کریں کہ وہ علی گڑھ آن کر بود و باش اختیار کریں اور اپنے وقت کا ایک حصّہ صابئنی کے ساتھ اور صرف شفقت کی نظر سے وہاں کے زنانہ مدرسہ میں کسی کلاس کے پڑھانے میں صرف کریں۔ اجرت پانے والے سربراہکاروں اور معلموں پہ بالکل تکیہ کرنا کوئی کام کی بات نہیں ہے۔ قوم کی روشن خیال بیبیوں کو یا تو لڑکیوں کی یا اُن کی اُستانیوں کی تعلیم میں حصہ لینا چاہتے۔ کیونکہ عموماً استانیوں کو ایسے مضامین کا علم کم ہوتا ہے جیسے کہ حساب ہے یا جغرافیہ، یا تاریخ۔ آپ کا دوسرا فرض یہ ہے کہ جہاں کہیں لڑکیوں کی تعلیم ایسے لوگوں کے ہاتھ میں پڑگئی ہو جو واجبی آزمایش کے بعد کوئی نتیجہ نہ دکھا سکے ہوں اور جو اپنے وقت اور اپنی قوتوں کو صرف اس مضمون پہ باتیں بنانے میں یا تحریریں لکھنے میں ضایع کرتے ہیں اُن سے اُن کو نجات دینی چاہیئے۔ باتیں بنانے کی مہلک عادت کا اب وقت ہم کو نہیں رہا۔ عملی کام کی آمد میں بہت دیر ہوچکی ہے۔ اُٹھیے کام کیجیے اب دیر نہ کیجیے!

یہ گمان نہیں کرنا چاہتے کہ یونیورسٹیوں کو ابتدائی تعلیم سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برخلاف ابتدائی تعلیم یونیورسٹیوں کو غذا پہنچانے کے لیے ضرور ہے مگر ہمارے ہاں یہ ہماری تعلیمی کانفرنس کا خاص محکمہ ہوگیا ہے اور اس کے لائق اور پرجوش اور انتھک آنریری جائنٹ سکریٹری میرے قابل قدر دوست صاحبزادہ آفتاب احمد

ہونا چاہیے اب ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ خیال بہت پھیلا ہوا ہو۔ خصوصاً ان لوگوں میں جن کا شمار ابھی تک نوجوانوں میں ہو کہ کالج کے موجودہ طریقۂ حکومت اور ٹرسٹیوں کے انتخاب کے طریقے میں بعض باتیں ایسی ہیں جو قابل اطمینان نہیں ہیں۔ اس مسئلے کا لب لباب حق رائے زنی (فرانچیس) کا مسئلہ ہو جاتا ہو۔ کالج یا یونیورسٹی کے معاملات میں رائے دینے کا حق کس کو ہونا چاہیے؟ اس وقت یہ حق حال کے ٹرسٹیوں تک محدود ہو اور جگہ خالی ہونے پر وہی نئے ٹرسٹی منتخب کرتے ہیں۔ جو لوگ ابھی نسبتاً عمر کم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حق رائے زنی (فرانچیس) زیادہ وسیع ہونا چاہیے۔ مگر یہ ظاہر ہو کہ حد فاصل کہیں نہ کہیں بنانی پڑیگی۔ ایسے معاملے میں تمام عالم کو رائے دینے کا حق نہیں دیا جاسکتا ہو۔ یہ تو ایسا ہوگا کہ گویا فوج کی کمان سپاہیوں یا رعایا کے دوست ہوا کرے بعض لوگوں نے یہ صلاح دی ہو کہ تمام ملک کے بڑے بڑے مرکزوں میں ایسی انجمنیں قائم کرنی چاہئیں جو نمایندہ ہوں اور جن کو ایک ایسے قائم مقام کے انتخاب کا حق حاصل ہو جو کالج کے معاملات میں ووٹ دیوے۔ لیکن دشواری اس امر کے فیصلہ کرنے میں ہوگی کہ وہ کون انجمنیں ہونگی اور کن مرکزوں میں ہو۔ مسلم لیگ میں جو کچھ ہو چکا ہو اس سے ہمکو کسی قدر تجربہ اس کا ہو گیا ہو کہ اس میں کس قسم کی آپس کی نزاعوں کے برپا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ایسے قضیے کے منطقی نتیجے کا مہمل ہونا ہم پر اُس وقت ثابت ہو جاتا ہو جب ہم اس امر کے امکان کا تصور کرتے ہیں کہ شریر لوگ ہیچ پوچ لوگوں کی تمام نہاد انجمنیں قائم کرلیں اور کالج یا یونیورسٹی کے معاملات میں دخل دینے کا ادعا کریں

ان وجوہات سے میں اس مسئلہ پر ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں جو میری رائے میں ہم خرما و ہم ثواب کا حکم رکھتی ہو۔ میرا خیال ہو کہ ہم سب کے سب اس مقولے سے آشنا ہیں کہ "نیابت نہ دو تو خراج نہ لو"۔ میں کہتا ہوں کہ ہم اس قضیے کو مقلوب کرلیں اور اس مسئلے میں اس کے برعکس پر عمل درآمد کریں یعنی "خراج نہ دو تو نیابت نہ لو"

میرے پاس آپکے سامنے پیش کرنے کو کوئی قطع برید کی ہوئی تجویز موجود نہیں ہے بلکہ محض چند اشارے۔ سب سے پہلا تو یہ ہے کہ جتنے مرکزوں میں ممکن ہو ایسی انجمنیں قائم کی جائیں جنکے نام ہوں مسلم یونیورسٹی (یا مسلم یونیورسٹی کالج) کی انجمن حق رائے زنی (فرانچیز ایسوسی ایشن) کسی ایک انجمن کے ممبروں کی تعداد فرضاً بارہ سے کم نہونی چاہیے اور ہر ممبر کو لازم ہوگا کہ کالج یا یونیورسٹی کو سالانہ چندہ دیا کرے جس کی رقم ایک روپیہ سے کم نہو۔ ایسی ہر ایک انجمن کو ایک نمایندے یا نائب کا استحقاق ہوگا۔ اگر کسی انجمن کے ممبروں کی تعداد اتنی ہو کہ بارہ کو کسی عدد سے ضرب دینے سے وہ تعداد نکلے تو نائبوں یا ووٹوں کی رقم کو بھی اسی عدد سے ضرب دینا ہوگا۔ خارج نہ تو نیابت نہ لو۔ کے قاعدے سے خود ٹرسٹی صاحبان بھی مستثنیٰ نہیں رہینگے۔ ہر ایک ٹرسٹی کو لازم ہوگا کہ یونیورسٹی کو یا کالج کو کم سے کم ایک سو روپیے سالانہ کا چندہ دیں تو جس عرصہ میں کہ کسی ٹرسٹی یا جن انجمنوں کا ذکر ہوا ہے اُنکے کسی ممبر کے ذمہ چندے کا بقایا واجب ہو اس عرصہ میں اسکو ووٹ دینے کا حق نہیں ہونا چاہیئے۔ اور ایک معقول مدت کے بعد اگر پھر بھی اس کا چندہ وصول نہو تو اسکو ٹرسٹی یا انجمن کا ممبر جیسی کہ حالت ہو نہیں رہنا چاہیئے۔ اس تجویز کے پیش کرنے میں مجکو بہت کم پس وپیش اس وجہ سے ہے کہ میں خود متمول گروہ میں شامل نہیں ہوں۔ اسپر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے سخت قاعدہ کیوجہ سے ہماری قوم کے بعض بہت لائق لوگ رائے زنی کے استحقاق سے خارج ہو جائینگے۔ مگر زندگی میں ذرائع کے محدود ہونیکی وجہ سے جو مصیبتیں روزمرہ دکھائی دیتی ہیں اُنکے مقابل میں یہ کچھ بھی نہیں ہے کسی کالج یا یونیورسٹی کے معاملات میں رائے زنی کا حق پھر بھی ایک غیر ضروری نعمت ہے اور سو روپیہ سال ایک ایسی قلیل رقم ہے کہ گویا ایک خدمتگار کی تنخواہ کے برابر ہے بہت مستثنیٰ حالتوں میں قوم کے متمول افراد اس کا انتظام کر سکتے ہیں کہ کسی لائق لیکن تنگدست بھائی کا چندہ

ادا ہو جائے

حضرات! ہمکو اپنی تعلیمی ضرورتوں کے لئے روپئے کی اشد ضرورت ہی اور یہ ایک نہایت سیدھا سادہا اور باثر طریقہ اُس کے حاصل کرنے کا ہی اس سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ ہمیشہ کے لئے حق رائے زنی کے بارہ میں جو کچھ شکستہ دلی اسوقت ہی ایکبارگی دفع ہو جائگی۔

ایک سو بیس ٹرسٹیوں سے ہمکو سال میں بارہ ہزار روپیہ ملا دیگا اور یہ ایک ایسی رقم ہی جس سے تین طالب علم انگلستان کو تعلیم کیواسطے بھیجے جاسکتے ہیں یا ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کے پروفیسر کی تنخواہ ادا کی جاسکتی ہی۔ اور اگر حق رائے زنی کی مدعا میں درحقیقت کچھ جان ہی تو چاہئیے کہ اس ذریعے سے ہم اس سے بھی بڑی رقم اپنی آیندہ یونیورسٹی کے لیے جمع کرلیں۔

میرا خیال ہی کہ جو کچھ مجکو اس بارے میں لکھنا تھا کہ رضامندانہ عملی یعنی روحانی الحاق کو تمام ہندوستان کی مختلف اسلامی درسگاہوں میں کس طریق سے پیدا کرنا چاہئیے وہ میں پہلے سے کہہ چکا ہوں۔ ان میں بعض کا اگر پھر شمار کیا جاوے تو وہ یہ ہیں۔ اسکول کے اور بی لے سے نیچے کے درجوں میں واحد مضامین انشا پردازی کے واسطے جس کے لئے انعام اور ریوئے (اسکالرشپ) جس کے ملنے کا حق سب کو ہو۔ ان میں سے جو اونچے درجوں میں ہوں یا ڈگری حاصل کرچکے ہوں اُنکے واسطے مخصوص تحقیقاتوں کے لئے واحد مضامین۔ استادوں کا تبادل جیسا کہ جرمن یونیورسٹیوں اور امریکہ کی مشہور ہارورڈ اور کولمبیا یونیورسٹیوں کے مابین ہوا کرتا ہی۔ طالب علموں کا تبادل جیسا کہ امریکہ اور انگلستان کے مابین ہوتا ہی۔ درسی کتابوں کا واحد ہونا اور مشرقی علوم کی تعلیم میں دستورالعمل کا ایک ہی ہونا ایک ہی۔ لکچر دینے والوں اور واعظوں کا مختلف تاسیسوں میں دورہ کرنا۔ کھیل اور ورزش

ہیں اسیقدر مقابلۃً جتنا کہ دماغی کام ہیں۔

میں نے آپکو یہ دکھا دینے کی کوشش کی ہی کہ ہم ایک غیر سند یافتہ یونی ورسٹی کو نہایت بکار آمد قومی تاسیس بنا سکتے ہیں۔ سند (چارٹر) سے آپ کو اسیقدر حاصل ہو سکتا ہی کہ آپکی ڈگریاں سرکاری ملازمت اور وکالت کے امتحان کے لیے مان لیجائیں۔ ان کے لیے آپ کو اسوقت بھی الہ آباد یونی ورسٹی کے وسیلے سے کام نکالنا ہوگا۔ مگر اگر آپ سمجھ ہو کر اور استقلال کے ساتھ اس پر کمر باندھ لیں کہ جو لوگ آپکے ہاں سے بدلکر نکلیں وہ سرکاری تاسیسوں کے برآوردہ اشخاص سے علم میں، معقولیت میں، تمیز میں، ملنساری کے مادہ میں، انتظامی مادی میں اور وفاداری میں فایق ہوں تو ممکن نہیں کہ گورنمنٹ مدت تلک اُن کی حق شناسی سے انکار کرے۔

آپ یہ بھی ملاحظہ فرماوینگے کہ اُن اصلاحوں۔ درستیوں۔ اختراعوں اور ترقی کے خیالات میں سے جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہی کوئی ایسا نہیں ہی جو وجود میں لایا جا سکے الّا اس صورت میں کہ آپ کو اپنی آمدنی اور خرچ اور انتظام پر پورا اختیار ہو۔ اسی وجہ سے آپکو کبھی ایسی یونی ورسٹی نہیں منظور کرنی چاہیئے جسمیں آپ کا ہر فعل منسوخ کر دیا جا سکے۔

خاتمے میں میں چاہتا ہوں کہ جسقدر سرگرمی میرے امکان میں ہی اس کو کام میں لا کر آپ کی خدمت میں مکرر ایک ایسے مضمون پر زبان کھولوں جس کو میں قوم کی بہبودی کے لیے اشد درجہ میں ضروری سمجھتا ہوں۔ اس ملک کی اقتصادی (اکونامک) ترقی میں آپکیلیے جو جگہ زیبا ہی اور جو حصہ واجبی ہی وہ آپ نہیں لیرہے ہیں۔ اس معاملے میں بھی آپ اُسی طرح پر پیچھے رہے جاتے ہیں جیسے کہ اور سب معاملوں میں۔ اگر آپ اپنی تن آسانی کو ترک نکرینگے اور اپنی قوتِ بازو سے کام نہ لیں گے تو آپکے انجام کار کے تیرۂ و تار ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ زمانہ حال کے اقتضا کے موجب مال کا پیدا کرنا آپکا پہلا فرض ہی اگر آپ اس میں ناکامیاب رہیں گے تو ہر چیز میں ناکامیاب رہیں گے۔ ہنوز بہت سے اچھے تجارتی

کارخانے موجود ہیں جو آپ کو تجارت کی عملی تعلیم کی صورت میں آپکی دستگیری کے لیے آمادہ ہیں
لیکن جدید تجارتی طریقے ہمارے پرانے طریقوں سے روز بروز زیادہ مقابلہ کر رہے ہیں اور
آپکا فرض ہی کہ قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے جاتا رہے آپ ان جدید طریقوں کو سیکھیں
اور تب ایسے تجارتی کارخانوں میں شاگردی اختیار کریں جو آپکے اس علم کی قدر کرینگے۔ نئی
حرفتوں کا قایم کرنا روزمرہ کا کام نہیں ہی۔ کسی حرفت کے مخصوص علم کے علاوہ اس میں اور
بہت سے عنصر اور ضمنی مسئلے شریک ہیں۔ مگر اس کی بھی ہمت تجارتی کارخانوں کے نونہالوں کو
کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بتایا ہی۔ لیکن فن تجارت کی ڈگریاں اس سے بہت بڑی
تعداد کے لیے ممکن الحصول ہیں۔ علم کے اس شعبہ کی تلاش میں جہاں کہیں بھی ممکن ہو جائے
اگر علی گڈھ سر دست آپکو یہ نہیں دے سکتا "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ فِی الصِّیْنِ" کی حدیث
پاک میں جو آپ سے یہ کہا گیا ہی کہ اگر ضرورت ہو تو علم کی تلاش میں چین تک جاؤ۔ تو یہ بات اس میں
مفروض ہی کہ آپ اپنے مذہب کی حفاظت کر سکیں گے۔ تو آپ اس کی تلاش میں انگلستان
جرمنی، امریکہ، کو جائیے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بمبئی تک تو ضرور جائیے۔ لیکن اتنا تو ضرور
کیجئے کہ اپنے منصوبوں کو منصفیوں اور ڈپٹی مجسٹریٹیوں سے موڑیئے۔ میں نے سنا ہی کہ بمبئی
میں ایک نہایت عمدہ حرفتی تاسیس ہی جس کا نام وکٹوریہ ٹیکنکل انسٹیٹیوٹ ہی اور جس کے
پرنسپل ڈرسن صاحب ہیں۔ یہاں کی تربیت کامل اور حقیقی اور عملی ہی۔ علاوہ بریں ابھی چند ہی
روز کا عرصہ ہوتا ہی کہ ہمارے فیاض اور محب الوطن۔ متوطن ملک آنریبل فاضل بھائی کریم
بھائی نے اپنا اسکول پونا میں جاری کر دیا ہی جو تجارتی مضامین کو اپنا مخصوص موضوع بنائیگا
یعنی بمبئی کے لیے جو کم سے کم رُکاٹ کا رستہ ہی اسپر چلیگا۔ اگر مجھسے خواہش کیجائے
تو میں زیادہ تفصیل کے ساتھ جو کچھ مشورہ مجھسے ہو سکتا ہی دینے کو آمادہ ہوں کہ کسی شوقین
محنتی آدمی کو کیا کرنا لازم ہی اگر وہ چاہے کہ فوراً کسی نہ کسی حرفت یا صناعی میں اپنے
لیے ایک نیا راستہ نکال لے۔ فقط یہ شرائط ضرور ہونگے کہ اُس کو محنت کرنے کا

بے انتہا مادہ ہو اور کام دیانت سے کرے۔ ہمارے ہندو اور پارسی بھائی نہایت سرگرمی، اور سکون، اور سکوت، اور کامیابی کے ساتھ اس میدان میں کام کر رہے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں ان کو مبارک ہو۔ اگر آپ اس سالانہ جلد پر ایک نظر ڈالیں جو حرفی کانفرنس کی طرف سے شائع ہوتی ہے تو ممکن نہیں کہ آپ حیرت نہ کریں۔ اگر آپ اس اطمینان اور استقلال کو ملاحظہ فرمائیں جس کے ساتھ وہ ہر جگہ۔ انگلستان میں۔ یورپ میں۔ امریکہ میں اپنی قدم زن ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ اپنے دل میں ان کی تعریف نہ کریں۔ آپ کیوں ان کی برابر شانہ بشانہ کھڑے نہیں ہو جاتے اور ہندوستان کے اقتصادی (اکونامک) نجات کے حصول میں ان کا ہاتھ نہیں بٹاتے؟ ہندوستان کا مستقبل اسی پر موقوف ہے میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ سیاست (پالیٹکس) سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ اس سے کہ سیاسی (پولیٹکل) اختیار کسی کے ہاتھ میں ہے۔ الا جس حد تک کہ اس کا اثر اقتصادی (اکونامک) حالات پر حسب دلخواہ ہو یا اس کے برعکس۔

اخیر میں میں آپ سے اتنا کہے دیتا ہوں کہ جو امن و امان آپ کو انگریزی عملداری کے تحت میں حاصل ہے اور اس نے جو حالتیں پیدا کر دی ہیں ان سے زیادہ موافق مراد آپکو اپنے ملک کے اقتصادی (اکونامک) نجات کو عمل میں لانیکے لیے کبھی نہیں ملیں گے۔ جو لوگ دنیا میں اسلحہ کے استعمال کو موقوف کرنیکی اور صلح کو گراں سے گراں قیمت پر خریدنے کی تائید کرتے ہیں وہ بھی اس کو مانتے ہیں کہ جو جبر کہ کسی ملک پر پولیس کی حیثیت میں کیا جائے یعنی امن و امان اور ملک کی امن و امان ترقی کا مددگار ہو وہ جائز ہے۔ ہندوستان میں انگریزی سرکار اسی قسم کے جبر کا استعمال کر رہی ہے اور اس لیے وہ ہماری مشکورانہ اور وفادارانہ اعتراف کی مستحق ہے۔ گورنمنٹ کے ساتھ ہماری جنگ کبھی اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگی کہ ہم کونسل کے کمرہ میں یا پبلک پلاٹ فارم پر اس کے مقابلے میں کھڑے ہو کر اس ملک کی اقتصادی (اکونامک) حالات میں عدل و انصاف کا تیقن حاصل کرنیکے

لیے لڑ جھگڑ لیں۔ علم کے ہر درجے کی اشاعت۔ ابتدائی سے لے کر انتہائی تک اسی لیے ضروری ہے کہ اس ملک کے لوگ اُس کے اقتصادی (اکونامک) ارتقا "DEVELOPMENT" میں اپنا پورا حصّہ لینے کی قابلیت پیدا کریں۔ ہم کو اُمید رکھنی چاہئے کہ ہم کو یہ حاصل ہو جائے گا۔ پولیس قانون اور انصاف ایک ہی وقت میں حرفت اور تجارت کی لونڈیاں باندیاں بھی ہیں اور محافظ بھی۔ اور جہاں کہیں انگریزی عملداری ہو وہاں ہمارے لیے اُن گراں بہا نعمتوں کا وجود ہمیشہ بھروسے کے ساتھ فرض کر لیا جا سکتا ہے۔

پریسیڈنشل ایڈریس کے ختم ہونے پر جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں تمام و کمال پڑھا گیا
اور جس کے پڑھے جانے کے دوران میں تمام حاضرین جلسہ نہایت سکوت کے عالم
میں ہمہ تن گوش ہوکر عالی جناب پریسیڈنٹ کے بیش بہا اور عالمانہ خیالات اور مدبرانہ
ارشادات سے استفادہ حاصل کرتے رہے اور جابجا پرزور چیرز کی آوازوں سے اپنی
پسندیدگی اور مسرت کا اظہار کرتے رہے اس کے بعد عالی جناب راجہ سر تصدق رسول
خاں صاحب بہادر کے، سی، ایس، آئی تعلقہ دار جہانگیرآباد (اودھ) نے ایک
مختصر مگر پُرمعنی تقریر میں ہزآنر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"یور آنر اینڈ جنٹلمین! یور آنر کو ہماری قوم کی ترقی اور بہبودی کی ہمیشہ"
"سے جو دلی خواہش ہے اور علی الخصوص مسلمانوں کے تعلیمی معاملات"
"کے ساتھ جو دلچسپی ہے وہ ہماری قوم کے کسی فرد سے پوشیدہ نہیں ہے"
"ہمارے صوبے کی عنان حکومت اپنے دست مبارک میں لینے کے"
"وقت سے حضور والا نے ہمارے قومی معاملات کی جانب جس توجہ کا"
"اظہار فرمایا ہے اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کانفرنس جو کل مسلمانان"
"ہند کی قائمقام ہے اُس کے اجلاس کے موقع پر حضور والا کا تکلیف فرماکر"
"قدم رنجہ فرمانا درحقیقت حضور والا کی مسلمانوں کی تعلیم کے ساتھ ہمدردی"
"کا ایک عملی ثبوت ہے جس کے لئے ہماری کل قوم حضور والا کی جسقدر ممنون"
"ہو کم ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ علی گڑھ کالج اور اس کانفرنس اور"

"سر سید علیہ الرحمتہ کی تحریک کی ترقی میں ہماری گورنمنٹ عالیہ اور"
"فیاض برٹش احباب کا نہایت معتدبہ حصہ ہے اور حضور والا کی ذات سے"
"بھی مسلمانوں کو ایسی ہی سرپرستی کی توقع ہے۔ آخر میں میں اس جلسہ کی"
"جانب سے حضور والا کی تشریف آوری کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں"

اس کے جواب میں ہزآنر ممدوح پُرزور چیرز کی آوازوں میں تقریر کرنے کے لئے استادہ ہوئے اور آپ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اسپیچ ہزآنر سرجیمس میسٹن صاحب بہادر بالقابہ لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ

مسٹر پریسیڈنٹ و حضرات! چونکہ یہ ایک بالکل قومی مجمع ہے، میں سمجھتا ہوں کہ سوائے ایک ایسے مہمان اور وزیٹر کے جو اس تلطف آمیز استقبال کا جو اس کا کیا گیا ہے ممنون ہو اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن جو چند الفاظ میرے دوست راجہ صاحب نے فرمائے ہیں اُن کا میں شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں اس موقعے پر اُس مسرت و انبساط کا بھی اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو مجکو اور اس ہال کے جملہ حاضرین کو پریسیڈنٹ کے فصیح و بلیغ ایڈریس کے سننے سے حاصل ہوئی ہے۔ اس ایڈریس کے اندر بعض باتیں ایسی ضرور ہیں جن سے متفق ہونے کا میں دعویٰ نہیں کر سکتا، جس طرح

کہ میری تقریر میں بھی شاید کچھ ایسی باتیں ہوں جن سے کہ پریسیڈنٹ صاحب کو اتفاق نہو- تاہم یہ امر مجھے آزادانہ رائے زنی اور صاف گوئی سے باز نہیں رکھ سکتا۔

آزادانہ رائے زنی پریسیڈنٹ صاحب کی تقریر کا اصلی راز ہو (سنو سنو) اُس کے اندر ایسے اعلیٰ کلمات حکمت موجود ہیں جن کی نسبت مجھے یقین ہو کہ آپ اور آنے والی نسلیں اُن کو یاد رکھینگی۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ اُمید نہیں کرسکتا کہ یہ جلسہ تحمل، دانشمندی اور اعتدال کی اُسی روح کے ساتھ جاری رکھا جائیگا جس کے ساتھ آج پریسیڈنٹ صاحب نے اپنے ایڈریس میں بہت سے امور پر بحث کی ہو۔ ایک اور بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ ایڈریس کی ایک چیستان کی جانب اشارہ کرنا ہو، اور یہ چیستان وہ نہیں ہو جس کی جانب خود فاضل پریسیڈنٹ صاحب نے اشارہ کیا ہو، بلکہ وہ چیستان وہ ہو جس کا ذکر اُنھوں نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ اور اخیر فقرہ میں کیا ہو جہاں وہ گورنمنٹ اور قوم (مسلمان) کے تعلقات کو معرض بحث میں لائے ہیں۔ مجھے جو کچھ کہنا ہو وہ صرف یہ ہو کہ گزشتہ ایام میں خواہ کچھ ہوا ہو لیکن گورنمنٹ اور رعایا کے مابین کوئی بدگمانی نہیں ہو (بیزو چیرز) مجھے کامل اُمید اور یقین ہو کہ جب تک آپ گورنمنٹ کے ساتھ آزادی اور صفائی سے گفتگو کرینگے اور جب تک گورنمنٹ آپ سے آزادی کے ساتھ گفتگو کریگی اِس (بدگمانی) کی کوئی وجہ پیدا نہو گی۔

مسٹر پریسیڈنٹ اور حضرات! میں کسی طویل تقریر کے سُننے کے لئے آپ کو مجبور

کرنا نہیں چاہتا، اور اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں کہونگا کہ مجھے اُمید ہے کہ آپکی کانفرنس کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوگی (پُر زور اور طویل چیرز)

اس کے بعد ہزآنز کے لئے دو بار تین تین نعرہائے چیرز تجویز ہوئے اور نہایت جوش کے ساتھ بلند کئے گئے۔ اور ہزآنز جلسہ سے تشریف لے گئے۔ ہزآنز کی مشایعت بھی بطریق استقبال عمل میں آئی۔

آخر میں عالی جناب صدر جلسہ کی صدارتی تقریر کے لئے تین نعرہ ہائے مدح و مسرت بلند کئے گئے اور اس طرح پہلی نشست ختم ہوئی۔

اجلاس دوم

آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

بمقام لکھنؤ

بتاریخ ۲۸ر دسمبر ۱۹۱۲ء وقت ۲ بجے دن سے ساڑھے چار بجے دن تک

پریزیڈنٹ

عالی جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی، ایم، ڈی۔ ڈی پی، ایچ۔ آئی، ایم، ایس

اس اجلاس کی کارروائی میں سب سے پہلے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے مندرجہ

ذیل رزولیوشن پیش کیا۔

رزولیوشن نمبر (۲)

یہ کانفرنس شمس العلما مولنا حافظ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی مرحوم و مغفور کے ارتحال پر ملال پر بلحاظ مرحوم کی علمی، قومی اور مذہبی خدمات کے جو انھوں نے اپنی عدیم النظیر اور قابل یادگار زندگی میں قوم اور ملک کی کی ہیں اور بخیال اس ناقابل تلافی نقصان کے جو اس عالم متبحر کی وفات حسرت آیات سے قوم کو پہونچا ہی بدل مغموم نہایت رنج اور افسوس کا اور مرحوم کے پس ماندگان کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

محرک - صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب

موید - مولوی نظام الدین حسن صاحب بی۔اے، بی ایل، لکھنو

اس رزولیوشن کی تحریک پیش کرتے ہوئے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے کہا، "مرحوم شمس العلما کی شہرت انکے کارناموں اور ان کی علمی قابلیتوں سے کوئی شخص اور خصوصاً کوئی مسلمان نہیں ہی جو ناواقف ہو۔ علی گڑہ کالج اور خصوصاً اس کانفرنس کی کامیابی میں مرحوم کا جو حصہ ہی وہ سب کو معلوم ہی۔ اسی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر آکر مرحوم اپنے زبردست علم، اور وسیع معلومات سے جو نفع قوم کو پہونچاتے تھے اور اپنی نہایت مقبول تصانیف سے مسلمانوں میں جو روح پیدا کرتے تھے اس سی ہر شخص آگاہ ہے۔ اور انکے کارناموں کے متعلق مجکو ایسے جلسے میں جیسا کہ یہ ہی کچھ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہی، ان کی رحلت کا ہر شخص کو رنج ہی اور مجھے یقین ہی کہ یہ رزولیوشن پاس کرکے ہم اپنے غم والم کا اظہار کرتے ہیں۔"

مولوی نظام الدین حسن صاحب نے مختصر الفاظ میں اس کی تائید کی اور بالاتفاق منجانب صدر رزولیوشن پاس ہوا۔

اسکے بعد حسب ذیل رزولیوشن محرکین و موئدین کی مختصر تقریروں کے ساتھ باتفاق آراء حاضرین جلسہ منظور ہوئے۔

رزولیوشن نمبر (۳)

یہ کانفرنس دلی رنج اور افسوس کے ساتھ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب مرحوم کی ناگہانی وفات پر حزن و ملال کرتی ہے اور اُن کی افسوسناک وفات کو قومی فلاح اور بہبود کے کاموں کے لئے بہت نقصان دہ سمجھتی اور ان کے پسماندگان کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

محرک۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

موئد منشی طفیل احمد صاحب مختار فتح پور ہسوہ

رزولیوشن نمبر (۴)

جناب شیخ صادق علی صاحب مرحوم وزیر ریاست خیرپور (سندھ) کی حسرتناک وفات کو یہ کانفرنس مسلمانان ہند کے قومی اور تعلیمی فوائد کے لئے عموماً اور مسلمانان سندھ کی فلاح اور بہبود کے لئے خصوصاً ناقابل تلافی نقصان تصور کرتی ہے اور بہ اظہار رنج و ملال اُن کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرتی ہے۔

محرک۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

موئد۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب بی اے، ایل ایل بی، علیگڈھ

رزولیوشن نمبر (۵)

یہ کانفرنس جناب راجہ نوشاد علی خاں صاحب تعلقدار اودھ کی ناوقت وفات پر

رنج اور افسوس کا اظہار کرتی ہے اور ان کے پس ماندگان کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرتی ہے۔

محرک۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

موئد۔ حاجی محمد موسیٰ خان صاحب رئیس دتا ولی، علیگڈہ

رزولیوشن نمبر (۶)

یہ کانفرنس جناب نواب سالار جنگ بہادر وزیر ریاست حیدر آباد دکن کی خدمت میں جناب ممدوح کے عہدہ وزارت پر فائز ہونیکی دلی مسرت اور اخلاص کے ساتھ مبارکباد عرض کرتی ہے۔

محرک۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل علیگڈہ

موئد۔ مولوی محمد یعقوب صاحب وکیل مراد آباد

رزولیوشن نمبر (۷)

جناب مولوی محمد ابراہیم خان صاحب وزیر ریاست خیرپور (سندہ) کے تقرر پر یہ کانفرنس جناب ممدوح کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتی ہے۔

محرک۔ مسٹر احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا، جالندہر

موئد۔ حاجی محمد موسیٰ خان صاحب رئیس دتاولی، علیگڈہ

اسقدر کارروائی کے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب نے بحیثیت آنریری جائنٹ سکرٹری کانفرنس اپنی سالانہ رپورٹ پڑھی جو پیشتر سے طبع ہوکر حاضرین کو تقسیم کردی گئی تھی اور جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سالانہ رپورٹ

آنریری جائنٹ سکریٹری آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

محترم بزرگان قوم! بہ حیثیت جائنٹ سکریٹری آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میرا یہ سالانہ فرض ہے کہ سال میں جو کام اس قومی انجمن کے متعلق ہوا ہو اُسکی نسبت رپورٹ پیش کروں۔ میری اس رپورٹ کے ہمیشہ دو حصے ہوتے ہیں، اوّل حصے میں عام مسائل تعلیم کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے اور بعد کو عملی تجاویز اور کاموں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی جو کچھ مجکو عرض کرنا ہے اُس کی ترتیب یہی ہوگی۔

سب سے اوّل میں اس سوال کی طرف آپکو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے لیئے مسئلہ تعلیم کی کیا اہمیت ہے اور ہمکو اُس کی کسقدر ضرورت ہے۔ غالباً آپکے ذہن میں اسوقت یہ خیال ضرور ہوگا کہ نصف صدی سے مسئلہ تعلیم قوم کے سامنے پیش ہو رہا ہے اُسکے ہر ایک پہلو پر سالہا سال سے بحث و گفتگو ہو چکی ہے اُسکے متعلق اب کونسی چیز محتاج بیان اور قابل عرض رہی۔ ایسے مہتم بالشان جلسے کے بیش بہا وقت کو ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کر کے ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟

اگر اس قسم کا خیال آپکے دل میں گذریگا جو بالکل قدرتی اور بجا ہے تو مجکو شکایت کا کوئی حق یا تعجب کا کوئی مقام نہیں ہوگا۔

اسی کے ساتھ اگر تھوڑے صبر اور تحمل کے ساتھ آپ حضرات میری سمع خراشی کو سُننے اور مجکو اپنے مافی الضمیر کو عرض کرنے کا موقع بخشیں تو امید ہے کہ پھر اس قسم کے خیال کو آپ اپنے پاک و صاف دل میں جگہ نہ دینگے اور میری اس جرأت کو جائز قرار دیکر مجکو قابل معافی تصور فرمائینگے۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ گزشتہ نصف صدی سے تعلیمی تحریک قوم اور پبلک کے سامنے ہے اور اسکی نسبت بہت کچھ کہا جا چکا اور کیا جا چکا ہے لیکن اگر گرد و پیش کے واقعات اور حالات پر اطمینان کے ساتھ توجہ کی جائیگی تو معلوم ہوگا کہ قدرتی طور پر قوم کی طبیعتوں کا رجحان مذہبی اور پولٹیکل تحریک کی طرف زیادہ ہے اور تعلیمی تحریک کی اہمیت اور ضرورت جس کوشش کی مقتضی اور توجہ کی مستحق ہیں وہ اُنکو پورے طور پر حاصل نہیں ہیں اسلئے اس موقع پر میں اجازت چاہتا ہوں کہ مذہبی اور پولیٹکل تحریک کا جو تعلق مسئلہ تعلیم سے ہے اُسکو عرض کروں۔

جہاں تک کہ مجھ جیسا جاہل شخص مذہب کے متعلق رائے قائم کرسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہب کی روح دو چیزوں میں متمکن ہے یعنی کلام پاک اور سیرۃ نبوی میں۔

خالق اکبر نے جو احکام اور ہدایات اپنے کلام میں صادر فرمائے ہیں اُنکو عملی اور زندہ شکل میں نبی کریم نے اپنی سیرۃ میں ہمکو دکھلایا ہے، گو میں جاہل اور گنہگار ہوں لیکن میرا یہ عقیدہ اور یقین کامل ہے کہ بلحاظ اُس عمیق تنزل اور غیر محدود تباہی کے کہ جس میں ہماری قوم آج مبتلا ہے اگر اب ہماری حقیقی بہتری اور از سر نو کامل زندگی کی کوئی امید ہو سکتی ہے تو اس کی صرف ایک شکل ہے اور وہ یہ کہ ہماری قوم کے دل و دماغ اُس ہدایت کے زیر حکومت ہوں جو کلام پاک میں محفوظ ہے اور ہمارے افعال اور حرکات

اُس مثال کے قدم بقدم ہوں جو سیرۃ نبوی میں ہمیشہ کے لئے موجود ہے۔

براہ کرم ایک لمحہ کے لئے یہ خیال نہ کیجئے کہ میں ان الفاظ سے قوم کے اُس حُسن عقیدت کو ٹھکانا چاہتا ہوں جو مذہب اور ملت کے نام سے فوراً جوش میں آجاتا ہے کورانہ جوش اور خلاف فطرت عقیدت کا امتحان صدہا سال تک ہو چکا۔ اس سب کے بعد آج جو ہماری حالت ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ وہی خالق ذوالجلال ہے وہ ہی زمین و آسمان ہے، وہ ہی قانون قدرت اور اسباب فطرت ہیں صفحۂ ہستی پر رسول کریم کی رسالت کا ویسا ہی گہرا نقش ہے جیسا کہ وہ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہیگا۔ وہ ہی کلام پاک اور وہ ہی اُسکی فضیلت اور برتری ہے پھر اسکے کیا معنی کہ جنکے لئے یہ سب کچھ ہو اُنکی رفتار پستی کی طرف برابر جاری ہو۔ اس حالت کا ضرور کوئی سبب ہے اور اس پُرعبرت منظر کے ضرور کچھ معنی ہیں۔

سبب اور معنی یہ ہیں کہ گو رسول کریم کے سوانح زندگی بخش تحریکوں کا سرچشمہ اور گو کلام پاک رحمت اور ہدایت کا دائمی مخزن ہے لیکن ہمارے دل اور دماغ اور اخلاق مثل اُس زمین کے ہیں جو کھنڈروں اور خشک پتھروں کی چٹانوں سے دبی پڑی ہو اور اسلئے اُس پر کوئی کاشت یا تخم ریزی بآور نہیں ہو سکتی علمی اور دماغی فضیلت اور محاسن اخلاق اور مکارم اوصاف کے جو ایک زمانہ میں عالی قصر ہمارے دلوں دماغوں اور طرز عمل میں موجود تھے انکو اوہام پرستی، ضعیف الاعتقادی اور اخلاقی کمزوریوں کے ہجوم نے عرصہ ہوا شکست و منہدم کردیا اور جسقدر زیادہ بلند اور عظیم الشان وہ قصر تھے اُسی قدر زیادہ اب اُن کا انتشار ہماری روح اور اخلاق پر مسلط ہے، جس نے ہر ایک قسم کی زندہ دلی اور بیداری کو مفقود کر رکھا ہے۔ یہ وہ رکاوٹیں ہیں جو رحمت اور ہدایت کو ہمارے دلوں اور دماغوں میں پہونچنے نہیں دیتیں اور سیرۃ نبوی کی پیروی کی صلاحیت ہم میں پیدا ہونے نہیں دیتیں۔ ایسی حالت میں پاک سے پاک ملت اور مقدس سے مقدس کلام کی برکات سے ہم محروم نہ رہیں تو اور کیا ہو۔

قومیں نہ کسی طلسم سے بنتی ہیں اور نہ کسی عارضی سبب یا حادثہ سے گڑتی ہیں ہر ایک قوم کی ترقی کا پیمانہ اس کی وہ اخلاقی اور علمی دولت ہے جو اس کے افراد کے مجموعی کمالات کا حاصل ہو اور اسکے تنزل کی میزان وہ اخلاقی کمزوریاں ہیں جو اسکے افراد کی علمی اور اخلاقی ترقی کی سد راہ ہوں جس طرح زمین مادی دولت کا مخزن اور مرجع ہے اسیطرح اخلاقی اور علمی دولت کا منبع افراد قوم کے دل و دماغ ہیں۔

پس قوموں کی ترقی اور زوال کا راز ہمیشہ انکے افراد کے دلوں دماغوں کی حالت میں مخفی ہوتا ہے۔ جس طرح زمین کی کاشت اور اسکی معدنیات کے متعلق جد و جہد مادی دولت کے حصول کا طریقہ ہے اسی طرح اخلاقی اور علمی دولت کے لئے افراد قوم کے دلوں دماغوں کی تربیت اور ان میں جو بیشمار قوتیں اور قابلیتیں مخفی ہیں انکی تہ کو پہونچکر انکو تکمیل کے ساتھ ظہور میں لانا حقیقی طریقہ قوموں میں روشنضمیری اور بیداری پھیلانیکا ہے۔ اس لئے افراد قوم کے دل و دماغ اعلیٰ ترین جائداد قوم کی ہے۔ اور افضل ترین امانت خالق اکبر کی طرف سے ہے اور ان کی پرداخت اور ترقی ہمارا اعظم ترین فرض ہے۔

ہر ایک کاشتکار کا فرض ہے کہ اوّل زمین کو صاف کرے کنکر پتھر خار و خاشاک کو علحدہ کرے۔ اور جب اصول زراعت کے مطابق زمین پورے طور پر تیار ہوجاوے اسوقت اس میں اعلیٰ جنس کی تخم ریزی کرے یہی عملی طریقہ اخلاقی اور علمی کاشت کا ہونا چاہئے

اوّل قوم کے دلوں دماغوں کو اوہام پرستی ضعیف الاعتقادی اور خلاف فطرت عقائد کے مردہ کن اثرات سے پاک و صاف کرنا چاہئے۔ جسقدر ہمکو اس میں کامیابی ہوگی اسی نسبت سے ہماری قوم کے دل و دماغ اعلیٰ قسم کے علمی اور اخلاقی اجناس کے پیدا کرنیکے قابل ہونگے اس مقصد کے لئے کلام پاک کے مطالب کی تخم افشانی سے بہتر اور کوئی ذریعہ اعلیٰ ترین علمی اور اخلاقی دولت پیدا کرنے کا نہیں ہوسکتا۔

لیکن یہیں جو اصلی نکتہ ہے اور جس کے لئے میں نے اسقدر طویل تمہید عرض کرنے کی جرأت کی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں اور دماغوں کی زمین پر جو منہدم شدہ اخلاقی عمارتوں کے کھنڈر اور انبار پڑے ہیں اُنکو صاف کرنیکے لئے زمانۂ حال کے آلات کی ضرورت ہے پرانے آلات اور طریقوں سے نہ ابتک کامیابی ہوئی ہے اور نہ آیندہ اُسکی امید ہے۔
میں اپنے اس خیال کی وضاحت ایک مثال سے کرتا ہوں۔
اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ عام عقائد کے مطابق مذہبی تعلیم کا سلسلہ قوم میں جاری ہے قوم میں متعدد درسگاہیں ایسی موجود ہیں جنکو مذہبی تعلیم کا مرکز کہا جاتا ہے۔ برخلاف اسکے علیگڈھ کالج کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہاں مذہبی تعلیم کا پورا انتظام نہیں ہے لیکن باوجود اس کے اسلام کی محبت اور اُس کے متعلق جوش جسقدر علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتوں میں ثابت ہو چکا ہے اُس کی نظیر کسی دوسرے طبقے میں ملنا مشکل ہے۔ اس واقعہ کے بیان سے میرا مقصود نہ کسی کی تعریف ہے اور نہ کسی پر اعتراض بلکہ محض ایک امر حق کی طرف توجہ دلا کر اُس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اُس کو غور کے لئے پیش کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علی گڑھ میں جو تعلیم اور تربیت ہوتی ہے اُس سے دلوں اور دماغوں کا ایک حد تک صیقل ہو کر حقائق کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح پر وہاں کے طلبا کے دل و دماغ اُس تخم ریزی کے لئے تیار ہو رہے ہیں جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ اصلی مذہبی زندگی سے وہ ابھی دور ہیں اور ظاہری دینداری کی میزان میں ابھی وہ پورے نہیں ہیں لیکن اصلی مقصد کے حصول کے لئے لازمی شرط زندہ دلی اور روشنضمیری ہے۔ مردہ حالت میں ہر چیز بے سود ہے اور اس وقت تک اسلامی ہدایت بے اثر اسی وجہ سے رہی ہے کہ دل و دماغ سب مردہ اور اخلاق تک مردہ ہیں، اس لئے مقدم ضرورت زندہ دلی اور روشنضمیری پیدا کرنیکی ہے جس کے لئے زمانۂ حال کی تعلیم و تربیت درکار ہے۔ یہ میں عرض کر چکا ہوں کہ محض زمانۂ حال کی تعلیم و تربیت ہمارے لئے کافی نہیں ہے جب تک کلام پاک کا نور ہمارے

دماغ میں نہو۔ اسلام کا سرور ہمارے دل میں نہو اور سیرۃ نبوی کی تقلید ہمارے اخلاق میں نہو۔

اس خیال کی وضاحت میں اس مثال سے کیا کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں قومی گاڑی کو ترقی کی شاہراہ پر کامیابی سے چلانے کے لئے ہمکو اس زمانہ کے مطابق سازو سامان کی ضرورت ہے۔

کچے رستوں اور لکڑی کے چھکڑوں یا بہلیوں سے اب ہم منزل مقصود پر نہیں پہونچ سکتے اب ہمکو ہموار پختہ سڑک اور ریل کی پٹری اور لوہے کی گاڑیوں اور انجن کی ضرورت ہے۔

زمانۂ حال کی تعلیم و تربیت سے جو سامان قومی ترقی کا ہو رہا ہے وہ بمنزلۂ پختہ پٹری اور ریل گاڑی اور آہنی انجن کے ہے۔ مگر ریل گاڑی اور انجن بغیر اُس قوت کے بیکار ہیں جو انکو ہزاروں میل اسقدر سرعت کے ساتھ کھینچ لیجاتی ہے۔ ہماری قومی ٹرین کے لئے جو برقی قوت درکار ہے اُس کا مخزن محض کلام پاک اور سیرۃ نبوی ہے۔ پس جس طرح ریل گاڑی اور دخانی یا برقی قوت ٹرین کی رفتار کے لئے لازم و ملزوم ہیں اسی طرح اس زمانہ میں ہماری قومی زندگی اور ترقی کے لئے زمانۂ حال کی تعلیم و تربیت کا ڈھانچ اور کلام الٰہی کی روح دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

پس ہمارا اول کام یہ ہے کہ قوم کے دماغوں میں خیالات، دلوں میں حوصلے اور اخلاق میں خصائل اس زمانہ کی فطرت ضرورت اور حقائق کے مطابق پیدا کریں اور اُسکے ساتھ اسلامی ہدایت کی روح اُن میں پھونک دیں۔ اُس وقت انشاءاللہ دنیا دیکھ لیگی کہ اسلام کا اثر و اقبال دنیاوی فتوحات یا حکومت پر منحصر نہیں ہے بلکہ اُس کا نور ہدایت مخلوق الٰہی کے دلوں اور دماغوں پر حکومت کے لیے آیا ہے۔

پس قوم کی حقیقی مذہبی زندگی کے لئے اس زمانہ کی تعلیم و تربیت کی ہمکو از بس

ضرورت ہے۔

چند سال سے ہماری قوم کے تعلیم یافتہ گروہ کی توجہ پولیٹیکل تحریک کی طرف زیادہ ہے جس کسی کو ذرا بھی سمجھ ہے وہ پولیٹیکل تحریک کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم کی حالت کا دارومدار مذہبی اور سیاسی حالت پر ہے۔ لیکن جس طرح مذہبی مقاصد کا خاص تعلق زمانۂ حال کی تعلیم و تربیت سے ہے اسی طرح سیاسی حالت کے لئے تعلیم و تربیت ضروری ہے کیونکہ مذہبی اور سیاسی زندگی کی بنیاد تعلیم و تربیت ہے اور یہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اس کی نسبت زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ کہنا ضروری ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ گروہ کے اصحاب بنیاد کی طرف توجہ نہیں کرتے مگر عمارت کے اوپری حصہ کو وجود میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

نہایت ادب کے ساتھ التجا ہے کہ ہماری قومی بقا، اور انتہائی کامیابی کا دارومدار اسپر ہے کہ زمانۂ حال کے تعلیم یافتہ افراد قومی ترقی کے قصر کے استحکام کو ہر چیز پر مقدم سمجھیں اور اس کی شکل یہی ہے کہ اس وقت بنیاد کو پختہ کرنے میں پوری ہمت صرف کریں ہمکو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر ہم اپنی آیندہ نسلوں کے لئے دیرپا پناہ گاہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو زمین کھودنے اور بنیاد کے بھرنے میں مصروف کریں اور اپنی کوششوں کو بمنزلہ اُن بنیادی پتھروں کے تصور کریں جو ہمیشہ کے لئے زمین میں دفن ہو کر اور بیرونی نگاہ سے روپوش ہو کر قصر قومی کی عمارت کو بلند اور مستحکم کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لگائے ہوئے پودوں کے زیر سایہ آیندہ نسلیں آرام و آسایش پاویں اور اُنکے پھلوں اور پھولوں سے مستفید ہوں تو ہمکو اپنے جد وجہد کو بمنزلہ اُن جڑوں کے سمجھنا چاہیئے جو تہ خاک رہکر شجر قومی کو تروتازہ اور شاداب رکھتی ہیں۔

پس اسوقت ہمکو ایک معقول تعداد ایسے کام کرنے والوں کی درکار ہے جو قصر قومی اور شجر قومی کی بیخ و بنیاد کو پختہ کرنے میں پوری توجہ اور کوشش کو صرف کرنیکے لئے

تیار رہوں۔

قصر قومی اور شجر قومی کی بیخ و بنیاد سے جو میری مراد ہے اُس کی تفصیل ذیل میں کرتا ہوں میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ قومی ترقی اور بہبودی کا دارو مدار افراد قوم کے دلوں دماغوں اور خصائل پر ہے۔ قوم کے سن رسیدہ افراد کی حالت میں ظاہر ہے کہ کوئی معتدبہ تغیر نہیں ہو سکتا اب جو کچھ ہو سکتا ہے وہ قوم کے بچوں کے متعلق ہونا چاہیئے یعنی قوم کے بچوں کے دلوں اور دماغوں کی پرداخت اور تربیت ہمارا اصلی کام ہونا چاہئیے تعلیم اور تربیت کے حقیقی مفہوم کو اپنے سامنے وضاحت کیساتھ رکھکر قومی تعلیم کے مسئلہ کو حل کرنیکی کوشش کرنا چاہئیے تعلیم اور تربیت سے مراد محض یہ نہیں ہے کہ کتابوں میں جو مطالب درج ہیں انکو ذہن نشین کرا دیا جائے یا مقررہ نصاب سکھا دیئے جائیں۔ کتابی مضامین اور مقررہ نصاب یہ سب اصلی مقصد کے حصول کے ذرائع ہیں ورنہ تعلیم کا اصلی مقصد روشن ضمیری اور تربیت سے خاص غرض انسانی جذبات پر قوت و اختیار پیدا کرنا ہے

پس جیسا کہ میں پیشتر عرض کر چکا ہوں قوم کے بچوں کے دلوں اور دماغوں کو خالق اکبر کی طرف سے اعلیٰ ترین امانت سمجھکر اُن کی درستی اور ترقی کی طرف ہمکو ہمہ تن مصروف ہونا چاہئیے اسی کام کو میں قصر قومی اور شجر قومی کی بیخ و بنیاد تصور کرتا ہوں۔

اس کام سے عملاً جو مُراد ہے اُس کو اب عرض کرتا ہوں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ گو چالیس سال سے تعلیمی تحریک قوم کے سامنے ہے لیکن قوم نے بحیثیت قوم اتبک اس مسئلہ کے حل پر پوری توجہ نہیں کی۔ یہ آپکو معلوم ہے کہ کل ملک میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان سات کروڑ کو خوشحال اور معزز بنانے کے لئے کیا فکر کی گئی ہے۔ میں اُن لوگوں میں ہوں جن کا یہ یقین کامل ہے کہ موجودہ حالت میں ان سات کروڑ مسلمانوں کی بہتری کا طریقہ صرف تعلیم و تربیت ہے۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ ہمنے اسقدر بڑی تعداد کی تعلیم و تربیت کیلئے اس وقت تک کیا کیا ہے؟ کل قوم کے تعلیمی ترقی کے متعلق جو ہماری اسکیم ہے اُس کے دو حصے ہیں۔ ایک کا تعلق مرکزی دار العلوم سے ہے اور دوسری کا مختلف صوبوں اور اضلاع اور

مقاموں کی درسگاہوں سے ہے۔

اس موقع پر مرکزی دار العلوم کی نسبت میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس کی بابت دوسرے موقعے پر حال ہی میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔

اس وقت میں تعلیمی پروگرام کے دوسرے جزو کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں سوال یہ ہے کہ مرکزی دار العلوم کے علاوہ ہمکو ہر ایک صوبے میں اور ہر ایک ضلع میں اور ہر ایک مقام پر کیا کرنا چاہیئے؟ اس سوال کا جواب اب تک ہم یہ دیتے رہے ہیں کہ ہر ایک صوبہ میں کم از کم ایک اسلامیہ کالج ہو ہر ایک ضلع میں کم از کم ایک اسلامیہ ہائی اسکول ہو اور ہر ایک مقام میں کم از کم مسلمانوں کا ایک مدرسہ یا مکتب ہو۔

مگر اصلی سوال یہ ہے یہ سب ہو کیسے؟ اب مجمل اور مبہم خیالات سے کام نہ چلیگا بلکہ اس مسئلہ کی جس قدر عظمت اور وسعت ہے اس کا پورا اندازہ کرکے اسکی تکمیل کے کام کو عزم اور ارادہ کے ساتھ ہاتھ میں لینا چاہیئے۔

اس کی شکل میری ناچیز رائے میں یہ ہے کہ اوّل ہمکو اس کا علم ہونا چاہیئے کہ قوم کے کتنے بچوں کی تعلیم اور تربیت کا انتظام ہمکو کرنا ہے اور جب اس طرح پر کام کا اندازہ ہوجائے اسکے بعد وسائل بہم پہونچانا چاہئیں۔

یہ ظاہر ہے کہ دفعتاً کل سات کروڑ کی تعلیم کا انتظام تو ممکن نہیں کامیابی کے لحاظ سے جو عملی طریقہ ہو سکے اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

اسلئے شروع ان طبقوں سے کرنا چاہیئے جن کو بلحاظ پیشہ یا مذاق کے علم سے تعلق رہا ہے مثلاً شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان اور مسلمان راجپوت انکے علاوہ جو افراد قوم ہیں وہ عموماً مختلف پیشوں میں مصروف ہیں اور ان کی حالت نسبتاً اسقدر خراب نہیں ہے جیسی کہ ان افراد کی جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اس لئے اوّل کام یہ ہے کہ ہر ایک صوبے کے متعلق یہ معلوم کیا جاوے کہ اس میں کل

شیخوں۔ سیدوں مغلوں۔ پٹھانوں اور راجپوتوں وغیرہ کے کسقدر بچے تعلیم کے قابل موجود ہیں۔

چونکہ اس وقت کانفرنس کا اجلاس اودہ کے صدر مقام پر ہو رہا ہے۔ اسلئے اودہ سب سے اول توجہ کا مستحق ہے۔

اس صوبہ میں بارہ اضلاع ہیں جن کی مجموعی مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک کروڑ ۲۸ لاکھ تیس ہزار ستتر تھی جس میں سترہ لاکھ تین ہزار آٹھ سو چھیالیس مسلمان تھے عام طور اودہ کی شہرت اور عظمت ہمارے دلوں میں اُس شان و شوکت کے لحاظ سے ہے جو شاہان لکھنؤ کی کسی زمانہ میں تھی اور اُس عزت اور ثروت کے خیال سے ہے جو اس صوبے کے مسلمانوں کو دربار لکھنؤ کے سبب سے حاصل تھی لیکن اگر آپ تاریخ کے صفحات پر نظر کرینگے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ سرزمین اودہ میں ایسے ایسے نامورانِ اسلام دفن ہیں جن کے کارناموں سے تاریخ معطر اور منور ہے۔ اور اس خطہ میں ہماری قوم کے ایسے ایسے ممتاز خاندان آباد ہیں جو ہماری گزشتہ عظمت اور گم شدہ ثروت کے زندہ یادگار ہیں۔

اس صوبہ کے شہروں اور قصبات کے گلی کوچوں میں کس مپرسی کی حالت میں آپ کو ایسے بچے ملینگے جن کی رگوں میں فاتحان اسلام کا خون بہتا ہے اور جن کے دلوں اور دماغوں میں موروثی اولوالعزمی کی استعداد موجود ہے مگر اُس کی ترقی اور اظہار کا کوئی موقع نہیں۔

شہر لکھنؤ جس میں اس وقت ہم جمع ہیں اُس کا چپہ چپہ فاتحان اور نامورانِ اسلام کی یاد سے معمور ہے۔ اس کے محلوں اور گلی کوچوں میں ایسے اخلاف ابھی تک موجود ہیں جن کے اسلاف نے اسلامی ثروت کا گلشن اسی خطہ پر لگایا تھا۔ اور اُس زمانے کے علوم و فنون اور تمدن و معاشرت میں قابل یادگار ترقی کی تھی۔

ضلع بارہ بنکی کے مسلمانوں کی حالت پر غور فرمائیے۔ وہاں شیخ صاحبان کے نہایت برگزیدہ خاندان آباد ہیں۔ خاندان قدوائی سلطان روم کی نسل کو یاد دلاتا ہے اور اُس میں

اس وقت تک ایسے قابل احترام بزرگ موجود ہیں جیسے ہمارے آنریبل سر راجہ تصدق رسول خاں صاحب رئیس جہانگیر آباد۔ زمانۂ ماضی میں اس خاندان میں بڑے بڑے عالم اور فقیہ گزرے ہیں جن میں قاضی شوال صاحب مصنف مرآۃ الاسلام پایۂ تخت دہلی کے قاضی تھے۔

اسی ضلع میں دریاآبادی جس کو دریاؤ خاں سپہ سالار سلطان محمد شاہ نے آباد کیا تھا اور قصبہ ردولی جہاں شاہ عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے اور ستر کھ جہاں سید سالار مسعود غازی کے والد کا مزار ہے اس لحاظ سے قابل ذکر ہیں کہ وہاں قدیم الایام اور شریف الخاندان مسلمانوں کے مختلف قبائل متوطن ہیں۔

ضلع ہردوئی میں پٹھان۔ شیخ۔ سید اور مسلمان راجپوت بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ اسی ضلع میں قصبۂ بلگرام واقعہ ہے جو زمانۂ ماضی میں مسلمان علماء کا مرکز رہا ہے جن کی علمی میراث اس وقت تک نواب اعماد الملک کے خاندان میں موجود ہے۔

اسی ضلع میں قصبہ گوپامئو کو فتاوی عالمگیری کے مصنف مولانا و ہاج الدین کے وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی حصہ اودہ میں بہانی کی بستی ہے جو ایک زمانہ میں اودہ کا دستق کہلاتا تھا اور صدر جہاں اکبر کے وزیر یہیں کے باشندے تھے۔

ضلع رائے بریلی میں جائس کی سرزمین نے ملک محمد جائسی مصنف "پدماوت" ابراہیم شاہ وزیر جون پور شیخ عبد القادر اتالیق بہادر شاہ بادشاہ۔ اور مولوی واصل علی خاں قاضی القضاۃ الہ آباد جیسے نامور علما کو پیدا کیا۔

ضلع سیتاپور میں شیخ۔ پٹھان۔ راجپوت اور سیدوں کے مشہور خاندان آباد ہیں۔ شیخ صاحبوں کی گزشتہ عظمت اور ثروت ریاست محمود آباد میں ابھی تک خدا کے فضل سے قائم ہے اور اس خاندان کا جو اس وقت اعلیٰ رکن ہے اُس کی روشن ضمیری اور فراخدلی اور عالی حوصلگی کل قوم کے لیے عمدہ مثال ہے۔

ضلع کھیری میں قصبہ محمدی قابل ذکر ہے جہاں کے باشندے حکیم مہدی علیخاں ناظم خیرآباد

تھے۔ علاوہ انکے اور بھی بیسیوں بستیاں صوبہ اودہ میں ایسی موجود ہیں جو خود ایک شاندار یادگار اُن اسلاف کی اُوالوالعزمانہ کوششوں کی ہیں جو گزشتہ زمانے کے مسلمانوں کا ایک خاصۂ طبعی تھا۔ کاکوری۔ موہان۔ نیوتنی۔ بہرائچ۔ کچھوچھہ شریف وغیرہ۔ اس قسم کے متعدد مقامات کے تذکرات سے کتب تاریخ پر ہیں۔ غرضکہ خطۂ اودہ کی کل سرزمین ناموران اور فاتحان اسلام کی یادسے مالامال ہی۔ جبکہ ایسے اسلاف کے کارنامے ہمارے سامنے موجود ہوں پھر کیا وجہ کہ ان کے اخلاف کی بہتری کے لئے کوشش نہ کیجاوے اور اُن کی یاد کو پھر زندہ نہ کیا جاوے۔ اسکی عملی شکل یہی ہی کہ اودہ میں جسقدر اُن اسلاف کی نسلیں آباد ہیں اُنکے بچوں کے تعلیم و تربیت کی فکر کیجاوے۔ چنانچہ ذیل کے صفحات میں ہر ایک ضلع کے متعلق علیحدہ علیحدہ اعداد میں پیش کرتا ہوں اور وہاں کے مسلمان آبادی کے متعلق مختصر حالات عرض کرتا ہوں ان کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ اودہ کے بارہ ضلعوں میں شیخوں۔ سیدوں۔ مغلوں پٹھانوں اور راجپوتوں کی آبادی تقریباً حسب ذیل ہی۔

شیخ صاحبان ۔۔ ۔ ۔ دو لاکھ ترپن ہزار چار سو انیس۔
سید صاحبان ۔ ۔ ۔۔ ایک لاکھ چھبیس ہزار دوسو تیئیس۔
مغل صاحبان ۔ ۔ ۔ اٹھارہ ہزار سات سو ترانوے۔
پٹھان صاحبان ۔۔ ۔ ۔ دو لاکھ پانسو اکتالیس۔
مسلمان راجپوت صاحبان ۔۔ ایک لاکھ تینتیس ہزار ایک سو تین۔

میزان

سات لاکھ چھبیس ہزار چھیاسی

اس امر کا اندازہ کرنیکے لئے کہ متذکرہ بالا مجموعی تعداد میں قابل تعلیم بچوں کی تعداد کسقدر ہوگی طریقہ یہ ہی کہ پندرہ فیصدی قرار دینا چاہیئے۔ لہذا اودہ کے شیخوں۔ سیدوں مغلوں۔ پٹھانوں۔ اور راجپوتوں وغیرہ کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے ان کے قابل تعلیم

بچوں کی تعداد ۱۲،۹۵۰ ہونا چاہیے۔ اس وقت آپکے سامنے اسقدر بچے اُن اسلاف کے موجو ہیں جنھوں نے ہماری قوم کے نام کو تاریخ کے صفحوں میں قرین کر رکھا ہے۔ گویا ان بچوں کے دل و دماغ آپکے پاس اُس خالق کی طرف سے امانت ہیں جس کے نام کی منادی کرنا اسلام کا اعلیٰ ترین فرض ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس اہم فرض کے ادا کرنے کے لیے آپکے پاس وسائل کیا ہیں؟ اتقدر بڑی تعداد کے بیے تعلیم و تربیت کا اہتمام ظاہر ہے کہ دفعتاً پورے طور پر نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں کامیابی کے لئے مدت درکار ہے لیکن جو کچھ انجام کار ہمکو تکمیل کو پہونچانا ہے اُس کا پورا پورا اندازہ ہمارے ذہن میں ابھی سے ہونا چاہیئے تاکہ اُس کے پیمانہ کے مطابق وسائل بہم پہونچانے کی فکر کی جائے۔

موجودہ حالت یہ ہے کہ کُل اودھ میں انگریزی تعلیم کے لئے ۹۰ سرکاری اسکول ہیں سات مشن کے اسکول ہیں۔ دس ہندو صاحبوں کے اسکول ہیں اور صرف دو مسلمانوں کے اسکول ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ہماری تعلیم کے لئے اس وقت جو سامان موجود ہے وہ بالکل ناکافی ہے ہمارے بچوں کی تعلیم کے ذرائع دو ہو سکتے ہیں۔ ایک سرکاری مدارس میں اور دوسری اپنی قومی درسگاہوں میں اسلئے ان دونوں ذرائع کو مہیا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

سرکاری مدارس میں مسلمان طلبا کی تعداد بڑھانیکے عملاً دو طریقے ہیں۔ اول یہ کہ ہر ایک ضلع میں کم از کم ایک ڈپٹی انسپکٹر مسلمان ہو تاکہ اُس کی وجہ سے اُس کے حلقہ میں مسلمانوں کے تعلیمی مقاصد کی حفاظت ہو سکے۔ ایک عرصہ سے کانفرنس کی طرف سے گورنمنٹ سے استدعا ہو رہی ہے کہ ہر ایک ضلع میں کم از کم ایک مسلمان ڈپٹی انسپکٹر ہو۔ گورنمنٹ مسلمانوں کو ان عہدوں پر مقرر کرنیکے لئے طیار ہے لیکن ڈائرکٹر صاحب کی شکایت یہ ہے کہ ان کو ان عہدوں کے لئے مسلمان گریجوایٹ نہیں ملتے!!

کانفرنس ایک عرصہ سے ٹرننگ کالجوں میں تعلیم کے لیے وظائف دے رہی ہے اور

وہاں سے جو کامیاب طلبہ نکلتے ہیں وہ محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوتے ہیں لیکن اُن کی تعداد کافی نہیں ہے۔ آیندہ یہ ہونا چاہئے کہ معمولی مقدار سے زیادہ وظائف فرسٹ ایر سے صرف اُن طلبا کو دیئے جائیں جو تحریری وعدہ کریں کہ گریجوائٹ ہوکر وہ تعلیم کے محکمہ میں ملازمت کرینگے جسقدر اضلاع ہیں اُسیقدر وظائف اس شرط پر دیئے جائیں کہ وظیفہ پانے والا گریجوایٹ ہونیکے بعد محکمۂ تعلیم میں ملازمت کریگا۔ یہی طریقہ اس مقصد میں کامیابی کا ہے اور اسی پر آیندہ توجہ ہونا چاہیئے۔

دوسرا عملی ذریعہ سرکاری اسکولوں میں مسلمان طلبا کی تعداد بڑہانے کا یہ ہے کہ جو غریب طلبا ہیں اُن کو فیس کی مدد دیکر سرکاری اسکولوں میں داخل کرایا جائے۔ یہ کام ہر ایک ضلع کی لوکل کمیٹی کانفرنس کا ہونا چاہئے جس کی نسبت بعد کو عرض کرونگا۔

لیکن اسکے متعلق دو امور قابل غور ہیں۔ اول تو جسقدر تعداد ہماری قوم کے بچوں کی تعلیم کی محتاج ہے اُن کے لئے سرکاری مدارس کسی طرح کافی نہیں اور دوسرے یہ کہ سرکاری مدارس میں داخلہ کی تعداد محدود ہو جانے سے تعلیم کی مشکلات میں اور اضافہ ہوگیا ہے اسلئے اب سوائے اسکے اور چارہ نہیں کہ اپنی قومی درسگاہیں کافی تعداد میں قائم کیجائیں۔

جن کو ان امور کا تجربہ ہے وہ واقف ہیں کہ یہ کام کسقدر مشکل ہے۔ تعلیم کا خیال عام طور پر پیدا ہوتا جاتا ہے اور جگہ جگہ اسلامی اسکول بھی قائم کئے جاتے ہیں لیکن انکے قیام اور کامیابی میں جو دشواریاں ہیں وہ انھیں کو معلوم ہیں جنکو ان کا تجربہ ہے۔ اصلی مشکل یہ ہے کہ اول تو کافی سرمایہ نہیں اور دوسرے لائق منتظم ہماری قوم میں کمیاب ہیں۔

سب سے بڑا سوال کافی سرمایہ ہے۔ عام طور پر کہا یہ جاتا ہے کہ ہماری قوم مفلس ہے اس وجہ سے سرمایہ نہیں ہو سکتا۔ بیشک بمقابلہ اور قوموں کے وہ ضرور مفلس ہے لیکن اپنی بہتری کے ضروری سامان کرنے کے لئے وہ کافی سرمایہ بہم پہونچا سکتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ افلاس کے رفع کرنیکے اسباب مہیا کرنے میں جسقدر دیر کیجائیگی اسی قدر

روز افزوں اُس میں ترقی ہوتی جاویگی۔ پس اب اس قسم کے عذرات کا وقت نہیں ہے بلکہ جان توڑ کر اس اہم کام میں مصروف ہونیکا زمانہ ہے ۱۹۱۱ء میں مجوزہ مسلم یونیورسٹی کیلیے تیس لاکھ اور امسال ٹرکی کی امداد کے لئے تقریباً پچاس لاکھ روپیہ اسی ملک کے مفلس مسلمانوں کی جیبوں سے نکلا ہے با ایں ہمہ میں نہیں سمجھتا کہ کسی مسلمان کا ان نیک کاموں میں مدد دینے سے دوالہ نکل گیا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس کسی نے دیا ہے اپنے اندوختوں میں سے دیا ہے۔

علاوہ اسکے ہر سال لاکھوں روپیہ شادیوں اور دیگر تقاریب او مزاروں پر ہماری قوم لٹاتی رہتی ہے۔ غرضکہ جن جن امور کو قوم اہم اور ضروری سمجھتی ہے اُنکے لئے کافی سرمایہ بہم پہونچا دیتی ہے اور ظاہر ہے کہ سات کروڑ انسانوں کے لئے یہ کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے پس مسئلہ تعلیم کے متعلق افلاس کے عذر کی ہرگز سماعت نہونا چاہیئے۔

ضرورت صرف اس کی ہے کہ جن جن ذرائع سے قوم کے دولتمند اور خوشحال طبقے پر اثر پڑ سکتا ہے اُنکو استعمال کیا جائے اور قومی تعلیم کی اہمیت کو اُنکے دل میں جاگزیں کیا جاوے اسکے متعلق جو میری رائے ہے وہ بعد کو عرض کرونگا۔

دوسرا سوال لائق منتظم اصحاب کا دستیاب ہونا ہے۔ اس کی نسبت اپنی قوم کے تعلیم یافتہ گروہ سے ہماری دست بستہ اپیل ہے خدا کے فضل سے ہر ایک ضلع میں کافی تعداد تعلیم یافتہ اصحاب کی موجود ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زمانہ حال کی تعلیم کے اصول کو سمجھ سکتے ہیں اور اُنکے متعلق انتظام میں عملاً مدد دے سکتے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ ان کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض ہے کہ ہماری قوم کی جو آج حالت ہے اسکے لحاظ سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ جو کام شروع کیا جاوے اُسکو کامیاب کر کے دکھایا جاوے۔ کامیابی کے لئے محض لیاقت ہی درکار نہیں ہے بلکہ قوم کے بااثر اور باثروت اصحاب کی مدد اور سرپرستی بھی ضروری ہے اور اُسکے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ گروہ کے اصحاب اپنے طرز عمل سے قوم کے بزرگوں کے دلوں کو مسخر کرلیں۔ کل ملک میں جو سب سے بڑی مصیبت ہمپر نازل ہے

وہ یہ ہی کہ قومی فلاح کے کام ابتدا میں نہایت سرگرمی اور اُمیدوں کے ساتھ شروع کئے جاتے ہیں لیکن چند روز میں نااتفاقی کے سبب سے وہی کام بجائے نفع کے باعث مضرت ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہی کہ نفسانیت کی ہمارے دلوں پر حکومت ہی اور جذبات ہمارے افعال پر حاوی ہیں اسلئے اگر ہمارے تعلیم یافتہ اصحاب اس وبا سے اپنی قومی تحریک کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو وہ فراخ دلی کی مثال قائم کریں اور جو کام ہو اُس میں بزرگوں کو آگے آگے رکھیں۔ اگر ایسا ہو گا تو ہمکو لائق کام کرنیوالے بھی دستیاب ہو سکیں گے اور علاوہ کام کی قابلیت کے کامیابی کے لئے جو اور سامان اور وسائل درکار ہیں وہ بھی مہیا ہو سکیں گے۔

غرضیکہ جو بڑا کام ہمکو درپیش ہو اُس میں کامیابی کی شرط یہی ہے کہ ہمارے بزرگ اور ہم یعنی وہ جنکو پُرانے خیال کا کہا جاتا ہو اور وہ جنکو نئی روشنی کا کہا جاتا ہی یہ سب ملکر اُس میں حصہ لیں۔ پس لائق کام کرنے والے بھی قوم میں موجود ہیں بشرطیکہ وہ توجہ کریں اور اپنے بزرگوں کے دلوں کو اپنے باسعادت طرز عمل سے تسخیر کر کے متفقہ سعی کا آغاز کریں۔ نہایت عجز اور خشوع کے ساتھ خالق اکبر کے حضور میں دُعا ہی کہ وہ ہمارے دلوں کو اس طرف متوجہ کرے اور جس اخلاقی قوت کی ہمکو ضرورت ہی وہ عطا کرے۔ آمین!

اب میں وہ عملی اسکیم پیش کرتا ہوں جو مذکورۂ بالا مقصد کو عملی شکل میں لانیکے لئے ضروری ہے۔

کانفرنس کے اجلاس میں یہ تحریک پیش ہونیوالی ہی کہ اودھ کے مسلمانوں کی تعلیمی کام کو انجام دینے کے لئے ایک پراونشیل کانفرنس لکھنؤ میں قائم ہو۔ آپکو معلوم ہوا ہوگا کہ عرصہ سے بنگال، بمبئی اور مدراس میں اس قسم کی پراونشیل کانفرنسیں موجود ہیں۔ پنجاب میں انجمن حمایت الاسلام اس کام کو انجام دے رہی ہی۔ اب وقت آگیا ہی کہ اس صوبہ میں بھی اس طرح باقاعدہ کام کا آغاز ہو۔ ایک لحاظ سے اس صوبہ میں اس کام کو میں نہایت

اہم تصور کرتا ہوں کیونکہ اس خطہ میں موروثی اعلیٰ درجہ کے دلوں اور دماغوں کی جیسی کان ہے ویسے اور حصص ملک میں کم نکلینگے اور موجودہ قحط الرجال کے زمانہ میں ہمکو سب سے زیادہ ضرورت اُن علمی اور اخلاقی جواہرات کی ہے جو برگزیدہ اسلاف کی نسلوں کے دلوں دماغوں میں دبے پڑے ہیں اور کوئی انکی خبر نہیں لیتا۔

مادّی ہیرے اور جواہرات کی تلاش میں یورپ کے لوگ ہزاروں کوس جاکر کارخانے قائم کرتے ہیں۔ افسوس ہمارے حال پر کہ اخلاقی اور علمی جواہرات کی کانیں ہمارے زیر دیوار موجود ہیں اور ہم اُنکی خبر نہیں لیتے۔ پس سخت بلکہ اشد ضرورت ہے کہ لکھنؤ میں پراونشل کانفرنس قائم ہو۔ جہاں کہ خدا کے فضل سے بہت بڑی تعداد ہماری قوم کے نہایت ہوشیار لائق اور ممتاز تعلیم یافتوں کی موجود ہے اور جنکی بہت تھوڑی توجہ اُسکی کامیابی کے لئے کافی ہے۔

پراونشل کمیٹی کا اول کام یہ ہونا چاہیئے کہ اس صوبہ میں ہر ایک ضلع میں لوکل کمیٹی قائم کرنیکی کوشش کرے اور مختلف اضلاع میں جو پُرانے خاندان اور بڑے اسلاف کے اخلاف آباد ہیں انکے متعلق پورے حالات دریافت کرے۔ اسکی عملی شکل یہ ہے کہ ایک ضلع کے متعلق ایک انعام مقرر کیا جاوے جو اُس شخص کو دیا جائے جو ضلع کے مسلمانوں کے متعلق ایک رسالہ وقت مقررہ میں طیار کرکے پیش کرے۔

اسکے بعد بڑا کام یہ ہے کہ ہر ایک ضلع میں اسلامیہ ہائی اسکول قائم کرنیکی کوشش کیجاوے۔ اس تجویز کے متعلق بڑا سوال کافی سرمایے کا ہے۔ اسکی نسبت میری ناچیز رائے یہ ہے کہ صوبہ کے گورنمنٹ سے استدعا کی جاوے کہ وہ اس کام میں مدد کرے۔ مدد سے مراد یہ نہیں ہے کہ روپیہ دے بلکہ اب جو مدد ہم گورنمنٹ سے چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ بوجہ حاکم وقت ہونیکے جو قدرتی اثر افسران گورنمنٹ کو حاصل ہے۔ اُس سے ہمکو فائدہ پہونچایا جاوے۔ یہ میرا یقین کامل ہے کہ اگر ہر ایک ضلع میں کلکٹر ضلع اسکی کوشش کریں

کہ محض اپنے ضلع کے مسلمانوں سے اسلامیہ اسکول پورے پیمانہ کا قائم کرادیں تو بہت جلد وہ اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

میری اب یہ قطعی رائے ہے کہ ہمکو گورنمنٹ سے نہ ملازمت کے لئے خواہش کرنا چاہیئے نہ کسی اور عنایت کے لئے بلکہ ہماری استدعا یہ ہے کہ گورنمنٹ خود ہماری قوم پر اثر ڈال کر خود ہم سے اسلامی درسگاہیں کامیابی کے ساتھ قائم کرادے خود ہماری قوم کے اصحاب افسران گورنمنٹ کی خوشنودی کے لئے ہزاروں روپیہ دعوتوں وغیرہ میں ہر سال تقریباً ہر ایک ضلع میں صرف کرتے ہیں۔ ہمکو اپنے عالی دماغ اور روشن خیال حکام سے پوری اُمید ہے کہ وہ ہماری حالت زار پر توجہ فرماکر آیندہ ہماری قوم کے روپیہ کو جہانتک کہ انکا اثر اور اختیار ہو زیادہ تر ہماری قومی تعلیم گاہوں کے قیام اور ترقی پر صرف کرانے میں ساعی ہونگے کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہماری ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔

علاوہ اسکے ہمکو علما اور مشائخ کی خدمت میں بھی ادب سے عرض کرنا چاہیئے کہ قوم کے روپیہ کو جہاں تک اُنکا اثر اور تعلق ہے وہ تعلیم میں صرف کرادیں اور جبتک تعلیمی ضرورتیں پوری نہوں ہر چیز پر اس مقصد کو مقدم تصور کریں۔ غرضکہ قوم کے دولتمند اور خوشحال حصہ پر جو جو ذرائع اثر ڈالنے کے ہیں اُن سب سے کام لیا جائے تاکہ جس بہت بڑے سرمایہ کی ہمکو ضرورت ہے وہ دستیاب ہو۔

میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اُس کے لئے معافی چاہتا ہوں اور ذیل میں اس صوبہ کے ہر ایک ضلع کے متعلق جو اعداد اور حالات پیش کئے ہیں انکی طرف توجہ کا خواستگار ہوں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ نامکمل حالت میں ہے۔

میری خواہش ہے کہ اس صوبہ کے مختلف اضلاع سے جو جو اصحاب تشریف لائے ہیں اُنسے مجکو بالمشافہ گفتگو کا موقع ملے اور خاص لکھنؤ میں جو اکابر اور صاحب الرائے اصحاب تشریف رکھتے ہیں اُنکے خیالات معلوم ہوں۔ اسوقت باہمی مشورہ سے انشاءاللہ مکمل اسکیم تیار ہو سکیگی

ضلع لکھنؤ

سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے اس ضلع کی کل آبادی ۱۱۴۲۳۹۷ تھی جس میں سے مسلمانوں کا شمار ۱۲۲۸۰۰ تھا۔ اس ضلع میں مسلمانوں کی نہایت قدیم بستیاں۔ امیٹھی۔ بجنور کاکوری۔ اور ملیح آباد کے قصبات ہیں۔

اس ضلع میں ایک خاص خصوصیت مسلمان آبادی کے متعلق یہ ہے کہ اگرچہ مسلمان تمام اضلاع اودھ میں بہ نسبت ہندو آبادی کے سال بسال بڑھتے رہتے ہیں لیکن ضلع لکھنؤ میں بجائے بڑھنے کے مسلمان تعداد میں گھٹ رہے ہیں سنہ ۱۸۸۱ء میں بمقابلہ کل آبادی کے ان مسلمانوں کی نسبت ۲۱.۵۱ تھی اور سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے اُنکی نسبت ۲۰.۲۴ رہ گئی۔ اس افسوسناک کمی کا سبب ضلع لکھنؤ کے گزیٹیر میں یہ تبلایا گیا ہے کہ مسلمان باشندگان لکھنؤ کی تعداد میں روز افزوں تنزل کا بڑا سبب یہ ہے کہ مسلمان عوام کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ خاص شہر لکھنؤ میں وثیقہ داروں کی بہت بڑی تعداد ہے جو بالعموم نہایت افلاس و تنگدستی میں ہیں اور کاہلی اور بیکاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں مسلمانوں میں اخلاقی کمزوریاں بھی بہت زیادہ ہیں

اس ضلع میں مسلمان شرفا کی تعداد حسب ذیل ہے۔

شیوخ۔ شیخ صاحبان کی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء میں ۴۹۹۰۵ تھی یعنی کل مسلمان آبادی سے انیس فیصدی ان میں سے زیادہ تر صدیقی ہیں۔ قریشی۔ انصاری۔ عثمانی اور فاروقی شیوخ کی آبادی بھی اس ضلع میں ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر ان اولوالعزم مسلمانوں کی نسل سے ہیں جو گیارھویں صدی عیسوی میں سید سالار مسعود غازی کی فاتحانہ یورشوں میں ہمراہ آکر اس ضلع میں آباد ہوئے تھے۔

پٹھان۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں پٹھانوں کی تعداد ۲۶۰۳۱ تھی یعنی ضلع کی کل مسلمان آبادی سے

بقدر ۱۶ فیصدی کے ان میں سے تقریباً سترہ ہزار تو خاص شہر لکھنؤ میں سکونت رکھتے ہیں جو زیادہ تر یوسف زئی قبیلہ کے ہیں باقی پٹھان صاحبان کی نہایت قدیم بستیاں پرگنہ ملیح آباد میں ہیں۔ امانزئی پٹھان ملیح آباد بختیار نگر۔ اور گڈھی سنجر خاں میں اور بازید خیل قبیلہ کے پٹھان بڑی گڑھی میں ہیں۔ تعلقداران کسمنڈی خرد اور شالامئو آفریدی قبیلے سے ہیں۔

سادات، سادات کی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۸۱۴۰ تھی یعنی ضلع کے مسلمانوں کی آبادی سے ۱ فیصد سے زائد تھے۔ راجہ صاحب سلیم پور اسی خاندان سے ہیں علاوہ راجہ صاحب کے تعلقہ داران اہامئو اور جلال پور ضلع ہردوئی بھی اسی خاندان سے ہیں سادات میں سے تقریباً نصف رضوی ہیں اور سادات عابدی حسینی جعفری نقوی اور کاظمی نسل کے لوگ بھی اس ضلع میں سکونت رکھتے ہیں اور تقریباً ۹۲ فیصدی خاص شہر لکھنؤ میں ہیں۔

مغل۔ مغل صاحبان کی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ۱۱۷۴ تھی اور یہ سب تقریباً شہر لکھنؤ میں سکونت رکھتے ہیں مرزا جعفر علیخاں صاحب تعلقہ دار بھٹیا اسی خاندان سے ہیں چغتائی اور قزلباش قبائل کے لوگ ان میں زیادہ تر ہیں

خاص۔ شہر لکھنؤ کی آبادی سنہ ۱۹۰۱ء میں ۲۶۴۰۴۹ تھی جس میں سے مسلمانوں کا شمار ۵۰۰۸۴ تھا اور مسلمان شرفا کی آبادی خاص شہر لکھنؤ میں تقریباً ۶۰۰۰۰ تھی لہذا ۱۵ فیصدی کے اوسط سے قابل تعلیم مسلمان اطفال کی تعداد صرف شہر لکھنؤ میں تقریباً نو ہزار ہوتی ہے اب سوال یہ ہے کہ اتنی کثیر تعداد کے اُن شریف مسلمان اطفال کی تعلیم و تربیت کے لئے یہاں کیا فکر کیگئی ہے جو نہ صرف اپنے موروثی علمی مذاق اور رجحان طبیعت کے تحصیل علم کے لئے زیادہ موزوں ہیں بلکہ جن پر آیندہ مسلمان نسلوں کی بہتری اور ترقی کا زیادہ تر دار مدار و انحصار ہے۔ سرکاری اسکولوں میں اوّل تو مسلمان یوں ہی کم تھے اور اب بوجہ کلاسوں میں تعداد کے محدود ہو جانیکے مسلمان بچوں کے

واخلہ میں دقتیں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ شہر لکھنؤ میں ۲ اسکول سیکنڈری تعلیم کے عیسائی حضرات کے ہیں۔ ایک اسکول تعلقدار صاحبان کا ہے۔ ہندو صاحبان کے دو اسکول ہیں اور دو سرکاری اسکول ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی اسکول نہیں ہے سوائے ایک اسلامیہ اسکول کے جو اسی سال میں ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء سے ریاست محمود آباد کی فیاضی کی بدولت قائم ہوا ہے لیکن وہ ابھی تک ریکگنائزڈ نہیں ہے۔ جب یہ حالت اور یہ کیفیت ہے تو غور طلب سوال یہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد کے مسلمان شریف خاندانوں کے اطفال کی تعلیم و تربیت کے لئے عملی طور سے کیا تدابیر اختیار کیجاتی ہیں۔ سوچنے اور اسکیمیں بنانیکا وقت تو گزر چکا۔ اب تو عملی کام کا وقت ہے اور ضرورت ہے کہ جلد سے جلد ایک اسلامیہ ہائی اسکول لکھنؤ میں قائم ہو۔

علاوہ خاص لکھنؤ کے اس ضلع میں کاکوری ملیح آباد اور بجنور وغیرہ مسلمان شرفاء کی بستیاں ہیں اور اگرچہ ملیح آباد اور کاکوری میں ابتدائی تعلیم کے اسکول مسلمانوں کے انتظام میں ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ اسکول مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کو کس حد تک پورا کرسکتے ہیں اور انکی بہتری کی کیا تدابیر عملاً اختیار کی جاسکتی ہیں۔

ضلع ہردوئی

ضلع ہذا کی کل آبادی سنہ ۱۹۰۱ء میں ۱۰۹۲۸۳۴ تھی جس میں سے مسلمان ۱۱۷۸۰۵ تھے یعنی ۱۰.۷ فیصدی بمقابلہ کل آبادی کے مسلمان تھے۔

مسلمان آبادی زیادہ تر قصبہ سندیلہ اور شاہ آباد میں ہے اور ان میں شرفاء کی تعداد حسب ذیل ہے۔

پٹھان۔ پٹھان صاحبان کی تعداد ۱۹۳۹۰ تھی یعنی کل مسلمان آبادی سے بقدر ۱۶.۴۳ فیصدی کے۔ یہ حضرات زیادہ تر تحصیل شاہ آباد میں متوطن ہیں اور قبیلۂ غوری

کی تعداد زیادہ ہے۔ علاوہ غوریوں کے ککڑ۔ یوسف زئی۔ محمد زئی۔ بازید خیل۔ آفریدی۔ باقر زئی اور بنگش۔ قبائل کے پٹھان بھی خاصی تعداد میں ہیں۔

شیوخ۔ شیوخ کل مسلمان آبادی کا ۲۰ر۱۲ حصہ ہیں اور ۱۹۰۱ء میں ان کی تعداد ۱۴۹۴۳۱ تھی۔ سندیلہ میں ان کی آبادی زیادہ ہے۔ اگرچہ قریشی۔ فاروقی۔ انصاری اور عثمانی شیوخ بھی ہیں لیکن شیوخ صدیقی کی تعداد بہت زیادہ ہے یعنی ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے انکی تعداد اس ضلع میں ۸۶۲۲۷ تھی۔

سادات۔ سادات کی مردم شماری ۱۹۰۱ء میں ۵۰۰۵۶ تھی۔ بھانی۔ اور بلگرام میں انکی آبادی زیادہ ہے۔ رضوی اور زیدی سادات کے خاندان سے زیادہ تر شہر آباد ہیں۔

مسلمان راجپوت۔ مسلمان راجپوتوں کی تعداد ۴۹۹۴۰ تھی۔ جو زیادہ تر تحصیل بلگرام میں آباد ہیں۔

اس ضلع میں مسلمان سلطان محمود غزنوی کے حملۂ قنوج کے وقت سب سے پہلے آئے تھے۔ اور اس کے بعد سید سالار مسعود غازی کے فتوحات کے زمانہ میں آکر آباد ہوئے۔

اس ضلع میں مسلمان شرفا کی آبادی زیادہ تر حسب ذیل مقامات میں ہے۔

(۱) **شاہ آباد**۔ اس قصبہ کو نواب دلیر خاں نے جو شاہ جہاں کے منصبدار تھے بسایا تھا ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے منجملہ ۲۰۰۳۶ کل آبادی کے مسلمانوں کا شمار ۱۰۸۰۱ تھا تعلقدار باسط نگر انکی نسل سے ہیں لیکن نواب دلیر خاں کے دوسرے فرزندوں کی اولاد ادبار کی بلا میں مبتلا ہے۔

(۲) **سندیلہ**۔ مسلمانوں کی آبادی ۱۹۰۱ء میں یہاں ۶۰۰۷ تھی۔ اس قصبہ میں مخدوم صاحب کی درگاہ ہے جنکی نسل سے چودھری سید التفات رسول صاحب تعلقدار سندیلہ ہیں

(۳) **بلگرام**۔ منجملہ ۱۱۱۹۰ کل آبادی کے مسلمانوں کا شمار ۱۹۰۱ء میں ۴۷۵۳ تھا ۱۲۱۷ء میں شیخ محمد فقیہ عراقی نے اس قصبہ کو التمش کے زمانہ میں فتح کیا اور اس وقت سے مسلمان

شرفا کے خاندان یہاں آباد ہوئے۔ یہ قصبہ حقیقت میں اپنے باشندگان کے علم وفضل کی بدولت گذشتہ زمانہ میں ایک خاص امتیاز رکھتا تھا اور بلگرام کی خاک سے بہت سے مشہور اور معروف ادیب اور مورخ پیدا ہوئے۔ سید عبدالجلیل جنھوں نے سنہ ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی بڑے پایہ کے شاعر تھے۔ مثنوی میر عبدالجلیل ان کی تصنیف ہے مولانا غلام علی آزاد مصنف مآثر الکرام ایک بڑے پایہ کے وقائع نگار و مورخ گزرے ہیں۔ غلام حسن صدیقی شیخ عبدالواحد۔ امیر حیدر وغیرہ اعلیٰ درجہ کے مصنفین میں سے تھے جنھوں نے مختلف مضامین پر تصنیفات کی ہیں۔ اسی طرح اس قصبہ کے باشندے سلطنت کے معزز عہدوں پر بھی ممتاز رہے ہیں اور اس آخری دور میں ہمارے مخدوم عالی جناب پریسیڈنٹ صاحب کا خاندان لحاظ اپنی علمی شہرت کے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہے۔

کوپامئو۔ اس میں مسلمانوں کی آبادی منجملہ ۵۶۵۶ کے ۲۰۰۰ تھی اس مقام پر مسلمان سنہ ۱۰۰۰ھ کے قریب میں آباد ہوئے۔ یہاں کے مسلمان عہد اسلامی میں علم وفضل کے اعتبار سے مشہور تھے اور عہدۂ قضا اور چودھرابت پر ممتاز تھے جنکی نسلیں آجتک یہاں آباد ہیں۔ فتاوئے عالمگیری کے مصنف وہاج الدین جو شاہزادہ داراشکوہ کے اتالیق تھے یہاں کے باشندے اور مشہور مفتی خاندان کے ایک بہت مستند عالم تھے۔

پہانی۔ یہ بستی سادات کی ہے اور سلطنت اودھ کے زمانہ میں یہ اودھ کا دمشق مشہور تھا مسلمانوں کی آبادی سنہ ۱۹۱۱ء میں منجملہ ۶،۱۶ کے ۵۰۴۳ تھی۔ صدرجہاں، جو اکبر بادشاہ کے مشہور وزیر تھے اس قصبہ کے باشندے تھے جن کی نسل یہاں آباد ہے لیکن ان کی حالت اچھی نہیں ہے۔

ہردوئی۔ خاص شہر ہردوئی کی آبادی سنہ ۱۹۱۱ء میں ۱۲۱۷۴ تھی جس میں سے مسلمانوں کی تعداد ۴۲۰۴۳ تھی مسلمانوں کا کوئی اسکول اس شہر میں نہیں ہے اور اس ضلع کے مسلمان صرف ۴ فیصدی حرف آشنا ہیں۔

ضلع رائے بریلی

ضلع ہٰذا کی کل مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء میں ۱۰۳۳۰۶۱ تھی جس میں سے مسلمان آبادی کا شمار صرف ۹۰۴۲۸ یعنی بقدر ۸۰۶۰ فیصدی تھا۔ مسلمانوں کی آبادی زیادہ تر قصبہ سلون جائس۔ نصیرآباد اور مصطفےٰ آباد۔ انھونہ اور تلہنڈی اور پھرامئو میں ہے۔

ضلع ہٰذا میں مسلمان نسبتاً کم اثر ہیں صرف پھرامئو۔ اماؤن۔ بھٹوا۔ اور عزیزآباد کے تعلقدار مسلمان ہیں۔ لیکن ضلع ہٰذا کے اکثر مسلمان خاندانوں نے بوجہ اصراف اور مقدمہ بازی کے اپنی جائدادیں ضائع کردی ہیں۔ مسلمان شرفا کی تعداد اس ضلع میں حسب ذیل ہے۔

پٹھانوں کی تعداد اس ضلع میں ۲۵۰۰۶ تھی۔ اور یہ لوگ پرگنہ رائے بریلی میں جہاں ان کی دو ریاستیں اماؤن اور پھرامئو واقع ہیں زیادہ تر آباد ہیں۔ اور یہ لوگ یوسف زئی غوری۔ لودی۔ اور آفریدی قبائل کی نسل سے ہیں شیوخ کی تعداد ۸۰۱۹ ہے اور زیادہ تر تحصیل سلون میں سکونت رکھتے ہیں۔ صدیقوں کی تعداد ان میں زیادہ ہے اگرچہ سلون میں فاروقی اور قریشی بھی ہیں اور ڈلمئو میں انصاری۔

سادات کا شمار سنہ ۱۹۰۱ء میں ۳۵۰۴ تھا۔ یہ لوگ تحصیل سلون میں زیادہ تر ہیں اور ان میں سے بھی تقویوں کی تعداد زیادہ ہے۔

اس ضلع میں مسلمان اوّل شہاب الدین غوری کے وقت میں آکر آباد ہوئے تھے اماؤن اور پھرامئو کے تعلقداروں کے اجداد میں سے بھیکم خاں کو جو فوج کے جرنل تھے پرگنہ سلون میں جاگیر ملی تھی۔

سلون میں ایک بڑا وقف ہے جو اورنگ زیب نے پیرزادوں کے خاندان کو مذہبی خدمات کے لئے بطور جاگیر عطا کیا تھا۔ سجادہ نشین اور گذارے داروں میں اس وقف کے متعلق متواتر مقدمہ بازی رہی ہے۔

جائس ۔ اس ضلع میں قصبہ جائس کی پرانی بستی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء میں ۱۱۳۱ تھی اور کل آبادی کے مقابلے میں ۵۵۰۲ تھی۔ گزشتہ زمانہ میں یہ بڑی مردم خیز بستی تھی ، ملک محمد جائسی مصنف پدماوت جو ادبی دنیا میں مشہور ہیں یہاں ہی کے باشندے تھے۔ ابراہیم شاہ جونپور کے وزیر خواجہ سلطان شیخ عبدالکریم جو دکن میں صوبیدار تھے۔ شیخ عبدالقادر جو بہادر شاہ کے اتالیق تھے۔ سید عظمت اللہ جو محمد شاہ کی عہد حکومت میں صدر الصدور تھے اور مولوی وصل علی خاں جو الہ آباد میں قاضی القضاۃ تھے۔ سب یہاں کے باشندے تھے لیکن زمانہ موجودہ میں یہاں کے مسلمانوں کی تعلیمی پستی افسوسناک ہے۔ کوئی اسلامی مدرسہ اب تک یہاں نہیں تھا۔ اب ایک اسکول کی ابتدا ہوئی ہے خدا کرے کہ اس میں کامیابی ہو۔

نصیر آباد بھی ایک قدیم الایام اسلامی بستی ہے۔ بمقابلہ کل آبادی کے جو سنہ ۱۹۰۱ء میں ۴۵۲۶ تھی مسلمانوں کا شمار ۲۴۹۲ تھا۔ اس میں مسلمان شرفاء کے خاندان شیخ اور سید آباد ہیں علاوہ اس کے ڈلمئو کی بستی بھی اسلامی تاریخ کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہے لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے۔ صرف پرانی عمارتیں گزشتہ عظمت کی یادگار کے طور سے باقی ہیں۔ باقی بھرامئو۔ بہوا وغیرہ مواضعات مسلمانوں کی بستیاں اس ضلع میں اور بھی ہیں لیکن آبادی قلیل اور تعلیم مفقود۔

خاص شہر رائے بریلی میں بمقابلہ ۱۵۴۴۴ کل آبادی کے مسلمانوں کی تعداد ۶۹۵۵ تھی۔ خاص شہر میں مسلمان شرفاء کی آبادی کم ہے۔ یہاں مسلمانوں کا کوئی اسکول نہیں ہے اور تعلیمی حالت بہ نسبت اور اضلاع کے افسوسناک ہے۔

ضلع سیتاپور

سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے اس ضلع کی کل آبادی ۱۱۷۵۴۳ تھی جس میں سے مسلمانوں کا شمار ۹۴۳۴۹ ، یعنی بقدر ۱۴۸۳ کے تھا۔

اس ضلع میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تر پرگنہ امروہہ، خیرآباد، تحصیل سیتاپور، بسواں، سدھولی، محمودہ آباد، صدرپور میں ہے۔

مسلمان شرفا کی تعداد حسب ذیل ہے۔

شیوخ۔ شیخ صاحبان کا شمار ۲۰۰۸۹۷ تھا یعنی کل مسلمان آبادی کی بنسبت ۱۱٫۹۰ تھی۔ ان میں بہت لوگ نومسلم ہیں۔ صدیقی شیوخ کی تعداد ۱۱۸۳۶ تھی اور تقریباً ۴۰۰۰ قریشی تھے انکے علاوہ انصاری عثمانی اور فاروقی بھی ضلع ہذا میں آباد ہیں۔

شیوخ صاحبان میں سے سب سے بڑے تعلقدار ہمارے مخدوم آنریبل سر راجہ صاحب بہادر محمودہ آباد اور تعلقدار نیتی پور ہیں۔

پٹھان۔ پٹھان صاحبان کی تعداد ۱۹۰۱ء میں ۱۶۱۳۲ تھی یعنی کل مسلمان آبادی سے بقدر ۹٫۲۵ فیصدی کے۔ زیادہ تعداد انکی تحصیل سدھولی میں ہے اور یہ لوگ مختلف قبیلوں پر منقسم ہیں۔ یوسف زئی تحصیل مصرکھ میں۔ لودھی تحصیل سدھولی میں لگر مصرکھ سیتاپور اور بسواں کی تحصیلوں میں، علاوہ ان کے آفریدی۔ محمد زئی اور غوری قبائل کے پٹھان بھی اس ضلع میں آباد ہیں۔

مسلمان راجپوت۔ انکی تعداد ۱۱۸۴۱ تھی یعنی کل مسلمان آبادی سے بقدر ۶٫۷۹ فیصدی کے تقریباً ۴۸ مواضعات کے یہ لوگ مالک ہیں اور ان میں اکبرپور کے تعلقدار ہیں۔

سادات۔ انکی تعداد ضلع ہذا میں ۷۴۴۲ تھی۔ تعلقداران قطب نگر اور جلال نگر (ضلع ہردوئی) سادات میں سے ہیں۔

محمود آباد۔ اس ضلع میں سب سے بڑی مسلمان ریاست محمود آباد اسٹیٹ ہے ہمارے مخدوم آنریبل سر راجہ صاحب بہادر محمود آباد شیوخ صدیقی کی نسل سے ہیں آپکے مورثوں میں سے قاضی نصر اللہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارھویں پشت میں

گزرے ہیں عہد عباسیہ میں بغداد کے قاضی تھے اور وہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندستان آئے اور اول قصبہ امروہہ ضلع مراد آباد میں سکونت اختیار کی انکی نسل میں سے ۱۳۲۵ء تک دہلی کے عہدہٗ قضاۃ پر انکی اولاد مامور ہوتی رہی اور محمد بن تغلق کے زمانہ میں قاضی نصرت اللہ اودھ میں فوج کشی پر بھیجے گئے اور نوابان جونپور کے عہد حکومت میں نواب محمود خاں نے جو سپہ سالار افواج تھے محمود آباد بسایا اور آپکو خدمات کے صلے میں عمدۃ المعالی امیر الملک غضنفر الدولہ مظفر جنگ کے خطابات کے علاوہ جاگیر ملی اور اس طرح ریاست محمود آباد کی بنیاد پڑی۔

علاوہ اس ریاست کے اس ضلع میں بلہرا۔ بھٹوامئو۔ جہانگیر آباد۔ گویا مئو وغیرہ کے تعلقدار صاحبان کی جاگیریں ہیں۔ اور مسلمان بلحاظ تمول کے نسبتاً اچھی حالت میں ہیں لیکن تعلیمی پستی کی یہاں بھی وہی سطح ہے جو ہر جگہ ہے۔

اس ضلع میں بھی مسلمان سید سالار مسعود غازی کے زمانہ میں آکر آباد ہوئے اور مسلمان شرفا کی آبادی زیادہ تر مندرجہٗ ذیل مقامات پر ہے۔

لسبوان۔ مسلمانوں کی آبادی ۱۲۲۸ تھی۔
ورنگ آباد۔ " ۱۹۳۵ تھی
خیر آباد۔ " ۱۳۵۶۲ تھی

اس ضلع میں کوئی اسلامی اسکول نہیں ہے اور مسلمان حرف شناسوں کا اوسط ۴ فیصدی ہے صرف ریاست محمود آباد میں اسٹیٹ کی طرف سے ایک اسکول ہے جو پبلک کے ہر طبقے کے لئے ہے۔

ضلع کھیری

اس ضلع کی کل آبادی سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۹۰۵۱۳۸ تھی جس میں

سے مسلمانوں کا شمار ۱،۲۲،۷۰۲ تھا یعنی ۱۳٫۰۷ فیصدی۔ اس ضلع میں مسلمان شرفا کی تعداد حسب ذیل ہے۔

پٹھان صاحبان کی تعداد اس ضلع میں سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے وقت ۱۶۰۵۹ تھی یعنی ضلع کی کل مسلمان آبادی سے نسبتاً ۱۲٫۵۰ فیصدی یہ لوگ زیادہ تر تحصیل محمدی میں آباد ہیں جو اس ضلع کی سب سے بڑی اسلامی بستی ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر غوری یوسف زئی۔ گگر۔ بنگش۔ روہیلا۔ محمد زئی۔ داؤد زئی۔ بکرزئی اور شہریاری قبائل پر منقسم ہیں اس ضلع میں کوئی مسلمان پٹھان تعلقہ دار نہیں ہے۔

راجپوت۔ انکی تعداد ۱۲۱۰۴ تھی یعنی کل مسلمان آبادی سے ۹٫۸۶ فیصدی یہ لوگ زیادہ تر لکھیم پور اور نگاسن میں آباد ہیں۔

شیوخ بہ نسبت اور اضلاع اودھ کے ضلع کھیری میں نسبتاً کم ہیں سنہ ۱۹۰۱ء میں انکی تعداد ۱۰۹۹۰ یعنی کل مسلمان آبادی کی نسبت سے ۸٫۹۰ فیصدی تھی ان میں سے نصف تو محمدی میں آباد ہیں اور باقی تعداد میں سے زیادہ تر لکھیم پور میں سکونت رکھتے ہیں صدیقوں کی تعداد ۶۳۳۴۱ اور قریشیوں کی ۲۲،۱ ہے انکے علاوہ شیوخ انصاری اور فاروقی بھی ہیں اور کچھ نو مسلم بھی۔

سادات کی تعداد ۱۴۱۳ تھی جو زیادہ تر زیدی، حسینی اور رضوی ہیں۔ اگرچہ انکے قبضہ میں سے جائداد کا زیادہ حصہ نکل گیا ہے لیکن پھر بھی کچھ زمینداری باقی ہے۔

اس ضلع میں مسلمان زیادہ تر سلطنت مغلیہ کے ابتدائی زمانہ میں آکر آباد ہوئے ہیں مسلمان شرفا کی تعداد زیادہ تر محمدی اور لکھیم پور میں ہے۔ قصبہ محمدی اگرچہ اس زمانے میں کم حیثیت قصبہ ہے۔ لیکن عہد نوابی میں مسلمان شرفا کی یہ مشہور بستی تھی۔ حکیم مہدی علیخاں صاحب جو خیرآباد اور محمدی کے ناظم تھے وہ یہاں کے باشندہ تھے سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں مسلمانان محمدی کی تعداد ۴۲۰۲ تھی۔ لکھیم پور شہر میں مسلمانوں کا شمار ۲۲۹۹ تھا اور

کھیری میں ۱۵۱۳۳۰۔ سادات کھیری اگرچہ زمانۂ گزشتہ میں بائیس مواضعات کے مالک تھے لیکن
اب صرف ایک موضع پر قابض ہیں۔ اس ضلع میں کوئی اسلامیہ اسکول نہیں ہے اور مسلمانان
حرف شناسوں کی نسبت ۲ فیصدی سے زیادہ نہیں ہے۔

اناؤ

اس ضلع کی کل آبادی ۱۹۰۱ء میں ۹۷۶۶۳۹ تھی جس میں سے مسلمانوں کی تعداد
۰۰۰۷۶ تھی یعنی بمقابلۂ دیگر اقوام کے صرف ۷.۰۰۲ فیصدی۔
اس ضلع میں مسلمان زیادہ تر ان فاتحین کی نسل میں سے آباد ہیں جو ۱۲۰۲ء اور
۱۲۱۱ء میں باوقات مختلف اودھ میں آئے۔ ضلع ہذا میں مسلمانوں کے گروہوں کی تعداد
حسب ذیل ہے۔
شیخ صاحبان۔ ۱۶۳۲۹۔ یعنی کل مسلمان آبادی سے نسبتاً ۲۲ فیصدی۔
پٹھان " ۱۳۵۶۱ - " " " ۱۳ "
سادات " ۳۵۲۹۔
مغل۔ " ۶۴۳۔
اس ضلع میں مسلمان شرفا کے قصبات جو کسی زمانہ میں نہایت معزز قصبے تھے
حسب ذیل ہیں۔
موہان۔ نیوتنی۔ گنج مرادآباد۔ اسیوہ تا۔ صفی پور۔ اور ان قصبات میں سے
موہان مسلمانوں کی وہ بستی ہے جہاں بڑے بڑے اطبائے حاذق اور علماء و فضلا گذرے
ہیں اور جنکی نسلیں آج نکبت اور افلاس کی حالت میں تباہ اور برباد ہیں۔
نیوتنی میں تواب بھی خدا کے فضل سے ہمارے مخدوم مولوی نظام الدین حسن صاحب
بی۔ اے۔ بی۔ ایل لکھنؤ کا خاندان اپنے وطن کی گزشتہ علمی شہرت کی یادگار ہے لیکن عام

طور سے ضلع اناؤ میں مسلمانوں کی پستی کی سطح وہی ہے جو ہر جگہ اور ہر مقام پر ہے ۲۰ تعلقداران ضلع میں سے صرف ۴ مسلمان ہیں اور تعلیمی حالت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ضلع بھر میں کوئی اسلامیہ اسکول نہیں ہے بجالیکہ علاوہ سرکاری اور مشن اسکولوں کے قصبہ موراوان میں کھتری صاحبان کا ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا ہائی اسکول ہے۔ مسلمان حرف شناسوں کی نسبت صرف ۶/۲۶ فیصدی ہے۔

سُلطان پور

اس ضلع کی کل آبادی ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۱۰۸۳۹۰۴ تھی جس میں سے ۱۰۹۷۴۰ مسلمانوں کی تعداد تھی یعنی کل آبادی سے نسبتاً دس فیصدی۔ اس ضلع کو بہ لحاظ مسلمان آبادی کے یہ ایک خصوصیت حاصل ہے کہ اس ضلع میں مسلمان راجپوت صاحبان کی تعداد بہت زیادہ ہے جس میں سے بڑے بڑے جاگیردار اور تعلقہ دار ہیں۔ مسلمان راجپوتوں کی تعداد اس ضلع میں ۲۵۰۰۰ تھی جو زیادہ تر بچگوتی۔ بھالے سلطان۔ بیس چوہان اور سکروار قبیلوں کی نسل سے ہیں اور جو زیادہ تر میران پور۔ گورا جمون۔ جگدیس پور۔ اور اسولی وغیرہ مقامات پر سکونت رکھتے ہیں ضلع کے کل رقبہ میں ۱۱ فیصدی پر مسلمان حقوق مالکانہ رکھتے ہیں اور اس ضلع میں ۴ فیصدی پر خانزادگان بچگوتی قابض ہیں جس میں سے سربرآوردہ راجہ صاحب حسن پور ہیں۔ علاوہ ان مسلمان راجپوت صاحبان کے دیگر مسلمان ضلع ہذا میں بلحاظ تعداد اور بہ اعتبار دولت و ثروت اور اثر کے بہت کم ہیں مثلاً سادات کی تعداد ۳۱۰۹ تھی جو تقریباً کل پرگنہ اسولی میں ہیں۔ شیخ اگرچہ اپنی تعداد کے اعتبار سے کم نہیں ہیں یعنی اُن کی مردم شماری ۱۹۰۱ء میں ۱۰۳۸۲ تھی لیکن وہ بالعموم کاشتکار پیشہ اور کم حیثیت ہیں۔

پٹھان صاحبان کی تعداد ۱۹۰۱ء میں ۶۲۲۵ تھی جو خاصکر۔ یوسف زئی۔ غوری اور اور لودہی کے قبیلوں میں سے ہیں اور اُن مسلمانوں کی نسل سے ہیں جو سلطان محمود

غزنوی کے وقت میں آکر آباد ہوئے تھے۔
اس ضلع میں سوائے اسولی کے اور کوئی قصبہ مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے قابل ذکر نہیں ہے

ضلع بہرائچ

سنہ ۱۹۱۰ء میں اس ضلع کی کل آبادی ۱۰۵۱۳۴۷ تھی جس میں سے مسلمانوں کی مردم شماری ۱۹۳۶۷۴ تھی یعنی بمقابلہ دیگر اقوام کے مسلمان اس ضلع میں ۱۸۰۲۲ تھے۔
اس ضلع میں بہ نسبت دیگر اضلاع اودھ کے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی ہے یعنی سنہ ۱۸۶۹ء میں مسلمان آبادی کی نسبتی تعداد ۱۲۱۰ تھی اور ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۱۸۲۲۵۵ تک ترقی کر گئی۔
ضلع ہذا کی مسلمان آبادی میں سب سے زیادہ تعداد پٹھانوں کی ہے سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے اعتبار سے اس ضلع میں انکی تعداد ۳۲۲۲۵ تھی یعنی ضلع کی کل مسلمان آبادی کی نسبت سے پٹھانوں کی تعداد ۱۶٫۸۴ فیصدی تھی۔ زیادہ تر پٹھان صاحبان، نانپارہ، چاردہ بھنگا پور فخرپور پرگنوں میں سکونت پذیر ہیں اور تلسی پور، دہرمپور اور اکونہ میں بھی انکی آبادی ہے یہ پٹھان صاحبان زیادہ تر یوسف زئی۔ لودہی۔ ککڑ۔ اور غوری خاندانوں کی نسل سے ہیں علاوہ ازیں محمد زئی، روھیلا، آفریدی، ولازک اور بنگش خاندانوں کی بھی نسلیں اس ضلع میں آباد ہیں۔ اوران ہی میں راجہ صاحب نانپارہ کا خاندان بھی ہے۔
شیخ صاحبان کی تعداد اس ضلع میں سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ۱۸٫۷۶۵ تھی یعنی ضلع کی مسلمان آبادی سے ۹٫۶۸ فیصدی تھی تحصیل قیصر گنج اور نانپارہ میں یہ لوگ زیادہ تر آباد ہیں۔ اور شیخ صاحبان میں سے امباپور اور ٹیپراہا کے تعلقہ دار صاحبان ہیں۔
سادات کی تعداد اس ضلع میں ۳۳۴۲ تھی اور یہ لوگ زیادہ تر پرگنہ ہسام پور

بہرائچ اور نانپارہ میں آباد ہیں ڈیرہ قاضی، علی نگر اور راجت پور کے تعلقہ دار صاحبان سادات سے ہیں لیکن موجودہ زمانہ میں سادات بہرائچ اپنی گزشتہ ثروت اور عظمت کے لحاظ سے جو اس ضلع میں اور تعلقہ قیصر گنج کی ملکیت کی وجہ سے انکو حاصل تھی کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ اور جو کچھ جائدادیں باقی ہیں وہ بھی قرض کی بلا میں مبتلا ہیں۔

مغل صاحبان کی تعداد اس ضلع میں کم ہے یعنی ۱۹۰۱ء میں ان کی مردم شماری ۱۳۰۴ تھی۔ ان میں سے زیادہ تر چغتائی اور قزلباش خاندانوں کے افراد ہیں۔

مسلمان راجپوتوں کی تعداد ۹۶۰۰ تھی اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ گزشتہ مردم شماری میں انکے فرقۂ اناث کی تعداد ۵۰۰۰ تھی۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس ضلع میں ۴۲ تعلقہ دار ہیں جن میں سے نانپارہ کی ریاست کے علاوہ صرف دو ایک تعلقے مسلمانوں کے قابل اطمینان حالت میں ہیں ورنہ جسقدر بڑی بڑی جاگیریں مسلمان شرفا، اور علی الخصوص سادات کی ملکیت میں تھیں وہ دیگر اقوام کے قبضہ میں جاچکی ہیں۔

اس ضلع میں سوائے شہر بہرائچ کے کوئی اور بڑا قصبہ جہاں مسلمان شرفا کی آبادی زیادہ ہو قابل تذکرہ نہیں ہے۔ بہرائچ کو جو شہرت اور عظمت حاصل ہے وہ درگاہ سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے سبب سے ہے اور اس ضلع میں اکثر مسلمان شرفا کے وہ خاندان آباد ہیں جن کے آباو اجداد سید سالار مسعود غازی کے ہمراہ آئے تھے اور جنھوں نے اسلام کا علم یہاں استادہ کیا تھا۔ علاوہ اس کے اور ایسے اجداد کی نسلیں اس ضلع میں متوطن ہیں جو سلطنت مغلیہ اور اودہ میں اعلیٰ مناصب پر فائز تھے لیکن آج حالت یہ ہے کہ ضلع بھر میں کوئی اسلامیہ اسکول موجود نہیں ہے۔ ضلع میں ایک گورنمنٹ ہائی اسکول ہے۔ عیسائیوں کا مشن اسکول ہے اور دیگر میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے مدارس ہیں۔

ضلع بارہ بنکی

اس ضلع کی کل مردم شماری ۱۹۱۱ء میں ۱۱۷۹۳۲۳ تھی جن میں سے مسلمان باشندگان ضلع کی تعداد ۱۹۹۴۷۴ یعنی ضلع کی کل آبادی سے نسبتاً ۱۶/۹۱ تھی۔ اس ضلع میں سب سے زیادہ تعداد شیوخ کی ہے ۱۹۱۱ء میں انکی تعداد ۴۲۲۲۵ تھی جس کی نسبت ضلع کی کل مسلمان آبادی سے۔ بقدر ۲۱/۱۷ کے ہوتی ہے۔ ان میں سے زیادہ صدیقی اور انصاری صاحبان ہیں۔ شیوخ میں بڑا خاندان قدوائی حضرات کا ہے جن میں سے بڑے بڑے تعلقہ دار صاحبان مثلاً آنریبل سر راجہ صاحب جہانگیر آباد و تعلقہ داران میلارائے گنج و گدیا وغیرہ اسی مشہور خاندان سے ہیں۔ اس خاندان کے بانی قاضی قدوۃ الدین سلطان روم کی نسل میں سے کوئی بزرگ تھے جن کا مزار اجودھیا میں عالمگیر اور اورنگ زیب کی مسجد کے قریب واقع ہے اس خاندان میں بڑے بڑے عالم اور فقیہ گذرے ہیں جن میں سے قاضی شوال صاحب مراۃ الاسلام دھلی کے قاضی تھے۔ علاوہ علم و فضل کے اس خاندان کے بزرگ سلطنت مغلیہ میں مناصب جلیلہ پر فائز رہے ہیں۔ شیوخ صدیقی میں راجہ صاحب بلہرہ و تعلقدار صاحبان بھٹوامئو۔ سترک۔ سیدن پور کے علاوہ قصبۂ رودلی اور ردیوہ وغیرہ کے رؤسا ہیں۔ یہ خاندان اس ضلع میں نہایت قدیم الایام ہے اور اس خاندان کے بہت سے بزرگ کیا بلحاظ علم و فضل اور کیا باعتبار سلطنت ہائے اسلامی میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہونیکے ممتاز تھے۔

سادات میں سے جناب راجہ صاحب سلیم پور۔ اہما مئو اور سادات، نزولی امیر پور کا خاندان ہے علاوہ ازیں دیگر مسلمان تعلقہ دار۔ ینورہ۔ بردلی۔ دہرہرا وغیرہ مقامات کے ہیں۔ اس ضلع میں مسلمان سب سے پہلے ۱۰۳۰ء یعنی ۴۲۱ھ کے قریب میں سید سالار مسعود غازی کی فوج کشی کے زمانہ میں آکر سترک میں آباد ہوئے۔ اس ضلع میں مسلمانوں کے قصبات حسب ذیل ہیں۔

دریا آباد۔ یہ بہت پرانا قصبہ ہے مسلمانوں کی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء میں ۲۶۴۰ تھی اور اس قصبہ کو دریاؤ خاں نے جو سلطان محمود شاہ حاکم جون پور کی فوج کے افسر تھے آباد کیا تھا۔

دیوہ۔ یہ نہایت قدیم قصبہ ہے اور پہلے زمانہ میں علم وفضل کا اس نواح میں مشہور مرکز تھا ۳۶۹۲ باشندگان دیوہ میں سے سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے رو سے ۱۸۵۴ مسلمان باشندے تھے شیوخ صاحبان زیادہ تر حاجی محلہ اور محلہ شیوخ میں سکونت رکھتے ہیں۔

نواب گنج۔ یہ اس ضلع میں سب سے بڑا قصبہ ہے مسلمانوں کی آبادی ۵۸۹۴ تھی اس تحصیل میں پٹھان صاحبان کی زیادہ تعداد ہے اور ان میں زیادہ یوسف زئی قبیلہ کے لوگ ہیں

رودولی۔ یہ قصبہ بھی بہت پرانی بستی مسلمانوں کی ہے سنہ ۱۹۰۱ء میں مسلمانوں کی تعداد منجملہ ۱۱،۰۰ کل آبادی کے ۶۴۵۱ تھی۔ اس قصبہ میں شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مزار ہے اور ان کا خاندان آباد ہے۔

ستر کھ۔ اس قصبہ میں مسلمان سب سے پہلے آکر آباد ہوئے۔ سید سالار مسعود غازی کے والد کا مزار اس قصبہ میں ہے اور قاضی صاحبان کا خاندان جو شیخ صلاح الدین غزنوی کی نسل سے ہیں یہاں آباد ہے۔

اس ضلع میں صرف پانچ فیصدی مسلمان حرف شناس ہیں۔

ضلع فیض آباد

سنہ ۱۹۰۱ء میں اس ضلع کی کل آبادی ۱۲۲۵۳۰۴ تھی جس میں سے مسلمانوں کا شمار ۱۳۶۰۹۵ یعنی بقدر ۱۱،۱ فیصدی تھا۔

مسلمان شرفا کی تعداد اس ضلع میں حسب ذیل ہے۔

شیوخ۔ انکی تعداد ۲۰۱۸۹ یعنی مسلمان آبادی سے نسبتاً ۱۴،۸ فیصدی۔ یہ لوگ زیادہ تر فیض آباد اور ٹانڈہ کی تحصیلوں میں سکونت رکھتے ہیں۔ انمیں سے زیادہ تر

صدیقی ہیں فاروقی اور انصاری شیوخ کی بھی اس ضلع میں خاصی تعداد ہے۔

پٹھان۔ انکی تعداد ۵۵۰۰۳ یعنی اسلامی آبادی سے بقدر ۱۰٫۱ فیصدی کے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر یوسف زئی۔ لودہی۔ ککڑ اور غوری قبائل میں سے ہیں لیکن اس ضلع میں یہ لوگ زیادہ تر اپنی جائداد کا حصہ ضائع کر چکے ہیں۔

راجپوت۔ مسلمان راجپوتوں کی تعداد اس ضلع میں ۹۰۰۰ ہے اور ان میں سے اکثر بڑی جاگیروں کے مالک اور قابض ہیں۔

سید۔ سادات زیادہ رضوی حسینی۔ زیدی اور تقوی نسل سے ہیں اور انکی تعداد ۳۰ ہزار تھی۔ اور یہ لوگ سب سے اول مسلمان تھے جو اس ضلع میں آکر آباد ہوئے۔ ان میں بڑے بڑے جاگیردار ہیں۔ راجہ ابوجعفر صاحب اسی خاندان کے مسلمان تعلقہ دار ہیں۔

خاص شہر فیض آباد اودھ میں لکھنؤ کے بعد سب سے بڑا شہر ہے اور اُس کو نوابانِ اودھ کا دارالحکومتہ ہونیکا بھی فخر حاصل ہے اور اس لئے متعدد قدیم شرفا کے خاندان خاص شہر اور ضلع میں آباد ہیں۔

خاص شہر فیض آباد میں گورنمنٹ اسکول کے علاوہ مشن اسکول بھی ہیں لیکن کوئی اسلامی اسکول نہیں ہے۔ تحصیل فیض آباد میں مسلمانوں کا شمار ۱۹۰۱ء میں ۵۹ ۱۴۸ تھا۔ جس میں شیخ صاحبان کی تعداد زیادہ تھی۔

اس ضلع میں علاوہ فیض آباد کے اکبرپور اور ٹانڈہ کی تحصیلوں میں مسلمان شرفا کی آبادی زیادہ ہے۔ رسول پور اور کچھوچھہ شریف میں بڑے بڑے عالم اور درویشوں کے نسل سے مسلمان آباد ہیں۔ شاہ مخدوم اشرف صاحب کا مزار رسول پور میں ہے۔

ضلع گونڈہ

سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے اس ضلع کی کل آبادی ۱۴۰۳۱۹۵ تھی جس میں

سے مسلمانوں کا شمار ۱۵۴۳۱۲ تھا یعنی ۱۵،۱۲ فیصدی اس ضلع میں مسلمان شرفا کی تعداد حسب ذیل ہے۔

مسلمان راجپوت۔ اس ضلع میں سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۴۰۴۴۸ تھے یعنی کل مسلمانان ضلع کی آبادی سے نسبتاً ۱۹،۱۲ فیصدی۔ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں سوائے ضلع میرٹھ کے اور کسی ضلع میں راجپوتوں کی تعداد اسقدر زیادہ نہیں ہے جسقدر کہ اس ضلع میں ہے۔

شیوخ۔ اس ضلع میں شیوخ کی تعداد ۲۲۵۱۲ تھی یعنی مسلمانان ضلع کی تعداد سے بقدر ۱۰،۵۴ فیصدی۔ شیوخ صاحبان صدیقی۔ قریشی اور عثمانی گروہ پر منقسم ہیں۔

پٹھان۔ پٹھانوں کی تعداد اس ضلع میں ۲۲۳۳۵ تھی یعنی مسلمان آبادی سے نسبتاً ۱۰،۴۰ فیصدی یہ لوگ زیادہ تر یوسف زئی اور لودھی قبائل کے ہیں۔

سادات۔ سیدوں کی تعداد ۴۲۴۱ تھی یہ لوگ زیادہ تر جعفری ہیں اور تحصیل اترولا میں آباد ہیں۔

مغل۔ مغلوں کی تعداد ۱۴۹۶ تھی۔

مسلمان تعلقہ داران ضلع میں سے راجہ صاحب اترولا پٹھان ہیں اور راجہ صاحب بلہرہ ضلع بارہ بنکی کی بھی جائداد اس ضلع میں ہے ضلع گونڈہ میں کوئی پرانی اسلامی بستی نہیں ہے۔ اس ضلع میں سب سے بڑا پرگنہ ریاست بلرام پور کا صدر مقام بلرام پور ہے اور اسمیں مسلمانوں کی تعداد ۶۱۶۲ تھی اور خاص شہر گونڈہ میں ۴۳۳۸ مسلمان آباد تھے اور ۴۱ فیصدی مسلمانوں کی آبادی تعلقہ اترولا میں ہے ضلع ہذا میں مسلمان زیادہ تر کم حیثیت اور بے اثر ہیں اور عام طور سے تعلیم کی حالت بہت خراب ہے اور مسلمان شرفا کی بستیاں بہ نسبت اور اضلاع کے بہت کم ہیں۔

ضلع پرتاب گڑھ

اس ضلع کے کل آبادی سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۸۴۸۲۱۹ تھی جس میں سے ۰۰۴۶۴۹ مسلمان تھے جنکی نسبت کل آبادی سے ۳،۷ تھی مسلمان شرفا کی تعداد حسب ذیل ہے

شیوخ ۶۶،۵۴۴ تھے یعنی کل مسلمان آبادی سے نسبتاً ۲،۷ فیصدی ان میں سے قریشیوں کی تعداد ۴۰۰۰۰ اور صدیقیوں کی ۱۹۲۵ تھی فاروقی۔ انصاری۔ عثمانی اور بنی اسرائیل شیوخ بھی اس ضلع میں آباد ہیں۔

پٹھان۔ پٹھانوں کی تعداد ۴۰۶۱۱ تھی یعنی مسلمان آبادی سے نسبتاً ۳ ، ۱۲ فیصدی یوسف زئی غلزئی ککڑ۔ لودھی اور غوری قبائل کے افراد اس ضلع میں آباد ہیں۔

سادات۔ سادات میں سے رضوی۔ کاظمی۔ اور حسینی ہیں اور انکی تعداد ۴۵۴۲۴ تھی۔

مغل۔ مغلوں کی تعداد ۷،۰۵ تھی۔ اور وہ زیادہ تر چغتائی قبیلے سے ہیں۔

اس ضلع کے سب سے بڑے مسلمان رئیس خان بہادر شیخ احمد حسین صاحب تعلقہ دار پریاوان ہیں۔ سید سالار مسعود غازی کے زمانہ سے مسلمان اس ضلع میں آکر آباد ہوئے۔ اس ضلع میں مانک پور وہ تاریخی مقام ہے کہ جہاں سید سالار مسعود غازی اور دیگر مسلمان حملہ آوران اودہ نے باوقات مختلف اپنی فوج کا ہیڈ کوارٹر قایم کیا تھا اور اس لئے بہت سے مسلمان شرفا جو اس زمانہ اسلامی فوج کے ساتھ آئے تھے اُنکی نسلیں اس ضلع کے اکثر مقامات پر آباد ہیں۔ مانک پور میں سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رو سے ۴۹۴۱ مسلمان تھے خاص شہر پرتاب گڈہ میں ۳،۰۷ مسلمانوں کی تعداد تھی۔

اس ضلع میں کوئی اور ایسا قصبہ قابل تذکرہ نہیں ہے جہاں مسلمان شرفار کی آبادی کوئی امتیازی حیثیت رکھتی ہو۔ اس ضلع میں منجملہ ۳۳ تعلقہ داروں کے صرف راجہ صاحب پریاوان مسلمان تعلقہ دار ہیں۔ اس ضلع میں کوئی اسلامیہ اسکول نہیں ہے۔ اور مسلمان

حرف شناسوں کی تعداد تقریباً ۲ فیصدی ہے۔

اس کے بعد اب چند الفاظ میں اس کام کی نسبت عرض کرنا چاہتا ہوں جو اس سال صدر دفتر کانفرنس میں ہوا۔ اس سے پیشتر میں ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کی خدمت میں گزشتہ سال کی کانفرنس کے متعلق عرض کر چکا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہانتک اس کانفرنس کی مالی اور عملی حالت کا تعلق ہے گزشتہ دو سال اس کے اچھے نہیں رہے۔ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء میں مجوزہ مسلم یونیورسٹی کی تحریک شروع ہوئی چونکہ اس کی کامیابی ہر چیز پر مقدم خیال کی گئی اس لئے کانفرنس کے اسٹنٹ سکرٹری اور کل سفیروں کی خدمات یونیورسٹی دفتر کو منتقل کر دی گئیں اور کانفرنس کا چندہ بالکل بند کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ میرے وقت اور توجہ کا حصہ بھی زیادہ تر یونیورسٹی کے کام پر صرف ہوا۔ ان سب کا نتیجہ جو ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہے۔ اس کے بعد سال گزشتہ میں شاہی دربار کے موقع پر دہلی میں اجلاس کیا گیا اور چونکہ وہاں کے مسلمانوں کی طرف سے دعوت نہ تھی اسلئے کل اہتمام اور کام کانفرنس کی طرف سے کانفرنس کے روپیہ سے ہوا اور اس لئے جسقدر عہدہ دار صدر دفتر میں تھے ان کا تمام وقت اس کے متعلق انتظام میں صرف ہوا۔

دہلی کے اجلاس کے لئے نہ صرف سال گزشتہ میں عہدہ داران کانفرنس کا وقت زیادہ صرف ہوا بلکہ اس سال بھی اس کا خمیازہ اٹھانا پڑا کیونکہ ایک اہلکار نے کچھ بانس اور بلیوں اور کرسیوں کی چوری کی۔ اس پر فوجداری میں مقدمہ چلایا گیا جس کی پیروی میں بہت سا وقت صرف ہوا۔

امید تھی کہ سال گزشتہ جو کچھ مالی نقصان ہوا تھا اس کی تلافی امسال ہو جاویگی اور کانفرنس کے مقاصد کے متعلق جو کام نہیں ہو سکا تھا وہ کیا جاویگا مگر بدقسمتی نے اس سال بھی پیچھا نہ چھوڑا۔

ٹرکی پر مصیبت نازل ہوئی اور اس کی وجہ سے اس ملک کے مسلمانوں کو حق اخوت

ادا کرنے میں جو کچھ کرنا پڑا اُس کی وجہ سے کانفرنس کا چندہ بہت ہی قلیل ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ سنہ ۱۹۰۶ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک جو روپیہ سالانہ چندہ سے پس انداز کر کے جمع کیا تھا اس سال اُسی میں سے خرچ ہو رہا ہے۔

صدر دفتر کے لئے ایک اسسٹنٹ سکرٹری [illegible] ماہوار ایک انگلش کلارک [illegible] ماہوار ایک اُردو کلارک [illegible] ماہوار ایک محاسب ۳۵ اور ایک اور انگلش کلارک [illegible] ماہوار کے منظور ہیں۔ لیکن اسسٹنٹ سکرٹری دو سال سے نہیں ہے۔ اس سال مسٹر عبد الرحمٰن سندھی نے بطور قائمقام جون سے کام کیا۔ لیکن آخر نومبر سے میڈیکل مشن کے ساتھ وہ ٹرکی چلے گئے اور مولوی انوار احمد صاحب اُردو کلارک سفارت کا کام کر رہے ہیں۔

آیندہ کے لئے سب سے زیادہ مجکو فکر وظائف کے متعلق ہے کیونکہ اس وقت کانفرنس کی طرف سے تقریباً بارہ سو ماہوار وظائف میں صرف ہوتے ہیں۔

دفتر کے عہدہ داروں اور نوکروں کی تنخواہ اور وظائف کا ماہانہ خرچ قریب سترہ سو روپیہ ہے ایسی حالت میں مالی لحاظ سے آیندہ حالت قابل اطمینان نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کانفرنس کی خدمات کا وقت اب آیا ہے کیونکہ اب تک اُس کی کوشش کا زیادہ حصہ مرکزی دار العلوم کے قیام میں صرف ہوتا رہا۔ مرکزی دار العلوم کے متعلق کوشش بہت کچھ خدا کے فضل سے تکمیل کے درجہ کو پہونچ گئی۔ اب کانفرنس کے کام کے دائرہ میں بہت زیادہ وسعت ہونا چاہیئے کیونکہ اب ضرورت اسکی ہے کہ ہر ایک صوبہ اور ضلع کے مسلمانوں کی خاص خاص حالتوں اور حالات کے لحاظ سے انکی تعلیم کی اسکیم طیار ہو۔ جس طرح اوپر میں نے مختصر طور پر اودھ کے اضلاع کے مسلمانوں کی حالت کا خاکہ دکھلایا ہے۔ اسی طرح کل ملک کے صوبوں اور اضلاع کے مسلمانوں کے متعلق کیفیت مرتب ہو کر اُن کی خاص حالت اور ضرورت کے مطابق پروگرام طیار رہو اور کانفرنس کی طرف سے مقامی اصحاب میں تحریک برابر جاری رہے۔ غرضکہ کانفرنس کے مقاصد اور کام کا دائرہ

غیر محدود ہی اور اُس کو عملی شکل میں لانیکا اب وقت آگیا ہی۔ مگر سب کچھ قوم کی توجہ اور مدد پر منحصر ہی مجکو یقین کامل ہی کہ جس فیاضی اور سرپرستی کی ضرورت اس کانفرنس کو ہی اُس میں کسی طرح کمی نہ ہوگی۔

مطبوعہ رپورٹ کے خاتمہ پر آنریری جائنٹ سکرٹری کانفرنس نے پونا کے ایک جدید قائم شدہ اسلامیہ اسکول کی کیفیت سنائی جس کا سنگ بنیاد نومبر ۱۹۱۲ء میں سر جارج سڈنہم کلارک گورنر بمبئی نے رکھا ہی اور جس کے مجوز اور مہتمم ہمدرد قوم اور محب وطن آنریبل فاضل بھائی کریم بھائی صاحب ہیں۔ اس درسگاہ کی امداد میں جناب سر کریم بھائی ابراہیم صاحب نے ایک لاکھ روپیہ مرحمت فرمائے ہیں۔ مسز جیراج بھائی پیر بھائی صاحبہ نے اسکول کے متعلق بورڈنگ ہاؤس کے لئے پینسٹھ ہزار روپیہ سے امداد دی ہی۔ آنریبل فاضل بھائی کریم بھائی صاحب نے اپنی جیب سے پچیس ہزار روپیہ شامل کئے ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سر کریم بھائی ابراہیم صاحب کی صاحبزادی مسز نور محمد جیراج بھائی پیر بھائی صاحبہ دو لاکھ روپیہ ایک زنانہ اسکول کے لئے مرحمت کرتی ہیں جو شہر بمبئی میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے لئے عنقریب قائم ہونیوالا ہی۔ اوّل الذکر اسکول کی امداد میں جناب قاسم علی جیراج بھائی پیر بھائی صاحب نے پانچ ہزار روپیہ سال دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے، ایل ایل، بی کی تحریک اور منشی طفیل احمد صاحب مختار فتح پور کی تائید سے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب آنریری جائنٹ سکرٹری کانفرنس کے لئے بالاتفاق شکریہ اور اعتماد کا ووٹ پاس ہوا۔

بعد ازاں جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی نے حسب ذیل رزولیوشن پیش کیا۔

رزولیوشن نمبر (۸)

اس کانفرنس کی رائے میں مسلمانان ہند کی تعلیمی ترقی کے لئے اس امر کی نہایت

ضرورت ہے کہ ہر ایک صوبہ میں گورنمنٹ ایک مسلمان اسسٹنٹ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کا تقرر منظور فرمائے۔

محرک۔ شیخ محمد عبد اللہ صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل علیگڈھ

موید۔ منشی عبد الغنی صاحب جائنٹ سکرٹری لوکل کانفرنس کمیٹی غازی پور

رزولیوشن مندرجہ بالا کی تحریک پیش کرتے ہوئے شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ:۔

صاحبو! اس رزولیوشن کے متعلق مجھے نہ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس " رزولیوشن کی ضرورت کو وہ اصحاب بخوبی محسوس کرسکتے ہیں جن کو معلوم " ہے کہ مسلمان افسران تعلیم کا مسلمان بچوں کی تعلیم پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اور یہ ہمارا " تجربہ ہے کہ اعلیٰ افسران تعلیم کسی خاص قوم کی تعلیمی ترقی میں کسقدر قیمتی مدد " دے سکتے ہیں۔ ضلع علیگڈھ کی حالت کا مجھے علم ہے کہ وہاں مدت دراز سے " کوئی مسلمان ڈپٹی انسپکٹر نہ تھا اور حالت یہ تھی حلقہ بندی اور دیہاتی اسکولوں " میں نہ صرف طلبا کی بلکہ استادوں کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ مسلمان " بچوں کو ہندی پڑھنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اب چند سال سے مسلمان ڈپٹی " انسپکٹر کے آنے سے مسلمان طلبہ اور استادوں کی تعداد میں اضافہ ہوا " ہے لیکن کل صوبہ کی حالت یہ ہے کہ ۴۸ ڈپٹی انسپکٹروں میں سے صرف پانچ ۵ " مسلمان ہیں۔ جب گورنمنٹ پچاس پچاس لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم پر خرچ کرتی ہے " تو کیا وجہ ہے مسلمانوں کی تعلیم کا اس میں حصہ نہو۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ " مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اور افسران تعلیم کے اعلیٰ عہدوں پر " مسلمان افسران کے تقرر سے بہت سے حقوق کی حفاظت ہوگی "

اس تحریک کی تائید منشی عبد الغنی صاحب نے مناسب الفاظ میں کی۔ اس تائید کے بعد

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی نے یہ ترمیم پیش کی کہ رزولیوشن مذکورہ بالا میں "اسسٹنٹ ڈائرکٹر" کے بجائے "اسپیشل انسپکٹر" کردیا جائے اور اس ترمیم کی تائید میں صاحب موصوف نے فرمایا کہ:-

"اسسٹنٹ ڈائرکٹر کا عہدہ صرف ایک ہے اور وہ عموماً انگریز ہوتا ہے اور"
"اسکے متعلق صرف کلاریکل (دفتری کاروبار) کام ہوتا ہے لہذا بجائے"
"اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے الفاظ کے "اسپیشل انسپکٹر" کے الفاظ درج"
"کئے جائیں اور اسپیشل انسپکٹر کے متعلق ایجوکیشن کمیشن ۱۸۸۲ء نے بھی"
"سفارش کی ہے"

معزز محرک نے اس ترمیم کو قبول کیا۔ اس کے بعد جناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب نے دوسری ترمیم یہ پیش کی، کہ "اسپیشل انسپکٹر"، کے بعد یہ الفاظ اور اضافہ کئے جائیں کہ

"اسپیشل انسپکٹر آف اسکولز اور چند خاص ماتحتین صیغہ انسپکشن میں مقرر"
"فرمائے تاکہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم میں نسبتاً جو کمی ہے اسکی"
"تلافی ہوسکے"

اس ترمیم کو بھی معزز محرک نے منظور فرمایا اور مندرجہ بالا ترمیمات کے بعد رزولیوشن مذکور حسب ذیل الفاظ میں بالاتفاق پاس ہوا۔

رزولیوشن نمبر (۸)

اس کانفرنس کی رائے میں مسلمانان ہند کی تعلیمی ترقی کے لئے اس امر کی نہایت ضرورت ہے کہ ہر ایک صوبہ میں گورنمنٹ ایک مسلمان اسپیشل انسپکٹر آف اسکولز اور چند خاص ماتحتین صیغہ انسپکشن مقرر فرمائے تاکہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم میں نسبتاً جو کمی ہے اس کی تلافی ہوسکے۔

اس کے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے حسب ذیل رزولیوشن کی تحریک پیش کی۔

رزولیوشن نمبر (۹)

یہ کانفرنس گورنمنٹ سے باادب ملتجی ہے کہ مسلمانان ہند کی تعلیمی ترقی کے لئے ہر صوبہ میں ایک اسلامیہ کالج اور ہر ضلع میں ایک اسلامیہ ہائی اسکول ازبس ضروری ہے لیکن مقصد کے حصول میں گورنمنٹ کی خاص توجہ اور مدد کی اس طرح پر ضرورت ہے کہ ہر ایک صوبہ اور ضلع میں سرمایہ جمع کرنیکے لئے مسلمان جو کوشش کر رہے ہیں یا کریں افسران گورنمنٹ انکی سرپرستی اور اعانت ہر طرح پر کریں۔

محرک۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب۔

مؤید۔ شیخ محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل علیگڈھ۔

رزولیوشن مندرجہ صدر کی تحریک پیش کرتے ہوئے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے کہا کہ:—

"حضرات! جو رزولیوشن کہ ابھی میں نے پڑھا ہے اور اپنے مقصد و"
"منشا کے لحاظ سے وہ جسقدر اہمیت رکھتا ہے اُس کا اندازہ اس کے الفاظ"
"ہی سے ظاہر ہے۔ لیکن میں نہایت اختصار کے ساتھ اسکے متعلق چند الفاظ"
"اس کے متعلق عرض کرونگا۔ اس رزولیوشن کے دو جزو ہیں اوّل یہ کہ"
"ہر صوبہ میں ایک اسلامیہ کالج اور ہر ضلع میں ایک اسلامیہ ہائی اسکول"
"کا قائم کیا جانا اور دوسرے یہ کہ اس مقصد کے حصول کے لئے یعنی ہر صوبہ"
"میں ایک اسلامیہ کالج اور ہر ضلع میں ایک اسلامیہ ہائی اسکول کے"
"قائم کرنیکے متعلق مسلمان جو کوشش اس وقت کر رہے ہیں یا آیندہ کریں"

"امیں افسران ضلع وحکام گورنمنٹ مسلمانوں کی اعانت فرمائیں۔ اسلامیہ اسکولوں"
" اور کالجوں کے قائم کرنیکی ضرورت اب اسقدر بدیہی اور شدید ہی اور جب سے"
" کہ گورنمنٹ اسکولوں اور کالجوں میں طلبہ کی تعداد محدود کردیگئی ہی اس وقت"
" سے ہر جگہ جہاں علاوہ گورنمنٹ اسکولوں اور کالجوں کے اور کوئی درسگاہ"
" موجود نہیں ہی مسلمان طلبا کی ایک بڑی تعداد سخت مشکلات میں مبتلا ہی"
" اور انکی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہی اور غیر اقوام کی درسگاہیں ہمارے مقاصد"
" کے لئے نہ موزوں ہیں اور نہ ان میں ہماری قوم کے بچوں کی تعلیمی ضروریات"
" کا انتظام ہی اس لئے محض بدرجہ مجبوری ہمارے پاس سوائے اس کے چارہ کار"
" نہیں ہی کہ ہم خود اپنے بچوں کی تعلیم کا اسطرح انتظام کریں۔ لیکن ہماری"
" قوم میں بدقسمتی سے ابھی وہ روح پیدا نہیں ہوئی ہی اور نہ وہ مادہ ہی"
" کہ اس تعلیمی ضرورت کے لئے کافی فراخ دلی کے ساتھ امداد دیجائے"
" اور بلا کسی اثر کے ان درسگاہوں کے لئے چندہ فراہم ہو سکے۔ گورنمنٹ"
" کے افسروں کو اس ملک میں قدرتی طور سے جو اثر حاصل ہی اگر وہ ایک"
" پس ماندہ قوم کے افراد کو تعلیمی تحریکوں کی امداد پر متوجہ کردیں یا ان"
" درسگاہوں سے اپنی دلچسپی اور ہمدردی ظاہر کرنیکے ذریعہ سے انکے"
" اس طرف راغب ہونیکا باعث ہوں تو نہایت سہولت کے ساتھ"
" اسلامی درسگاہوں کے لئے کافی سرمایہ پیدا ہو سکتا ہی ہم گورنمنٹ"
" سے روپیہ نہیں چاہتے۔ کوئی خاص رعایت نہیں چاہتے صرف یہ"
" چاہتے ہیں۔ اور یہ ہمارا جائز حق ہی۔ کہ خدا نے جو درجہ اور جو اثر ہمارے"
" حکمران اصحاب کو دیا ہی وہ اپنے توجہ اور اثر کو کام میں لاکر ہماری"
" قوم کے افراد سے ہماری قوم کے بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرادیں"

"اور شہنشاہ معظم نے ہندوستان میں تعلیم کے پھیلنے اور جا بجا اسکولوں اور
"کالجوں کے قائم ہونیکے متعلق جس آرزو اور خواہش کا اظہار فرمایا ہے اسکے
"پوری ہونے میں مدد دیں"
شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے رزولیوشن مذکورہ بالا کی مختصر الفاظ میں تائید کی۔ اور اسکے بعد
جناب حکیم عبد الولی صاحب (لکھنؤ) نے اس رزولیوشن سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ۔
"مسلمانوں کو سیلف ہلپ کے اصول پر کام کرنا چاہیئے اور بلا امداد غیرے اپنے پیروں
"پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اپنی مدد آپ کرنے کے اصول کو نظر انداز کر دینے اور
"دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے اور رعایت طلب کرنیکی وجہ سے اب تک مسلمانوں
"نے خاطر خواہ ترقی نہیں کی ہے لہذا رزولیوشن کے وہ الفاظ جہاں گورنمنٹ
"کی افسران سے مدد کی خواہش کی گئی ہے رزولیوشن سے خارج کئے جائیں"
اس اختلاف کی تائید میں شیخ غلام صادق صاحب (امرتسر) نے فرمایا کہ رزولیوشن کے
الفاظ میں یہ ترمیم کیجاوے کہ "مسلمان جو کوشش کر رہے ہیں یا کریں افسران گورنمنٹ انکی
مدد میں عملاً دریغ نہ کریں" سید نثار حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر علی گڑھ نے انکی تائید کی
اس کے بعد جناب حاجی مولوی رحیم بخش صاحب پریسیڈنٹ کونسل آف ریجینسی بہاولپور
اسٹیٹ نے اس ترمیم سے اختلاف کرتے ہوئے اصل رزولیوشن کی تائید فرمائی اور جناب
حاجی محمد یوسف صاحب سوبانی (بمبئی) نے بھی اس کی تائید مزید کی۔ اس کے بعد مسٹر عبد المجید صاحب
خواجہ بیرسٹر ایٹ لا علی گڑھ نے اصل رزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ :-
"گورنمنٹ سے مدد مانگنا غیر سے مدد مانگنا نہیں ہے۔ گورنمنٹ ہماری ہے اور اس
"لحاظ سے گویا ہم خود اپنے آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مدد بھی روپیہ کی نہیں
"جاگیر کی نہیں کسی خاص رعایت کی نہیں بلکہ اپنی بھلائی کے کام میں صرف
"انکی توجہ اور اثر کی مدد مانگتے ہیں۔ اس سے تو سیلف ہلپ کی اور تائید"

,, ہوتی ہے نہ کہ مخالفت لہذا میری رائے ہی اس رزولیوشن کے الفاظ بہت مناسب ,,
,, ہیں اور بلا کسی ترمیم کے یہ رزولیوشن پاس ہونا چاہیئے ,,
منشی طفیل احمد صاحب مختار اور منشی عبد اللہ صاحب نیوتنوی نے اسکی تائید کی اور شیخ
شاہد حسین صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا، لکھنؤ نے اس رزولیوشن ہی کی ضرورت سے اختلاف
کیا اور فرمایا کہ:-

,, یہ رزولیوشن بلا ضرورت ہے اور اس کے پیش کرنے سے گویا اپنی ناقابلیت کا ,,
,, اظہار کرنا ہے۔ کونسل میں جاکر میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے کام خود کرنے کی ,,
,, ہم حمایت کرتے ہیں اور اس رزولیوشن کے پاس کرنے سے ہم یہ ثابت کرتے ,,
,, ہیں کہ ہمکو کام کرنے کی اتنی بھی لیاقت اور استعداد نہیں ہے کہ اپنی کوشش سے ,,
,, ایک اسکول بھی قائم کرسکیں ,,

بالآخر معزز محرک نے ایک مختصر تقریر کی اور کہا کہ :-

,, یہاں لیاقت و استعداد کی بحث نہیں ہے، قوم کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے۔ اور ,,
,, ہمکو تجربہ ہے کہ مسلمان رؤسا عام طور سے تعلیمی کاموں میں امداد دینے کی طرف راغب ,,
,, نہیں ہیں۔ آنریری مجسٹریٹی۔ خان بہادری وغیرہ کے حاصل کرنے کے لئے ,,
,, اور دوسری فضول نمائشی باتوں میں تو ہزاروں روپیہ خرچ کردیتے ہیں اور ,,
,, حکام کی خوشنودی کے لئے اپنی تھیلیوں کا منہ کھولدیتے ہیں لیکن اپنے مقام ,,
,, اور ضلع کے اسلامیہ مدارس کی امداد کا انکو نہ خیال ہے اور نہ دلچسپی۔ ہماری خواہش ,,
,, یہ ہے کہ اگر ضلع کے افسران گورنمنٹ ان اسلامی اسکولوں کی سرپرستی ,,
,, فرمائینگے تو ہماری قوم کے رؤسا ضرور ان اسکولوں کی طرف بھی متوجہ ہونگے ,,
,, علاوہ اس کے گورنمنٹ سے اپنی بھلائی کے لئے مدد مانگنا ہمارا حق ہے اور ,,
,, حق کا طلب کرنا کوئی ذلت نہیں ہے۔ ہم اس ذریعہ سے حضور شہنشاہ معظم کے ,,

"ہم "پیغام امید" کو عمل میں لانے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم گورنمنٹ کو اسکے"
"ہم فرض کی جانب توجہ دلاتے ہیں۔"
اسکے بعد رزولیوشن مذکور کے متعلق ووٹ لئے گئے اور کثرت رائے سے رزولیوشن بلا کسی ترمیم کے اصلی الفاظ سے منظور ہوا۔
اسکے بعد شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے حسب ذیل رزولیوشن پیش کیا۔

رزولیوشن نمبر (۱۰)

یہ کانفرنس گورنمنٹ بمبئی سے مستدعی ہے کہ مسلمانان سندھ کی تعلیمی ضروریات کے لحاظ سے ضروری ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو آنریبل مسٹر غلام محمد بھرگڑی کے پیپہ سیس ایکٹ کو بصورت قانون کے نافذ فرمائے۔

محرک۔ شیخ محمد عبد اللہ صاحب بی۔اے، ایل ایل بی وکیل علی گڑھ
موید۔ مسٹر عبد المجید خواجہ بیرسٹرایٹ لا، علی گڑھ

رزولیوشن مذکورہ بالا کی تحریک پیش کرتے ہوئے معزز محرک نے فرمایا کہ:۔
"آپ سب کو معلوم ہے کہ سندھ ہی حقیقت میں وہ صوبہ ہے جہاں سے ہندوستان"
"میں اسلام اول اول پہونچا ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے اور"
"تقریباً ۳/۴ زمیندار مسلمان ہیں اور تھوڑا زمانہ ہوا ہے کہ سوائے مسلمانوں کے"
"سندھ میں کوئی دوسری قوم کا زمیندار نہیں تھا۔ لیکن تعلیم نہونے کی وجہ"
"سے سندھ کے مسلمان نہ صرف انتہا درجہ کی پست حالت میں ہیں بلکہ اپنے"
"صوبہ میں انکی کوئی آواز نہیں ہے اور گورنمنٹ کے عہدہ دار بھی زیادہ تر"
"دوسری اقوام کے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں جب کانفرنس کا اجلاس کراچی میں ہوا تھا"
"تو مرحوم شیخ صادق علی صاحب زیر خیرپور نے، جنکی تا وقت وفات کے"

"متعلق آج آپنے تعزیت کا رزولیوشن پاس کیا ہی، تمام زمینداران سندھ"
"کی رضامندی حاصل کرکے انکی تعلیم کے متعلق مالگذاری پر ایک پیسہ فی روپیہ"
"وضع کرکے ایک سرمایہ حاصل کرنیکی اسکیم طیار کی تھی اور گورنمنٹ بمبئی پیسہ"
"سیس بل کے نام سے پیش کیا تھا جس کے متعلق متواتر کوشش ہوتی رہی ہی"
"اور اب ہمارے کالج اولڈ بوائے آنریبل مسٹر غلام محمد بھرگڑی نے پھر کونسل"
"میں پیش کیا ہی ہم صرف اس رزولیوشن کو پاس کرکے ہمدردی کا اظہار کرینگے"
اس رزولیوشن کی تائید مسٹر عبدالمجید صاحب خواجہ نے بالفاظ مناسب فرمائی، جس کی تائید مزید صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے کی اور تمام حاضرین کے اتفاق رائے سے مندرجۂ صدر رزولیوشن پاس ہوا۔

اسقدر کارروائی کے بعد یہ اجلاس ختم ہوا۔

اجلاسِ سِوُم

آل انڈیا محمڈن انیگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ

(بمقام لکھنؤ اودھ)

بتاریخ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۲ء ۹ بجے شب سے دس بجے شب تک

اجلاس اسکول سیکشن

پریزیڈنٹ

جناب مولوی محمد بشیر الدین صاحب اڈیٹر اخبار "البشیر" اٹاوہ

جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل علی گڑھ نے اجلاس اسکول سیکشن کی صدارت کے لئے تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

حضرات! آج کے جلسہ کی صدارت کے لئے وہ شخص تجویز کیا گیا ہے جو نہ صرف مسلمانوں کی تعلیمی معاملات اور انکی ضروریات کا ماہر ہے، جو نہ صرف نہایت سچائی، صاف گوئی اور زبردست اخلاقی جرأت کے ساتھ سرسید علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے مسلمانان ہند کی خدمت کر رہا ہے بلکہ جس شخص نے اپنے ذاتی راحت و آرام کو خیرباد کہکر محض اپنی تندہی اور کوشش سے ایک اعلیٰ درجہ کا اسلامیہ ہائی اسکول چلا رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے فنا فی القوم دوست مولوی بشیر الدین صاحب آپ اپنی مثال ہیں اور قومی کام کرنیوالوں کے لئے مکمل نمونہ ہیں مسلمانوں کی ابتدائی اور سکنڈری تعلیم کا جو تجربہ اور واقفیت آپکو ہے اس کے لحاظ سے اسکول سیکشن کی صدارت کے لئے آپکا انتخاب نہایت ضروری ہے اور مجھے امید ہے کہ اس تحریک کو منظور کر کے ہم انکے خیالات اور تجربہ اور معلومات سے استفادہ حاصل کرینگے۔

اس تحریک کی تائید جناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب نے کی. جو نہایت مسرت کے ساتھ منظور کی گئی اور جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے کرسی صدارت کو رونق دیکر اپنا اڈریس پڑھنا شروع کیا۔ یہ اڈریس نہایت مفید مشوروں اور تجاویز سے مملو تھا اور حاضرین نے نہایت دلچسپی کے ساتھ اڈریس کو سنا اور جابجا پر زور چیرز سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ ایڈریس مذکور تمام و کمال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

افتتاحی اڈریس

جناب مولوی محمد بشیر الدین صاحب اڈیٹر البشیر پریسیڈنٹ اجلاس اسکول سکیشن

حضرات!

جو عزت آپنے مجھے اس مردہ سیکشن کا پریسیڈنٹ بنا کر عطا کی ہے میں نہایت فخر کے ساتھ

اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ فخر کا لفظ اس موقع پر میں نے اس وجہ سے استعمال کیا ہے کہ اگر میری پریسیڈنٹی کے بعد اسکول سیکشن زندہ ہوجائے اور کام کرنا شروع کردے تو حقیقی فخر اور عزت مجھے حاصل ہوگی وہ نسبتاً ڈاکٹر انصاری کو بیاطبی مشن ترکی لیجانے کے بعد بھی نصیب نہ ہوگی ڈاکٹر انصاری چند ہزار مسلمانوں کے علاج کی غرض سے قسطنطنیہ گئے ہیں لیکن اسکول سیکشن جس کا میں صدر بنایا گیا ہوں ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کے علاج کا ایک محسن ہے اس لئے حضرات! میں آپ سے بہت یہ التجا کرتا ہوں کہ اگر آپ نے مجھے اسکول سیکشن کی پریسیڈنٹی کی عزت عطا کی ہے تو خدا کے واسطے میرے بڑھاپے کی لاج رکھئے اور اس سیکشن کا کام باضابطہ اور باقاعدہ طور سے جاری کیجئے، اور اپنی تمامتر توجہ اس سیکشن کو کامیاب بنانے میں صرف کیجئے

اے حضرات! آپکو معلوم ہے کہ اس کانفرنس کے سب سے بڑے اور سب سے اہم دو مقصد تھے ایک تو مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم کی طرف متوجہ کرنا اور مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کے وسائل مہیا کرنا۔ آپکی تمامتر توجہ صرف ایک مقصد کی تکمیل پر اب تک رہی ہے اور میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپکو اس مقصد میں پورے طور پر کامیابی حاصل ہورہی ہے، چونکہ مسلمان عام طور سے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت کو تسلیم کرنے لگے ہیں اور جس قدر مسلمان سیکنڈری تعلیم پوری کرچکے ہیں ان میں سے نوے فیصدی مسلمانوں کی خواہش اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے وسائل کے مہیا کرنیکی غرض سے محمدن کالج علی گڑھ کی تکمیل کا کام آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور اس تکمیل کا انتہائی مقصد مسلم یونیورسٹی کے لئے سرمایہ جمع کرنے اور قوم کو مسلم یونیورسٹی بنانے کے فوائد بتانے کی ذمہ داری آپنے اپنے ہاتھ میں لی تھی، چنانچہ ۱۸۹۰ء سے آپ برابر اسی کی کوشش کر رہے ہیں اور ہر سال مسلم یونیورسٹی کا رزولیوشن کانفرنس کے اجلاس میں پاس کرکے قوم کو مسلم یونیورسٹی کی ضرورت سمجھاتے رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ اور آپ کی کانفرنس مبارکباد کی مستحق ہے کہ محمدن کالج علی گڑھ کی تکمیل میں آپ بہت کچھ کرچکے ہیں اور مسلم یونیورسٹی کی تکمیل کے لئے مطلوبہ سرمایہ بھی آپ کی کوشش سے جمع ہوچکا ہے۔ آیندہ یہ کام قوم کا ہے کہ خواہ

وہ یونیورسٹی کا چارٹر لینا منظور کرے یا نہ کرے یا گورنمنٹ مسلمانوں کو چارٹر عطا کرے یا نہ کرے آپکا جو فرض اور جو مقصد تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔

لیکن دوسرا اور اہم مقصد آپکا قوم کی ابتدائی اور سیکنڈری تعلیم کی ترقی اور اس کے وسائل بہم پہونچانے کے لئے کوشش کرنا ہے۔

ابتداء زمانہ قیام کانفرنس میں دو تین سال تک اس امر کی کوشش کیگئی کہ بہت سی اضلاع کی تعلیمی رپورٹوں کو کانفرنس نے جمع کرایا۔ ہر پانچویں سال ہر ایک ضلع کی تعلیمی رپورٹ مرتب کرانا کانفرنس نے اپنا مقصد قرار دیا۔ یہ مقصد اس وجہ سے قرار دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کا اندازہ ہوجائے اور اسکے بعد مناسب موقع کارروائی شروع کیجائے، اگر یہ کام برابر جاری رہتا تو اس وقت ہمارے پاس قوم کی تعلیمی رفتار کے معلوم کرنے کا صحیح ذخیرہ موجود ہوتا لیکن افسوس ہے کہ یہ ضروری اور مفید کام ممبران کی عدم توجہی کی وجہ سے جاری نہ رہ سکا مگر میں آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس کام کو پوری کوشش کے ساتھ جاری رکھئے دوسرا ذریعہ اس کام کی تکمیل کا لوکل کمیٹیوں کا قایم کرنا تھا چنانچہ ابتداء چند لوکل کمیٹیاں قائم ہوئیں لیکن دو تین سال کے بعد وہ بھی بند ہوگئیں اس کے بعد جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے توجہ اور کوشش کر کے بہت سی لوکل کمیٹیاں قائم کرائیں لیکن افسوس ہے کہ نہ تو ان کمیٹیوں کی تعداد زیادہ ہوئی اور نہ ان میں سے سوائے معدودے چند کے مسلمانوں کی ابتدائی یا سیکنڈری تعلیم کا عملاً کچھ انتظام کیا ہے حالانکہ جب تک نہایت کثرت کے ساتھ لوکل کمیٹیاں قائم نہوں اس وقت تک مسلمانوں کی سیکنڈری یا ابتدائی تعلیم کا انتظام ہونا ناممکن ہے مسلمانوں کی سیکنڈری اور ابتدائی تعلیم کا ایک اور ذریعہ مسلمان لڑکوں کی تعلیمی مردم شماری کرانا تھا۔ اس کام کو مسٹر تھیوڈور بیک نے شروع کیا اور بہت سے اضلاع کی انھوں نے تعلیمی مردم شماری محمدن کالج کے طلبہ کے ذریعہ سے کرائی لیکن مسٹر بیک اسی پر اکتفا نہ کرتے تھے کہ صرف اعداد جمع کر لیتے بلکہ جو مسلمان بوجہ غفلت یا بے پرواہی کے اپنے لڑکوں کو

تعلیم نہیں دلاتے تھے وہ انکو بذریعہ خط وکتابت کے فہمائش کرتے تھے مگر افسوس ہو کہ یہ کام بھی کچھ دن چلکر بند ہوگیا۔ میری یہ خواہش ہو کہ اس کو بھی پھر جاری کیا جائے

کانفرنس نے عملاً ابتدائی اسکولوں کو اپنے ہاتھ میں لینے کا کام ۱۸۹۵ء کے اجلاس میں شروع کیا تھا۔ اسکے بعد جلالی، انوارٹی، تہرجھیرہ، مارہرہ وغیرہ کے اسکولوں کو کانفرنس نے اپنی نگرانی میں لیا اور ۱۸۹۶ء میں اسکولوں کی نگرانی اور انتظام کے لئے ایک علیحدہ سیکشن قائم کیا گیا۔ لیکن مجھے افسوس ہو کہ اس سیکشن نے کبھی مسلسل اور باقاعدہ کام نہیں کیا۔ میں اس وقت ان وجوہ پر بحث کرنا نہیں چاہتا کہ اسکول سیکشن کا کام کیوں نہیں چلا بلکہ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تعلیمی رپورٹیں، تعلیمی مردم شماری، لوکل کمیٹیاں اور مکاتب اور اسکول یہ تمام کام اسی وقت پورے طور سے چل سکتے ہیں جبکہ اسکول سیکشن کی حالت اچھی ہو اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیمی حالت میں ترقی ہو تو آپ کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ آپ تمام قوت اور توجہ اسکول سیکشن کو مضبوط اور کارآمد بنانے میں صرف کریں بلکہ میں آپ سے یہ درخواست کرونگا کہ کانفرنس کی آمدنی کا زیادہ حصہ آپ اسکول سیکشن کے مقاصد کی تکمیل میں صرف کیجئے۔ اور جس کوشش اور سرگرمی کا اظہار آپ نے مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم کی اشاعت کرنے اور اس کے لئے سرمایہ جمع کرنے میں صرف کیا ہو اب کچھ عرصہ کے لئے اس امر کی ضرورت ہو کہ آپ مسلسل اسی جوش اور سرگرمی کے ساتھ اسکول سیکشن کو کامیاب بنانے میں حصہ لیں اور اس طرح مسلمانوں کی تعلیم کا جو اہم اور مشکل فرض اور ذمہ داری آپنے اپنے ہاتھ میں لی ہو اسکو پورا کریں۔

حضرات! میں اوپر بیان کرچکا ہوں کہ مسلمانوں میں ہائی ایجوکیشن کا شوق پیدا ہوگیا ہو لیکن ہائی ایجوکیشن کے ساتھ سکینڈری تعلیم کی ضرورت کو ہر ایک خاندان اور ہر ایک مسلمان نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو۔ اب عام طور پر مسلمان بوجہ تعصب مذہبی یا تنگ خیالی کے انگریزی تعلیم سے محترز نہیں رہتے بلکہ جو لوگ انگریزی تعلیم کے پہلے سخت مخالف تھے وہ بھی انگریزی

تعلیم دلانے کے حامی ہیں علماء نے بھی انگریزی تعلیم کے جواز کا فتویٰ دیدیا ہے لیکن با وجود اسکے
سیکنڈری تعلیم کے نتیجہ پر جن صاحبوں کی نظر ہے وہ اس بات کو تسلیم کرینگے کہ باوجود اسقدر
چیخ پکار کے، باوجود اس امر کے کہ مسلمان انگریزی تعلیم کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن
کامیاب مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوئی۔ اس کے وجوہ پر غور کرنا اور اس کا علاج
تجویز کرنا آپ صاحبان کا سب سے مقدم فرض ہونا چاہئیے، میری اپنی رائے میں اس کے چند وجوہ
ہیں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان شرفا کی آبادی زیادہ تر قصبات اور دیہات میں ہے
جہاں انگریزی تعلیم کا انتظام منجانب گورنمنٹ نہیں ہے اور بہت کم ایسے قصبے ہیں جہاں مڈل
یا لوئر مڈل تک کی تعلیم کے مدارس میونسپل بورڈ یا ڈسٹرکٹ بورڈ کی جانب سے ہیں۔ بعض
مقامات پر مشن کی جانب سے بھی اسکول ہیں اور کہیں کہیں ہنود کے اسکول ہیں۔ بہرحال
جہاں کہیں اسکول ہیں اُن میں مسلمانوں کا داخلہ دشوار ہے اور جہاں اسکول نہیں ہیں وہاں
کے مسلمانوں کو سوائے اسکے کہ باہر جا کر تعلیم پائیں اور کوئی ذریعہ تعلیم پانے کا نہیں ہے۔ باہر
تعلیم پانے کے لئے کم سے کم پندرہ روپیہ ماہوار کا خرچ ہر ایک لڑکے کو کرنا پڑتا ہے۔ اور
مسلمانوں کی عام حالت اسقدر خرچ برداشت کرنیکے لائق نہیں ہے اور جو لوگ اسقدر خرچ
برداشت کر سکتے ہیں اُنکے بچوں کی تعلیم کے لئے مسلمانوں کے بورڈنگ اسکول اسقدر کم
ہیں کہ جو مسلمانوں کی ضروریات کے لحاظ سے کافی نہیں ہیں۔ بعض ایسے اصحاب ہیں جو
اپنے بچوں کو باہر رکھکر تعلیم دلا سکتے ہیں اور وہ تعلیم دلانا چاہتے ہیں لیکن بوجہ تجربہ نہونیکے
اُن کے لڑکوں کی ابتدائی تعلیم ناقص اور خراب ہوتی ہے۔ اس قسم کے اصحاب میں بعض وہ
حضرات ہیں جو پرائیویٹ اُستاد رکھکر بچوں کو تعلیم دلاتے ہیں لیکن لائق اُستاد اُن کو
نہیں ملتے اور جو ملتے ہیں وہ باقاعدہ تعلیم نہیں دیتے اور نہ زیادہ عرصہ تک ملازم رہتے
ہیں۔ میں نے اس قسم کے سیکڑوں لڑکوں کو دیکھا ہے کہ جن کے والدین نے اُنکی تعلیم پر
روپیہ بھی صرف کیا لیکن ابتدائی تعلیم کی خرابی کیوجہ سے اُن لڑکوں کی حالت اسقدر

خراب ہوگئی کہ اوپر کے درجوں میں جاکر وہ اُس نقص کو رفع نہیں کر سکے اور متواتر میٹریکیولیشن کا امتحان دینے کے بعد کامیاب نہ ہوئے میرا تجربہ یہ ہے کہ جن لڑکوں کی ابتدائی تعلیم ناقص رہی ہو وہ اوپر جاکر کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ دوسری قسم کے وہ مسلمان ہیں جو باہر رکھکر اپنے لڑکوں کو تعلیم دلاتے ہیں لیکن اُن میں دو نقص ہوتے ہیں ایک تو وہ بچوں کو مکانات پر زیادہ بلاتے ہیں دوسرے اُنکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح لڑکے کا نام اونچی جماعت میں لکھا جائے۔ اگر لڑکا ناکامیاب ہو تو ہزاروں طرح کی کوشش کر کے اُسکو ترقی دلاتے ہیں اُسکی ڈبل ترقی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کے طلبا باوجود اچھے اسکولوں میں تعلیم پانیکے بھی میٹریکیولیشن تک یا تو پہونچنے نہیں پاتے اور جو کسی نہ کسی طرح میٹریکیولیشن تک پہونچتے ہیں تو وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہوتے۔ بہت سے صاحبوں کی یہ رائے ہوتی ہے کہ جب لڑکا کسی جماعت میں ناکامیاب ہوتا ہے تو اُس کو اسکول چھوڑواکر پرائیویٹ طور پر اسکو طیار کرایا جاتا ہے۔ ایسے لڑکے بجائے ترقی کرنے کے اور زیادہ خراب ہوجاتے ہیں۔ میں ایسے تمام حضرات کو نہایت زور کے ساتھ یہ مشورہ دونگا کہ وہ پرائیویٹ تعلیم دینا یا کمزور لڑکے کو اونچے درجہ میں داخل کرانیکا یا امتحان کی ناکامیابی پر درجہ میں ترقی دلانے کی کوشش کرنے کا خیال بالکل ترک کردیں۔

ایک اور غلطی اکثر حضرات یہ بھی کرتے ہیں کہ اپنے لڑکوں کو ایک اسکول سے دوسرے اسکول میں اور دوسرے اسکول سے تیسرے اسکول میں داخل کراتے ہیں۔ میں نے بہت سے ایسے مسلمان بچوں کو دیکھا ہے جو آٹھ آٹھ دس دس اسکولوں میں داخل ہوچکے تھے اور میرے تجربہ کے بموجب اس قسم کے لڑکے عموماً خراب ہوتے ہیں لہذا میں مسلمان والدین کو مشورہ دونگا کہ جب تک نہایت اشد مجبوری پیش نہ آوے لڑکوں کو اسکول تبدیل نہ کرائیں۔

بہت سے صاحبوں کا یہ بھی خیال ہے کہ بچوں کو ابتدا سے انگریزی پڑھائی جاوے

لیکن تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ اصول صحیح نہیں ہے اور آجکل جو نصاب سررشتہ تعلیم کا ہے اس میں بھی ابتدائی تعلیم اردو، حساب، جغرافیہ اور ڈرائینگ کی رکھی گئی ہے اور تیسرے درجہ سے انگریزی تعلیم شروع کرائی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم کا انتظام ہر ایک گاؤں میں موجود ہے جو کچھ خرابی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ وہاں قرآن شریف کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں جو مکتب تھے اور کہیں کہیں اب بھی موجود ہیں اُن کو پھر جاری کیا جاوے اور میں اس قسم کے مکاتب کے مساجد میں جاری کرنے کی صلاح دونگا۔ اس قسم کے مکاتب میں ایک حافظ قرآن شریف کی ضرورت ہوگی اور ایک نارمل اسکول کے پاس شدہ مدرس کی۔ حافظ مسجد میں نماز بھی پڑھا سکیگا۔ نارمل اسکول کے پاس شدہ مدرس کی تنخواہ میں ڈسٹرکٹ بورڈ سے مدد ملسکتی ہے اور اس قسم کے مکاتب میں زیادہ سختی بھی منجانب سررشتہ تعلیم نہیں ہوتی۔ اس طرح بہت کم خرچ میں مکاتب جاری ہو سکتے ہیں۔ مساجد بھی آباد ہونگی اور گھر کے دروازہ کے قریب مکتب ہونے سے بچوں کی تعلیم بآسانی ہو جاویگی۔ جہاں اس قسم کے مکاتب نہوں اور نہ جاری ہو سکتے ہوں وہاں قرآن شریف مکان پر گھر کی بی بیوں سے پڑھوایا جائے اور باقی تعلیم حلقہ بندی اسکول میں دلائی جاوے۔

قصبات کے مسلمانوں کے لئے میں نہایت زور کے ساتھ مشورہ دونگا کہ وہ اپنے بچوں کو ورنیکولر اسکول میں تعلیم دلائیں، جو قصبات ایسے ہوں کہ وہاں انگریزی اسکول قائم ہو سکتا ہو وہاں انگریزی اسکول قایم کیا جاوے لیکن میں یہ رائے ہرگز نہیں دونگا کہ اُس میں زیادہ درجہ کھولے جائیں بلکہ میری یہ رائے ہے کہ جس درجہ کا بھی اسکول ہو اُس کا اچھا اسٹاف ہو اور وہاں کا عمدہ انتظام ہو۔ اکثر قصبات میں یہ غلطی ہوئی ہے کہ جو اسکول کھولے گئے وہ مڈل تک کھولے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو اسکول بند ہوگئے یا نہایت ناقص حالت میں جاری رہے۔ میری یہ رائے ہے کہ کسی مڈل اسکول کے لئے کم سے کم دو گریجویٹ۔ دو ایف اے اور دو میٹریکولیشن پاس ماسٹروں کی ضرورت ہوگی۔ ان کے علاوہ ایک ڈرائینگ ماسٹر

دو مدرس عربی و فارسی۔ ایک مدرس دینیات۔ ایک حافظ قرآن اور ایک ہندی کے مدرس کی ضرورت ہوگی اور اسقدر اسٹاف کا خرچ معمولی قصبات کے مسلمان جب تک کہ وہاں کوئی بڑا تعلقدار نہ ہو عام چندہ سے پورا نہیں ہو سکتا۔ لوئر مڈل اسکول کے لیے اگر گرانٹ کوئی نہو تو کم سے کم دو ایف اے اور دو میٹریکولیشن کے پاس شدہ اور علاوہ دوسرے اسٹاف کے رکھنے لازم ہیں تاہم میری یہ رائے ہے کہ قصبات میں مسلمانوں کے لوئر مڈل اسکول ضرور جاری کیے جاویں۔ البتہ میری یہ رائے ہے کہ ہر ضلع کے صدر مقام پر ایک مڈل اسکول ہو۔ میں ہر ایک شہر میں ابھی ہائی اسکولوں کا قائم ہونا پسند نہیں کرتا کیونکہ ابھی ہماری قوم میں نہ اس قسم کے اسکولوں کا انتظام کرنے والے ہیں، نہ روپیہ اور چندہ کا انتظام ہو سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمان ماسٹر نہیں مل سکتے لہذا میری یہ رائے ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں اسلامیہ ہائی اسکول قائم کیے جائیں۔ اس قسم کے اسکول یا تو کمشنری کے مقام پر ہوں یا کسی ایسے بڑے شہر میں ہوں جو تین شہروں کے وسط میں ہو۔ میں ہر ضلع میں بورڈنگ ہوسوں کے قائم ہونے کو ابھی پسند نہیں کرتا بلکہ میری یہ رائے ہے کہ اسلامیہ ہائی اسکول جہاں ہوں وہاں بورڈنگ ہاوس بنائے جائیں۔ ہر جگہ بورڈنگ ہاؤس کا بنانا اور اس کا انتظام کرنا بہت زیادہ دشوار امر ہے میرا خیال یہ ہے کہ ایک اسکول کا چلانا اسقدر دشوار نہیں ہے جسقدر ایک بورڈنگ ہاؤس کا انتظام کرنا مشکل ہے۔

حضرات! میں نے مسلمانوں کے بہت سے اسکولوں کو دیکھا ہے۔ میں اس سے واقف ہوں کہ جہاں کہیں اس قسم کے اسکول ہیں وہاں پر کچھ نہ کچھ ایسے حضرات موجود ہیں جو نہایت دلسوزی اور محنت کے ساتھ کام کرتے ہیں لیکن بوجہ ناتجربہ کاری کے اور کسی مرکزی قوت کی عدم موجودگی کے ان اسکولوں سے اسقدر نفع نہیں پہونچتا جسقدر پہونچنے کی ضرورت ہے۔ میں بعض ایسے اسکولوں سے واقف ہوں کہ جنکی مالی حالت بہت اچھی ہے بعض ایسے بھی اسکول ہیں جن کے مصارف کے لئے کچھ نہ کچھ اوقاف بھی ہیں لیکن ان کی تعلیمی حالت اچھی نہیں ہے

میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کا جو اسکول بھی ہو اور جس درجہ کا بھی ہو اسکو سررشتہ تعلیم سے ریکگنائزڈ ضرور کرایا جاوے۔ اگرچہ میں اُن سخت شرائط سے جو ریکگنائزڈ ہونے کی ہیں بخوبی واقف ہوں اور اُن شرائط کا نفاذ بعض اوقات جس سختی سے کے ساتھ کرایا جاتا ہے میں اُس سے بھی بے خبر نہیں ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مسلمانوں کے اسکولوں کی حالت اس وقت ایسی نہیں ہے جو ریکگنائزڈ ہوسکیں اور اگر اُن کو اس قابل بنایا بھی جائے تو بھی اُنکا زیادہ عرصہ تک ریکگنائزڈ رہنا مشکل ہے اور میں اس امر سے بھی واقف ہوں کہ کوئی اسکول ریکگنائزڈ ہوئے بغیر عرصہ تک جاری رہ سکتا ہے، لیکن جس وقت کوئی اسکول ڈس کوالیفائڈ ... ہوجائے اُس کے بعد اُس اسکول کا قیام دشوار ہوجاتا ہے لیکن باوجود اس کے میری رائے یہ ہے کہ جب تک کوئی اسکول ریکگنائزڈ نہ ہو اُس وقت تک اُس کی حالت اچھی نہیں ہوسکتی اور نہ اس کی تعلیم کی نگرانی معقول ہوسکتی ہے اور نہ انتظام درست ہوسکتا ہے اسی وجہ سے مشن کے پرائمری اسکول تک ریکگنائزڈ ہیں لہذا مسلمانوں کا اسکول خواہ سیکنڈری ہو یا مڈل، لور مڈل ہو یا پرائمری لیکن اسکو سررشتۂ تعلیم سے ریکگنائزڈ ضرور کرایا جاوے۔

حضرات! یہ جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا وہ اپنی قوم کے لئے ایک مشورہ ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کام اسکول سیکشن کا ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کو، انکی انجمنوں اور کمیٹیوں کو ہمیشہ اس قسم کے ضروری مشورے دیتے رہنا اپنا فرض خیال کرے اور جس صوبہ کے سررشتۂ تعلیم کے قواعد میں اور وہاں کے نصاب میں جس قسم کے تبادلے ہوتے ہیں اُنسے مسلمانوں کو اطلاع دیتا رہے کیونکہ اپنی اولاد کی تعلیم یا اسکول کے انتظام میں مسلمانوں سے جو غلطیاں ہوتی ہیں اُس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو بالکل علم نہیں ہوتا کہ سررشتۂ تعلیم میں کیا انتظام ہوئے اور تعلیم کے معیار میں کیا ردوبدل ہوگیا لیکن اسکول سیکشن کا فرض اس سے بڑھکر ہونا چاہیئے۔ میری یہ رائے ہے کہ جب تک مسلمانوں کا اپنا سررشتۂ تعلیم نہ قائم کیا جاوے

س وقت تک کہ مسلمانوں کے اسکول زیادہ تعداد میں جاری ہو سکتے ہیں ورنہ انکی حالت
بھی ہو سکتی ہے چنانچہ ۱۹۰۵ء کے اجلاس کانفرنس میں میں نے اسی مضمون کا رزولیوشن
پیش کیا تھا اور اس رزولیوشن پر اب تک کچھ عمل نہیں ہوا - لہذا میں چاہتا ہوں کہ کانفرنس ا
س کام کو اپنے ہاتھ میں لے - اس وقت مشن کے بہت سے کالج، بہت سے اسکول ہیں
س، نورمل اور اپر پرائمری اسکول تو بہت کثرت سے ہیں اور ہر صوبہ میں ہیں لیکن سب کا
انتظام ایک مرکز کے ماتحت ہے مقامی نگرانی صرف مقامی پادری صاحب کے ذمہ ہوتی ہے مشن
کے اسکول سررشتۂ تعلیم میں ریکگنائزڈ ہوتے ہیں لیکن (کیریکولم) میں مشن اسکولوں
کے لیے مشن کی بنائی ہوئی کتابیں پڑھانے کی اجازت ہے اسی طرح آریوں کے بہت سے
اسکول ہیں اگرچہ انکا تعلق اس طرح تو کسی ایک مرکز سے نہیں ہے جس طرح مشن اسکولوں کا
انتظام ہے لیکن پھر بھی ان میں باہم بہت کچھ تعلقات ہیں اور انتظام اور ڈسپلن میں بہت کچھ
مختلف اسکولوں میں باہم یکرنگی پائی جاتی ہے برخلاف اسکے مسلمان مسلم یونیورسٹی میں کالجوں
اور اسکولوں کے الفیلیشن AFFILIATION پر زور تو دیتے ہیں لیکن
آج تک کوئی دو اسکول بھی ایسے نہیں ہیں جہاں باہم کچھ بھی تعلق ہو - مذہبی تعلیم پر اسقدر غل مچایا
جاتا ہے لیکن کیسے افسوس کی بات ہے کہ اب تک اسلامی اسکولوں میں جو کتابیں مذہبی تعلیم کے
نام سے پڑھائی جاتی ہیں وہ بھی ایک نہیں ہیں - اسلامیہ اسکولوں کی تعطیلات بھی یکساں
نہیں ہیں - اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں میں باہم شرکت اور اتفاق نہیں ہے - میں چاہتا ہوں
کہ ہمارا اسکول سیکشن کوشش کرے کہ ہندوستان کے جس صوبہ میں اور جس جگہ بھی ٹراخواہ
چھوٹا اسلامی اسکول ہو وہ اسکول سیکشن کے ماتحت ہو، اسکول سیکشن کی نگرانی اور اثر میں
ہو اور اس قسم کے اسکولوں کے کانفرنس سے الفیلیشن AFFILIATION کے
قواعد بنائے جائیں - مسلم یونیورسٹی کا چارٹر Charter خواہ ملے، یا نہ ملے،
مسلم یونیورسٹی سے اسلامی اسکولوں کا الفیلیشن خواہ منظور ہو یا نا منظور ہو لیکن ہر حالت

میں ہمکو ضرورت ہی کہ ہم اسلامی اسکولوں کو کانفرنس سے ایفیلیٹ ہونے کی کوشش کریں اور اس طرح عمل کرکے دکھادیں۔ مشن کی کوئی یونیورسٹی ہندوستان میں موجود نہیں ہو لیکن تمام مشن کالج اور مشن اسکول مشن سے ایفیلیٹ ہیں۔ ہم خود بھی وہی نمونہ بناکر کیوں نہ دکھائیں اور کیوں اپنے اسکولوں کو زیادہ مستحکم اور زیادہ بہتر بنائیں۔

حضرات! ہندوستان کے وسیع ملک میں جہاں کہیں بھی خواہ عربی کے مدارس تھے یا ہزاروں فارسی کے مکاتب تھے ہر ایک مکتب میں ایک نصاب تعلیم تھا۔ ایک سا ڈسپلن تھا۔ وہ کونسی قوت تھی کہ ہر ایک مکتب میں یکساں انتظام تھا لیکن افسوس ہو کہ آج ان میں باہم کوئی شراکت نہیں ہو۔

سب سے آخر میں صرف ایک مسئلہ پر اور گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور وہ مسئلہ اسٹاف کا مسئلہ ہی۔ میں واقف ہوں کہ جسقدر مسلمانوں کے اسکول ٹوٹے وہ اسٹاف نہ ملنے کی وجہ سے اور جسقدر خرابیاں اس وقت مسلمانوں کے اسکولوں میں ہیں وہ صرف اسٹاف نہ ملنے کی وجہ سے ہیں۔ اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے جو مسلمانوں کے اسکول ہیں وہ اسٹاف نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہیں اور اس کا علاج سوائے اس کے دوسرا نہیں ہوسکتا جو میرے دوست صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے اپنی رپورٹ میں آپکو بتایا ہے کہ فرسٹ ایر کلاس سے طلبہ کو وظائف صرف سررشتۂ تعلیم میں ملازمت کرنیکے لئے دیئے جائیں۔ میں اسقدر ترمیم کرنا چاہتا ہوں کہ مقدم اسلامیہ اسکولوں کی یا دوسرے الفاظ میں اسکول سیکشن کی ملازمت ہو اور جب اسکول سیکشن ملازمت نہ دے اس کے بعد سررشتۂ تعلیم میں ملازمت کیجائے۔ میری رائے یہ ہو کہ انجمن الفرض مدرسۃ العلوم مسلمانان اور ٹرسٹیان محمڈن کالج علی گڑھ سے بھی درخواست کی جاوے کہ وہ بھی آیندہ صرف اسی شرط پر وظائف دینے کا انتظام کریں۔ کانفرنس سے میں یہ درخواست اور کرتا ہوں کہ ورنیکلر فائنل کا امتحان پاس کرنیکے بعد جو مسلمان پٹواری یا دوسری نوکری کرتے

ہیں اُنکو وظیفہ دیکر نارمل اسکولوں میں تعلیم دلائی جاوے۔ نیز غربا کے جو لڑکے انگریزی تعلیم نہیں پا سکتے ہیں اُنکو خفیف وظیفہ دیکر ہم اس شرط پر ورنیکولر فائنل امتحان دلا دیں کیونکہ بس طرح ہمکو ماسٹروں کی ضرورت ہو اُس سے بہت زیادہ تعداد کے مسلمان مدرسوں کی، جو حافظ بندی کے مدارس میں تعلیم دیویں۔ جب تک کہ مسلمانوں میں ابتدائی تعلیم دینے والے مدرسین کی کافی تعداد نہو گی اُس وقت مسلمانوں میں ابتدائی تعلیم کو ترقی نہیں ہو سکتی۔

ایڈریس مندرجہ بالا کے ختم ہونے پر جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے جناب مولوی بشیرالدین صاحب پریسیڈنٹ جلاس اسکول سیکشن کے لئے شکریہ کا ایک ووٹ پاس کئے جانے کی تحریک کرتے ہوئے مولوی صاحب موصوف کے اُن عملی مشوروں کی طرف جو اُنھوں نے اپنے ایڈریس میں مسلمانوں کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے متعلق دیئے ہیں حاضرین کو توجہ دلائی اور فرمایا کہ اب وقت آگیا ہو کہ ضلع ضلع اور قصبہ قصبہ میں مسلمان اپنی ابتدائی تعلیم کے متعلق ان مشوروں پر عمل کریں اور موجودہ زمانہ کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعلیمی ضروریات کی جانب عملی طور سے متوجہ ہوں اور جہاں جہاں اسلامیہ اسکولز قائم ہو سکیں وہاں قائم کر کے مسلمان بچوں کی تعلیم کا انتظام کریں۔

ڈاکٹر ضیاءالدین احمد صاحب نے شکریہ کے ووٹ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"حضرات! قبل اس کے کہ میں پریسیڈنٹ صاحب کے لئے شکریہ کا ووٹ"
"پاس کئے جانے کی تحریک کی تائید کروں میں چند الفاظ اُن امور کے متعلق"
"عرض کرنا چاہتا ہوں جو پریسیڈنٹ صاحب نے اپنے ایڈریس میں نہایت"
"قابلیت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے اس ایڈریس میں اسکول سکیشن"
"کا تاریخی حال بیان کرنیکے بعد مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم کی طرف توجہ کی ہو"

"بلاشبہ ابتدائی تعلیم کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور اس امر پر بہت کچھ غور کرنیکی ضرورت ہے"
"کہ ابتدائی اور سیکنڈری تعلیم میں مسلمانوں کی تعداد کس طرح بڑھائی جا سکتی ہے"
"محض رزولیوشن پاس کر دینے سے اس کا تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ ایک وقت تھا"
"جبکہ یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے اسکول علیحدہ جاری کرنے کی ضرورت"
"نہیں ہے لیکن اب حالت بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ اسکول کے درجوں میں تعداد"
"کے محدود ہو جانیکی وجہ سے صدہا لڑکے مارے مارے پھرتے ہیں اور انکی"
"تعلیم کا کہیں انتظام نہیں ہے۔ اس حالت کو دیکھکر ہمارے ہندو بھائی جگہ جگہ اپنے"
"قوم کے بچوں کی تعلیم کا علیحدہ انتظام کر رہے ہیں۔ انکے بہت سے اسکول پہلے"
"سے قائم ہیں اور اب اور قائم ہوتے جاتے ہیں۔ اس وقت ۱۹۱۲ء میں صرف"
"ایک وجہ ہے جس سے مسلمان ابتدائی اور سیکنڈری تعلیم میں بہت کم نظر آتے"
"ہیں اور وہ داخلہ کا محدود ہو جانا اور مسلمانوں کے اسکولوں کا نہونا ہے۔ اسکولوں"
"میں بھی ترقی اب مقابلہ پر منحصر کر دیگئی ہے۔ ایسی حالت میں ہمارا فرض ہے کہ ہم"
"اپنی قوم کے بچوں کی تعلیم کا پورا انتظام کریں اور یہ تمام ایسے مسائل ہیں جن پر"
"ہمکو نہایت ٹھنڈے دل سے غور کرنیکی ضرورت ہے اور وہ تدابیر سوچنی ہیں جن سے"
"ہم اس حالت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ سے اس میں مدد کی ضرورت"
"ہو تو اس کے عرض کرنے میں تامل نہ کرنا چاہیئے۔"

" دوسری چیز جو ہماری خاص توجہ کے قابل ہے وہ کریکولم یعنی نصاب"
"تعلیم ہے پلیٹ فارم پر آکر تو بہت زور سے کہا جاتا ہے کہ ہماری ضروریات"
"خاص ہیں لیکن اگر دریافت کیا جاوے کہ وہ ضروریات کیا ہیں تو کوئی نہیں"
"بتلاتا اب یہ اسکول سیکشن کا کام ہے کہ وہ ان ضروریات کو بتلا دے اور"
"نصاب تعلیم میں جو نقائص ہیں اور مسلمانوں کو جس قسم کے نصاب تعلیم"

"کی ضرورت ہے اسکو یہ سیکشن ظاہر کرے۔"

"تیسرا مسئلہ مسلمان استادوں کا مہیا کرنا ہے۔ میرے دوست صاحبزادہ"
"آفتاب احمد خاں صاحب نے اس خاص مسئلہ کی طرف اپنی رپورٹ میں توجہ"
"دلائی ہے اور اس کی تدبیر بھی بتلائی ہے۔ استادوں کی مانگ کے متعلق بہت سے"
"اسلامی اسکولوں کے منیجر صاحبان کے خطوط میرے پاس آتے ہیں مگر مشکل"
"یہ ہے کہ مسلمان استاد دستیاب نہیں ہوتے۔ اس کے متعلق اسکول سیکشن"
"کا کام ہے کہ استادوں کے بہم پہونچانے کے لئے کوشش کرے۔ ایک گریجویٹ"
"سے جس نے امسال امتحان پاس کیا ہے یہ توقع کرنا کہ وہ قلیل تنخواہ پر"
"کسی اسلامیہ اسکول کی ملازمت اختیار کرے بہت زیادہ ہے اس کے متعلق"
"ایک بات پریسیڈنٹ صاحب نے ایڈریس میں بیان فرمائی ہے وہ توجہ کے لائق"
"ہے یعنی ایک ٹیچر کو دوسرے اسلامیہ اسکول میں زیادہ تنخواہ پہ منتقل کرنا"
"اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ اسکول سیکشن تمام اسلامیہ اسکولوں کو ایک"
"حلقہ میں منسلک کردے۔ اور ان تمام امور کے متعلق کافی غور کے ساتھ"
"ایک پروگرام کی ضرورت ہے اور اُن تمام اصحاب کے مشورے کی حاجت ہے جنکو"
"ابتدائی اور سیکنڈری تعلیم کے اسکولوں کا عملی تجربہ ہے۔ اسلئے میں یہ تحریک"
"پیش کرونگا کہ کل شب کو ایسے اصحاب ایک جگہ پر جمع ہوکر ان مسائل پر"
"غور فرمائیں اور عملی تجاویز پاس کرکے اس کانفرنس میں پیش کریں۔ اور اب"
"اسکے بعد میں نہایت خوشی کے ساتھ اس تحریک کی تائید کرتا ہوں کہ جناب"
"پریسیڈنٹ صاحب کے لئے اس سیکشن کی طرف سے شکریہ کا ووٹ پاس"
"کیا جاوے"

تائید مندرجہ بالا کے بعد بالاتفاق صاحب صدر کے شکریہ کا ووٹ پاس کیا گیا اور جناب ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی تحریک کے متعلق بالاتفاق یہ طے پایا کہ کل سب کو کھلنے سے قبل اسکول سکیشن کی ایک میٹنگ ڈائننگ ہال کے شامیانہ میں منعقد کیجاوے جس میں اُن تمام مسائل پر تجاویز پاس کر کے کانفرنس کے اجلاس میں بغرض منظوری پیش کیجائیں جو مسلمانوں کی ابتدائی اور سکنڈری تعلیم کے متعلق ہیں۔

اسقدر کارروائی کے بعد جناب مرزا ابوالقاسم صاحب ایرانی پروفیسر زبان فارسی، مدرستہ العلوم علی گڑھ نے فارسی زبان میں ایک لکچر دیا جس کا عنوان تھا "اسکولوں اور کالجوں میں فارسی تعلیم اور اس کا نصاب" یہ لکچر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ لکچر شروع کرنے سے قبل شیخ محمد عبداللہ صاحب نے لکچرار موصوف کا تعارف حاضرین سے کرایا اور پروفیسر صاحب کی تعریف میں چند مناسب الفاظ فرمائے۔

لکچر مرزا ابوالقاسم صاحب ایرانی، پروفیسر زبان فارسی، مدرستہ العلوم علی گڑھ

بعُنوان

"اسکولوں اور کالجوں میں فارسی تعلیم اور اس کا نصاب"

کاشکے ہستی زبانے داشتے　　تا ز ہستاں پردہ ہا برداشتے

گر نبودے بر دہن مہرے مرا　　می نمودم اندکے از ماجرا

پس اگر این ہست حال زار من　　نیست جز صبر و خموشی کار من

یک میدارم امید از لطف حق　　　　زود تر باشد که برگردد ورق

جناب صدر جلسہ و حاضرین محترم!

بر ہمہ آشکار است وبے از راہ "وذکر فان الذکری تنفع المومنین" عرض میکنم که دین پیغمبران اگزشتہ عموماً و پیغمبر ما خصوصاً نہ صرف براے نجات آخرت بلکه براے سنوت این جہان و رستگاری آں جہاں می باشد "الدین والدولة توامان" عقل و تجربہ مارا ثابت کردہ است که مایۂ حیات ہر قوم پابندی تمام بر مذہب وحفظ آداب و اخلاق قومی و ملی ہست و پایداری، اینہا بستہ بپایداری زبان قومی، این ہست که جز مسلمانان بدنصیب تمام اقوام عالم زیادتی از مال بلکه جان خود را صرف ترویج زبان خویش و نابودی زبانہائے دیگراں میکنند، چنانکه یوروپائیان با اینکه اکثر شاں چنداں توجہ بر مذہب ندارند سالانہ کروڑہا روپیہ صرف پادریہائے منتشرہ در اطراف واکناف عالم حتی ریگستان افریقہ براے باز کردن اسکولہائے مشنری وتعلیم زبانہائے یورپ کردہ و میکنند زیرا که عرض کردم ترویج زبان مقدمۂ ترویج آداب و عادات و اخلاق ہست و ترویج اینہا مقدمۂ ترقی مذہب۔ چنانکه چندے قبل در "المشرق" نوشتہ بود که در ظرف دہ سال گزشتہ چہار لاک ہندوستانی نصرانی شدہ اند۔

یونان که فقیرتریں دول روئے زمین است و تاکنون دو مرتبہ در شکست شدہ ہست زیرا که ملک او ہیچ زرخیز نیست آمدنی سالانہ اش پنج و اخراجاتش ہفت ملین لیوا ست حالا ملاحظہ فرمایید که حکومت و ملت باین پریشانی چگونہ در ترویج زبان خود ساعی ہست در مصر دیدم که یک اسکول و کالج　　گی ہفت عموم باز کردہ، از ہر علوم و ہر زبان تعلیم میکنند مشروط بر اینکه طالب العلم آنجا باید یونانی نیز بخواند ورنہ پذیرفتہ نخواہد شد، ہائے ہائے ما مسلمانان ایں قدر بے خبریم که شاید در صدہا لو دو نہ ایں مطالب را نہ فہمیدہ سے

کے حکم نماز آمد وکے می شدہ ممنوع　　　　زیں حالیکہ در میکدہ اصلا خبرے نیست

ہاں اے مسلمانان دلے خستگان! این است روشِ دیگراں در فرق میانِ ما و آناں کہ زبانِ خود را ترویج مینمائیم سہل است خود نیز فراموش می کنیم۔ اللہ اکبر ؎

چشم باز و گوش باز و ایں عمی
خیرہ ام در چشم بندی خدا

برادرانِ اسلامی! ؎

ہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہنوز اندر خمِ یک کوچہ ایم

مسلمانانِ ہند زبانِ مخصوص ندارند بلکہ زبانِ مذہبی شان عربی و قومی و آبائی و اجدادی شان فارسی است کہ یک ہزار سالی در این زبان شکرین گفتگو و خط و کتابت می کردند و کنون نیز در بعضے جاہا کم و بیش می کنند۔ اجداد شما لاکہا کتاب کہ مایۂ فخر و عزت بلکہ ترقی شماست در ایں زبان نوشتہ اند کہ یورپیاں روز بروز ترجمہ کردہ فائدہ برمیدارند۔ اگر شما فارسی ندانید یا دلچسپی تمام نداشتہ باشید نتیجہ ایں خواہد شد کہ ایں ہمہ کتابہاے قابلِ رشک را برباد کردہ یا آتش بزنید قومیت و اسلامیت خود را با خاک یکساں سازید۔ چگونہ دل بسوزد وقتے کہ می بینیم از بے توجہی شما خدا نخواستہ آں روز دار و نزدیک میشود ؎

خونابہ می چکاندم از گریہ سوزِ دل
خوش گریہ ایست بر سرِ آتش کباب را

طلاب صرف براے پاس شدن می خوانند و ہیچ فارسی نمیدانند کتابہاے مختصر را کہ براے اطفال دہ دوازدہ سالہ است شاگردانِ بی اے نمی فہمند، تماشا کنید کار بکجا رسید کہ بعضے بے شرماں آشکارا میگویند کہ من فارسی را براے پاس شدن میخوانم و نمی فہمند کہ ایں حرف قیمت خونِ ایشان است ؎

خود خیالش از خرِی معکوس بو   ایں زبانِ محض را بنداشت سو

کورند، نمی بینند کرند، نمی شنوند که تمام مفاخر قوم در ماضی و حال کسانے بوده و هستند که در
فارسی و عربی لیاقت تامه داشته و دارند، مانند سر سید مرحوم، سید محمود مرحوم، نواب محسن الملک
مرحوم، نواب وقار الملک، بیگم صاحبه بهوپال، راجه صاحب محمود آباد، سر سید حسن صاحب
صدر جلسه و تمام خانوادهٔ او، مولانا شبلی، مولانا حالی، خواجه غلام الثقلین، داکتر اقبال،
ابوالکلام آزاد، نواب حبیب الرحمن خان شروانی، میرزا محمد علی (کاظم) وغیره هم بوده اند تو اهل
هزاران ازین قبیل بشمارم و سے کسے نمی تواند که بر خلاف این یک نفر هم نشان بدهد که کسی
در مسلمانان صرف برائے انگریزی دانی لایق باشد. چنانکه سید محمود مرحوم که میگویند از میان
مسلمانان تاکنون مثل او انگریزی دان پیدا نشده. میفرمود اگر هزار سال دیگر کوشش بکنم باز
بقدر یک سائنس تکلیف انگلیسے دان نخواهم شد چونکه زبان مادری من [illegible] تعلیم
یافتگان این زمان که مقلدانه مست شراب انگریزیت اند خواهند فهمید و لے [illegible]
پشیمانی سودے ندارد ـ

آنچه دانا کند کند نادان
لیک بعد از هزار رسوائی

همین نادانان هستند که مذهب را نیز مربوط به ترقی نمی دانند و حال آنکه مذهب برائے
ترقی آنقدر لازم است که برائے زیستن انسان هوا (اکسیجن)، در نزد هم حضرات بزرگ
دنیاکان شما بچه جان فشانیها فارسی را در هند رواج دادند آخر شما اولاد و نبیره های آنها هستید. اگر
اگر نیاکان ما سر از خاک بردارند نخواهند شناخت که ما اولاد آنانیم اخلاق ما تبدیل شده، عادات
ما دگرگون شده، از مسلمانی بجز نامے ندانیم ـ

از روئے یار خرگهی ایوان همے بینم تهی
وز قد آن سرو سهی خالی همے بینم چمن

بجائے رطل و جام مے زاغان نهادستند پے
بجائے چنگ و جائے نے آواز زاغ است و زغن

آنجا کہ بود آن دلستان با دوستان در بوستان
شد گرگ و در بہ را مکاں شد گاوگس را وطن

از تعلیم یافتگان این زمان حالات کلاستون یا شکسپیر پرسیدہ شود دفترہا باز خواہند کرد
و اگر از خلفائے راشدین و ائمہ دین سوال شود چیزے نمی دانند (شرم) چنانکہ روزے یک نفر
بی اے از میرزا ہادی صاحب پروفیسر پرسیدہ بود کہ آیا در فارسی و عربی اقلیدس ہست؟
(تعجب) بعضے کلمات از بزرگان یورپ دیدہ تعریف می کنند واہ واہ می گویند، و چون از کتابہائے
خویش بے خبرند نمی دانند کہ این کلام بزرگان ما ہست و آنان ترجمہ کردہ اند مثلاً ہمہ می گویند
ناپلیون یا بسمارک گفتہ در دنیا محال نیست۔ حالانکہ ہشت صد سال پیش ازین شیخ الرئیس
در شفا فرمودہ "کلما قرع سمعک من العجائب ولم یابا ہ العقل فذرہ فی

بقعۃ الامکان"

سعدی علیہ الرحمۃ فرمودہ ؎

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد،

آیا صاحبانِ کم شعوری شک می نماید درانکہ تا زبان مادری تکمیل نشود ترقی ممکن
نیست؟ زبان مادری شما کہ حالا اردو شدہ آیا بغیر فارسی ازدم بریدہ گزشتہ گوش
بریدہ بلکہ سر بریدہ نخواہد شد؟ (خندہ) و آیا اگر فارسی از میان برود اردو نخواہد رفت و
آیا زبان شما ہا شما نخواہد شد؟ از اینہا نیز گزشتہ این زماں کہ مسلمانان دنیا بامراض گونا
گون و مہلک گرفتارند آیا جز اتحاد و اتفاق دارو ے دارند و این زبان فارسی بہترین
ذریعۂ اتحاد نیست؟ آیا غیر از زبان فارسی زبان دیگر دارند کہ باآن تبادل خیالات نمایند؟
عربی کہ بسیار مشکل ہست، ترکی ہم کہ مانند اردو محدود بیک ملک و محتاج فارسی ہست
بہمیں سبب در تمام اسکولہا و کالجہائے ترکی فارسی خواندن لازمی ہست و اما فارسی

حرف در ممالک اسلامی بلکه تقریباً در تمام آسیا رواج است چنانکه یورپائیان می گویند "فارسی از سوی مشرق است و شیرین ترین و آسان ترین زبانهای دنیا"۔

حضرات! هزاران کتب مذهبی شما بفارسی نوشته شده کسی گفته بود که ما آنها را ترجمه خواهیم کرد بجا جواب را تماشا کنید که مرغ پخته را خنده آمد، او، شما می توانید این همه کتابها را ترجمه بجاپ کنید و بر فرض تو انستید آخر این چه کار بے معنی و تیشہ بر پای خود زدن است آخر چه فائده خواهد شد جز اینکه یکے از اسباب تفرقه و بیگانگی از ملل اسلامیه گردد، دیگران میکوشند تا اقوام مختلفه را یکجا جمع کنند و یک جان و چند قالب شوند و تو میخواهی جان را از بدن جدا سازی؟ ایران، ترکی، افغان و هند که بمنزله یک شخص هستند اعضاے آن را از هم جدا کنی۔ بہ بہ! راست گفته اند که ؎

دوستی با مردم دانا نکوست
دشمن دانا به از نادان دوست

آقایان! شما که از بدبختی عظمت و دولت و شوکت و جبروت یک هزار ساله سلطنت اسلامی را از دست باختید صرف یک زبان فارسی و کتابها یادگار مانده چرا در نگهداری اینها کوشش نمی کنید خوابید یا بیدار هستید یا هشیار؟ بزرگان فرموده اند ع

میراث پدر خواهی علم پدر آموز

بارے عرض کردم که چون همه مردم دنیا جز مسلمانان فهمیده اند که عزت و ذلت اقوام بسته بپاینداری زبان ایشانست و چون هندوان و دیگر مخالفان فارسی دیدند که فارسی بسیار محبوب القلوب روز بروز در ترقی است کوشش بلیغ کرده می کنند برائے نابود کردن آن از هند یا بعبارت صاف قطع رشته حیات مسلمانان، سرسید مرحوم در ۱۸۹۰ء در ایجوکیشنل کانفرنس منعقده اله آباد با یک نطق زبردست پرده از روے برخی از مقاصد مخالفانه برداشته اعتراض سخت باقدامات یونیورسٹی کردند و صاف صاف فرمودند که حمله بر فارسی حمله بر مذهب

و قومیت ما مسلمانان ہند است۔

حضرات! اعتراض ہندواں این است کہ چوں سنسکرت مشکل و فارسی آسان است اغلب و اکثر طلاب ایں را زبان دوم قرار میدہند و ایں زیان ماست پس باید فارسی را چناں کنیم کہ در اشکال با فارسی و سانسکرت ہموزن باشد۔ پس اول در نصاب یک جزو عربی داخل کردند و چوں ایں بالکل غلط و مہمل بود و ہمہ حتیٰ قانون یونیورسٹی مخالف ایں بود بنا بریں امسال حصۂ عربی را برداشتہ گفتند باید برائے مشکل کردن فارسی نصاب زیاد و از کتابہائے مشکل باشد۔ پس آمدند رپید ریڈنگ Rapid Reading و بسیار بسیار زیاد نمودند، ثانیاً کتابہائے را از قبیل اخلاق جلالی و ناصری معین کردند کہ بحیثیت مضمون ہیچ فائدہ و تعلقے بشاگردان ندارد و بے شک فہم مطلبی کہ از تحصیلات شخص خارج است نہایت مشکل و گاہے محال می باشد۔ جائے سرسید و سید محمود خالی است کہ چوں سد سکندری ایستادہ مدافعہ نماید۔

حضرات! ایں ہمہ از ماست کہ بر ماست، اگر یونیورسٹی الہ آباد در مسلمانان احساس مییبید ہرگز فارسی را، ،کالمیت بین یدی الغسال،، یعنی چوں مردہ بدست مردہ شو، کہ ہر جانب میخواہد میگرداند تصور نمیکرد۔ (تحسین)

یکے از محترمین گفتہ بود کہ فہم اخلاق جلالی برائے شاگردان بی اے دشوار نیست عرض میکنم اے آقا اولاً بحث من در مشکلے آں نیست بلکہ در بے سود بودن است کہ ابداً مقصود کہ زباندانی و ادبیات دانی است از آں حاصل نمی شود دوم ایں فرمائش شما بالکل درست و بجا و حسن ظن است، لیکن چکنم باشومی بخت کہ عرض کردم از عدم توجہ مسلمانان نزدیک است کہ خدانخواستہ فارسی محو و نابود شود۔ آخر بیائید و تماشا کنید کہ لیاقت شاگردانِ بی اے ایں زماں در فارسی بقدر لیاقت بچہ ہائے درجہ چہارم و پنجم اسکول زمانہ گزشتہ نیست، و اللہ در ایں مبالغہ نمی کنم۔

لے سرسید و سید محمود سر از خواب بردارید و ببنید کہ شما از یونیورسٹی دہند وان تشکا
پیدا دید و من از مسلمانان، شما از گرگ می ترسید و من از برادران یوسف ؎

ہمہ از دست غیر می نالد
سعدی از دست خویشتن فریاد

(تحسین)

آہ آہ ؎

آنکہ دائم ہوس سوختن ما میکرد
کاش می آمد و از دور تماشا میکرد

چیزے بالاتر از این عرض کنم تا دل حاضرین را چون دل خود بسوزانم - شخصی را دیدم
کہ چہاردہ سال در جرمنی ماندہ و زبان جرمنی را خوب آموختہ، دکتور (ڈاکٹر) شدہ، برگشتہ
درخواست دادہ برائے ملازمت، چونکہ جا خالی نبودہ پروفیسر فارسی اش کردہ اند (خندہ
شدید) و حال آنکہ بقدر یک طالب علم درجہ ہشتم اسکول فارسی نمیداند ؎

گر ہمیں مکتب است و این ملّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

(تحسین)

پس عرض می کنم لے آقائے معترض ع

دستی از دور بر آتش داری

شاگردان بی اے این زمان کتابہائے معمولی را می فہمند تا چہ رسد با خلاق جلالی
کہ مضامین شان خارج است مثلاً اگر شما بخواہید مرد پنجاہ سالہ ناخواندہ را درس بدہید
باید از الف با شروع کنید، نہ از کتابہائے مشکل و دقیق۔ اگرچہ شاگرد پنجاہ سالہ بنا شد
پنجاہ ہزار سالہ باشد و از مضمون خارج بودن چنانست کہ بہ یکی از علمائے متبحر گفتہ شود

که یک کرسی لبساز و نتواند، قصور او نیست، اگرچه کرسی ساختن کار یک بچه نجار ست، خیر بر فرض هم خوب بفهمند عرض کردم که فائده ندارد زیرا که مقصود از خواندن فارسی دانستن زبان و ادبیات است علوم را در زبان انگریزی میخوانند، شاهد مدعی یکے اینکه این شکایت منحصر به بنده نیست، بلکه تمام پروفیسران و شاگردان و هرکس که اہل خبرۂ این کار باشد مثل جناب حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی وغیرہ، مولانا مولوی عباس حسین صاحب قبلہ تا دو ماہ اخلاق جلالی را درس دادند، آخر شاگرداں گفتہ دمی گویند کہ یک کلمہ نہ فہمیدیم و خود مولانا کہ چہل سال ست پروفیسری می کنند و اہل خبرۂ این کارند فرمودند و بہ یونیورسٹی نوشتہ کہ اخلاق جلالی و بعضے حصص دیگر مناسب نیست و باید عوض شود۔

از این ہم گزشتہ بیچارہ شاگردان صرف فارسی نمی خوانند، بلکہ چندیں بار گراں بر دوش و وقت شاں کم ست۔ ؎

پاے شاں لنگ است و منزل بس دراز
دست شاں کوتاہ و خرما بر نخیل

" اگر مجبور شاں کردہ بگوئیم نہ حکماً شما نخوابید و اینہا را نخوانید شاگرد آنرا است کہ بگویند اے بزرگان! شما باختلاف و خانہ جنگیہا سلطنت اسلامی را از دست دادید و ما را مجبور بخواندن انگلیسی کردید، حالا می گوئید ہم این بکن ہم آں بکن ہم دیگرے بکن . . . . . آخر در یک دست چندیں ہندوانہ نتواں گرفت،، ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

داما کمی وقت شاں در کالج ہائے ہند سالانہ چہار ماہ تدریس می شود، ہرکہ در این شک دارد وقت دیگر از بندہ بپرسد تا مفصلاً بیان سازم خصوصاً در بابت فارسی چونکہ توجہ منسیت د معلمین کم د ناموزوں میزان الا وقتہا این قدر مہمل نوشتہ می شود کہ چہ عرض کنم

بیان ایں ہم وقت زیادیرا درخور ہست۔

دیگر اینکہ انگریزی نہایت مشکل ہست وبیچارہ شاگردان مجبور می شوند کہ اغلب و اکثر وقت خود را باں صرف کنند، والا اگر انگریزی نہ بود اخلاق جلالی نہ برائے شاگردان بی اے بلکہ برائے کودکان اسکول ہم مشکل نہ بود ع

آہ آہ از دست صرافان گوہر ناشناس

افسوس کہ کار را بدست کارداں یا بے غرض نمی دہند۔ از کسی کہ ایں نصاب را نوشتہ می خواہم کہ نہ از یوپی بلکہ از تمام ہند دہ نفر از شاگردان بی اے کالج ہائے موجودہ بیاورد کہ ایشاں بتوانند اخلاق جلالی را بہ انگریزی ترجمہ نمایند۔

چہ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں

تا سیہ روی شود ہر کہ در او غش باشد

درہمیں مجلس بسیار بی اے ہا نشستہ اند کہ ایں گفتگوے راست فارسی مرا نمی فہمند، اگر صدر جلسہ اجازت بدہد بلند شاں می کنم۔

واما در بابت ریپد ریڈنگ Rapid Reading بی اے جلد اول اکبر نامہ ہست، گزشتہ از زیادی فوق العادۃ او ایلش متعلق بہ نجوم ہست کہ شاگردان نجوم ناخواندہ اصلا از آں اصطلاحات خبر ندارند و نمی توانند بہ انگلیسی ترجمہ نمایند و ریپد ریڈنگ الیف اے تمام انوار سہیلی است، بندہ چوں حساب کرد معلوم شد کہ از نصاب اندازۂ الیف اے شش مرتبہ و نیم بیشتر است یعنی لازم ایں می آید کہ فرضا یک ورق در کلاس می خواند باید شش ورق و نیم شب در پیش خود مطالعہ نماید۔

تماشا کنید! آخر ایں چگونہ ممکن است علماے غیر معتزلہ می گویند کہ خدا ہم نمی تواند تکلیف مالا یطاق نماید۔

حضرات! ایں خیال و محال و جنوں نیست، بلکہ چیزے است کہ نمی توانم عرض کنم،

۵

مرا در دلیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
دگر نہاں کنم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

پس از یک طرف نامناسب بودن نصاب از طرف دیگر زیادی رپید ریدنق سبب خواہد شد کہ از سال آیندہ ہیچ کس فارسی نخواند آں وقت است کہ قومیت وملیت شما بلکہ مذہب شما شہید گردد، اُمید دارم انشاء اللہ مسلم یونیورسٹی بزودی تاسیس شود و کارہا را بدست خود بگیریم (انشاء اللہ) واز دولت عدالت گستر وتعلیم پرور انگلیس چشم دارم نہ اینکہ صرف نصاب یونیورسٹی ہا واسکول ہائے ہند کہ تماماً خراب اندر خراب است توجہ مخصوص مبذول دارد بفارسی نیز مانند عربی وسانسکرت وظیفہ دادہ روا کند ایران فی تاماً تا یک عالم انصاف واسلام ممنون گردد وآب سردے بردل سوختۂ مسلمانان پاشیدہ شود کہ برائے دولت حصاری جز ازدعائے خیر رعایا نیست واز شما حاضرین جلسہ خواہش می کنم کہ ہمہ در شہرہائے خود کوشش زیاد کنید وکتابہائے مکاتب خانگی را تغیر بدہید کہ ایں آمدنامہ وغیرہا سراپا خرافات ومہملات است، وایں کار را بدست مثلاً یک خان بہادر یا آنریبل یا شمس العلما ندہید، بلکہ بجمعی از ماسٹران وپروفیسران کاربرداں واگزارید و بندہ نیز برائے مدد شما حاضرم، اگر ضرورت شد بہ نویسید۔

اما جواب برادران عزیزم ہنود در خصوص مشکل کردن فارسی عرض می کنم۔

اے برادران عزیز وہم وطنان محترم! (حالا وقت آمدہ است کہ ایشیائیاں ایشیا را وطن ویک دیگر را برادر باجان برابر دانند) زبان سانسکرت مشکل است، آخر گناہ فارسی چیست ؟ (خندہ) ایں بآں می ماند کہ دو برادر بیابان پر خوف وخطر میروند، یکی لنگ و پاشکستہ و دیگرے صحیح الاعضا وچالاک۔ صحیح الاعضا کہ می خواہد برود و بمنزل مقصود برسد، لنگ می گوید نہ باید، پائے ترا بشکنم کہ ہر دو یکساں باشیم، صحیح الاعضا ہرچہ التماس می کند کہ برادر آخر من و تو برادریم، بگذار بروم، ہم خود بسر منزل مقصود برسم

دہم شاید سببی برداشته بیایم و ترا نیز ببرم و از چنگ جانوران آدم خوار برہانم - آغا ز! شکستن پاے من تو ہیچ فائدہ نیست لنگ می گوید نہ، باید پاے ترا نیز بشکنم۔

خیر حالا که نزلہ بر اعضاے ضعیف می یافتہ مجبوراً باید پذیریم که فارسی مشکل کردہ شود ولی ہرگز قبول نخواہیم کرد که غیر قابل التعلیم شود، راضی می شویم که پایش را بشکنیم نہ این کہ سرش را ببرم۔ (تحسین)

مثلاً بعضے کتابہاے مشکل و مفید را کہ امسال انتخاب کردہ اند قبول داریم یا مثلاً ہنگام امتحان یک مضمون اضافہ کنیم چنانکہ براے مشکل کردن انگریزی الیف اے چند سال پیش کردند وغیر ذلک از تدابیر کہ بندہ پیش توانم کرد، واما کوشش شما در نابود کردن فارسی بے سود خواہد شد زیرا کہ مسلمانان فارسی را براے آسانی نمی خوانند بلکہ زبان خود میدانند ہزارہا مرتبہ ہم مشکل باشد از دست نخواہند داد، ہرگز عاشق معشوق خود را بجور رقیب از دست نمیدہد (تحسین) و از دشواری راہ وصال ہراساں نمی شود و می گوید ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید

(تحسین) و جواب اینکہ آیا فارسی مرتبۂ کلاسکل لنگوج Classical Language بود نرا دارد یا نہ، و آیا زبان زندہ است یا مردہ ؟ عجبا زبان سانسکرت کہ منحصر بیک گوشہ ہند و در آنجا نیز منحصر بچند اشخاص انگشت شمار می باشد زندہ است واما فارسی کہ نہ صرف در مملکت وسیعۂ ایران و افغان و عراق عرب و تفقاز و بلوچستان و ترکستان و سرحدات ہند گفتہ می شود، بلکہ تقریباً در تمام آشیا رواج است مردہ! (تحسین) مگر اینکہ معنی نیز چوں زمانہ برگشتہ باشد زندہ بمردہ گویند و مردہ بزندہ، اگر فارسی کلاسکل لنگوج نہ باشد پس کدام باشد ؟ کدام زبان چوں فارسی شیرین است ؟ کدام زبان چوں فارسی فصیح و بلیغ است ؟ کدام زبان مانند فارسی دارای ادبیات است ؟ کدام زبان است کہ مثل فارسی محبوب القلوب شدہ ؟ کدام علم است کہ در فارسی نیست وجز اینکہ زبان

سلطنت اسلامی است چہ عیب را دارد (تحسین) گوئی این شعر درحق فارسی گفتہ شد

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مہ من جلوہ گاہے بکسی ترا چہ نسبت

تو فزوں تری زماہ و دگراں کم از ستارہ

ایں چنیں زبان کہ خودی و بیگانہ ثنا خوانش است ہرگز محو و نابود ش نتواں کرد، آفتاب را باگل نتواں پوشید، خصوصا با حالت موجودہ مسلمانان کہ بفضل الٰہی بیدار شدہ اند و راست می فرماید طوطی شکر شکن ہند

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

واما متعلق بہانہ عقب افتادن عربی سر سید مرحوم می فرماید :-

اب صرف ایک حملہ ہمدردی کے پیرایہ میں باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ فارسی زبان عربی زبان کو پیچھے ڈالتی جاتی ہے کیونکہ کثرت سے طالب علم فارسی کو بطور سیکنڈ لینگوج کے اختیار کرتے ہیں اور عربی کو کم، میں اس کی اصلی وجہ کو جو لنگی ضرورت پر مبنی ہے نہ بیان کرونگا۔ مگر میں اُن ہمدردوں سے پوچھونگا کہ عربی زبان ہمارے بزرگوں کی اور ہمارے مذہبی زبان ہے کیا وجہ ہے کہ آپ ہم سے زیادہ اُس زبان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں آپ مہربانی رکھیے اور اُس کی ہمدردی کو ہم ہی پر چھوڑ دیجیے چاہیں ہم اُس کو آگے بڑھائیں چاہیں پیچھے چھوڑتے جائیں

نمیدانم ز منع گریہ مطلب چیست ناصح را

دل از من دیدہ از من آستیں از من کنار از من

(تحسین)

اے صاحبو!

یہ تمام جو مسلمانوں کے لئے زہر قاتل تھے ہماری یونیورسٹی میں پیش ہوئے ہیں

حضرات! چونکہ شب گزشتہ و وقت خواب ہست این بود کہ مختصر مطالب را بشما عرض کردم، ورنہ ؎

تا قیامت گر بگویم زین کلام
صد قیامت بگذرد وین ناتمام

حال اگر با بندہ متفق ہستید پس اجازت بدہید کہ این رزولیوشن پاس شود و باصلاحات اقدام و ہیدہ باین شعر ختم و در دسر راکم میکنم ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن ست و بس
در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

اس ایڈریس کے ختم ہونے پر اس امر پر مباحثہ شروع ہوا کہ آیا جن کتب درسیہ کے متعلق مرزا صاحب نے اپنے لکچر میں تذکرہ کیا ہی انکی بابت سررشتہ تعلیم اور یونیورسٹی سے کوئی تحریک بصورت رزولیوشن کے کی جانی مناسب ہی یا نہیں بالآخر قرار پایا کہ اُن کتب درسیہ کو دفتر کانفرنس میں منگا کر اوّل خود جائنٹ سکرٹری کانفرنس ان شکایتوں کے متعلق جانچ کریں اور حسب ضرورت خط کتابت سررشتۂ تعلیم اور یونیورسٹی سے کریں۔ اسقدر کارروائی کے بعد یہ اجلاس ختم ہوا۔

اجلاس چہارم

آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ بمقام لکھنؤ

بتاریخ ۲۹ ر دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء بوقت ۲ بجے دن سے ۵ بجے دن تک

پریزیڈنٹ

عالی جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی، ایم، ڈی، ڈی ایچ

پی، آئی، ایم، ایس

پروگرام میں اس اجلاس کا وقت صبح ساڑھے آٹھ بجے مقرر تھا لیکن اس روز صبح کا تمام وقت مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی کے جلسہ کی کارروائی میں صرف ہوگیا تھا اسلئے کانفرنس کا یہ اجلاس چہارم بوقت اجلاس پنجم منعقد کیا گیا۔ اور اس اجلاس کی کارروائی

میں سب سے پہلے مسٹر عبدالمجید خواجہ، بیرسٹرایٹ لاعلی گڑھ نے حسب ذیل رزولیوشن جلسہ میں پیش کیا۔

رزولیوشن نمبر (۱۱)

اس کانفرنس کی رائے ہے کہ ڈائرکٹر صاحبان سررشتۂ تعلیم کی سالانہ رپورٹوں میں ایک خاص باب مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق ہوتا ہے اور جس کے متعلق ایجوکیشن کمیشن ۱۸۸۲ء نے سفارش کی ہے اس میں خاص طور سے حسب ذیل معلومات کا اندراج کیا جانا مسلمانوں کے تعلیمی مقاصد اور کوششوں میں عملاً مدد دینے کے لئے ضروری ہے۔

(الف) یہ کہ اس صوبہ میں کسقدر اسلامیہ کالج اور اسکول ہیں اور کہاں کہاں ہیں :-

(ب) یہ کہ ان اسلامی درسگاہوں کی مالی اور تعلیمی حالت کی کیا کیفیت ہے۔

(ج) یہ کہ افسران ضلع اور سررشتہ تعلیم نے ان درسگاہوں کی ترقی اور بہتری کے متعلق کچھ مدد فرمائی ہے یا نہیں اور اگر فرمائی ہے تو اس کی تفصیل کیا ہے۔

محرک - مسٹر عبدالمجید خواجہ بی اے، بیرسٹرایٹ لا علیگڈھ۔

موید - صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب۔

معزز محرک نے رزولیوشن متذکرہ صدر کی تحریک پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

حضرات!

"مجکو یہ عزت بخشی گئی ہے کہ اس رزولیوشن کی جس کی تائید میں میرا نام تھا،،
،، میں تحریک پیش کروں۔ مجھے اس کے متعلق بہت زیادہ الفاظ عرض،،
،، کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ یہ رزولیوشن صرف ایک درخواست سے تعلق"

"رکھتا ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ ہم سررشتہ تعلیم سے یہ درخواست کریں کہ وہ ہمکو"
"اپنی سالانہ رپورٹ کے اُس حصہ میں جس کی سفارش ایجوکیشن کمیشن ۱۸۸۲ء"
"نے بھی کی ہی یہ اطلاع دے کہ مختلف صوبہ جات ہند میں ہماری تعلیمی"
"حالت کی صحیح کیفیت کیا ہی جن امور کے متعلق معلومات کی درخواست ہم کرتے"
"ہیں اُن سے ہمکو اپنی حالت کا صحیح اندازہ ہوگا اور ان میں سے امر سوئم سے"
"پورے طور پر یہ ظاہر ہو جائیگا کہ تعلیمی معاملات میں مسلمان جس مدد کے مستحق"
"تھے وہ کہاں تک اُنکو دیگئی ہی اور جیسا کہ پریسیڈنٹ صاحب نے اپنے ایڈریس"
"میں حضور ملک معظم میں کے "پیغام اُمید" کے متعلق کہا ہی ہمکو اس سے یہ معلوم"
"ہوگا کہ اس "پیغام اُمید" کی جہانتک کہ مسلمانوں کی تعلیم کا تعلق ہی کہانتک"
"پیروی کی گئی ہی اور اس لحاظ سے مجھے یقین ہی کہ آپ اس رزولیوشن کو"
"بالاتفاق پاس کرینگے"

اس رزولیوشن کی تحریک کی تائید کرتے ہوئے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے کہا کہ:-

"حضرات! جس رزولیوشن کی تحریک خواجہ صاحب نے کی وہ نہایت اہم ہی ۱۸۸۲ء"
"میں جو تعلیمی کمیشن مقرر ہوا تھا تو اس نے خاص طور سے مسلمانوں کی تعلیم کے"
"متعلق چند قواعد مقرر کیے جانیکی سفارش کی تھی اور منجملہ ان قواعد کے ایک"
"قاعدہ یہ تھا، ڈائرکٹران سررشتۂ تعلیم کی رپورٹوں میں ایک خاص باب"
"مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق ہو جس میں انکی تعلیم کے متعلق پورے حالات"
"درج کیے جائیں لیکن اب اس قاعدہ پر پورے طور سے عمل نہیں ہوتا میں نے"
"اپنی کونسل کی تقریر میں اس کے متعلق عرض کیا تھا تو ڈائرکٹر صاحب نے فرمایا"
"کہ رپورٹ میں نو صفحے اس باب کے متعلق ہوتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہی کہ ان نو"

"نو صفحات میں کیا درج ہو سکتا ہے، اور مسلمانوں کی تعلیمی حالت کی کیا کیفیت"
"معلوم ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب ہمکو صاف صاف کہنا چاہیئے کہ کم از کم ان"
"امور کے متعلق جن کا تذکرہ اس رزولیوشن میں ہے ہمکو ہماری تعلیم کے متعلق"
"ڈائرکٹر صاحب اپنی سالانہ رپورٹ میں پورے حالات سے مطلع کریں"
اس تائید کے بعد مندرجہ بالا رزولیوشن بالاتفاق منظور ہوا اور پھر مسٹر سمیع اللہ بیگ
صاحب نے حسب ذیل رزولیوشن کی تحریک پیش کی۔

رزولیوشن نمبر (۱۲)

اس کانفرنس کی رائے میں مسلمانان اودہ کی تعلیمی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے
کہ بمقام لکھنؤ پراونشل محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی جائے جو کل اضلاع اودہ کے
مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کی خدمت گزار اور کفیل ہو"

محرک۔ مسٹر سمیع اللہ بیگ صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل لکھنؤ۔

موئد۔ مسٹر سید علی اوسط صاحب بیرسٹرایٹ لا، لکھنؤ۔

معزز محرک نے اس رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"**حضرات**! لکھنؤ کی خوش قسمتی ہے کہ آج پھر اس کانفرنس کا جلسہ یہاں منعقد"
"ہو رہا ہے لیکن اس جلسہ کے بعد اگر کوئی تعلیمی تحریک یہاں مستقل طور سے باقی"
"نہ رہے تو کانفرنس کے اس اجلاس سے مسلمانان اودہ کے لئے کیا فائدہ"
"ہو سکتا ہے۔ آپکو معلوم ہے کہ صوبہ اودہ میں کوئی ایسا باقاعدہ مجمع یا ایسوسی ایشن"
"نہیں ہے جس کے ذریعہ سے یہاں کے بچوں کی حفاظت اور نگرانی وہ اپنے ہاتھ"
"میں لے۔ جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے کل ایک رپورٹ اودہ کے"
"مسلمانوں کے خاندانوں اور یہاں کے تمام شہروں اور قصبات کے حالات کے"

"حالات کے متعلق پیش کی تھی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ صوبہ اودہ میں"
"کسقدر زیادہ تعداد ایسے شریف مسلمان خاندانوں کی آباد ہی جو بڑے بڑے"
"فاتحین اور علما اور فضلا کی نسل سے ہیں لیکن انکی تعلیمی حالت نہایت خراب"
"ہی اب اس رزولیوشن کا منشا یہ ہی کہ اودہ کے ان تمام مسلمان خاندانوں"
"کے بچوں کی تعلیم کا کام ایک پراونشل کانفرنس کے ہاتھ میں ہو جو متواتر"
"اور مسلسل کوشش انکی تعلیمی ترقی کے متعلق کرتی رہے۔ یہ سچ ہی کہ اس قسم کے"
"بہت سے مفید رزولیوشن پیش ہوتے ہیں اور وہ پاس ہوجاتے ہیں لیکن"
"حقیقت میں اُن پر عملدرآمد نہیں ہوتا مگر یہ مسئلہ ایسا نہیں ہی جس پر پوری"
"توجہ اور عملی کوشش نہ کی جائے۔ صرف ضرورت ہی چند کام کرنیوالوں کی اگر"
"کچھ لوگ عملی طور سے اس طرف متوجہ ہوجائیں تو کامیابی یقینی ہی اور مجھے"
"اُمید ہی کہ اسی ہفتہ میں پراونشل کانفرنس قائم ہوکر عملی کارروائی شروع کردیگی"
اس تحریک کی تائید مسٹر سید علی اوسط صاحب نے مختصر تقریر کی اور رزولیوشن مندرجہ بالا بالاتفاق منظور ہوا۔

اس کے بعد جناب مولوی محمد نظام الدین حسن صاحب نے مندرجۂ ذیل رزولیوشن پیش کیا۔

رزولیوشن نمبر (۱۳)

اس کانفرنس کی رائے میں ضروری ہی کہ شمس العلما مولانا حافظ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی مرحوم و مغفور کی اُن شاندار ادبی، قومی اور مذہبی خدمات کے اعتراف میں جو مرحوم نے اپنی عدیم المثال زندگی میں قوم اور اسلام کی کی ہیں ایک سرمایہ وظائف بذریعہ عام چندہ کے قائم کیا جاوے اور اُس کے منافع سے غیر مستطیع طلبا مدرسۃ العلوم

علیگڈہ کو وظائف دیئے جائیں۔

محرک۔ مولوی محمد نظام الدین حسن صاحب بی اے، بی، ایل، لکھنؤ۔

مؤید۔ مسٹر سید سجاد حیدر صاحب بی اے (علیگ)

معزز محرک نے اس رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوے فرمایا کہ:-

"مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کی یادگار کے قائم کرنیکے متعلق مجھے مسلمانوں"
"کے تعلیم یافتہ مجمع میں کچھ الفاظ کے عرض کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ مولوی صاحب"
"مرحوم کے علمی کارناموں سے کون شخص ہے جو واقف نہو گا۔ انکی ادبی خدمات"
"سے۔ انڈین پینل کوڈ کے ترجمہ، کلام پاک کے ترجمہ اور دوسری تصانیف"
"اور لکچروں سے ہر شخص بخوبی واقف ہے اور تمام عمر جو شاندار خدمات اس"
"کانفرنس اور محمدن کالج علیگڈہ کی مرحوم نے کی ہیں انکو بھی ہر شخص جانتا ہے"
"پس ایسے برگزیدہ اور عالم شخص کی یادگار قائم کرنا ہمارا اوّل فرض ہے اور"
"کانفرنس کو اگر کسی شخص کی یادگار قائم کرنیکا حق ہے تو سب سے پہلے مولوی"
"نذیر احمد صاحب مرحوم کی یادگار کا قائم کرنا ہے۔ اور یادگار کے قائم کرنے کا"
"بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ وظائف کی شکل میں قائم ہو۔ میں نہایت زور"
"سے اسکی تحریک کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ قوم فراخدلی کے ساتھ اسکی"
"عملی طور سے تائید کریگی"

مسٹر سید سجاد حیدر صاحب نے جامع اور مختصر تقریر میں اسکی تائید کی اور منشی حسن الدین خاں مونس نے تائید مزید فرمائی اور باالاتفاق مندرجہ بالا رزولیوشن منظور ہوا۔ اور اس یادگار کے متعلق مندرجۂ ذیل صاحبان نے چندہ کی رقم کا وعدہ فرمایا۔

۱۔ حکیم عبد الولی صاحب لکھنؤ۔ ۵۰ؔ

۲۔ مولوی عبد الحق صاحب بی اے (علیگ) حیدرآباد ۵ؔ

اس کے بعد مسٹر شوکت علی خاں صاحب نے مسلمانان کشمیر کی تعلیم کے متعلق مندرجہ ذیل رزولیوشن، جو درج پروگرام نہیں تھا، پیش کیا:-

رزولیوشن نمبر (۱۴)

یہ کانفرنس مسلمانان کشمیر کی تعلیمی پستی کو محسوس کرتے ہوئے تجویز کرتی ہے کہ سینٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن ہز ہائنیس مہاراجہ صاحب کشمیر کی خدمت میں بھیجا جائے تاکہ وہ نہایت ادب سے حضور مہاراجہ صاحب بہادر کو مسلمانان کشمیر کی افسوسناک پستی اور اُنکی تعلیمی ضروریات کی طرف توجہ دلائے۔

محرک۔ مسٹر شوکت علیخاں صاحب بی اے (علیگ)

موید۔ خواجہ عبدالصمد صاحب گکڑو رئیس بارہ مولا، کشمیر۔

قابل محرک نے اس رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوئے ایک مختصر تقریر کی جس میں مسلمانان کشمیر کی افسوسناک حالت کا ذکر کرکے یہ فرمایا کہ کانفرنس میں کشمیر کے مسلمانوں کے متعلق چند مرتبہ رزولیوشن پیش ہو چکے ہیں لیکن اُن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اب ضرورت ہے کہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن حضور مہاراجہ صاحب کشمیر کی خدمت میں جاوے جو وہاں کے مسلمانوں کی تمام شکایات اور تعلیمی ضرورتوں کو عرض کرکے اُنکے متعلق ریاست سے انتظام کراوے۔

اس تحریک کی تائید مشہور و معروف خواجہ عبدالصمد صاحب گکڑو نے کی اور موزوں الفاظ میں مسلمانان کشمیر کی موجودہ دردناک حالت کا اظہار کرکے ایک ڈیپوٹیشن کے کشمیر جانیکی تحریک کا خیر مقدم کیا اور اس وفد کے متعلق اپنی ذاتی امداد دینے اور ہر طرح معاونت فرمانیکا وعدہ کیا اور اس کے بعد مولوی غلام محمد صاحب خادم نے اس رزولیوشن کی تائید مزید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تقریر جلسہ میں پڑھی۔

تقریر مولوی غلام محمد صاحب خادم کشمیری

حضرات! کشمیر کی تعلیمی حالت کا خاکہ اور نہایت ہی افسوسناک خاکہ آپ کے سامنے نہایت مختصر الفاظ میں بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ رزدلیوشن پیش آمدہ پر آپ میرے ہم آہنگ ہوکر پر زور صدر دانہ آواز سے اسکو پاس کریں۔

قبل اس کے کہ میں چند نوٹ اس بارہ میں پیش کروں دو امور آپ کے ذہن نشین کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اول یہ کہ اہل اسلام کی آبادی خطۂ کشمیر میں ۹۵ فیصدی ہے اور مالگزاری اور مالگزاری کے ساتھ ۳۰ ہزار تعلیمی ٹکیس دینے والے تقریباً سب کے سب مسلمان ہیں مگر مفاد تعلیم میں جو اُن کا حصہ ہے اسکا اندازہ دار الخلافہ کشمیر کے ہائی اسکولوں کے اعداد سے باسانی ہو سکتا ہے۔ وہاں دو اسٹیٹ ہائی اسکول ہیں جن میں ایک پہلے ہندو ہائی اسکول تھا مگر اُسے بھی سٹیٹ ہائی اسکول بنایا گیا ہے۔ ان ہر دو اسکولوں میں ۱۰۰۲ طالب علم ہیں مگر اس کثیر تعداد میں مسلمان طلبا کی تعداد صرف ۴۶ ہے۔ ہر دو اسکولوں میں تقریباً ۶۰ مدرس ہیں جن میں صرف تین مسلمان ہیں جن کی مجموعی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار سے زائد نہیں ہے بحالیکہ ان اسکولوں کے سینئر درجہ میں ہر ایک استاد کی تنخواہ سو سو روپیہ سے زیادہ ہے مشن اسکول میں ۷۰۰ طالب علم ہیں جن میں صرف ۵۴ مسلمان ہیں۔ اسلامیہ اسکول میں البتہ ۳۰۰ طالب علم ہیں جب سے کہ سلسلہ تعلیم شروع ہوا ہے دو لاکھ مسلمانان کشمیر میں سے ایک بھی گریجوایٹ نہیں ہوا۔ آج تک صرف ۷ مسلمان طلبہ انٹرنس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ۶ اسلامیہ ہائی اسکول سے جو تھوڑے عرصہ سے جاری ہوا ہے ۲ مشن اسکول سے اور ۲ سٹیٹ ہائی اسکولوں سے ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اس عبرتناک تعلیمی کمی کا نتیجہ صرف والی ملک کی عدم توجہی پر محمول نہیں ہو سکتا بلکہ

اہل اسلام کا اپنا قصور بھی ہے ابتدائی تعلیم میں معافی فیس اور اسکولوں کے دروازے سب کے لئے یکساں کھلے ہوئے ہیں مگر وہ خاص اسباب جو مسلمانوں کے حصول تعلیم میں سدِ راہ ہیں اسکے رفع کرنے ہیں تو نہیں فرمائی جاتی۔ ہز ہائینس نہایت نیک دل حکمراں ہیں لیکن ہمارا کوئی قائمقام اُنکے حضور میں نہیں ہے جو ہمدردانہ پیرایہ میں حالات پیش کر کے انکی توجہ منعطف کرا سکے اسلئے میں پُر زور الفاظ میں اس رزولیوشن کی تائید کرتا ہوں اور آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ کانفرنس کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں بھیجنے کی تجویز منظور فرمائیں۔ علی گڑھ یا ہندوستان سے صرف دو بزرگ کافی ہونگے ڈیپوٹیشن کے باقی ممبر لاہور اور امرتسر سے جانیکے لئے تیار ہیں اگر موسم سرما میں ڈیپوٹیشن جموں نہ جا سکے تو موسم گرما میں کشمیر جا سکتا ہے۔ یہ ایک قومی کام بھی ہو جائیگا اور سیر و تفریح کا لطف بھی حاصل ہوگا۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ میرے خیال میں سوائے ڈیپوٹیشن کے اور کوئی کامیابی کا طریقہ نہیں ہے۔ برسوں گذر گئے کانفرنس رزولیوشن پاس کر کے ہز ہائینس کی خدمت میں بھیجتی رہی ہے مگر آجتک اسکا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور نہ آیندہ اُمید رکھنی چاہیے۔ اہل کشمیر میں جو اہل الرائے ہیں اور جن میں کشمیر کے دو رزیڈنٹ صاحبان بھی شامل ہیں اُنھوں نے مسلمانان کشمیر کے مرض جہالت سے نجات پانیکے لئے حسب ذیل نسخہ بالاتفاق رائے قرار دیا ہے:

(۱) مسلمان اُستاد اگر بلحاظ تناسب آبادی مقرر نہوں تو بھی نصف نصف تعداد ہو۔

(۲) تمام ہائی اسکولوں اور مڈل اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر یا سیکنڈ ماسٹر مسلمان ہوں۔

(۳) صیغہ تعلیم میں بااختیار افسر کم از کم نصف مسلمان ہوں۔

(۴) تمام مڈل اسکولوں میں جبکہ شاستری مدرس مقرر ہیں تو عربی اور فارسی کے اُستاد بھی مقرر ہوں۔

(۵) ابتدائی مدارس بکثرت کھولے جائیں اور اُن میں مسلمان مدرس ہوں۔ طلبا، کو وظائف دیئے جائیں۔ کتابیں مفت دی جائیے جائیں۔ جس طرح گورنمنٹ انگلشیہ ابتدا

میں طلبا، اور نمبر داروں کو طرح طرح کے انعام مثلاً کتب، قلمدان، لنگیاں، اور مٹھائی وغیرہ کا لالچ دلاکر تعلیم و تدریس کی تحریص و ترغیب دلاتی تھی ریاست بھی اس پر عمل پیرا ہو اب رہا یہ امر کہ مسلمانان کشمیر خود تعلیم میں کیوں کافی حصہ نہیں لیتے۔ اس کی وجہ بھی مختصراً چند الفاظ میں بیان کر دیتا ہوں کہ وہاں کے پیرزادے اور علماء بہ استثنائے بعض بزرگوں کے مثلاً خاندان میر واعظ صاحب جو بانی انجمن نصرۃ الاسلام اور اسلامیہ ہائی اسکول ہیں سب کے سب قوم کی جہالت کو اپنی روزی کا وسیلہ سمجھے بیٹھے ہیں انھیں ڈر ہے کہ گنڈے اور تعویذوں کے طلسم کو تعلیم توڑ دیگی۔ اسی لئے اُن کے مواعظ و نصائح تعلیمی پہلو سے خالی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب تک خارجی امداد اہل اسلام کشمیر کو دیجائیگی وہ تعلیم کی طرف مائل نہیں ہونگے اور وہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ ہم لائق واعظ وہاں بھیجیں اور انجمن نصرۃ الاسلام اور اسکے اسلامیہ ہائی اسکول کو قلمے قدمے درمے امداد دیں۔ مسلمان وزیٹر جو اب سینکڑوں کی تعداد میں کشمیر تشریف لیجاتے ہیں انجمن اور اسکول کو ملاحظہ فرماکر اپنی نیک رائے سے انھیں مستفیض فرمائیں کیونکہ ابھی وہ ابتدائی حالت میں ہے۔

کانفرنس نے جو وظائف کشمیری طلبا کو علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنیکے لئے مقرر کئے ہیں بدقسمتی سے اُن سے آج تک ایک طالب علم بھی فائدہ نہیں اٹھا سکا اس رقم کو اگر چھوٹے چھوٹے وظائف کے ذریعہ کشمیر میں تقسیم کیا جائے یا اس رقم سے ایک واعظ مقرر کر کے کشمیر میں بھیجا جائے جب تک کہ وظیفہ حاصل کرنیوالے طلبا پیدا ہوں تو زیادہ مناسب ہو گا۔

کشمیر جنت الدنیا ہے مگر اس کے مسلمان باشندے جہالت کی دوزخ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نظر براں میں اتنا عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جس طرح مسلم لیگ حلال احمر کی تمام توجہ ٹرکی کی طرف مبذول ہو رہی ہے ویسا ہی کانفرنس کی زیادہ تر توجہ اہل اسلام کشمیر کی حالت سدھارنے پر خرچ ہو میں ان فقروں پر اپنی تقریر کو ختم کرونگا کہ آپ علی گڑھ

کالج یا کانفرنس کے اجلاس میں بیٹھ کر کشمیر کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کا موازنہ ہرگز نہیں کرسکینگے جب تک کہ خود تشریف لیجا کر مشاہدہ نہ فرمائینگے جو ڈیپوٹیشن کے سوائے نہیں ہوسکتا ہے

تو زے کبوتر بام حرم چہ میدانی
طپیدن دل مرغان رشتہ برپارا

اس تقریر کے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے اس رزولیوشن کی مزید تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

,,حضرات! مسٹر شوکت علی نے جو تحریک پیش کی ہے اور جس کی تائید ہمارے مشہور،،
,,معروف خواجہ گگڑ صاحب نے کی ہے وہ حقیقت میں ایک ضروری مسئلہ کے متعلق،،
,,ہے جس کے لئے ضرورت نہیں ہے کہ کچھ زیادہ عرض کیا جاوے مسلمانان کشمیر،،
,,کی حالت بلاشبہ نہایت ابتر ہے حالانکہ آپکو معلوم ہے کہ آنکی آبادی وہاں تقریباً،،
,,نوّے فیصدی ہے۔ ہمیشہ کانفرنس میں مسلمانان کشمیر کی تعلیم اور انکی بہبودی کے،،
,,متعلق رزولیوشن پیش ہو کر پاس ہوئے ہیں اور جناب مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر،،
,,کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں اور وہاں سے اُمید افزا جواب بھی ملے لیکن،،
,,کوئی کارروائی وہاں نہیں ہوئی۔ ضرورت تو یہ تھی کہ کشمیر میں کانفرنس کا،،
,,اجلاس منعقد ہوتا لیکن اگر وہاں کانفرنس کا اجلاس نہ ہو تو ڈیپوٹیشن ضرور بھیجا،،
,,جاوے۔ موسم گرما میں اکثر اصحاب کشمیر کو سیر و سیاحت اور تفریح کی غرض سے،،
,,تشریف لیجایا کرتے ہیں۔ اس سال اس موسم میں ایک ڈیپوٹیشن کانفرنس کی،،
,,طرف سے کشمیر جائے وہاں کے مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق مہاراجہ صاحب سے،،
,,تحریک کرے۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح بہت کچھ کامیابی ہو سکے گی،،

تقریر مذکورہ بالا کے بعد رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔

اس قدر کارروائی کے بعد جناب مولانا سید کرامت حسین صاحب سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد نے نہایت عالمانہ لکچر دیا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

لکچر

جناب مولنا سید کرامت حسین صاحب سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد

"مسلمانوں کو سردست کن باتوں کی ضرورت ہے اور انکو ان باتوں کے لئے کیا کرنا چاہیے"

حضرات! عاقل اور بالغ آدمی کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلے وہ جن پر زندگی موقوف ہے۔ دوسرے وہ جو زندگی پر موقوف ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ ہر فرد بشر کو پہلے وہ افعال کرنا چاہئیں جن پر زندگی موقوف ہے اور اس کے بعد وہ افعال جو زندگی پر موقوف ہیں۔ اگر پہلی قسم کے افعال میں کمی کرے تو دوسری قسم کے افعال یا تو محال ہونگے یا ایسی بری طرح سے ہونگے کہ انکا ہونا گویا نہ ہونیکے برابر ہوگا۔

پہلی قسم کے مہم افعال ذیل کی ضرورتیں ہیں۔

(۱) بقدر ضرورت۔ جید الغذا کھانا۔

(۲) بقدر ضرورت لباس جو مختلف موسموں کی ایذا سے بچاوے۔

(۳) بقدر ضرورت مکان جو موسموں کی ایذا سے بچاوے۔

شخصی زیست کے واسطے سابق الذکر ضرورتوں کے لئے یہ افعال کافی ہیں لیکن اگر بقائے نسل کی ضرورتوں کا لحاظ بھی ہو تو "دو تاہل" کے ضروری افعال بھی ناگزیر ہیں۔

ایسے افراد قوم کو جو شخصی حیات کی سہ گانہ ضرورتوں اور اہلی حیات کی ضرورتوں کو پورا کریں افراد کاسب کہتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم میں جتنے ہی افراد کاسب زیادہ ہوں اُتنی ہی وہ قوم اچھی حالت میں ہوگی اور اس قوم کو اس بات کا زیادہ موقع ہوگا کہ ترقی کرنیوالے افراد کو بڑی جماعت میں سے انتخاب کرے جو کثرت تعداد کی وجہ سے بہ کثرت ہیں قوم میں جتنی افراد کاسب کی کثرت ہوگی اُتنا ہی اُس قوم میں جرم وگناہ کم ہوگا اور عقل و فراست زیادہ ہوگی اور اُتنا ہی اس قوم کے افراد کو ترقی کے اونچے زینوں پر پہونچنے کا زیادہ موقع ہوگا اگر کسی قوم کے جمہور افراد کاسب نہوں تو اولاً تو یہ دشوار ہے کہ اُس قوم کے چند افراد اُسی قوم میں رہ کر علوم وفنون ومعالی اخلاق میں نمایاں ترقی کرسکیں اگر عشری ماحول علماً و اخلاقاً اونچا نہیں ہوتا تو چند افراد کا اونچا ہوجانا قریب محال کے ہوتا ہے اگر کسی حوض یا ظرف میں تمام پانی ایک سطح پر ہو تو اُس میں کے چند قطرے بلند تر سطح پر نہیں ہوسکتے یہی وجہ ہے کہ اقوام پستہ کے اونچے ہونیوالے افراد اپنے گھر، قوم، اور وطن کو چھوڑ کر اقوام عالیہ میں جاکر بلند ہونیکے اسباب کو حاصل کرتے ہیں اگر بفرض محال ترقی کربھی لیں تو ایسی قوم میں رہنے سے جس میں غیر کاسب افراد بکثرت ہیں نہ اپنی ترقی سے خود بہرہ یاب ہوتے ہیں نہ اپنی قوم کے دیگر افراد کو زیادہ فائدہ پہونچاتے ہیں اگر کسی قوم کے بہی خواہوں کو اپنی قوم کے ساتھ بھلائی کرنا ہو تو بہترین طریقہ احسان کا یہی ہے کہ جہانتک ممکن ہو قوم میں افراد کاسب کی تعداد بڑہانے کی کوشش کریں۔ اگر اس بات کی کوشش نہ کرینگے تو اور جتنی کوششیں کسی اور جانب کیجاویں گی وہ سب رائگاں سمجھنا چاہئیں اور جب افراد کاسب بنانے کی کوشش ہورہی ہو تو اُس وقت اور سب کوششیں جو قوم کی اصلاح کے لئے ہوں ضرور کارآمد ہوتی ہیں۔

فرد کاسب ہونے کی شرط اوّل یہ ہے کہ آدمی تندرست ہو، اور اگر اسباب غیر اختیاری سے تندرستی زائل ہوجائے تو اسکو پھر لے علم حفظ صحت اور طب کا مقصود بھی یہی ہے کہ تندرستی قائم رہے اور اگر زائل ہوگئی ہو تو حاصل ہوجائے۔ بہی خواہان قوم کو قوم میں ایسے ذریعے پیدا کرنے

چاہئیں کہ جمہور افراد تندرست رہیں اور بیمار ہوں تو اچھے ہو جائیں۔

بہ قدر ضرورت غذا و لباس و مسکن دستیاب ہونے کے لئے علم و ہنر او رپیشہ کی ضرورت ہے مختلف علموں، ہنروں اور پیشوں سے حاجات سہ گانہ مختلف درجوں میں روا ہوتی ہیں، تمام علوم و فنون اور پیشے اصل میں کسب معاش کے وسیلے ہیں جن سے لذتیں اور راحتیں حاصل ہوتی ہیں ان وسیلوں کے درجے مختلف ہیں اور مختلف درجوں کی مقداریں معاش پیدا ہوتی ہیں بعض کے ذریعہ سے آدمی ایک دن میں ایک ہزار روپیہ با آسانی پیدا کر لیتا ہے اور بعض سے ایک مہینے میں پانچ روپیہ بہ دشواری ملتا ہے، مختلف لوگوں کو مختلف علوم و فنون و پیشے پسند آتے ہیں اور ہر شخص اپنے محبوب وسیلہ معاش کے متعدد فضائل بیان کر سکتا ہے۔

خاکسار کی رائے میں بہترین وسیلے کسب معاش کے یہ ہیں کہ ہر شخص اپنی حیثیت کے موافق مرکبات مادہ و قوت کے مفید و مضر خواص سے آگاہ ہو اور مفید سے متمتع ہونے اور مضر سے بچنے کے طریقے جانتا ہو، دنیا میں اس وقت تک جتنے صحیح علوم و فنون موجود ہیں یا آئندہ ہونگے اور جتنی سودمند ایجادیں ہو چکی ہیں یا ہونگی وہ سب اسی لئے ہوئیں کہ مرکبات مادہ و قوت کے خواص معلوم ہوں اور اُن سے نفع ہو۔

خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے "خلق اللہ لکم ما فی الارض جمیعا" جو کچھ کہ زمین میں ہے خدا نے تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کیا، فائدہ صرف اُس وقت ہوگا جب ما فی الارض کے خاصوں کو جانو اور اُن سے تمتع کی تدبیر کرو۔

بہی خواہان اسلام اگر چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی حالت درست ہو اور اُن میں سے فقر، مرض، گناہ کم ہو اور دولت، صحت، معالی اخلاق پیدا ہوں تو ملک میں ایسے ذریعے پیدا کریں جن سے عامہ مسلمین ایسے علوم صحیحہ سیکھیں جن سے اُنکو مرکبات مادہ و قوت کے مضر و مفید خواص معلوم ہوں اور ایسے فنون حاصل کریں جن سے سودمند خواص کو صحت، دولت،

عزت، راحت، امن، عافیت، اور حریت کا وسیلہ بناویں اور امراض فقر، جرم، گناہ و منا اور عبدیت سے بچیں۔

فرد کاسبہ ہونے کے ابتدائی مدارج طے ہونیکے بعد آیندہ ترقی ممکن ہوگی سردست سب مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور مجموعی قوت اس میں صرف کردینا چاہیئے کہ جمہور مسلمین مرد ہوں یا عورت افراد کاسبہ بنجائیں اور اس خاکسار کی رائے میں مسلمانوں کو سردست سب سے زیادہ ضرورت ہی یہ ہووے تو سب کچھ ہو یہ نہیں تو ہمہ ہیچ جب تک بشر سہ گانہ ضروریات حیات کے علاوہ ضروریات اہلی سے مطمئن نہیں ہوتا تب تک اُس کو ترقی کے اونچے، مرتبوں کے لئے فرصت ہی نہیں ملتی اور نہ اس کی مہلت ملتی ہے کہ اور کمالات میں مصروف ہو یا اپنی عقل میں تجربہ میں اضافہ کرے۔

افراد کاسبہ بنانے کی تدبیریں یہ ہیں۔

(۱) مسلمانوں کے ایک ایسے فرقے کو جسے لیاقت اور فرصت ہو اپنے کو وقف کردینا چاہیئے کہ وہ تمام عمر مسلمانوں کو افراد کاسبہ بنانے میں خالصاً لوجہ اللہ صرف کریگا ایسے فرقے کو خادمانِ اسلام کہنا چاہیئے۔

(۲) وہ فرقہ اپنی کوشش سے اس عقیدے کو توڑے کہ کوشش سے کچھ نہیں ہوتا جو ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے مسلمانوں میں اس صدق کو عالمگیر کرے کہ دنیا میں اس وقت جتنے علوم و فنون ہیں جتنی ایجادیں ہیں جتنی صنعت و حرفت ہے جتنی تجارت ہے جتنا قانون و سیاست ہے جتنی وہ سب چیزیں ہیں یا آیندہ ہونگی جن پر تمدن کا مختصر سا لفظ حاوی ہے وہ سب کی سب تدبیر سے ہوئیں ہیں اور ہونگی۔ مسلمانوں کو اپنے اوپر بھروسہ کرنا سکھادے اور یہ بتادے کہ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ کن صورتوں پر صادق آتا ہے

کارسازِ ما بہ فکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

کا موقع کہاں ہے میں خود یہ بات نہیں عرض کرتا ہوں بلکہ جناب باری عزاسمہ نے قرآن مجید
میں خود فرمایا ہے "لیس للانسان الا ما سعیٰ" اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں کہ جب مسلمان
صحیح تدبیر کرتے تھے اور اپنے ماحول سے اوروں کی بہ نسبت زیادہ مطابق تھے تب وہ دنیا
کے بہترین قوم تھے اور جب سے انھوں نے صحیح تدبیریں کرنا اپنے اوپر بھروسہ کرنا ماحول سے
مطابق ہونا چھوڑ دیا تب سے ذلیل و خوار ہیں اور غلامی میں گرفتار ہیں جو روز سیاہ مراکو، ایران اور
اب ترکی کو پیش آیا وہ یقیناً اسی سے آیا کہ انھوں نے اپنے اوپر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا، علوم صحیحہ
اور ان کے سودمند استعمال سے بے بہرہ رہے اور ماحول سے انھوں نے موافقت نہ کی دنیا
کے تمام مسلمانوں میں اس وقت کوئی نامور عالم، یا ماہر یا موجد مفقود ہے حالانکہ یورپ، امریکہ
اور جاپان میں بہت ہیں یہ دلخراش اور مہلک نتیجہ صرف اسی کا ہے کہ ہم نے علوم صحیحہ سے جن کا
مقصود انکشاف صدق ہے مونھ موڑ لیا۔

بہت سے حضرات اس خیال کے شائع فرمانے کے ذمہ دار ہیں کہ ہماری ذلت دنیا میں صرف
اس وجہ سے ہے کہ ہم نے قرون اولیٰ کے اسلامی اصول کو خیرباد کہدیا یہ خیال بہ صد ادب صحیح
نہیں صرف اُنھی کا یہ عقیدہ ہوگا جو دنیا کو عالم اسباب نہ جانے یا اُس کو یہ گمان ہو کہ بیماری کے
اسباب سے صحت اور فقر کے اسباب سے دولت اور جرم و گناہ سے معالی اخلاق پیدا ہوتے
ہیں فرض کرو کہ ایک قوم کے مرد و زن کل احکام شریعہ کے پورے پابند ہوں لیکن علوم و فنون
صحیحہ زبان حال نہ جانتے ہوں دولت و حریت کے اسباب سے بے بہرہ ہوں خانگی سامان دفاع
و حرب اُنکے پاس نہوں اُنکے مقابلہ میں دوسری قوم کو فرض کرو جو دشمن خدا ہو مگر با علم و دولت
و حریت ہو خانگی سامان دفاع و حرب اُس کے پاس وافر ہوں اب فرض کرو کہ دونوں
قوموں میں جنگ ہو تو کیا کوئی شخص جو دنیا کو عالم اسباب بتاتا ہو کہہ سکتا ہے کہ مسلمان در خدا کے
نیک کاربندے دشمنان خدا پر فتح یاب ہو سکتے۔ جب صانع اور کبھی سب طرح بالکل جدا گانہ شخص
ہیں اصول اسلام کے چھوڑنے اور نہ چھوڑنے سے دنیا کی کامیابی سے کوئی علاقہ نہیں ہے

عالم یا موجد یا دولت مند ہو نیکو مسلمان ہونا لازم نہیں ہے۔

(۳) اس خیال کو ہمارے دلوں سے نکالے کہ فقط کہدینا کافی ہے۔ کرنا فرض کفائی ہے مگر یہ صدق رائج کرنے کہ واعظ سے مصلح بہتر ہے اور قائل سے فاعل۔ ظاہر ہے کہ اگر سیکڑوں باورچی یکجا ہوں اور کھانا پکانیکا تمام سامان بھی موجود ہو مگر وہ دن رات غل مچائیں کہ کھانا پکاؤ کھانا پکاؤ مگر کھانا پکائیں نہیں تو ہرگز کھانا نہیں پکیگا۔ یا اگر ہزاروں معمار باہم جمع ہوں اور مکان بنانیکا تمام سامان بھی موجود ہو اور برسوں تک چلائیں کہ بناؤ بناؤ مگر بنانا شروع نہ کریں مکان کبھی نہ بنیگا۔ کہنا اور وعظ کرنا بھی ضروری ہے مگر سودمند جب ہی ہوتا ہے جب لوگ اُسپر عمل کریں۔ جن لوگوں کے دلوں میں اسلام کا درد ہے اُنکو فقط کہدینا ہی کافی نہیں ہے جو کچھ اُنکے حقیقت میں ہو کرنا چاہیے۔

(۴) خادمانِ اسلام ایسی درسگاہیں بنانے کو جن میں افراد کاسبہ تیار ہوسکیں ضروری سرمایہ فراہم کریں اور جن مسلمانوں کو اپنے فضل سے دولت مند کیا ہے وہ اپنے مال کا ایک حصہ اس نیک کام میں دینا اپنے اوپر فرض جانیں۔

(۵) جابجا سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایسی درسگاہیں مہیا کردیں جن میں مسلمان لڑکے اور لڑکیاں افرادکاسبہ ہونے کے وسیلے بآسانی وارزانی حاصل کرلیں یوں تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جتنا اُس سے ہوسکے مسلمانوں کے افرادکاسبہ بنانے میں کوشاں ہو لیکن ایجوکیشنل کانفرنس اگر اپنی ہمدردی اور ایثار میں اضافہ فرمادے۔ اور آیندہ سے ایسا کرے کہ جس شہر میں اُس کا سالانہ جلسہ ہو وہاں سالانہ جلسہ کی یادگار میں کم از کم ایک ایسی درسگاہ بنادے جہاں چند سو مسلمان لڑکے اور لڑکیاں افرادکاسبہ بنجانا سیکھ سکیں تو وہ مسلمانوں پر بڑا احسان کرے جو کچھ کانفرنس نے نیک نیتی سے مسلمانوں کے لئے اتبک کیا اور اُس کے سبب سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا وہ نہایت قدر اور شکر کے قابل ہے لیکن اگر آیندہ ہر سال جس شہر میں جاوے وہاں ایک درسگاہ بھی افرادکاسبہ بن سکنیکو قائم فرمادے تو میں جانوں کہ مسلمانوں کے دن

ہے۔

میں نے آپ حضرات کے سامنے علوم صحیحہ اور اُن کے مفید استعمال کی ضرورت کو عرض کیا تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ صدق، عدل، وفا عہد، استقامت، التزام، احسان، اور سادہ مواخات وغیرہ معالی اخلاق کی احتیاج مسلمانوں کو نہیں ہے یقیناً ہر گروہ سے بے علم و دولت و حریت کے بیکار ہیں اس کے بعد میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں۔

اس عالمانہ اور فاضلانہ تقریر کے اختتام پر صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے جناب مولانا موصوف کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین جلسہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جو تقریر اس وقت آپ حضرات نے سُنی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو محض وقت کی کارروائی سمجھنا چاہیے بلکہ جتنے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ بہت غور اور فکر کا نتیجہ ہیں اور اس قابل ہیں کہ تمام قوم ان خیالات اور مفید مشوروں پر عمل کرے اس کے بعد مولانا موصوف نے فاضل مقرر کو مخاطب کرکے کہا، کہ جو مفید مشورہ کانفرنس کو جناب نے درسگاہیں قائم کرنیکے متعلق دیا ہے مجھے اُمید ہے کہ کانفرنس اس مقصد کو اپنے پیش نظر رکھے گی اور اس وقت جو تجویز اودہ میں پراونشیل کانفرنس قائم کرنے کی ہے اور جس کی بنیاد خدا کے فضل سے لکھنؤ میں رکھی جانیوالی ہے۔

پوری توقع ہے کہ جناب والا کی لکھنؤ میں موجودگی اس مفید تجویز میں پوری کامیابی کا باعث ہوگی اور امسال کانفرنس کی اس کارروائی میں جناب کی پوری ہمدردی اور دلچسپی شامل ہوگی۔

اس کے بعد مسٹر محی الدین احمد صاحب. بی اے (علیگ) نے مندرجہ ذیل رزولیوشن جلسہ میں پیش کیا۔

رزولیوشن نمبر (۱۵)

مسلمانان آسام (خاص) کی موجودہ افسوسناک پستی کے لحاظ سے یہ کانفرنس گورنمنٹ

سے باادب ملتجی ہے کہ اُن کی تعلیمی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر اُنکی تعلیمی ترقی کے لئے پراونشیل میونسپل، اور لوکل بورڈ اسکالرشپوں سے ایک خاص تعداد مسلمانوں کے لئے محفوظ کر دے نیز ایسے اضلاع میں جہاں مسلمانوں کی آبادی نسبتاً زیادہ ہے ایک اسپیشل مسلمان ڈپٹی انسپکٹر کا تقرر منظور کرے اور مسلمان ٹیچروں کی تعداد میں اضافہ فرما دے۔

محرک۔ مسٹر محی الدین احمد صاحب

موید۔ نواب وقار الملک بہادر

معزز محرک نے رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوئے مسلمانان آسام کی تعلیمی پستی کو ظاہر کیا اور کہا کہ بمقابلہ ایک سو پچاس ہندو ٹیچروں کے صرف پانچ ٹیچر مسلمان ہیں اور ڈپٹی انسپکٹروں سے اعلیٰ عہدوں پر کوئی مسلمان نہیں ہے بارہ ڈپٹی انسپکٹروں اور چودہ (۱۴) سب انسپکٹران اسکول میں سے صرف تین مسلمان ہیں اور تعلیمی حالات کی یہ کیفیت ہے کہ ضلع گوالپاڑہ کے مسلمانوں میں سے جن کی تعداد پچیس ہزار سے زیادہ ہے صرف ایک مسلمان انٹرنس گریجوایٹ ہوا ہے۔

محرک کی تقریر کے بعد نواب وقار الملک بہادر نے تائید فرمائی اور بالاتفاق مندرجہ بالا رزولیوشن پاس ہوا اور اسقدر کارروائی کے بعد اجلاس ختم ہوا۔

جیسا کہ کل کے اجلاس اسکول سیکشن میں اعلان کر دیا گیا تھا ماہرین فن تعلیم و دیگر اصحاب کا ایک جلسہ اسکول سیکشن کی بقیہ کارروائی کی غرض سے اور مسلمانوں کی سیکنڈری تعلیم کے بعض اہم مسائل پر غور کے ساتھ ایک رائے قائم کرنے کے لئے ڈائنگ ہال کے شامیانہ میں آج بعد مغرب منعقد ہوا اور بالاتفاق مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس کئے گئے

(ملاحظہ ہو صفحۂ آئندہ)

رزولیوشنہائے پاس شدہ اجلاس اسکول سکیشن

(۱) مناسب ہے کہ ایک کمیٹی موسومہ اسکول سیکشن سنٹرل کمیٹی قائم کیجائے جو اسکول سکیشن کے پاس شدہ رزولیوشنوں پر عمل کارروائی کرے اور سنیٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ہر قسم کے معاملات میں مستند (مشورہ دے) اس کمیٹی کے ممبر حسب ذیل اصحاب مقرر ہوں۔ اس کمیٹی کو اپنی تعداد میں اضافہ کرنیکا اختیار ہوگا۔

مسٹر جی، ایچ ٹوڈ صاحب پرنسپل مدرسۃ العلوم علیگڈھ۔ چیرمین

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب پی، ایچ ڈی پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڑہ، سکرٹری

ممبران پنجاب

(۱) سینئر ہیڈ ماسٹر انجمن حمایت اسلام اسکول لاہور،

(۲) شیخ غلام صادق صاحب مینجر اسلامیہ ہائی اسکول امرتسر،

(۳) ہیڈ ماسٹر احمدی اسکول قادیان،

(۴) خواجہ سجاد حسین صاحب انسپکٹر آف اسکولز جالندہر،

صوبہ متحدہ

(۵) مرزا حبیب حسین صاحب ہیڈ ماسٹر حسین آباد ہائی اسکول لکھنؤ

(۶) میر ولایت حسین صاحب بی اے، ٹیلنٹڈ ماسٹر کالجیٹ اسکول علی گڑہ

(۷) مولوی بشیر الدین صاحب مینجر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ،

(۸) ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ،

(۹) ہیڈ ماسٹر کالجیٹ اسکول علیگڈھ،

(۱۰) احمد حسین صاحب ہیڈ ماسٹر اسٹیٹ ہائی اسکول رامپور،

(۱۱) بشیر احمد صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر گورکھپور
بنگال (۱۲) عبد الکریم صاحب اسپکٹر آف اسکول مشرقی بنگال،
حیدر آباد (۱۳) مولوی عبد الحق صاحب " " اورنگ آباد،
بھوپال (۱۴) ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن بھوپال،
(۱۵) مولوی محمد دین صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ریاست بھاولپور،
برار (۱۶) مولوی نظام الدین احمد صاحب انسپکٹر آف اسکولز برار،
(۱۷) ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول جبل پور
(۱۸) خواجہ جمال الدین صاحب اسپکٹر آف اسکول کشمیر،
(۱۹) مسٹر شاکر علی صاحب " " جبلپور،

سکرٹری اور جائنٹ سکرٹری کانفرنس اس سکشن کے ایکس آفیشو ممبر ہونگے۔

(۲) سنٹرل اسٹنڈنگ کمیٹی کانفرنس سے درخواست کیجائے کہ کانفرنس کے تمام وظائف ایسے طلبا کو دیئے جائیں جو ٹیچرز ٹرینگ کالجوں، ٹرینگ اسکولوں اور نارمل اسکولوں میں تعلیم پاتے ہوں، نیز کالج کلاسیز کے ایسے طلبا کو بھی وظائف دیئے جائیں جو کالج چھوڑنیکے بعد صیغہ تعلیم میں ملازمت اختیار کرنیکا اقرار کریں، ان وظائف کی شرائط پر اسکول سکشن سنٹرل کمیٹی غور کرکے سنٹرل اسٹنڈنگ کمیٹی کانفرنس کو رپورٹ پیش کریگی۔

(۳) یہ سکشن آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم علی گڑھ سے درخواست کرتی ہے کہ کالج کا سینر کے طلبا کو جو وظائف اور قرض حسنہ ڈیوٹی اور دیگر سرمایوں سے دیا جاتا ہے اسکا ایک حصہ ایسے طلبا کے لئے مخصوص کردیا جاوے جو تعلیم حاصل کرنیکے بعد صیغہ تعلیم میں ملازمت کرنیکا وعدہ کریں۔

(۴) یہ مناسب ہے کہ اسکول سکشن سنٹرل کمیٹی کا ایک دفتر قائم کیا جاوے جو کانفرنس کے

صدر دفتر سے علیحدہ ہو اور اس دفتر میں ہر صوبہ کی تعلیمی رپورٹیں۔ کریکیولم اور سیلیبز جمع کی جاویں۔

(۵) اس سکیشن کی رائے میں جائنٹ سکریٹری آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ہر صوبہ کے ڈائرکٹر صاحبان سے نیز آنریبل سر ہارکورٹ بٹلر سے درخواست کریں کہ تمام ایسے سرکلر کی ایک کاپی جو انسپکٹر اور ہیڈ ماسٹر صاحبان کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اسکول سکیشن کے صدر دفتر میں بھیجی جایا کرے۔

(۶) اس سکیشن کی رائے میں مناسب ہے کہ ہر سال ایک نمائش اسلامیہ مدارس کے طلبا کی بنائی ہوئی چیزوں کی۔ اسکول اپیریٹس اور اپلائنسیز اور نیز عمدہ ٹیکسٹ بک کی کانفرنس کے زمانہ میں ہوا کرے اور کانفرنس سے درخواست کی جاوے کہ اس کے اخراجات اور انعامات کے لئے ڈھائی سو روپیہ (۲۵۰ مام) سالانہ منظور کرے۔

(۷) یہ مناسب ہے کہ اسکول سکیشن سنٹرل کمیٹی اسلامیہ مدارس کے حالات جمع کرے اور ان کے اُستادوں کی ڈائرکٹری طیار کرے۔

(۸) یہ مناسب ہے کہ ہر سال ٹیچرز کانفرنس کسی مناسب زمانہ میں منعقد کی جاوے اور اِمسال کانفرنس علی گڑھ میں ہو۔

(۹) اس سکیشن کی رائے میں یہ بھی مناسب ہے کہ ٹیچرز کانفرنس کے زمانہ میں اسلامیہ اسکولوں کے کھیل کا تقرنامنٹ اور باہمی برجستہ ریڈانگ ہونا چاہیئے۔

(۱۰) یہ سیکشن سفارش کرتی ہے کہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اسلامیہ اسکول اٹاوہ کا مربی ہونا منظور کرے۔

(۱۱) اس سکیشن کی رائے میں مناسب ہے کہ سرکاری مدارس میں داخلہ کے قواعد اُردو میں چھپوا کر اخبارات و کانفرنس لوکل کمیٹیوں کی معرفت پبلک میں شائع کرے

(۱۲) کانفرنس کی ہر ایک لوکل کمیٹی سے درخواست کیجا دے کہ وہ اپنے ضلع سے کم از کم ایک وظیفہ ڈیڑہ سو روپیہ سال کا دو سال کے واسطے ٹیچرز ٹریننگ اسکول کے لیسے طالب علم کو دے جو بعد حصول تعلیم اُس ضلع کے کسی اسکول میں ملازمت کرنیکا وعدہ کریں۔

اجلاس پنجم

آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ بمقام لکھنؤ

بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۲ء بوقت شب

کارروائی اجلاس صیغہ تعلیم نسواں

پریزیڈنٹ

جناب مولوی محمد نظام الدین حسن صاحب بی اے بی، ایل لکھنؤ

انتخاب صدر کی تحریک کرتے ہوئے عزت مآب جناب نواب وقار الملک بہادر نے جناب
صاحب کی ذات و اوصاف کو مسلمانوں کے لئے ایک زندہ و مجسم قابل تقلید نمونہ

بتلایا اور تعلیم نسواں کے اُس کام کا جو علی گڑھ میں زنانہ اسکول اور بورڈنگ ہوس قائم کرنیکے متعلق جناب شیخ عبداللہ صاحب اور اُن کی بیگم صاحبہ کی نگرانی اور انتظام میں انجام پا رہا ہے ذکر کیا۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے اس تحریک کی تائید کی اور شیخ عبداللہ صاحب آنریری سکرٹری صیغہ مذکور نے حسب اجازت پریسیڈنٹ صاحب موصوف اپنی سالانہ رپورٹ پیش کی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

سالانہ رپورٹ آنریری سکرٹری صاحب صیغہ تعلیم نسواں

حضرت! سال گذشتہ کی کانفرنس میں میں نے آپ حضرات کو ایک خوشخبری سنائی تھی کہ ہمارے مقامی پروگرام کا سب سے اول مرحلہ یعنی ایک پردہ کا بورڈنگ ہوس کسی محفوظ مقام میں تعمیر کرنا ہے

اب اس کی تعمیر شروع ہو گئی ہے جناب لیڈی پورٹر صاحبہ نے جس بورڈنگ ہوس کا سنگ بنیاد سال گزشتہ نومبر کے مہینے میں رکھا تھا اب وہ بفضل خدا قریب الاختتام ہے اس کل زمانہ میں پوری توجہ اس بورڈنگ ہوس کی طرف رہی ہے۔ اب صرف چند کمروں کی تعمیر باقی رہ گئی ہے۔ یہ بورڈنگ ہوس ایک نہایت وسیع اور عالیشان عمارت ہے۔ ہم نے حضور عالیہ جناب بیگم صاحبہ والیہ بھوپال سے پہلے ہی درخواست کر دی ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۳ء کی اول سہ ماہی میں کسی وقت بھی علی گڑھ میں قدم رنجہ فرما کر اپنے دست مبارک سے اس بورڈنگ ہوس کے افتتاح کی رسم ادا فرمائیں۔ اس بورڈنگ ہوس میں سردست کل ضرورتوں کے لئے انتظام کیا گیا ہے۔ درمیانی بارک کے کمرے جن کی تعداد چوبیس ہے اسوقت بورڈر طالبات کو دیئے جائینگے۔ دونوں جانب کے سات سات کمرے کلاس روم کا کام دینگے۔ اُستانیاں بھی جبتک علحدہ مکانات نہ بنیں ایک

...دوں میں رہیں گی۔

اب اسوقت بننے کے بعد ہر شخص جس نے دیکھا ہی لڑکیوں کے لئے ہر لحاظ سے
...بورڈنگ ہوس کو مفید کہہ رہا ہی اور خدا سے دعا ہی کہ ہماری قومی بہنوں کے لئے
... باعث خیر وبرکت ہو۔

صاحبو آپ کو معلوم ہی کہ تعلیم نسواں و پردے کی تمام دقتوں پر نظر کرکے
... یعنی مدرسہ کا خیال پیدا ہوتے ہی کہدے ایک محفوظ پردے کے بورڈنگ ہوس
... ضروری تھی اباتک ہم کبھی کا بورڈنگ ہوس بنا چکتے مگر زمین کے حاصل کرنے [illegible] کا
گورنمنٹ کی معرفت حاصل کیا گیا ہی چار سال سے زائد عرصہ لگ گیا۔ ہمکو صرف
چودہ ماہ عمارت کے بنانے کے لئے ملے ہیں اور ان چودہ ماہ میں جو کام ہوا ہی وہ آپ
... کریں چشم مبارک سے دیکھ سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے لڑکیوں کی تعلیم میں پردہ ضرور حائل ہی عام ... اسکولوں میں
خواہ وہ پرائیویٹ ہوں یا سرکاری مسلمان لڑکیوں کو والدین بھیجنے پر رضامند نہیں
ہوتے۔ ہم کتنا ہی پردے کی سواری کا یا پردے کی ڈولیوں کا انتظام کریں مگر حد سے
... سال کی عمر کے بعد ماں باپ اپنی بچیوں کو گھروں سے نہیں نکلنے دیتے ... اسکے
[illegible] کی سوجھتی ہی۔

ہمارے کالج کے اولڈ بوائے مسٹر اعجاز حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا منصف کی
ہمشیرہ دس برس سے چار سال تک برابر استقلال کے ساتھ مدرسہ میں تعلیم پائی اور پانچویں جماعت
تک پہونچ گئی اور اگر اس وقت تک برابر پڑھتی تو مڈل پاس کرلیتی مگر چونکہ اس کی
عمر تیرہ سال سے تجاوز کرگئی تھی اسلئے لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اب مدرسہ میں مت
بھیجو۔ انھوں نے بچی کو اٹھالیا۔ مجھے سخت افسوس ہوا مگر وہ بھی مجبور تھے۔

گزشتہ چھ سال سے اسوقت تک ہمارے ابتدائی مدرسہ میں دو سے نوے

لڑکیاں داخل ہوئیں ۔ اب اسوقت تک ۰ لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ جہاں تیسری اور چوتھی جماعتوں میں پہونچیں اور ان کی عمر بارہ سال یا تیرہ سال کی ہوئی تو فوراً نوٹس آتا ہے کہ ہم آپ کے مدرسہ میں لڑکی نہ بھیجیں گے۔ جو لڑکیاں ابتدا میں داخل ہوئی تھیں ان میں سے ایک بھی مدرسہ میں نہیں رہی۔ جو لڑکیاں سنہ ۹ء کے آخر میں داخل ہوئی تھیں ان میں سے چار لڑکیاں اس وقت تک پڑھ رہی ہیں اور ان کی نسبت سید معلمہ صاحبہ کا خیال ہے کہ آئندہ سال مڈل کا امتحان کامیابی کے ساتھ دے سکیں گی بشرطیکہ وہ مدرسہ میں رہ گئیں۔

یہ دقت ہمکو مدرسہ جاری کرنے سے پہلے ہی معلوم ہو رہی تھی اور اس کا علاج ہم نے صرف یہ سوچا تھا کہ ایک محفوظ بورڈنگ ہاؤس تعمیر کرکے مسلمان بہنوں کے انتظام اور نگرانی میں دیدیا جاوے کہ لڑکیوں کے والدین کو اطمینان ہو کہ ہماری بچیاں ہمارے گھروں کی طرح اس بورڈنگ ہاؤس میں بے خطر رہ سکتی ہیں۔

باوجود اس کے کہ لڑکیاں تعلیم کے اونچے درجہ تک نہیں پہنچ سکتیں مگر جو کچھ بھی علی گڑھ میں ہوا اس کی بھی ضرورت تھی۔ علی گڑھ خاص میں چار مدرسے ہندوؤں کے ایک گورنمنٹ کا۔ اور ایک مشن کا ہے۔ ان مدارس میں سے ہندوؤں کے مدرسوں میں تو لڑکیاں پڑھ ہی نہیں سکتیں۔ گورنمنٹ کے مدرسے میں بھی صرف ہندی پڑھائی جاتی ہے گو استانی مسلمان ہے مگر چونکہ مسلمان لڑکیاں اس مدرسے میں جاتی ہی نہیں اور نہ پردہ کا کافی انتظام ہے پھر اردو کی تعلیم غیر ضروری سمجھی گئی۔ البتہ جب ہمارا مدرسہ جاری ہوا تو مسلمان لڑکیوں کے لئے سوائے مشن اسکول کے اور کوئی جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ اس زمانہ میں سب مسلمان لڑکیاں ہمارے مدرسہ میں آگئیں۔ اور پرائمری تعلیم جو دوسرے مدارس میں ہوتی ہے وہ بڑی خوشی سے سب نے حاصل کی لوگ تعلیم دلانے کو تیار ہیں۔ مگر تعلیم کے لئے صرف قرآن مجید کا پڑھنا اور تھوڑا سا حساب کتاب اور کچھ اردو کی نوشت و خواند سے بڑھ کر نہیں جانتے۔

اس مدرسہ کے لئے گورنمنٹ نصف خرچ دیتی ہے۔ باقی نصف ہماری [illegible]

کے عطیات میں سے ادا کیا جاتا ہے۔ انسپکٹرس صاحبہ حلقہ ہر ششماہی پر تشریف لاتی ہیں اور
اس ماہ کے شروع میں جناب چیف انسپکٹرس صاحبہ نے بھی اس مدرسے کا معائنہ فرمایا
ہم اس بورڈنگ ہوس کے کھلنے پر اپنے پروگرام کی ایک اہم ضرورت یعنی ٹریننگ
کلاس بھی کھول سکیں گے کیونکہ یہ لڑکیاں ایک خاص عمر تک مدرسہ میں رہکر ٹرینڈ معلمہ
بننے کے قابل ہو سکیں گی۔ اس وقت تو ہمارے پاس ایسی معلمات نہیں تھیں کہ ہم ٹریننگ
کلاس کھول سکتے مگر اتنی تعلیم یافتہ لڑکیاں ہی میسر نہ آئیں کہ وہ ٹریننگ کلاس
میں پڑھنے کے قابل ہوتیں۔ کہیں تک ایک لڑکی بھی اس قابل نہ ملی۔ ہم نے اعلان
کیا کہ اگر کوئی لڑکی باقاعدہ تعلیم یافتہ مڈل ہو یا مڈل کی کسی جماعت تک تعلیم یافتہ
ہو کر ہمارے مدرسے میں داخل ہونا منظور کرے گی وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد معلمہ بنے
تو ہم اسکو وظیفہ دینگے [illegible] اور ہم کو معلوم ہے کہ ایسی لڑکیاں نہیں ملتیں
ممکن ہے کہ جو کچھ توجہ اس وقت مسلمانوں کی تعلیم نسواں کی طرف ہو رہی ہے اسکے
اثر سے آیندہ مسلمانوں کے مختلف اسکولوں میں لڑکیوں کو ایک خاص درجے تک تعلیم
حاصل کرنیکی اجازت ملا کرے اور وہ ہماری ٹریننگ کلاس کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔
ہمکو استانیاں تیار کرنیکے متعلق ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھنا پڑیگا کہ جس عورت
کو ہم سرٹیفکٹ دیکر قوم کی عصمت و شریف لڑکیوں کے تعلیم کا حق دیتے ہیں اور جو ہمارے
سرٹیفکٹ کے اعتبار پر ہر شریف گھرانے میں جگہ حاصل کر سکتی ہے وہ بلحاظ اپنے عادات
و اخلاق کے بھی اسی قابل ہو کہ شریف زادیوں کی صحبت میں رہکر اُنکے اخلاق پر بجائے
اچھا اثر ڈالنے کے برا اثر نہ ڈالے۔ میں اس بارے میں قوم کو نہایت بڑی احتیاط
کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ ہمکو استانیاں تیار کرنے میں دیر ضرور ہوگی اور ایک قوم
کے لیے جس نے آجتک اپنی لڑکیوں کو تمام تعلیم کے جائز حقوق سے محروم رکھا ہے
چند سال کی دیر سے کوئی خاص نقصان بھی نہ ہوگا مگر جلدی میں ہم سے کوئی ایسی بات

نہ ہو جائے کہ تعلیم کے لئے بہت دنوں کے لئے پھر تعویق کا عارضہ لاحق ہو جائے۔

انسان اپنی محدود نظر سے جسقدر آیندہ کے لئے منصوبے باندھ سکتا ہے اسی منصوبے کے لحاظ سے میں کچھ کہہ سکتا ہوں کہ بورڈنگ ہوس میں جو لڑکی رہکر تعلیم پائیگی اور پھر معلمہ بنیگی وہ ہمارے قومی مقاصد کو سب سے بہتر طریقے سے پورا کر سکیگی۔

امسال یونیورسٹی کے چندوں اور پھر ٹرکش رلیف فنڈ کیوجہ سے ہمنے تعلیم نسواں کے لئے کوئی چندہ نہیں کیا اسلئے جو کچھ آمدنی ہوئی وہ صرف مستقل ماہواری عطیات سے ہوئی اور اس کے مقابل میں جو خرچ ہوا اسکا مقابلہ حسب ذیل ہے۔

امسال ہمارے مدرسہ کے لئے ایک استحکام کی اور خاص صورت پیدا ہو گئی ہے۔ آنریبل ٹرسٹیان ایم اے او کالج نے اس مدرسہ کو اپنی عام نگرانی میں لے لیا ہے اور اب امید ہے کہ اسکو زبردست جماعت کی وابستگی سے ایک خاص تقویت پہونچے گی۔

عام اشاعت کا کام بذریعہ رسالہ خاتون کے برابر جاری رہا اور یہ خوشی کی بات ہے کہ بمبئی سے مدراس سے کشمیر سے شملے سے شرقی بنگال اور بہت زیادہ ہمارے صوبہ سے پہلے ہی سے درخواستیں آگئی ہیں کہ بورڈنگ ہوس کھلتے ہی ہم اپنی لڑکیوں کو بھیج دینگے۔

مجھے اپنے علی گڑھ کے احباب کا نہایت احسانمندی سے شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ انھوں نے مجھے ہر کام میں بڑی ہمدردی سے مدد دی اور کبھی ایک لمحہ کے لئے اپنی قیمتی امداد سے دریغ نہیں کیا۔

موجودہ مدرسہ ایک طرح سے مسز عبداللہ کی ذات سے چل رہا ہے کیونکہ وہ ہر وقت اس کی نگرانی کرتی ہیں اور انھیں کے بھروسہ پر علی گڑھ کے شرفا اپنی بچیوں کو مدرسہ میں بھیج رہے ہیں۔ اسوقت ہمارے پاس چار استانیاں ہیں اور شروع جنوری سے ہم نے ایک پانچویں استانی کا بھی تقرر کر دیا ہے۔ بورڈنگ ہوس کے کھلنے پر

ایک بڑا مسئلہ یہ ہوگا کہ جو مدرسہ اس وقت شہر میں ہے آیا وہ بالکل بند کر دیا جائے یا قائم رہے۔ لوکل تعلیمی اور دیگر حکام چاہتے ہیں کہ یہ مدرسہ بطور ایک پرائمری اسکول کے ہمیشہ جاری رہے اور اس کے لئے میونسپلٹی بھی کچھ امداد دیگی یہ معاملہ منیجنگ کمیٹی میں طے ہوگا۔

گوشوارہ آمدنی وخرچ از جنوری ۱۹۱۲ء لغایت دسمبر ۱۹۱۲ء

آمدنی

تفصیل آمدنی

	روپیہ	آنہ	پائی
۱۔ بذریعہ گورنمنٹ گرانٹ	۱۰۸۹	۴	۶
۲۔ بذریعہ عطیات ریاستہائے بھوپال و خیرپور و بہاولپور و ٹونک	۳۲۰۰	۰	۰
۳۔ متفرق طور سے	۲۰۶	۸	۰
کل میزان	۴۴۹۵	۱۲	۶

خرچ

تفصیل خرچ

	روپیہ	آنہ	پائی
۱۔ تنخواہ ملازمان اسکول	۱۶۹۴	۲	۱
۲۔ کرایہ مکانات	۳۵۹	۰	۰
۳۔ وظیفہ	۹۶	۸	۰
۴۔ خرچ متفرق	۲۹۶	۱۳	۵
کل میزان	۲۵۴۶	۷	۶

رپورٹ کے ختم ہونے کے بعد جناب مسٹر محمد علی صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے نمائش زنانہ مصنوعات کے متعلق جو انعامات و تحفہ جات کمیٹی نے عطا کئے تھے اُسکی فہرست جلسہ میں پیش کی یہ فہرست کارروائی نمائش زنانہ مصنوعات کے ذیل میں درج ہے۔

(ملاحظہ ہو صفحہ آیندہ)

نمایش زنانہ مصنوعات

یہ نمایش جو کئی سال سے کانفرنس کے اکثر مواقع پر ہوا کرتی ہے اور جس سے زنانہ دستکاری کو (علی الخصوص مسلمانوں میں) بہت ترقی ہوئی ہے۔ امسال اس کا انعقاد تمام تر ہمارے کالج کے قابل و پرجوش اولڈ بوائے مسٹر محمد علی ایم اے بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ کی مساعی جمیلہ کا ممنون احسان ہے۔ نمایش مذکورہ بالا کا افتتاح لیڈی مسٹن صاحبہ نے بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۲ء بوقت ساڑھے تین بجے سہ پہر عمارت دفتر انجمن تعلقہ داران اودھ واقع قیصر باغ میں بموجودگی یورپین و ہندوستانی خواتین اپنے دست مبارک سے فرمایا۔ نمایش کا سامان باوجود قلت وقت کے بقدر تقریباً پانسو عدد اشیاء کے اس سال فراہم ہوا تھا، جو کہ عمدہ طریقے سے سجایا گیا تھا۔ اشیاء نمایش کی قوم وار فہرست یہ ہے: ہندو لیڈیز ۵۳، پارسی ۱۲، عیسائی ۱۰، گورمنٹ سٹلمنٹ اقوام مرکب ۲۰، خاتون اسٹورس وھلی ۵۳ (ساختہ مسلمان مستورات)، بقیہ مسلمان مستورات ۳۴۳۔

مس پوپ صاحبہ پرنسپل محمڈن زنانہ اسکول لکھنؤ، مسز شاہد حسین، مسز محمد علی، مسز وزیر حسن، اور مسز و مس ظہور احمد نے ہر لیڈی شپ کا استقبال کیا۔ لیڈی صاحبہ کی خدمت میں حسب ذیل ایڈریس بیگم شاہد حسین صاحبہ نے پڑھا۔

نقل ایڈریس

بحضور جناب لیڈی مسٹن صاحبہ دام اقبالہا،

حضور عالیہ! ہم ممبران کمیٹی نمائش زنانہ مصنوعات باادب عرض پرداز ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت کے اندر جو آرام اور آسائش رعایا کو حاصل ہے وہ اظہر من الشمس ہے

و ترقی اور بہبودی حال رعایا کے لئے جس قدر گورنمنٹ اور اُس کے حکام تردد اور فکر کرتے رہتے ہیں اُس کا شکریہ ادا کرنے سے ہماری زبان قاصر ہے۔ مہربان حکام میں خاص کر ہمارے موجودہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جو دلچسپی فلاح اور بہبودی رعایا میں لے رہے ہیں اور جس کی وجہ سے وہ اس قلیل مدت حکومت میں ہر دلعزیز ہو گئے ہیں اور جس کی بیان کرنیکے لئے یہ قلیل وقت اور ایڈریس کافی نہیں ہے بلکہ ایک دفتر چاہیئے۔ جس محبت اور شفقت سے حضور عالیہ اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے ہماری نمائش کی سرپرستی فرمائی ہے اُس کا شکریہ ہم تہ دل سے ادا کرتے ہیں اور دعائے افزونی دولت و حفظ جان و مال حضور عالیہ و نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بالقابہ کی خدائے ذوالجلال سے کرتے ہیں۔ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس، ترقی تعلیم مسلمانان کی غرض سے پچیس سال سے قائم ہے اور اُس کے وجود سے بیش بہا مفید نتائج قوم مسلمانان کے لئے خاصتاً اور تمامی ہندوستان کے لئے عامتاً ظہور میں آئے ہیں منجملہ اور مفید کاموں کے اُس نے قریب دس سال سے زنانہ مصنوعات کی نمائش کا سلسلہ بھی جاری کیا ہے جس سے عورتوں کی دستکاری کو ترقی دینا مقصود ہے۔ بحمد اللہ یہ کام مع کامیابی کے ہر سال ہوتا آیا ہے۔ اس سال مقام کانفرنس کے قرار پانے میں دیر ہوئی جس کی وجہ سے انتظام نمائش میں بھی دیر لگی۔ تاہم اس قلیل وقت میں جو کارکنان نمائش کو ملا جو کچھ ہو سکا کیا گیا۔ اور جو کامیابی حضور عالیہ ملاحظہ فرمائیگی وہ سب ہمارے پُرجوش سکرٹری صاحب مسٹر محمد عربی ایم اے بیرسٹرایٹ لا کی خاص توجہ اور کوشش کا نتیجہ ہے جس کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔ نمائش زنانہ مصنوعات قوم اور ملت کے قیود سے آزاد ہے اور حضور ملاحظہ فرمائنگی کہ ہر قوم اور طبقے کی عورتوں کی بنائی ہوئی چیزیں یہاں موجود ہیں جو بقدر لیاقت انعام و تمغے کی مستحق ہونگی۔ اب ہم حضور عالیہ سے ملتجی ہیں کہ اپنے دست مبارک سے اس نمائش زنانہ مصنوعات کی افتتاح فرمائیں اور ہم سب کی عزت اور خوشی بڑھائیں۔

ایڈریس ساٹن پر چھپا ہوا زردوزی خریطہ میں رکھکر جس پہ زردوزی کے کام

میں لیڈی میسٹن کا نام بھی تحریر تھا، مع ہار زردوزی لیڈی صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ لیڈی صاحبہ نے ایڈریس کا جواب عنایت آمیز الفاظ میں حسب ذیل دیا

جواب ایڈریس

بیگم صاحبہ و ممبران کمیٹی! میں دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ فی الواقع اس نمایش میں آپ لوگوں نے بہت محنت کی ہے! اور مجھے پوری امید ہے کہ جو لوگ یہاں آئینگے انکو بہت دلچسپی ہوگی۔ اب صرف یہ کام باقی ہے کہ میں اعلان کروں کہ نمائش کھل جائے۔ یقین ہے کہ ہر طرح سے اس میں کامیابی ہوگی۔

لیڈی صاحبہ نمائش کو دیکھ کر بہت محفوظ ہوئیں۔ نمائش ۲۶ دسمبر سے ۳۰ دسمبر تک کھلی رہی، اور مرد و عورتوں کی کثیر تعداد روزانہ دیکھنے کو آیا کی۔ عورتوں کے لئے خاص وقت مقرر تھا اور پردہ کا انتظام بہت عمدہ طریقے سے رکھا جاتا تھا۔ باہر کی معزز خاتونوں میں خاصکر مسز عبد اللہ صاحبہ علی گڑھ سے اور جناب نذر سجاد حیدر صاحبہ دہرہ دون سے تشریف لائی تھیں۔

تاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۲ء ہز آنر جناب لفٹنٹ گورنر بہادر صوبجات متحدہ نے تشریف لاکے عزت بخشی۔ ہز آنر نے پھر کر ہر شئے کو بہ نگاہ غور قریب ایک گھنٹے کے ملاحظہ کر کے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ بعد اس کے مسٹر محمد عربی سکرٹری نمائش نے فہرست عطیہ جات و انعامات سنائی۔ ہر قوم حملہ عطیہ دہندگان اور علی الخصوص ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال و ولیڈی مسٹن صاحبہ کی بیحد ممنون ہے۔ ہز ہائنس کا عطیہ کارکنان نمائش کے بہت کام آیا۔ جس کی قوت سے وہ بہت سے تمغے تقسیم کر سکے۔ فہرست مذکورہ ذیل میں درج کیجاتی ہے جس کے پڑھے جانیکے بعد ہز آنر و معزز حاضرین کی تصویریں لی گئیں۔ بعد تصویر کے ہز آنر تشریف لیگئے، اور جملہ حضرات نے نمائش کی کامیابی پر اظہار مسرت فرمایا۔ مسٹر مختار حسین

صاحب دہلوی کی محنت وقابلیت سے بھی کمیٹی کو بیش قرار مدد ملی۔

فہرست عطیہ جات برائے تمغہ جات

(۱) حضور ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال ایک سو روپیہ جس سے نقرئی تمغے خرید کئے گئے
(۲) عالی جناب لیڈی کمشن صاحبہ تمغہ طلائی ۵۰ روپیہ۔
(۳) عالی جناب آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد تمغہ طلائی ۲۵ روپیہ و تمغہ نقرئی یک عدد
(۴) جناب رانی صاحبہ بلہرہ تمغہ طلائی ۵۰ روپیہ۔
(۵) جناب خان بہادر شیخ وحید الدین صاحب رئیس میرٹھ تمغہ طلائی ۲۵ روپیہ
(۶) جناب حافظ عبد الحلیم صاحب رئیس کانپور تمغہ طلائی ۲۵ روپیہ
(۷) جناب عامر مصطفےٰ خاں صاحب ٹرسٹی محمدن کالج علی گڑھ تمغہ طلائی ۲۰ روپیہ۔
(۸) جناب اہلیانہ منشی سید التفات رسول صاحب تمغہ طلائی ۲۵ روپیہ
(۹) جناب منشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار سندیلہ ۲ تمغہ جات نقرئی ۳۰ روپیہ
(۱۰) جناب سید نبی اللہ صاحب بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ تمغہ نقرئی ۱۴ روپے۔
(۱۱) جناب مولوی نظام الدین حسن صاحب تمغہ نقرئی ۹ روپیہ۔
(۱۲) جناب سید وزیر حسن صاحب سکرٹری مسلم لیگ تمغہ نقرئی ۹ روپیہ۔
(۱۳) جناب سید ظہور احمد صاحب وکیل تمغہ نقرئی ۹ روپیہ۔
(۱۴) جناب خاں صاحب منشی قبول احمد صاحب رئیس سندیلہ تمغہ نقرئی ۸ روپیہ۔
(۱۵) جناب مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا تمغہ نقرئی ۵ روپیہ
(۱۶) جناب اہلیانہ محمد عربی صاحب لکھنؤ تمغہ نقرئی ۵ روپیہ۔

جملہ تمغہ جات ۳۳ قیمتی چار سو روپیہ (طلائی ، ، نقرئی ، ،)

فہرست اُن لوگوں کی جن کو تمغے عطا کئے گئے

(۱) انڈسٹریل سٹلمنٹ بلوال پنجاب تمغہ طلائی ۵۰ روپیہ۔
(۲) وکٹوریہ گرل اسکول بھوپال تمغہ طلائی۔
(۳) سلطانیہ گرل اسکول بھوپال تمغہ طلائی۔
(۴) خیر النسا بیگم صاحبہ پالکوٹہ مدراس تمغہ طلائی قیمتی ۵۰ روپیہ
(۵) پنجابی ہندو اسٹیٹ گرل اسکول کشمیر تمغہ طلائی۔
(۶) سروری بیگم صاحبہ دھلی تمغہ طلائی۔
(۷) مسز زیڈ کے محمد یوسف امرتسر تمغہ طلائی۔
(۸) مھدی باغ گرل اسکول ناگپور تمغہ نقرئی۔
(۹) گرمت کنیا پاٹ شالہ جموکشمیر تمغہ نقرئی۔
(۱۰) مس یوسف معرفت محمد الیاس صاحب خیرپور سندہ تمغہ نقرئی۔
(۱۱) فرسٹ مڈل اسٹیٹ گرل اسکول جموکشمیر تمغہ نقرئی۔
(۱۲) اہلخانہ سید محمد صاحب ایٹہ تمغہ نقرئی۔
(۱۳) مسز رشید الدین صاحبہ بدایوں تمغہ نقرئی۔
(۱۴) مس ملک صاحبہ ناگپور تمغہ نقرئی محمود آباد۔
(۱۵) مس سلطان علی لکھنؤ تمغہ نقرئی۔
(۱۶) مسز الیاس صاحبہ خیرپور سندہ تمغہ نقرئی۔
(۱۷) مسز نواب علی حسن خاں صاحب لکھنؤ تمغہ نقرئی۔
(۱۸) میڈم روفز صاحبہ لکھنؤ تمغہ نقرئی۔
(۱۹) مسز ملری صاحبہ لکھنؤ تمغہ نقرئی۔

(۲۰) مس یوسف الزماں صاحبہ لکھنؤ تمغہ نقرئی۔

(۲۱) ریاح خاتون معرفت ایچ ایم ملک صاحب ناگپور تمغہ نقرئی۔

(۲۲) مسز ملک صاحبہ ناگپور تمغہ نقرئی۔

(۲۳) مسز محمد عابد صاحبہ رائے بریلی تمغہ نقرئی۔

(۲۴) مس محمد ہاشم صاحبہ بانکے پور تمغہ نقرئی۔

(۲۵) خاتون استورس دلی تمغہ نقرئی۔

(۲۶) مس احمدی بیگم صاحبہ ساگر تمغہ نقرئی۔

(۲۷) مس وزیر حسن صاحبہ تمغہ نقرئی، خاص التفات رسول صاحب۔

(۲۸) مسز مختار علیخاں صاحبہ تمغہ نقرئی۔

(۲۹) عاصمہ خاتون صاحبہ معرفت ملک صاحبہ ناگپور تمغہ نقرئی۔

(۳۰) فاطمہ کبریٰ صاحبہ دلی تمغہ نقرئی۔

(۳۱) مس رضی الدین صاحبہ گزندہ تمغہ نقرئی۔

(۳۲) مس نبی اللہ صاحبہ لکھنؤ تمغہ نقرئی خاص محمد عربی صاحب۔

(۳۳) از ایلا تھوبون کالج لکھنؤ تمغہ نقرئی۔

فہرست مندرجہ بالا کے پیش ہونیکے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب سے مسٹر محمد عربی، ایم اے بیرسٹر ایٹ لا و آنریری سکرٹری نمائش زنانہ مصنوعات کی اس توجہ، کوشش اور جانفشانی کے متعلق شکریہ کا ووٹ پاس کئے جانے کی تحریک کی جو جناب موصوف نے اس نمائش کی کامیابی کے لئے گوارا فرمائی تھی۔ اس تحریک کی تائید جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب نے فرمائی اور بالاتفاق شکریہ کا ووٹ پاس ہوا۔

اس کے بعد مسٹر عبد الغفار خاں صاحب بی اے (علیگ) نے "اسلام اور دنیوی ترقی" کے عنوان سے ایک لمبی اور بسیط تقریر فرمائی۔ موصوف نے عنوان مذکورہ بالا پر جو لکچر تحریر فرمایا تھا وہ کمی وقت کی وجہ سے نہ پڑھا جا سکا البتہ انھوں نے اپنی زبانی تقریر میں اختصار کے ساتھ اسلام کی اُن خوبیوں اور صفتوں کو بیان کیا جن کی بدولت دنیوی ترقی کے لحاظ سے اس نے اپنے پیروں کو تمدن و معاشرت وغیرہ میں نہایت اعلیٰ درجہ پر پہونچا دیا تھا۔

اس تقریر کے بعد اس نشست کی کارروائی بھی اختتام کو پہونچی۔

اسلام اور دنیاوی ترقی

یعنی

مسٹر عبد الغفار خاں صاحب اختر (علیگ) کا وہ لکچر جو موصوف نے

بتاریخ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں دیا تھا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

جناب صدر انجمن صاحب حضرات سامعین!

شکریہ جو اعزاز آپ نے مجھے اس عظیم الشان جلسے میں جسے تعلیمی معاملات میں ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی نیابت کا فخر حاصل ہے تقریر کرنے کی اجازت عطا فرما کر بخشا ہے اُس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے۔

فلاح دارین جو آیہ کریمہ عنوان میں تلاوت کی گئی اُس میں ہمکو جناب باری کی بارگاہ میں یہ دعا کرنے کی تعلیم دیگئی ہے کہ وہ ہمکو دنیا اور آخرت کی فلاح میں حصہ دار ہونیکی توفیق عطا فرمائے۔

اصلی ترقی کا مفہوم حضرات! اس بیسویں صدی عیسوی میں ترقی کا مفہوم صرف دنیاوی فلاح تک محدود رکھا گیا ہے لیکن جب ہم غور و تامل کرتے ہیں تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر ایک ایسی پیش بینی کی قوت موجود ہے جو اُسکو نتائج مستقبل پر لحاظ رکھتے ہوئے کام کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ قوت جس شے کے وجود سے پیدا ہوئی ہے اُس کو عقل کہتے ہیں اور اسی قوت کی موجودگی کیوجہ سے وہ انسان کہلاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دیگر حیوانات سے خاص طور پر قوت پیش بینی ہی کی وجہ سے ممتاز ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ قوت پیش بینی جو اُسے اکثر اوقات اپنی موجودہ جذبات دبائے رکھنے پر مجبور کرتی ہے اور اسی پابندی میں اُس کی آیندہ سعادت کا منحصر ہونا اُس کے روبرو پیش کرتی ہے صرف اسی عالم کی سعادت تک محدود رہنے سے تسکین پا جاتی ہے یا اس سے آگے بھی کوئی ایسا عالم چاہتی ہے جو اُس کا محل تسکین قرار پا سکے جو لوگ

غور و تامل کے عادی ہیں اُنکو معلوم ہوا ہے کہ جن جذبات و شہوات کا روکنا انسانی سعادت مستقبل کے لئے ضروری ہے اور جن کے روکنے ہی میں اُس کی فضیلت کا مفہوم پایا جاتا ہے اُن ہی کی کامل تشریح اور انضباط قواعد کا کام آج تک دنیا کے عقلا سے ممکن نہیں ہوا اور مذاہب ہی نے جن کی نسبت الٰہی منبع سے نکلنے کا دعوی کیا جاتا ہے ان معاملات کی کامل تدوین اور ترتیب کی ہے لہذا جبکہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے (جیسا کہ آگے ثابت کیا جائیگا) تو لازمی طور پر ہمکو اپنی سعادت کے کامل اصول کی تلاش کے لئے مذہب ہی پر بھروسہ کرنا پڑیگا۔ دنیا کے تمام مذاہب بالاتفاق ہماری کامل سعادت کو اُس ابدی زندگی کے لحاظ سے پابند قوانین بنانے میں تجویز کرتے ہیں جو اس دنیا کی زندگی کے ساتھ ختم ہو جانے والی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے بعد شروع ہونے والی ہے اب جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایسی زندگی کی ہمکو خبر دیجاتی ہے جو اس دنیا کی زندگی کے بعد اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شروع ہونیوالی ہے تو درحقیقت ہماری تمام کوشش اسی میں صرف ہونی چاہیئے کہ ہم اپنے افعال میں اُسی ابدی زندگی کی پیش بینی کے لحاظ سے اپنے اوپر پابندی عاید کریں بشرطیکہ ہمکو یقین ہو جائے کہ ایسا ہے بھی۔

آیندہ زندگی پر یقین آجانیکے اسباب

اس یقین کے درجہ پر پہونچنے کے لئے ہمارے پاس کیا سامان موجود ہیں ظاہر ہے کہ ہمارے حواس خمسہ ظاہری و باطنی براہ راست ہمکو اُس عالم تک نہیں پہونچاتے یہ تو صرف اسی مادّی عالم کی اشیا کے حس و ادراک تک محدود ہیں لیکن جس صورت میں ہمارے اندر اس حس و ادراک کے ذخیرہ کو ترتیب دیکر عام نتایج کے استنباط کی قوت بھی موجود ہو تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے حدود معلومات صرف مادیات کے ادراک تک ہی ختم ہو جاتے ہیں؟ یہ مادہ جسے قوت تمیز کہیے یا کسی اور نام سے پکاریے ہمکو یہ بتاتا ہے

کہ اس دنیا میں جسقدر اشیاء موجود ہیں وہ ایسے خواص رکھتی ہیں جو انکے وجود کا لازمہ ہیں پھر یہ بھی ہمکو اسی قوت کے استعمال سے واضح ہوتا ہے کہ جو اشیاء ایک دوسرے کی مثل ہیں وہ خواص میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اسیطرح یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ متشابہ خواص کی اشیاء ایک نوع کے تحت میں داخل ہیں اور بہت سے انواع میں ایک دوسرے سے مشابہت کا اس طرح مستقیم مربوط سلسلہ پایا جاتا ہے کہ وہ ایک نظام کی تحت میں آجاتے ہیں پھر ان اشیاء پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو خواص ان میں پائے جاتے ہیں اُن کا ایک دوسرے سے سلسلہ بسلسلہ باہمی تعلق بھی پایا جاتا ہے اور نہ صرف خواص کے لحاظ سے اُنکا ایک زبردست تقدیر میں جکڑا ہوا ہونا پایا جاتا ہے بلکہ ایک دوسرے پر موثر ہونے کے لحاظ سے بھی وہ قانون قدرت کی پابند ہیں اسی بناء پر ہم اُن اشیا کو بھی جو اب تک ہمارے علم و تجربہ کے احاطہ کے اندر آبھی نہیں چکی ہیں یہی بھروسا اور یقین کر کے اپنے استعمال و تصرف میں لاتے ہیں کہ ہمارے عمل تصرف کا وہی نتیجہ ہوگا جو ہم نے پہلے سے سوچ رکھا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا بھی ہے یہ عقیدہ جو اس قسم کا بھروسا اور یقین پیدا کرتا ہے صحیح قسم کا ایمان بالغیب ہے اور صحیح علم پر مبنی ہے اسلئے کہ ہم یہ اُمید نہیں کر سکتے کہ کبھی کسی وقت میں ہم تمام موجودات کا خود ذاتی تجربہ اور مشاہدے سے امتحان کر چکیں گے لہذا جو اشیاء اب تک ہمارے تجربہ سے باہر ہیں اُن کا ایک ہی قسم کے خواص رکھنا اور ایک ہی قسم کے نتائج کی تکرار کرنا محض ایک استنباطی نتیجہ ہے جس پر ہم اپنے تجربہ میں آئی ہوئی چیزوں کی پابندی قوانین قدرت کے علم ہی سے پہونچے ہیں۔ اس کائنات میں عموماً اسی قسم کے یقین کے بھروسے پر ہم اپنا عمل تصرف بلا تردد جاری رکھتے ہیں۔ یہی قرآنی اصطلاح میں تقدیر آلہی اور تصریف آیات آلہی کہلاتے ہیں اسی تقدیر و تصریف آیات آلہیہ پر عقیدہ رکھنے کی بنا پر

ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ فلاں فلاں اشیا یا امور ہمارے لئے مفید یا مضر ہیں لہذا ہم اپنی موجودہ اور آیندہ بہتری و حفاظت کے لئے بعض کو استعمال میں لاتے ہیں اور بعض سے بچتے یا باز رہتے ہیں ان سب باتوں کے معلوم ہونیمیں یہ امر بہت زیادہ غور طلب ہو کہ باوجود ان تمام معلومات کے ہمکو موجودات کی اصلی حقیقت کچھ نہیں معلوم ہوتی۔ اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہو کہ اگر موجودات عالم کا ہمارے حواس سے حقیقی تعلق نہ ہوتا تو ہمکو اُن کے حقیقی اور واقعی ہونے پہ بھروسہ ہی نہ پیدا ہو سکتا اور نہ ہم کسی صورت سے اُن پر تصرف یا اُنسے اجتناب کر سکتے۔ اس لئے اُنکی اصلی حقیقت کا علم نہ سہی تو ہمکو کچھ ایسا مادہ ضرور عطا کیا گیا ہو۔ جس سے موجودات عالم کے نقوش کا صحیح انعکاس ہمارے ذہن میں ہوجائے اور جو تعلق اُنسے ہمکو ہو اُس کا احساس حاصل ہو تاکہ ہم اُنسے فائدہ اُٹھائیں یا اُنکے نقصان سے محفوظ رہیں اسی اصول کے مطابق مذہب کو جو اصول ترقی کا مظہر ہونیکے اعتبار سے ہمارے لئے موجودات بنجر کا حکم رکھتا ہو ایسا ہونا ضروری ہو کہ گو اُس کی اصلی حقیقت ہمکو نہ معلوم ہو اور اُس میں اخبار غیب کا ایک سلسلہ بھی پایا جاتا ہو تاہم اُس کے اُس حصہ کی جو شریعت ظاہری کہلاتا ہو بربنار اصول تمدنی و معاشرتی عقلاً تصدیق و توفیق ممکن ہو اور اس تصدیق کے لئے ضروری ہو کہ مذہب کے اندر واقعات عالم کے اور ہمارے درمیان جو تعلقات ہیں اُن کے لحاظ سے ہمارے لئے ضوابط اعمال کی اس طرح کی کامل تدوین پائی جاتی ہو جس میں ہماری تمام ترقیوں کا پورا لحاظ ہو اور ہم اُن معاملات سے مقابلہ کرکے جو حسن اور تمیز کے ذریعہ سے ہمکو معلوم ہوتے ہیں، یہ یقین کر سکیں کہ مذہب میں جو اخبار غیب کا سلسلہ ہو وہ بھی ضرور صحیح ہوگا اس تقدیر کے بموجب کسی مذہب کے صحیح ہونے پر صرف اُسی وقت قیاس صحیح پیدا

ہو سکتا ہے جبکہ وہ ہماری دنیاوی ترقی میں بھی ممد و معاون ہو گو یہ ضروری نہیں کہ وہ دنیاوی ترقی ہی کو ہمارا منتہائے کمال بتاتا ہو۔ میرا دعویٰ ہے کہ اسلام ایسا ہی مذہب ہے اور اس مضمون میں ہمکو یہی دیکھنا ہے کہ آیا فی الواقع ایسا ہے یا نہیں۔

زمانہ حال میں ترقی کا مفہوم

حضرات! یہ بیسویں صدی عیسوی وہ زمانہ ہے جبکہ دنیا کی متمدن اقوام نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ مذاہب کو دنیاوی ترقی سے کوئی لگاؤ نہیں۔ مندرجہ بالا تقریر کے مطابق اگر یہ فیصلہ صحیح ہے تو واقعی مذاہب صرف بیکار اور باطل بلکہ غلط اور مضر ہیں اور اس تقدیر پر یورپ کے اہل حل و عقد کا یہ فعل کہ وہ مذاہب کی قدر قیمت کا اندازہ صرف اُسی وزن کے اعتبار سے قائم کرتے ہیں جو مذہب عام پسند ہونے کی جہت سے دنیا کی سیاسی ترازو کے پلڑے میں رکھتے ہیں ایک عاقلانہ فعل ہے آپ کو معلوم ہے کہ یورپ میں مسیحیت کی حمایت کا ادعا صرف ایک دھوکے کی ٹٹی ہے جس کی آڑ میں سیاسی اقتدار کی سونے کی چڑیا کا شکار کھیلا جاتا ہے اب یہ دیکھیں یہ فیصلہ کہاں تک صحیح ہے۔ جہاں تک مسیحیت کا تعلق ہے میں کہونگا کہ وہ ایک مختص المقام اور مختص الوقت شریعت تھی اس لئے اُس کا ترقی کے دوش بدوش چلنا اور زندہ جاوید اصول ترقی پر مبنی ہونا مشیت ایزدی کے خلاف تھا۔ اس لئے یورپ کو ترقی کرنیکے لئے لامحالہ مسیحیت سے دست بردار ہونا پڑا۔ لیکن اسلام جو فطرۃ اللہیہ ہونے کا مدعی ہے اُس کی نسبت بھی تو زمانہ حال میں مسلمانوں کے پولیٹیکل اقتدار کے زوال سے یہ الزام عاید ہوتا ہے کہ مسلمان چونکہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر ترقی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا ترقی ہی نہیں کر سکے پس بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اسلام معاون ترقی تصور کیا جاوے۔

بلکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں نہ ہم یہ نتیجہ نکال لیں کہ جس طرح دیگر مذاہب دنیاوی ترقی کے معاملہ میں ناکامیاب ثابت ہوئے۔ اُسی طرح اسلام بھی (نعوذ باللہ من ذالک) ناکامیاب رہا؟

تنقیحات یہ سوال جو اسلامی اصول کی اور موجودہ مسلمانوں کی ناکامیابی کو لازم وملزوم تصور کرنے سے پیدا ہوتا ہے اسی کے جواب پر یہ مختصر مضمون مشتمل ہے۔

اس امر پر غور کرنے میں کہ آیا فی الواقع اسلام دنیاوی ترقی کا معاون ہے یا نہیں تنقیحات ذیل پیدا ہوتی ہیں۔

اوّل یہ کہ آیا اسلامی اصول کبھی میزان عمل میں تولے گئے ہیں اور کامیاب ثابت ہوئے ہیں؟

دوم یہ کہ آیا مسلمانوں کے موجودہ تنزل کے اسباب اسلام کی پابندی میں پائے جاتے ہیں یا عدم پابندی میں؟

سوم یہ کہ آیا یورپ جو اس وقت اقوام متمدنہ کا نمایندہ ہے اپنی ترقی کے اصول میں آزاد اور مستقل افکار انسانی کے نتائج کا پابند ہے۔ یا اصول اسلام کا عام اس سے کہ وہ اسلام کے قرض کو تسلیم کرتا ہو یا نکرتا ہو اور عام اس سے کہ بعض جزئیات عمل میں وہ اصول اسلامی کے مخالف بھی عمل کر رہا ہے مگر غلبہ اعمال معاون ترقی کی وجہ سے اُنسے اس وقت اسکو کوئی نقصان نہ محسوس ہوتا ہو۔

اِن تنقیحات پر غور کرتے ہوئے اُن چند الزامات کے جوابات بھی پیش کرنا چاہتا ہوں جو یورپ اپنے زعم میں بلحاظ موجودہ مسلمانوں کے افعال کے بعض اصول اسلام پر عاید کرتا ہے۔

موجودہ مسلمانوں کے تنزل کا سب سے بڑا سبب کورانہ تقلید ہے ابتدا ہی میں

یہ گزارش کرنا شاید بے موقع نہ ہوگا کہ آپ لوگ مجھے اُس بیباکی کے لئے معافی دینگے جس کے ساتھ میں نے اس مضمون میں موجودہ مسلمانوں کی کورانہ تقلید کی تذلیل اور تحقیر کی ہے اس کے مخاطب صرف صاحب اجتہاد مسلمان ہیں ایسا کرنے میں گو بہت سے احسنت و مرحبا کے نعروں سے جو بحیثیت ایک لکچرار کے میرے نفس کو موٹا کرنے کے لئے ضروری ہیں غالباً محروم رہجاؤنگا لیکن میں اپنے ضمیر کے سامنے حق پوشی کا ملزم نہ ٹھہرونگا۔ اس لئے کہ میرا خیال ہے کہ یہ کورانہ تقلید ہی جو اس زمانے کے اُن صاحب اجتہاد مسلمانوں کا بھی جن کا مذہبی فرض تفقہ فی الدین قرار دیا گیا ہے دین و ایمان ہے اسلام پر اغیار کو منوانے کا موجب ہو گئی ہے۔ میرا یہ ہرگز خیال نہیں ہے کہ ہر فرد مسلمان کو اپنے ہی اجتہاد پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ ایسی تلقین بے نہتا شورش انگیز اور مضر ہوگی اور یہ شورش انگیزی ہمارے جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے طرز عمل میں نمایاں بھی ہو چلی ہے جن کو بلا لحاظ اس امر کے کہ اول کافی بصیرت حاصل کرلیں دین کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کا بے حد شوق پیدا ہو گیا اور جو باوصف عدم پابندی اعمال مذہبی کے اپنے آپ کو مذہب کا ریفارمر تصور کرتے ہیں۔ جس معنی میں موجودات کائنات کے متعلق لائق اور ذی علم افراد کے تحقیقات کے نتائج بنی نوع انسان کا مشترک سرمایہ ہیں اُس معنی میں انسان کی ترقی اسی پر منحصر ہے کہ وہ سلف کے ورثہ کا مالک ہو۔ اسلئے جب تک انسان میں مطالعۂ آثار سلف اور ذاتی مشاہدہ و تجربہ کی ممارست سے استقصا و استنباط نتائج کی قوت راسخ نہ ہو جائے اُس وقت تک اُس کی ترقی کی ضمانت تقلید ہی میں پائی جاسکتی ہے۔ چنانچہ قرانِ پاک ہر کس و ناکس کو تفقہ فی الدین سے روکتا ہے اور اس امر کو خطرناک بتاتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ وہی ذاتِ پاک ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اُتاری

اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

جس میں بعض احکام صریح ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہو وہ تو قرآن کی ان ہی مبہم آیتوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں اور انکے مطلب کو اپنے طور پر نکالیں حالانکہ اصل مطلب انکا اللہ کے سوا اور راسخین فی العلم کے سوا جو یہ کہتے ہیں کہ اسپر ہمارا ایمان ہے کہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے کوئی نہیں جانتا اور وہی لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں جنکو عقل ہے۔ انتہیٰ

دوسرے موقعہ پر قرآن پاک میں خاص لوگوں کو تفقہ فی الدین کی اجازت دیگئی ہے

مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ ۝

(ترجمہ تمام مسلمانوں کو اٹھ کھڑا ہونا چاہیے لیکن یہ تو ہونا چاہیے کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ آمادہ ہوں کہ مذہب میں تفقہ حاصل کریں۔

اگر یہ خصوصیت کی شرط نہوتی تو مذہب ذاتی اجتہادات اور متضاد تاویلات کا ایک طومار بنجاتا جسمیں سے حق کا چھان لینا نا ممکن ہو جاتا۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ قوت اجتہاد کے ہوتے ہوئے بھی صرف اسلاف کے ورثہ ہی پر قناعت کریں اور اسلاف کے اجتہادات کو نصوص قرآنی کا درجہ دیکر

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(ترجمہ۔ اپنے عالموں اور زاہدوں کو خدا کے خلاف اپنا مالک بنائے بیٹھے ہیں۔ الخ

کے مصداق بنیں۔ اس صورت میں آپ صرف اپنی بلکہ اپنی تمام قوم کی ہلاکت و تباہی کے ذمہ وار ہونگے۔ اگر خدا نے آپ کو عقل و علم دیا ہے تو اس کا شکریہ یہی ہے کہ آپ حسن اسلام کے والہ و شیدا بنجائیں۔ اکبر الہ آبادی سے

خدا نے عقل کی دولت عطا کی مہرباں ہوکر
ادائے شکر کر دیوانۂ "حسنِ بتاں" ہوکر

اگر قافیہ و وزن اجازت دیتے تو حضرت اکبر "حسنِ بتاں" کی بجائے "حسنِ اسلام" ہی لکھتے۔ لیکن یہ حسنِ اسلام ہی کا وہ معنوی حسن ہے جس کا مشاہدہ عقل و علم کی آنکھوں سے کیا جا سکتا ہے۔ جامیؒ سے

اے خوشا مرد حقیقت کہ ز پیغام وسلام	رو نتابد بہ سوما ئدہ وصل رود
اصل جویں ُ وے نماید ز پس پردہ فرع	فرع را باز گزارد بہ سو اصل رود

ترویج تلاوت قرانی کی ضرورت

اس عالم میں جو تعلق مادیات کا حواس سے ہے وہی تعلق کلام الٰہی کا عقل و فکر سے ہے

پس جس طرح ہم بچپن سے لے کر سن بلوغ تک درجہ بدرجہ اشیاء مادی کے فوائد سے بذریعہ حس و تمیز کے آگاہی حاصل کرتے جاتے ہیں اُسی طرح ہر فرد مسلمان کو حسب لیاقت قران پاک کے بامحاورہ ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کی مزاولت سے مستفید ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ محض اُمّی ہے تو اُسے آیات محکمات ہی سے فائدہ پہونچے گا اور اگر اُس کا شمار راسخین فی العلم میں ہے تو اُسے رموز تعلیم قرانی سے آگاہی حاصل ہوگی جس طرح مادیات باوجود اسقدر بدیہی الاحساس ہونے کے ایسے عجیب خواص کے مظاہر ہیں جن میں نوع انسانی کے مسلسل استقرا و استنباط کے لئے سامان موجود ہے اس طرح قران پاک کے مضامین اخلاقی باوجود اسقدر عام فہم ہونے کے ایسے عجیب اصول پر مشتمل ہیں جو ابدالآباد تک نسل انسانی کے تفکر و اجتہاد کا کافی معاون ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر ہر جاہل و عالم کے لئے قران پاک کی تلاوت سے مستفید ہونا بمنزلہ فرض کے ہے جاہل کو بیشک اُس کے ظاہری معنوں ہی تک محدود رہنا ضروری ہے لیکن راسخین فی العلم بلاشبہ تاویل آیات کے حقدار ہیں اگر وہ کافی

معلومات آثار سلف اور کافی قوت استقراء موجودات کی حاصل کر چکے ہیں تاہم
میرے نزدیک قرانی تعلیم سے استفادہ کرنیکے لئے تھا نہایت زبردست اور جدید
معلومات آثار سلف و فلسفہ و منطق کی شرط لگانا نہایت مضر اور مغرورانہ خیال ہے
اور غالباً اسی خیال نے قرانی تعلیم سے استفادہ کرنے میں بڑی رُکاوٹ پیدا کر دی
ہے۔ اور اس مکمل اور آخری خداوندی پیغام کو بھی جو کافۂ انام کے لئے آیا تھا مثل وید
مقدس کے ایک ایسے فرقہ کے ہاتھ میں محدود کر دیا ہے جسے فلسفہ و آثار سلف پر
کامل عبور کرنیکی فرصت حاصل ہو۔ اسلام ہرگز پنڈتا ہی اور پردہ تنہائی کا پرچار
کرنے کے لئے دنیا میں نہیں آیا تھا بلکہ اسی خیال کے استیصال کے لئے
قران پاک میں جابجا پُر زور تعریفیں
جاتے پر
کی گئی ہیں۔ میں قران پاک کو جمہور مسلمانان کا مشترک سرمایہ تصور کرتا ہوں اور
نہایت زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو کورانہ تقلید آج کے صاحب اجتہاد مسلمانوں
میں پھیلی ہوئی ہے جس نے سلف کے اجتہادات کو نصوص قرانی کا درجہ دے رکھا
ہے وہ محض عدم ترویج قران کی وجہ سے ہے اور یہی مسلمانوں کی نکبت اور زوال
کا باعث ہے۔

قرون اولیٰ

اب میں اُن تنقیحات کی طرف رجوع کرتا ہوں جو اسلام کے
معاون یا مخالف ترقی ہونیکی بابت قائم کی گئی ہیں تنقیح اول
تو تاریخی شہادت کی رو سے ہمارے موافق ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ مسلمانان
قرون اولیٰ کی دنیاوی کامیابی کو تسلیم کرنا اسلامی اصول کی کامیابی کو تسلیم
کرنا ہے کیونکہ یہ مسلم ہے کہ اُنھوں نے خالص اسلامی اصول اور براہ راست رسول
صلعم کے [illegible] سے [illegible] ہو کر یہ ترقی حاصل کی تھی۔ جن امور پر ان میں
[illegible] میں اختلاف ہوا [illegible] میں اُن کی انسانی حیثیت پر محمول کرتا ہوں جس میں

غالباً یہ حکمت الٰہی مضمر تھی کہ کہیں ہم انہیں تمام معاملات میں معصوم اور قابل اتباع کامل تصور کرکے شرک فی النبوۃ میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ یہ ایک ایسی بیماری تھی جس میں اسلام سے پیشتر تمام قومیں مبتلا ہو چکی تھیں۔ بلکہ اپنے قوم کے احبار اور رہبانوں برہمنوں اور پنڈتوں کو خدا اور بندوں کے درمیان جو تعلقات ہیں ان کا اجارہ دار بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں کی تاریخ میں ابتدا ہی سے اس کا سد باب ہو جانا مشیت ایزدی کا ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے۔

اسباب تنزلی قرون وسطےٰ ہی سے شروع ہو گئے تھے

اب رہا یہ سوال کہ تنزل کے اسباب اصول اسلام کی اتباع میں پائے جاتے ہیں یا عدم اتباع میں اس کا جواب عموماً نفی میں دیا جاتا ہے اور موجودہ مسلمانوں کے ترکِ عمل کو پیش کرنے کے بعد اس سوال پر مزید غور کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ قرون وسطےٰ ہی سے یہ غلطی شروع ہو گئی تھی کہ جن مسائل پر اسلام نے بحث کرنے سے روک دیا تھا انہیں پر فلسفانہ موشگافیاں ہونے لگیں اور اس طرح پر ایک بڑا حصہ فلسفیانہ اوہام کا اسلامی تعلیم کے نام سے اصول اسلام میں داخل ہو گیا جسے بعد کے مسلمانوں نے غلطی سے ناقابل الخطا تصور کر لیا۔ مزید براں فقہاء نے تیسری صدی ہجری میں جو تدوینِ فقہ کا ضروری کام ہاتھ میں لیا تو اتباع سنن نبویہ کو صرف عبادات فریضہ اور افعال ذاتی کے نتائج اخلاقی تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ جزئیات افعال کے بعینہ اتباع پر زور دیکر اسے ایک حد تک ناقابل العمل بنا دیا اور بعد کی نسلوں نے اصول کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ ایک طرف تو فلسفۂ ظنی کے جسم مردہ میں بھُس بھرا گیا اور وہ منبر الٰہیات پر متمکن کر دیا گیا دوسری طرف جزئیات افعال نبوی کو بھی سنن نبویہ کا لباس پہنایا گیا اور اسے اصول دین کے محراب میں جگہ مل گئی۔ اور عام مسلمان حال کے صاحب اجتہاد مسلمانوں کی کورانہ تقلید کی بدولت صنمخانۂ ظنیات کو کعبۂ اسلام اور جزئیات افعال ذاتی کو اصول دین و احکام شرعی تصور

کر کے اُنہیں کا احترام کرنے لگے اور استقرائی معرفت اور حقیقی اتباع سنت کے مفہوم کو بھول گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو استقرائی قوت رخصت ہو گئی۔ اور دوسری طرف ایجادی قوتّت کا خاتمہ ہو گیا۔

غلطیاں کیوں ہوئیں

اب سوال یہ ہے کہ باوجود ایک مکمل شریعت کی موجودگی کے یہ باتیں پیدا ہی کیوں ہوئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی از روئے قوانین فطرۃ ضروری امر تھا اسلام وہ ازلی فطرۃ ہے جس طرح پر دنیا خلق کی گئی ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ جن مدارج سے دنیا کے معاملات کی ذہنی گرفت میں رفتہ رفتہ ترقی ہوئی ہے۔ اُنہیں مدارج کا سلسلہ دنیائے اسلام میں بھی جاری ہوتا اسلامی زندگی میں قرونِ اولیٰ کی سادگی کو بچپن کی سادگی اور قرون وسطےٰ کے جذبات کو عہد طفولیت کی اُمنگ تصور کرنا چاہیئے۔ جو ابھی چلی ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ سن رشد بھی آئے گا اور اسلامی اصول استقرا، موجودات کے ذریعے سمجھے جانے لگیں گے جس کی طرف اسلام نے اپنی اول وحی میں ہدایت کی ہے۔ دنیا میں استقرائی فلسفہ ابھی تھوڑے دنوں سے رائج ہوا ہے اور یہ بھی اسلام ہی کا صدقہ ہے۔ مسلمانوں کا جن پر توحید کی تبلیغ کی گئی تھی اس عظیم الشان واقعے کے تخمر سے تیرہ سو برس کے قلیل عرصہ میں سنبھل جانا ممکن تھا۔ حضرت موسیٰ ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے یہاں رسول پاک کے صدقہ میں اس اُمت میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کا قول ہے کہ ؎

تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسیٰ و نہ طور
این دلم ہست کہ زین گونہ ہزاران دید است

دیگر اقوام جو اسلام سے صرف دنیاوی ترقی کے ادنیٰ تر اصول کو لے بھاگیں اور توحید کے اصل الاصول سے بیخبر ہیں۔ آج دنیا میں کامیاب ہیں۔ مگر یہ کتنے دنوں کیلئے سعدی ؎ مرغک از بیضہ بروں آید روزے طلبد۔ آدمی زادہ ندارد خرد و عقل و تمیز

آنکہ ناگاہ کسے گشت بچیزے نرسید
دین بہ تمکین و فضیلت بگذشت از ہمہ چیز

اسلام اخیر میں ضرور کامیاب ہوگا۔ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۭ ع پ

(ترجمہ) (وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان دیکر بھیجا اور دین حق تمام ادیان پر غالب آئیگا اور اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے) اور میرا اسی پر ایمان ہے۔

اسلام کس معنی میں معاون ترقی کہا جاسکتا ہے

اسقدر تمہید کے بعد اب میں کہونگا کہ مسلمانوں کے موجودہ پولیٹکل زوال سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام کی ازلی اور ابدی اصول نا کامیاب ثابت ہوئے۔ اگر ناکامیاب ثابت ہوئے تو صرف وہ ظنی فلسفہ کے اصول جو علم کلام نے مذہب اسلام کے اندر ٹھونس دیئے تھے یا وہ حیز نبیات مسائل معاشرت جن کی بعینہ پابندی منشاء رسالت سے خارج ہے۔ اسلام بدستور اپنی جگہہ پر ہے وہ فطرت الٰہی ہے۔ جسطرح ہمارے صحیح یا غلط علم سے موجودات عالم کی اصلی حالت میں فرق نہیں آتا اسیطرح اسلام کے اصول کی غلط فہمی سے اسلام کی اصلی حقیقت میں فرق نہیں آسکتا ہے۔ اور جس طرح موجودات عالم میں دائمی سامان ہماری غلطیوں کی اصلاح کے لیے موجود ہے اسیطرح اسلامی اُصول کے حقایق ضوابط اخلاقی میں ایک لازوال خزانہ اصول صحیحہ کا محفوظ ہے اور جب ہم اُس طرف رجوع کریں گے حقیقت کی طرف لوٹ کر آ سکتے ہیں کے لیکن جس طرح موجودات عالم کے بدیہی الاحساس ہونے پر بھی ترقی اسی پر منحصر ہے کہ ان حقیقی وجود پر بھروسہ کر کے اُن کے خواص کا پتہ لگایا جاوے اور ان پر عمل تصرف جاری کیا جائے اسی طرح قرآن پاک پر ایمان لاکر اُن اُصول صحیحہ کا جو ترقی کی اولیات ہیں پتہ لگاکر اُن پر عمل کرنا ترقی کیلئے ضروری ہے آخر میں جس طرح موجودات عالم کو آپ خلق نہیں

کر سکتے اسی طرح صحیح اصول فطرۃ کو بھی آپ وضع نہیں کر سکتے اس تقریر کے مطابق قرآن میں فلسفیانہ یا سائنٹفک تحقیقات کے جزئی تفصیلیں تلاش کرنا بیکار ہے قرآن پاک آپ کو نہ لاعین و لاغیر کا مسلہ بتائیگا نہ اُس میں آسمانوں اور زمینوں کی ساخت کی جزئی کیفیات درج ہونگی نہ ریلوں اور تار برقیوں کے ایجاد کرنیکی ترکیبیں ملیں گی یہ سب آپکے کام ہیں آپ اپنی قوت اور بصیرت سے جو انہیں اغراض کے لیے آپ کو عطا ہوے ہیں کام لیجیے اور اُس کا نتیجہ جو ترقی ہے حاصل کیجئے مذہب کا کام وہ اطلاع بہم پہنچانا ہے جو آپ کی دریافت اور معلومات کے احاطہ سے باہر ہے تا کہ ان فضاے غیر معلومات میں بھٹکتا نہ پھرے یا اُن اُصول کی تدوین و ترویج ہے جو موانع ترقی کو روک دیں اور محرکات ترقی کو بر سرکار لائیں تاکہ سوسائیٹی میں امن و امان پیدا ہوکر مہلکات ترقی دور ہوجائیں اور انسان کا لوح ذہن مکروہات و مقدرت بیرونی و اندرونی کے نقوش سے دُھل دُھل کر شستہ ہوجاے ایسا صاف و شستہ ہو جاے کہ اُس پر محرکات ترقی کے نقوش مُرتسم ہوسکیں مذہب کے معاون ترقی ہونے کا صرف اسی معنی میں دعوی کیا جا سکتا ہے۔ اور جس طرح موجودات کائنات کا جنسے انسان کے وجود اور بقا کی ضروریات اوّلین پوری ہوتی ہیں الہی منبع سے نکلنا عقلاً ضروری مانا جاتا ہے اُسیطرح اصول اخلاقی کے کامل تدوین اور حقیقی انکشاف جو اولیات ترقی ہیں صرف اُنہیں خطابات و الہامات کے ذریعہ سے ممکن ہوسکتی ہیں جو فطرۃ انسانی کے خالق کی طرف سے منکشف ہوے۔ پس سچا مذہب وہی ہو سکتا ہے جو بحیثیت مجموعی فطرت انسانی سے مطابق ہو چنانچہ خداوند تعالی فرماتا ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞	(ترجمہ۔ اے محمد صلعم تم اپنا منہ سب طرف سے یکسو ہو کر اس دین کی طرف کرلو جو اسکی فطرہ ہے جسپر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے خدا کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ یہی دین ٹھیک ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے

اسلام فطرۃ سے کس طرح پر مطابق ہوتا ہے۔

اب قابل غور یہ بات رہی کہ اسلام اس ابدی حقیقت کی حیثیت سے کہاں تک پورا اترتا ہے اس کے لیے تمام لوازم فطرۃ انسانی پر نظر ڈالنی ضروری ہے لیکن یہ ایک بہت طویل مباحثہ ہے۔ یہ مختصر مضمون اسیقدر اجازت دیتا ہے کہ جو اصول اسلام خود مسلمانوں کی یا دوسروں کی غلط فہمی سے خلاف فطرۃ سمجھے گئے ہیں صرف انہیں پر مختصر بحث کیجائے باقی جو عام طور پر مسلم ہیں ترک کر دیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے اوّل ذیل کے علوم متعارفہ کا ذہن نشین کر لینا ضروری ہے جو مندرجہ بالا تمہید سے خود بخود پیدا ہوتے ہیں اور جن کا لحاظ اسلام کو معیار فطرۃ پر پرکھنے کے وقت رکھنا ضروری ہے۔

اوّل ۔ یہ کہ مذہبی اصول کا موجودات عالم کی طرح جو غیبی پہلو ہے اس کی حقیقت ثابت کا معلوم ہونا ضروری اور ممکن نہیں ہے لیکن اس پر ایمان لانا اس حالت میں فرض ہے جب کہ غیبی اخبار استقرائی و استنباطی نتایج مطالعہ آثار قدرت سے مماثل ہوں اور ظاہری تعلیم معاون ترقی ثابت ہو۔

دوم ۔ یہ کہ مخبر غیب یا حامل وحی الٰہی کی زندگی کا بطور ایک کامل نمونہ کے پیش کیا جانا ایمان کو عمل کا جامہ پہنانے اور ترقی کا دروازہ کھولنے کے لیے ضروری ہے کیونکہ انسان فطرتاً ناقل واقع ہوا ہے اور اس کی رہنمائی کے لیے صرف تدوین اصول ہی کافی نہیں ہے۔ چنانچہ فلاسفہ کی اخلاقی تعلیم کا عدم رواج اس امر کی تاریخی دلیل ثابت ہوئی ہے۔

سوم ۔ یہ کہ مذہب کی کتاب اسمانی ضوابط اخلاق کا محض ایک مجموعہ ہی نہو بلکہ دفع شر اور قیام امن کے لیے (جو اولیات ترقی ہیں) تمام محرکات موثر فطرۃ انسانی اس میں موجود ہوں۔ اس مقصد کے لیے اس میں عبرت آموز حکایات اور مسلم مروجہ خیالات کے اخلاقی نتایج کا ایک سلسلہ موجود ہونا چاہیئے۔

چہارم - یہ کہ تدوین و ترویج اصول اخلاق جو کتاب آسمانی اور سُنن نبویہ کے ذریعہ سے کی جاتی ہو اُس کی حفاظت اور استقرار وجود کے لیے مشہود و محسوس طریقے ارکان عبادت کے بھی ماخوذ اور مامور علیہ ہونے چاہئیں جو مذہبی اصول کے تحفظ کے لیے حصن حصین کا کام دیں ان ارکان عبادت میں بھی اصول ترقی مضمر ہونے چاہئیں اور ان کے اصول ترقی پر مشتمل ہونے سے بھی مذہب کی صداقت کا اندازہ کیا جا سکے۔

پنجم - یہ کہ کائنات کے اسرار و حکم کا پتہ دینے راسخین فی العلم کی علمی پیاس بجھانے اور ہر قسم کے علمی اور ذہنی ترقی کے نتائج کے محل تسکین ہونے کے باوصف کتاب آسمانی کا طرز بیان ایسا سادہ اور صاف ہونا چاہئے کہ اُس کی ہدایات کی ترویج ماہران فن ہی تک محدود نہ رہے بلکہ کافۃ انام اُس کے افادہ کے دائرہ کے اندر آجائیں۔

ششم - یہ کہ مذہب جس چیز کو حُسن یا نیکی قرار دے وہ تمام لوازم فطرۃ انسانی کی حیثیت مجموعی کے لحاظ سے حُسن ثابت ہو۔

ہفتم - یہ کہ کتاب آسمانی کے ذریعہ سے جو اخلاقی ہدایات مدوّن ہوتی ہوں وہ ایسے اوّلیات اصول اخلاقی پر مشتمل ہوں جس کی کامل تدوین سے انسان ذاتی سعی و کوشش سے مجبور و عاجز ہو اور جزئیات لوازم ترقی جہاں تک ان اُصول پر مبنی ہوں انسانی جدوجہد ترقی کا کافی معاوضہ دے سکیں۔

وجود ذات باری پر استدلال

اب موجودات کائنات پر غور کیجئے کہ ان سے جو تعلقات انسان کو حاصل ہیں وہ کہاں تک ان علوم متعارفہ ہفتگانہ کی رو سے اُن اصول کے مطابق نظر آتے ہیں جو اسلام کی مقدس کتاب اور حضور سرور کائنات کے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ سے ہم پر منکشف کئے گئے ہیں۔ جہاں تک موجودات کائنات کی حقیقت و ماہیت کا تعلق ہے ہم کو ان کی نسبت

کوئی ذریعہ علم کا نہیں دیا گیا صرف اُن کے موجود ہونے کا علم بذریعہ احساس اور امتیاز حواس مختلفہ کے ہم کو حاصل ہو سکتا ہے جس سے ہم ایک اسم کے مسمی کو دوسرے اسم کے مسمی سے علیحدہ سمجھ جائیے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۵ (اور سکھائے آدم کو نام سب چیزوں کے)

تمیز کر سکیں اسیقدر علم ہمارے حصہ میں آیا ہے اگر ہم اسی کا صحیح استعمال کریں۔ تو ہم جملہ موجودات کا عملی فرض بجا لا سکتے ہیں اور ملائکہ پر افضلیت کا جو ہم کو بخشا گیا ہے قائم رہ سکتا ہے لیکن اگر ہم انکشاف حقیقت کے بغیر عمل کی طرف ایک قدم نہ بڑھنے پر اصرار کرتے ہیں تو توہمات باطلہ کے ورطۂ حیرت میں پڑ جانے اور فرصت عمل کھو دینے کے سوا کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ گویا ہماری ترقی ایمان بالغیب اور عمل ہی سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے ہر شے کی ابتدائی شناخت کے لیے اخبار غیب پر ایمان لانا اس دنیا میں ایک مستقل قانون ہے کیونکہ حقیقت اشیاء کا ایک غیب ہونا سائنس کو تسلیم ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھکر جسقدر علم ہمارے احاطۂ امکان میں ہے اس پر بھی ہم کامل طور پر حاوی نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر فرد بشر کا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ دنیا کے کل افراد اشیاء پر حاوی نہیں ہو سکتا جو بات ہم کو صرف چند اقل قلیل افراد کے مطالعہ سے اس امر کا یقین دلاتی ہے کہ تمام افراد انواع کی قسم بندی کے سلک سے وابستہ ہیں اور ایک نوع کے تمام افراد ایک ہی خواص یا قریب قریب ایک قسم کے خواص رکھتے ہیں وہ خبر غیب کا یقین نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی اعتقاد جس کی آ سے ہم عالم میں ایک انتظام محسوس کرتے ہیں جسے قرآنی اصطلاح میں تصریف آیات الٰہیہ کہتے ہیں ہم کو ایک خدائے واحد ذوالجلال کے وجود کا پتہ دیا ہے جس نے کائنات کو پیدا کر کے اُس کے ہر ذرے پر ایک زبردست تقدیر کی مہر لگا دی ہے۔ جسے سائنس قانون قدرت یا لاآف نیچر کہتا ہے یہ امر کہ ایک ایسی ذات موجود ہے محض ایک استنباطی نتیجہ ہے جس پر ہم قوانین قدرت کی رو سے اشیاء کے باہمی تعلقات کے استقرائی علم کے ذریعہ

سے پہونچتے ہیں اور اسی قسم کے استنباط کی طرف قرآن پاک ہماری رہبری کرتا ہی۔ اس قسم کے استنباط میں ایک بڑا وصف یہ ہی کہ یہ فطرۃ انسانی سے جس صورت سے کہ وہ واقع ہوئی ہی مطابق ہیں۔ ان میں انسانی قوت تفکر پر اُس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں پڑتا اور اسی وجہ سے وہ شکوک کا انتہا سلسلہ جو ظنّیات میں پیدا ہونا لازمی امر ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ جب اس کے صحیح استعمال کی عادت پڑجاتی ہی تو انسان ایمان بالغیب اور عمل دونوں سے متصف ہوکر ترقی کے راستے میں چلنے پر عقلاً راغب یا شرعاً مکلف ہوجاتا ہی۔ جب عقل کا فرض ادا ہوچکا اور انسان کو خدائے واحد ذو الجلال کے وجود پر ایمان لانے کا کافی سامان میسر ہوچکا اب اگر اخبار غیب سے بھی اُس کی رائے کی تصدیق ہوگئی اور اس خبر کے حامل کے صدق کی کافی شہادت بھی میسر آگئی پھر اُسے اس پر کامل انقیاد کے ساتھ بھروسہ کرلینے یا اسلام کے عروہ وثقےٰ کی پکڑ لینے میں کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اس کے کہ خود اُس کا غرورِ نفس اُسے یہ دھوکا نہ دے کہ جو خرابیاں انتظام کائنات میں اُسے نظر آتی ہیں اُنہیں وہ اپنے نقصان علم پر محمول نہ کرے بلکہ واقعی اور حقیقی نقائص سمجھکر خالق کائنات کے کمال علم و تدبر سے منکر ہوجائے یہ بیماری اپنی جہل اور کمزوری کی ناواقفیت کے سبب سے پیدا ہوتی ہی اگر ہم جانیں کہ ہم کیا ہیں اور کہاں تک ہیں تو ہم کو کبھی یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ ہم تمام حکمت کائنات کے علم پر حاوی ہوسکتے ہیں۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ۵ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا)

اگر ہم اپنے نفس کے جہل کو معلوم کرنے کی کوشش ہی نہ کریں اور اپنے غرورِ نفس سے مغلوب ہوکر اپنے مزعومات پر اُن تمام اندرونی و بیرونی شہادتوں سے جو ہم کو مطالعہ آثار قدرت سے حاصل ہوئی ہیں مستفید نہونے پر اصرار کرتے ہیں جو ہمارا ارادی فعل ہی اور جسے اصطلاح شریعت میں کفر کہتے ہیں تو ہمارا سعادت سے محروم رہنا یقینی امر ہی۔ یا کہ اگر ہم اس صاف اور آسان طریقہ پر جو فطرۃ ہمارے روبرو پیش کرتی ہی عمل نہ کریں اور اپنی قوت کی

حدود مقررہ سے آگے نکلنا چاہیں تو ضروری نہیں ہے کہ ہمیں ناقابل عبور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اور ہم سرگردانی اور حیرانی کے دریائے ناپیداکنار میں غوطے لگائیں۔ مثلاً جب ہم وجود اشیاء مادی پر یقین کر کے ان پر عمل تصرف جاری کرنے کے بجائے خود اشیاء کی حقیقت پر غور و خوض کرتے ہیں تو سرے سے اسی میں شبہ پڑ جاتا ہے کہ مادہ کا وجود خارج میں ہے بھی یا نہیں۔ چنانچہ ایسے بہت سے فلاسفر گزرے ہیں جنھوں نے مادہ کے وجود فی الخارج سے انکار کر دیا ہے۔ اور اس انکار سے جو استبعادات لازم آتے ہیں ان کے بھی قایل ہو کر دنیا کو اپنے اوپر ہنسوا چکے ہیں۔ خداوند تعالےٰ ایسے منکرین کی شان میں اپنے رسول سے مخاطب ہو کر یوں فرماتا ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝	(ت) اور اگر ہم تم پر ایسی کتاب بھی نازل کرتے جو کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی اور یہ منکرین اسے ہاتھ سے چھو بھی سکتے تب بھی تو یہ کافر یہی کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے)

اس بنا پر مذہب نے بعض خاص امور میں جو ناستناہی ہونے کے وجہ سے انسان کے احاطہ ادراک سے باہر ہیں بحث کرنے سے روک دیا ہے یہ اسی حکم کا زبان قال سے اعادہ ہے جو نیچر ہم کو زبان حال سے دیتی ہے ایسے امور پر موشگافیاں کرنے سے مذہب کا مانع ہونا تمام ایسے لوگوں کے نزدیک جو مطالعہ موجودات سے قانون اور نفس انسانی اور موجودات عالم کے اصلی تعلقات سے از روئے تجربہ واقف ہیں کچھ بھی قابل مضحکہ امر نہیں ہے کامیابی اور ترقی کا دنیا میں صرف ایک ہی راز ہے اور وہ ایمان بالغیب اور عمل صالح ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم اسی پر منشا ہدایت کو مبنے قرار دیتا ہے۔

ایمان بالغیب کی حقیقت

حضرات یہ حقیقت ہے اسلام کی اس تعلیم کی جس کی طرف قرآن پاک ابتداء ہی میں توجہ دلاتا ہے جب کہ وہ منشاء تنزیل کی توضیح کرتا ہے قرآن پاک کی شان ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(قرآن) پرہیزگاروں کے لیے رہنما ہی جو غیب پر ایمان لائے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہی اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

لیکن یہ ضروری امر ہی کہ ایک ذی عقل ہستی کے لیے جو اخبار غیب پیش کیے جائیں اُن کی تصدیق معتبر کے حالات اُس کے صدق کے دلائل اور خود اُن اخبار غیب کے قرائن قرینیہ معلومہ کے مطابق یا قریب قریب مطابق ہونے سے بھی ہو سکے اس کے لیے سیر نبویہ کا مطالعہ لازم ہی۔ لیکن اس مختصر مضمون میں میں صرف نفس نبوت کے متعلق دو کلمے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نبوت

نبوت کی حقیقت پر بحث کرنا ہمارے مبحث سے اُسی طرح خارج ہی جیسے کہ ذات باری کی ماہیت پر بحث کرنے کو ہم حد ادراک سے باہر ثابت کر چکے اب جو طریقہ استنباطی نتیجہ پر پہونچنے کا ہم نے وہاں استعمال کیا ہی وہی طریقہ ہماری قوتوں کی حیثیت سے یہاں بھی ہمارے لیے قابل اعتنا رہ جاتا ہی غالباً اس مقصد کا آپ سے ایک مثال کے ذریعہ سے تعارف کرانا زیادہ موزوں ہوگا جیسا کہ آپ تمام موجودات کی نسبت معلوم کر چکے ہیں کہ اُن کی حقیقت و ماہیت کا علم ہم کو نہیں دیا گیا ہی۔ زیادہ سے زیادہ جو سائنس ہم کو بتا سکتا ہی وہ یہ ہی۔ کہ اشیاء کے خواص کیا ہیں اور اُن کا دیگر اشیاء سے کیا تعلق ہی اس بنا پر ہم شہد کی ماہیت سے تو واقف ہی نہیں ہو سکتے کہ وہ فی الواقع کیا ہی لیکن اتنا اور فرض کر لیجیے کہ اب تک ہم اُس کے خواص کو بھی نہیں جانتے اور اس کا جان پرور اور مفید ہونا اب تک ہمارے علم اور تجربہ میں نہیں آیا ہی ایک شخص آتا ہی اور کہتا ہی کہ شہد میں جان پرور اور مفید اجزا موجود ہیں اور نہ صرف یہ کہتا ہی۔ بلکہ خود بھی اسے استعمال کرتا ہی۔ اور دوسروں کو بھی جو اُس کی بات مانتے ہیں استعمال کراتا ہی۔ جس سے وہ خود

توانا اور تندرست اور قوی رہتا ہی۔ اور دوسرے لوگ جو اُس کی ہدایت کے بموجب اُسے استعمال کرتے ہیں جو اس سے پیشتر نہایت نحیف اور لاغر تھے توانا اور تندرست ہوجاتے ہیں ایسے شخص کے دعوے کو صحیح تسلیم کرنیکے لیے ہماری انتہائی احتیاط مقتضی ہی کہ ہم اُس کی زندگی کے حالات سے واقف ہوکر یہ بھی اطمینان کرلیں کہ وہ دہوکہ باز اور مفتری تو نہیں۔ اور کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ اُس نے چند روزہ نفع کا لالچ دیکر کوئی بڑی ذاتی غرض حاصل کی ہو جس سے اُس کو تو فائدہ اور دوسروں کو انجام کار نقصان اُٹھانا پڑا ہو۔ جبکہ اس شبہہ کے دور کرنیکے لیے بھی اُس نے اپنی روزانہ زندگی کے واقعات کو اسقدر پیش نظر اور جمہور کے علم کے اندر رکھدیا ہو کہ اُس کی جزئیات زندگی کا ایک ایک تشریحی واقعہ ہم کو معلوم ہی اور اُس کے معلوم ہونے کے ذرایع میں اُس نے خود اپنے اہل وعیال کو مدد دینے اور اپنے کل اعمال زندگی کو مشہور کردینے کی تاکید بھی کردی ہو تو افترا کا احتمال بھی رفع ہوجاتا ہی پھر یہ آخری احتمال بھی کہ شاید اُسے خود شہد کے فوائد کے متعلق دہوکا ہوا ہو اُس کے ذاتی طرز عمل کے کامل ایقان پر مبنی ہونے اور اُس کی سچی تقلید کے نتائج کے صریحاً مفید ثابت ہو نیسے جاتا رہتا ہی اس پر بھی اگر کوئی شخص اس امر پر اصرار کرے کہ اوّل ہمیں دکھا دو کہ شہد کے خواص کیونکر اور کس صورت سے جان پرور ہیں اور انکی ماہیت کیا ہی ہم تمہارے کہنے پر عمل کریں گے یا غرور نفس اور تعصب سے اندھا ہو کر باوجود علم امور مذکورۂ بالا کے اُسے سچا یقین کرنے سے انکار کرے تو اُس کا شہد کے فوائد سے محروم رہ جانا اُسی کی کم بختی اور بدنصیبی اور قصداً حق سے چشم پوشی کرنے کی وجہ سے یقینی ہی۔ کہا جاتا ہی کہ ترقی کے لیے یہ ضروری ہی۔ کہ عقل کو آزادی دیدی جائے تاکہ انسان اپنے ذاتی جدوجہد سے دریافت کیے ہوئے مسائل پر اپنی ذمہ داری سے عمل کرتا رہے اور نفع ونقصان کا خود ذمہ دار ہونیکی وجہ سے اپنی تمام تر قوت صحیح اصول کی تدوین میں صرف کرسکے جزئیات کے متعلق تو یہ کہنا صحیح ہی لیکن ادیات اصول کا

پیدا کرنا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ اگر آپ مادّیات میں قوانین قدرت کے پابندی سے آزاد ہو سکتی ہوں تو اخلاقیات میں بھی آزادی کی درخواست پیش کر سکتے ہیں۔ جب جب مادّیات میں سنگ آمد و سخت آمد ایک مجبوری سے مانا ہوا مسئلہ ہی تو اخلاقیات میں کیونکر یہ مسئلہ منسوخ ہو سکتا ہی۔ مادّی موجودات جیسے کہ وہ ہیں جس طرح نتیجہ ان کو ہمارے روبرو پیش کرتی ہے۔ اور جن قوانین قدرت تا ان کے وجود کے ساتھ ملازم ہونا پڑتا ہی۔ ان کو ماننے سے ہم کو چارہ نہیں ہے۔ بلکہ انہیں کے جاننے اور ماننے پر ہماری [illegible] کا انحصار اور [illegible] مدار ہی اخلاقی اصول کا بھی ایک نفس وجود ہے جو ہمارے خیال اور عقل کی رو سے بنائے ہوئے اصولوں سے جدا ایک واقعی اور مستقل وجود رکھتا ہے جس کی بنیاد فطرۃ انسانی پر جیسی کہ وہ ہی اور جس طرح وہ بنائی گئی ہے رکھی گئی ہے اس کا انکشاف اگر ممکن ہو تو صرف اسی منبع سے جس سے کہ خود فطرۃ انسانی نکلی ہے۔ چنانچہ جس طرح موجودات کائنات کا ایک ایک ذرّہ اس اعتبار سے کہ ہم اس کا مثل بنانے پر قادر نہیں ہیں۔ ہمارے لیے ایک معجزہ ہی۔ اسی طرح ان مستقل اور ناقابل تبدیل اصول کا ایک ایک جزو ہمارے لیے معجزہ کا حکم رکھتا ہی اور ہم کو اس کی کامل تدوین پر دسترس نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہی۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۵

(ترجمہ) اور اگر انسان اور جن سب ملکر چاہیں کہ قرآن کا مثل بنا لائیں تو وہ ہرگز اس کا مثل نہیں بنا سکتے گو ایک دوسرے کی امداد بھی کرے۔

کامل تدوینِ اُصولِ اخلاقِ انسان
قدرت کے باہر ہے

حضرات۔ یہ ایک بہت بڑا دعوے ہے لیکن درحقیقت یہ ایسا دعوی نہیں ہی جس کی بنیاد ریت پر ہو۔ [illegible] زمانے کے [illegible] کی تدوین کا بہت کچھ [illegible] دعوے کی ہی اور دنیا ان کی مساعی جمیلہ کی نہایت مشکور ہے

مگر جس طرح تمام عقلائے روزگار ملکر آج تک ایک مکھی یا جھگا نہیں بنا سکے نہ ایک ذرے کی خاصیت کو تبدیل کر سکے اسی طرح فلسفی ایجادات و عقلی اختراعات اخلاقی مسائل کی ایسی تدوین میں جو واقعات عالم اور نفس انسانی کے باہمی تعلقات پر کامل اور مکمل طور پر بے کم و کاست اور بلا شبہ و ریب حاوی ہونا کامیاب رہے ہیں۔ تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ بطریق اجمال اسقدر عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ عالم معاد سے عدم علم اور عدم امکان کی بنا پر جسقدر نظام اخلاقی فلاسفہ نے بھی قایم کئے ہیں ان سب کا امتیازی نشان عدم ترجیح اور ناقابل تشفی ہونا ہی رہا ہے اور عقل جو اس عالم مادی یا نظام جسمانی کے کامل اور نظام روحانی کے ناکامل بروز پر متعجب اور حیران تھی۔ ہرگز اس وقت تک تسلی نہیں پا سکے جبتک کہ مذہب نے اسے یہ بتا کر کہ موت کے پل کے اس پار ایک عالم ہے جہاں نظام روحانی کا کامل بروز ہوگا اس کی حیرت کو دور نہیں کیا۔ فلسفیانہ اخلاقی نظام بوجہ اس نقص نظر کے جو انسانی قوت میں مضمر ہے صرف اسی عالم کے واقعات کے ادراک پر مبنے ہو سکتا تھا اور اسی لیے وہ عمارتیں جو ایسی کمزور بنیاد پر قایم کی گئیں ہمیشہ منہدم ہوتی رہیں۔ ابیقوریس نے کھانا پینا خوش رہنا ہی انسان کی فطرۃ کے مطابق تصور کیا۔ دیو جانس کلبی نے ترک لذات ہی کو معیار ترقی قرار دیا۔ اور یہ تو پھر بھی اوّلیات ترقی نہیں معمولی اخلاقی مسائل بھی تو آج تک فلسفیانہ تگ و دو میں کبھی پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچ سکے۔ اور ایک قسم کی تعلیم کو دوسری قسم کی تعلیم سے کبھی کوئی مناسبت نہوئی۔ اگر آپ ان متضاد خیالات کی طرزِ تدوین سے ذرا بھی آشنا ہیں تو آپ کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ ان کا لازمی خاصہ یہ ہی کہ ان اختلافات میں سے حقیقت کا نکال لینا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ خوب غور سے دیکھیے اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا اس تگ و دو میں مبتلا تھی اور آج تک بھی ایک حد تک مبتلا ہے۔ مثلاً سیاسیات میں مساوات یا ترجیح خواص کا مسئلہ معاشرت منزلی میں اباحت یا نکاح بنظر احسان دائمی کا مسئلہ

اقتصادیات میں املاک ذاتی یا املاک جمہوری کا مسئلہ افکار و اعمال میں تقلید اور آزادی رائے کا مسئلہ یہ سب آج تک فلاسفہ میں مابہ النزاع ہیں لیکن ان میں اور ہزاروں ایسے مسائل ہیں جواب صاف ہو چکے ہیں مثلاً غلامی اور آزادی برابری یا نابرابری قصاص توکل یا تعاون استبداد یا جمہوریت یہ آج سوسائیٹی کا انہیں اصول پر عمل ہے جو مذہب نے بطور فیصلہ قطعی کے دنیا کے سامنے پیش کر دیئے تھے جنکی تکمیل اسلام نے کر دی ہے جنکی تدوین قرآن پاک میں اور ترویج رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسوۂ حسنہ سے ہوئی ہے۔ الہام کے آفتاب اسلام کی سمت الراس پر پہونچکر ایسا نور دنیا پر چمکا یا جس کے سامنے فلسفہ کی مشعلیں ماند پڑ گئیں۔ اور وہ منشاء ایزدی کہ دنیا اندھیرے میں بھٹکتی نہ پھرے۔ پورا ہو کر رہا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

ترجمہ (فی الواقع اللہ نے ایمان والوں پر اُن کے اندر اُنہیں کے جنس میں سے ایک رسول بھیجکر کے احسان کیا ہے جو ان پر اللہ کی آیتوں کو پڑھتا ہے اور انکو پاک و صاف کرتا ہے اور انکو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ اس سے پیشتر کھلی ہوئی گمراہی میں تھے)

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کا کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

دنیائے اسلام کا احسان مانے یا نہ مانے سنت الٰہیہ یوں جاری ہے خدا کے آفتاب کی روشنی اور آسمانی بارش کے برکات سے مسلم اور کافر مومن اور منکر سبھی فیضیاب ہوتے ہیں ہماری سعادت اور شقاوت کا امتحان اس میں ہے کہ ہم اُس کے اصلی منبع تک سُراغ رسی کریں یا نہ کریں۔ اس کا نتیجہ اور اثر ہم تک محدود ہے۔ خدا کو اس سے کوئی امداد نہیں پہونچتی نہ وہ اس کا محتاج ہے۔

اِنْ شَكَرْتُمْ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ كَفَرْتُمْ (اگر تم شکر ادا کرو تو یہ تمہارے ہی نفس کے لیے مفید ہوگا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ اور اگر تم انکار او رنافرمانی کرو تو اللہ کا کچھ ہرج نہیں ہے وہ
تو بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے)

معجزات

رہا معجزات کا مسئلہ جو انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوئے اُس کے نسبت ہماری خوش عقیدگی کا تو یہ حال ہے کہ ضعیف سے ضعیف روایت ہمارے لیے قرآن و حدیث کا حکم رکھتی ہے اور یہ بات یقیناً عقل و فہم کے درجہ سے گرا دینے والی ہے۔ لیکن جہاں تک قرآن پاک میں جس کے احکام شریعت ظاہری کا بر بنائے عقل مکمل ہونا ثابت ہو چکا ہے ایسے امور خارق عادت مذکور ہیں اُن پر ایمان لانا کچھ بھی استبعاد کو مستلزم نہیں کرتا اگر نبوت کے لیے خداوندی طاقتوں سے براہ راست مستفید ہونا لازم ہے اور اس لحاظ سے نبوت بجائے خود ایک معجزہ ہے تو پھر اس سے جو فوق العادۃ قوتوں کا ایک مظہر ہے موثرات ہدایت کو تقویت دینے کی غرض سے خارق عادت واقعات کا ظاہر ہونا کیا تعجب ہے اس عالم اسباب میں ایک غیر معمولی علت سے غیر معمولی معلول کا پیدا ہونا استبعاد عقلی کے ضمن میں نہیں آسکتا اور عادت الٰہی پر یقین بدستور قایم رہ سکتا ہے سوال صرف استمرار عادت کا پیدا ہو سکتا ہے لیکن عادات مستمرہ اور غیر مستمرہ کا امتیاز بھی معائنہ واقعات عالم سے ظاہر ہو جاتا ہے یہ امر علم جیالوجی کے مسلمات میں سے ہے کہ جو طبقات ارضی زمانہ خلقت میں بن چکے ہیں ان میں سے بعض کا بننا اب نیچر کے مسلمہ قوانین کے بموجب موقوف ہو گیا ہے کوہ آتش فشاں جس زور سے آتش فشانی پہلے کر چکے ہیں وہ زور اب باقی نہیں رہا۔ خود زمین جو پیشتر ایک کرۂ آتشین تھی اسقدر تو ٹھنڈی ہو چکی ہے کہ اب اس میں جانداروں کا پیدا ہونا اور زندہ رہنا ممکن ہو گیا ہے آگے معلوم نہیں کیا ہو اور آفتاب کے بھی سرد ہوتے جانیکی خبریں سائنس کی دنیا میں مسلم مانی جاتی ہیں۔ علم زد بتاتا ہے کہ بعض جانور

دنیا سے فنا ہو چکے ہیں اور بعض نئے قسم کے جانور اب پیدا ہونے لگے ہیں۔ اگر دنیا
کے زمانہ طفولیت میں جب انسان لاٹھی سے اژدہا بنا دینا ہی قوت اور صداقت کا معیار
تصور کرتے ہونگے اگر ایسے واقعات بغرض اشاعت ہدایت کے ظہور پذیر ہوئے تو
کونسا استبعاد لازم آیا ہم کو دیکھنا صرف یہ ہی کہ جو کتاب ایسی کتاب پر مشتمل ہی وہ ایسی تعلیم
بھی دیتی ہی یا نہیں جو بڑے عقل صحیح اور فطرۃ انسانی سے مطابق پائی جاتی ہو۔ اگر وہ اپنی
تعلیم ایسے احکام پر مشتمل ہی جو بڑے عقل انسانی ترقی کے معاون ہیں تو قرآنی اخبار کے
صحیح یاد کرنے ہیں جب کہ دوسرے اخبار صحیح کے بنا پر اُس کی تردید بھی نہیں کی گئی
تب کیا تامل ہو سکتا ہی اس پر مستزاد یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو دنیا
کے ایام طفولیت کے کرشمے ہونگے لیکن اسلام کی ازلی اور ابدی کتاب نے جہاں بطور اخبار
کے اُن کی تصدیق توثیق کی وہاں دنیا کو یہ بھی جتا دیا کہ اب تم جوان اور عاقل و بالغ
ہو چکے طفلانہ ہٹ اور اصرار نکرو اور معجزے کے لیے تعلیم کی صداقت اور اُسی کے
معجز ہونے پر بھروسہ کرو اب حق کی شناخت کا وہ پرانا طریقہ جو ازمنہ سابقہ کے
لیے موزوں تھا منسوخ ہو گیا ہی اور قوت استقراء کے پیدا ہو جانیکی جو بشارت تم کو دی
جاتی ہے اُس کی تکمیل کا صرف یہی ذریعہ ہی کہ تم عاقلوں کی سی باتیں کرو اور عقل کو تعلیم
کے پرکھنے میں کام میں لاکر اسی تعلیم کے معجز ہونے پر وجد کرو، سُبحَانَ اللہ وہ
کیا کامل صداقت تھی جس نے بلا خوف لومۃ لائم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و
والتسلیم۔ کی زبان سے باوصف تصدیق معجزات انبیاء ماسبق و دعویٰ افضلیت
وختم رسالت یہ الفاظ ادا کرائے کہ جس قسم کے معجزات تم مجھسے اپنے جہل کے باعث
طلب کررہے ہو اُن کا وقت گیا وہ تو مجھسے پہلے انبیاء دکھلا گئے میرے پاس ایسا
کوئی معجزہ نہیں ہے۔

سورۂ انعام کو اول سے لیکر سولھویں رکوع تک بغور پڑھ جائیے اور قرآن پاک

کے معنوی معجزہ ہونیکی توضیح پر وجد کیجئے اور اسی سے حضور سرور کائنات کی شان ختم رسالت کا اعتراف کیجئے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اسلام جوادیان سابقہ کا مصدق ہونیکے ساتھ ہی متمم بھی ہے اور استقرائی توتِ رشد کی بشارت لیکر دنیا میں آیا ہے دنیا کو ان گزشتہ کی طرف واپس نہیں لے جائیگا جو دنیا کے عہد طفولیت کے اقتضاء کے مطابق انبیا سابقین کے ہاتھوں پر ظہور پزیر ہوئے تھے۔ حضرت خاتم النبیین کا معجزہ معنوی ہے اور وہ اس مکمل تدین اصول فطرۃ پر مشتمل ہے جس کے مطالعہ سے عقل سلیم عش عش کرتی ہے اور جس کے اثر سے انسانی روح وجد کرتی ہے۔ یہی وہ معجزہ ہے جس کی اب دنیا کو اس کے سن رشد کی اقتضاء کے مطابق ضرورت ہے اور جو اس کی روحانی پیاس کو آئندہ سے ہمیشہ تک کے لیے بجھا سکتا ہے۔

تقدیر و تدبیر

حضرات اب میں اسلام کے اس معرکۃ الآرا مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ کو منعطف کرنا چاہتا ہوں جس کی غلط فہمی ایک معتدبہ حد تک ہماری دنیاوی ناکامیابی کا باعث ہوئی ہے۔ قرون اولےٰ میں تقدیر اور توکل کے بندوں نے دنیا کے میدان کارزار میں وہ وہ کارنمایاں کئے جو تاریخ کے صفحات پر یادگار ہیں مگر آج کے مسلمان نے اسی کو پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کا حیلہ سمجھ لیا ہے وہ لوگ تقدیر اور توکل کے بھروسے پر جان کو جان نہیں سمجھتے تھے اور گھمسان کے رن میں گھس کر شہادت کا جام پینا یا غازی کے معزز لقب سے ملقب ہونا اپنی سعادت سمجھتے تھے اور ہم تقدیر اور توکل پر تکیہ کئے ہوئے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ٥ ترجمہ۔ تم اپنے رب کے ساتھ جا کر لڑو بھڑو ہم تو بس یہیں بیٹھے ہیں، اس زمانہ کے مسلمان مسئلہ تقدیر و مشیت کی غلط تاویلوں سے دنیا کو تو اپنے اوپر ہنسوا ہی رہے ہیں غضب یہ ہے کہ اسلام کو بھی سہام مضحکہ کا آماجگاہ بنا رہے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ

غلط فہمی بھی فلسفی اوہام کا نتیجہ ہی استقرار موجودات کی عمارت سے یہ مسئلہ قرانی تعلیم کو اسقدر صاف طور پر مستنبط ہوتا ہی کہ کسی پیچیدگی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ خداوند تعالے فرماتا ہی کہ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا۔ تخلیق کے خیال پر توجہ کیجئے پھر دوسری آیت پڑھئے لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ نتیجہ صاف یہ نکلتا ہی۔ کہ یہ ایک صریح اشارہ ہی ان خواص اشیاء کے ناقابل تبدیل ہونے کی طرف جو ان کی عین ہستی اور نیز علت وجودی کا دارومدار ہی انہیں کو ہم قوانین قدرت کے نام سے پکارتے ہیں اور انہیں کو کتاب الٰہی سنتہ اللہ کہتی ہی۔ اور خبر دیتی ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا یعنی یہ قانون نہ قابل تبدیل ہی حقیقت میں قانون قدرت کا ناقابل تبدیل ہونا ہی ایک ایسی صداقت ہی جس پر ہماری ترقی کا رومدار ہی اور یہ ترقی اس ایمان بالغیب کے ساتھ کہ خواص اشیاء ناقابل تبدیل ہیں اس عمل کا اضافہ کرنے پر مشتمل ہی جو بہ حیثیت ایک ذی عقل ہستی کے ہماری ہیئت بینی اور تفکر و تدبیر کے اعتبار سے ہم پر بطور فرض کے عاید ہوتا ہی اس کو قران اپنی اصطلاح میں خلافت الٰہی و تسخیر موجودات عالم کے عام فہم طریقہ سے ظاہر کرتا ہی میں تاریخ والوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ عالم میں اس زمانے سے پہلے جبکہ اسلام نے اس مستقل اور ابدی حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھانا انسان کے لیے مناسب اور ضروری تصور کیا سائنٹفک تحقیقات کا عام طور پر مروج ہونا تاریخ عالم سے ثابت کردیں کون کہہ سکتا ہی کہ زمانہ حال کے فتوحات جن میں بھاپ کو مسخر کرکے ریل بنانا اور بجلی کو مسخر کرکے تار برقی اور بے تار کے خبر رسانی کا فن ایجاد کرنا اور تمام موجودات پر تصرف کرکے اپنے آسایش اور ارام اور فوائد کے ذرایع بہم پہنچانا شامل ہی اسی اصول کی متابعت کا نتیجہ نہیں ہیں؟ کون کہہ سکتا ہی کہ جبتک اسلام نے دنیا میں ظاہر ہوکر دنیا کو مظاہر قدرت کے سامنے سجدہ کرنے کے بجائے اپنی شرافت پر یقین کرنے اور نیچر کو وردِ مطالعہ کرنے اور اس پر فتح حاصل کرنیکی قابلیت پر عقیدہ رکھنے کی تعلیم نہیں دی اسوقت تک

یہ جرأت جس کا نتیجہ آج کی مادی ترقی ہے انسان کو حاصل ہوئی؟ یہ بھی تقدیر کا پھیر ہے کہ جو غلط فہمیاں اس مسئلہ کے متعلق مسلمانوں کے ظنی فلسفہ نے (جو مطالعہ موجودات سے کوسوں دور اور بے سوجھ سے قرآنی تعلیم کی منشاء کے بالکل خلاف تھا) پیدا کیں وہ سبکی سب اس زمانہ کے مسلمانوں کی کورانہ تقلید کی بدولت مسلمات اسلام میں داخل ہوکر اسلام کو مورد مطاعن بنانے کا باعث ہوگئیں۔ سب سے بڑی غلط فہمی جو اس طریقہ سے پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ تقدیر الہی یا قوانین قدرت کو انسانی تدابیر کا مقابل سمجھ خدا کی اور انسانی طاقتوں کا موازنہ اور مقابلہ کیا جاتا ہے اور پھر انسان کو تقدیر الہی کے سامنے عاجز اور ہیچ ثابت کرکے اُسے فرض عمل سے باز رکھنے کی ترغیب دیجاتی ہے۔

حضرات! جب کبھی آپ کسی بڑے سے بڑے عدد کو لامتناہی سے تقسیم کرینگے تو ہمیشہ نتیجہ صفر ہوگا۔ اس کے سوا اور کوئی طریقہ علم ریاضی نے بھی ہم کو متناہی اور غیر متناہی کے تناسب کا نہیں بتایا۔ مگر دنیا کے تخلیق کا راز ہی وہ پردہ ہے جو خدا اور مخلوق کے درمیان حائل ہے اور حضرت موسیٰ کے رب ارنی کے مشتاقانہ نعرہ کا جو جواب خدا کی طرف سے دیا گیا وہ لَنْ تَرَانِیْ ہی ہو سکتا تھا جبتک کہ اُس کی اس مرضی کے ظاہر ہونے کا وقت نہ آجائے کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ٥ ذوق کہتا ہے

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا ہم کو ہونے نے نہ ہوتے ہم تو کیا ہوتا

مگر ارادی تخلیق جس کی اصلی غایت ہم نہیں سمجھ سکتے ظاہرا جہاں تک ہماری قوت استقراء ہم کو مدد دیتی ہے اس کے مطابق مقتضی اس امر کی معلوم ہوتی ہے کہ ہم جدائی پر صبر کریں اور جو شرط وصال ہے اُسے اس عالم جدائی میں بجالائیں وہ کیا ہے ایمان اور عمل۔ اگر ہم موجودات عالم پر جیسی کہ وہ ہیں نظر ڈالتے اور پھر اپنے اور کائنات کے باہمی تعلقات کو وہ ہیں بغور مطالعہ کرتے

جو قرآنی تعلیم کا عین منشا تھا۔ تو ہم ہرگز غلطی میں نہ پڑتے۔ تقدیرات الٰہیہ یعنی خواص اشیاء اور اُس کے باہمی تعلقات یا قانون قدرت کے ناقابل تبدیل ہونیکی حقیقت کے انکشاف کا منشا، تو وہ بھروسہ اور اطمینان پیدا کرنا تھا جو ہمیں بیجا خدشات میں پڑنے سے محفوظ رکھتا اور خلافت آلٰہی اور تسخیر موجودات کی تعلیم کا مقصود تو یہ تھا کہ ہم کو اُس قوت سے جو بحیثیت ایک عامل بالارادہ ہستی۔ سے ہم میں ودیعت کی گئی ہے خبردار ہو کر تصرف موجودات کے عملی کام میں مصروف ہونے پر آمادہ بنانا مسلمانوں نے تقدیرات الٰہیہ کا ناقابل تبدیل ہونا تو سمجھ لیا جو ایمانی حصہ تھا لیکن اُس ایمان پر قایم ہو کر عمل میں مصروف ہو جانے کے بجائے اس ایمانی مسئلہ کی ماہیت دریافت کرنیکی تگ و دو میں اپنی فلسفیانہ موشگافیوں کی ہمت کو مصروف کرنے لگے اور خلافت الٰہی اور تسخیر موجودات کے مسئلہ کو جس سے موجودات عالم کا محل تاثیرات تصرف انسانی ہونا پایا جاتا تھا اور جس کی رو سے ہم مکلف بالعمل تھے بالکل بھلا بیٹھے نتیجہ یہ ہوا کہ خود تو مزے میں رہے اس لیے کہ اُن کے وقتوں میں حسن اتفاق سے کوئی ایسی قوم موجود نہ تھی جس کی قوت عمل اُن سے بڑھی ہوئی ہو۔ مگر ہم کو ٹھکانے لگا گئے کیونکہ ہمارا مقابلہ اُس قوم سے آن پڑا جو عمل میں ہمارے ہی اصولوں کو لے کر ہم سے ممتاز ہو گئی ہے۔ اور اب ہمیں کو دور دنگ بتاتی ہے۔ اور ہم تقدیر کو بیکاری اور توکل کو سہل انگاری کا مرادف سمجھے ہوئے پڑے سڑ رہے ہیں۔

توکل توکل! یہ لفظ مجھے ایک دوسرے مفہوم کی طرف لاتا ہے جسے مسلمانوں نے اپنے تساہل کا حیلہ بنا رکھا ہے۔ مولانا روم "بر توکل زانو اشتر بہ بند" کا رمز بتا کر معاملہ کو صاف کرنا چاہتے ہیں مگر مسلمان اپنی سہل انگاریوں پر مُصر ہو کر توکل کے فرشتے کے دہوکے میں تساہل کے دیو مردم خوار کی تعظیم و تکریم میں مصروف ہیں قرآنی تعلیم تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کائنات کو خلق کیا اور خواص اشیاء کو ان کا لازمہ ہجو

قرار دیا یہ تقدیر جس پر اشیا مجبول اور مخلوق کردی گئی ہیں (کیونکہ قرآنی اصطلاح میں تقدیر اور تخلیق لازم و ملزوم امور قرار دیے گئے ہیں) ہمارے احاطہ ادراک سے باہر ہی مشاہدہ اور تجربہ اُس کی حقیقت تک ہم کو نہیں پہنچا سکتا اول تو ہم یہیں مجبور ہونے مزید علیہ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ بھی صرف تھوڑی ہی سی اشیا پر حاوی ہی۔ یہ دوسری مجبوری پیش آئی مگر تصریف آیات الٰہیہ کی بنا پر ہم کو اختیار دیا گیا ہی کہ ہم چند افراد کے مشاہدہ و معائنہ سے باقی افراد کی نسبت حکم لگا سکیں یہ عقیدہ ایک نظام مستقل کی طرف رہبری کرتا ہی۔ جہاں تک ہماری نظر کی پہنچ ہی وہاں تک تو ہم کو اس نظام کے وجود کا سراغ ملتا ہی اور اُسی کی بنا پر ہم اپنی پیش بینی اور تدبیر پر بھروسہ کرکے کام کرتے ہیں مگر تمام اقسام و انواع اور مختلف قسم کے نظام اور اُن سب کی متحد علت غائی پر تو ہم محاصرہ کر ہی نہیں سکتے جو تیسری مجبوری ہی لامحالہ ہم کو تمام کائنات کی مصلحتوں پر حاوی ہونے کے خیال سے دست بردار ہوکر کسی بہتر تدبیر و علم پر بھروسہ کرنا پڑتا ہی۔ اس بہتر تدبیر کے شواہد ہم کو نیچر میں بکثرت نظر آتے ہیں۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ

(ترجمہ) فی الواقع آسمان و زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں سمندر میں لیکر چلتے ہیں اور مینہ میں جسکو اللہ آسمان سے برساتا ہی پھر اُس کے ذریعہ سے زمین کو اُس کے مرے پیچھے پھر زندہ کرتا ہی اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے ادھر اُدھر پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں موجود ہیں۔ ۱۲ منہ

دوسری جگہ ہے يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ جو مخلوقات آسمان و زمین میں ہے سب اللہ کی شان سبوحیت کا اظہار کرتی ہیں۔ جو بادشاہ پاک ذات غالب اور حکمت والا ہے۔ ۱۲ منہ

اس لامتناہی ازلی ابدی علم و حکمت پر بھروسہ کرنے کا نام توکل ہے جبتک اسلام کے یہ حقیقت ظاہر نہیں کی تھی اسوقت تک اس کی جگہ دنیا میں تفاول جاری رہا یعنی چانس اور اتفاقات پر بھروسہ کرنا جسکا افسوس ہے کہ جاہل مسلمانوں میں اب رواج پایا جاتا ہے جب کہ انسان ایک ذی عقل ہستی ہے تو اُس کا محل تسکین بھی لازمی طور پر کامل عقل و علم ہی ہو سکتا ہے۔ نہ کہ غیر ذی شعور دہر۔ مسئلہ تصریف آیات کے رو سے ہم پہلے عقیدے کو ماننے کے لیے مجبور ہیں کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جیسی قوتوں کا ایک محل تسکین ایک لازوال علم و حکمت میں نہ پایا جائے تمام قرائن عقلی کے خلاف ہے۔ اور جب کہ ایسے محل تسکین کی موجودگی کی خبر ہمکو مذہب سے بھی ملجائے جس کو تمام عقلی قرائن چاہتے ہوں اور اندرونی شواہد کی بیرونی شواہد سے تصدیق و توثیق ہو جائے تو اپنے تدبیروں کی قلمرو کی حد تک پہنچکر اپنے آپ کو اپنے اعمال تصرف کو اور اپنی تدابیر مستقبل کو اُسی کی سپردگی اور ضمانت میں دیدینا ہمارے لیے بالکل عاقلانہ فعل ہے۔

یہی بات اسلام ہم سے چاہتا ہے اور اسی کا نام توکل ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ توکّل جس مفہوم کا نام ہے اُس کے اندر حتی الوسع جد جہد کا مفہوم مشتمل ہے اس کے بغیر توکّل کا مفہوم ہی نہیں پیدا ہو سکتا جب کہ مندرجۂ بالا تقریر سے ظاہر ہے اس لیے کہ جب انسان عمل ہی شروع نکریگا تو عمل کے نتائج کا حوالۂ خدا کرنا کیا معنی، لہذا کسی حالتمیں اپنے حد امکان کے اندر عمل کرنے کا فرض توکل سے ساقط نہیں ہو سکتا چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ○ ترجمہ اے محمد کہدے کہ تمام مخلوقات اپنے مقتضائے حیثیت کے مطابق عمل کرتی ہے اور تیرا رب سب سے بہتر جاننے والا ہے

اس امر کا کہ کونسا راستہ یا طریق عمل بہتر اور ٹھیک ہے:
قرآنی تعلیم کی رو سے خداوندی امداد کے ہم اسوقت تک حقدار ہی ہو سکتے
جبتک اپنی تمام قوتوں کے استعمال کر چکنے کے بعد عاجز اور درماندہ ہو جائیں کیونکہ امداد
غیبی کا شان نزول ہی اضطراری ضرورت ہے جو اختیاری تدابیر کے خاتمہ پر پیدا ہوتی
ہے السعی منی و الاتمام من اللہ درحقیقت ایک نہایت عاقلانہ اور تسکین بخش
عقیدہ ہے۔

امداد غیبی

امداد غیبی! یہ لفظ مجھے دوسرے شق کی طرف لاتا ہے جسے مسلمانوں
نے قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف اپنے طور پر اپنی کاہلی کی سند حاصل کرنیکا
ذریعہ سمجھ رکھا ہے تعلیم اسلام میں امداد غیبی نہ وہ اتفاقی امور ہیں جسے وہ دہریہ اپنا دین
وایمان سمجھتے ہیں جو دہر کو ذرات کائنات کے اتفاقی میل ملاپ کا نتیجہ سمجھکر پھولے
نہیں سماتے نہ وہ کیفیات سماوی ہیں جن کے رو سے فلسفی آسمانوں کو عاقل بالارادہ
تصور کئے ہوئے تھے یہ سب صحیح لیکن اسی مقدس اور مکمل اسلامی تعلیم کی رو سے سماوی مدد
یا غیبی امداد جو عاجز درماندہ انسان کو ملا کرتی ہے موجودہ مسلمانوں کے کاہل پرستانہ
عقیدے سے بھی کوسوں دور رہے۔ اسلامی تعلیم کی رو سے دنیا میں امداد غیبی کے
استحقاق کی سنت الٰہی یا قانون قدرت یہ ہے کہ ہم اول رزمگاہ دنیا میں ہتھیار سج کر
اور سر توڑ کر کوشش کرنے کے لیے طیار ہو کر آ جائیں جناب رسالتمآب اور صحابہ کرام
کے طرز عمل کو ملاحظہ کیجیئے۔ کیا آپ ان سے زیادہ امداد غیبی کے مستحق ہیں؟
سورۂ انفال کو غور سے پڑھیے اور آپ دیکھیں گے کہ خداوند تعالیٰ اپنے
حبیب اور اس کے رفقا کو امداد غیبی کی بشارت اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ میدان
کارزار میں آ جائیں پھر دیکھیں کہ خدا کی مدد کیا چیز ہوتی ہے یہ تو نہیں کہا کہ تم گھروں
میں بیٹھے رہو اور ملائکہ چھتیں پھاڑ پھاڑ کر تمہاری امداد کو آئینگے۔ اگر کسی حاسد کو

جناب رسالتمآب کی رسالت بلا استحقاق پر رشک ہو تو اُس کی تسلی کے لیے ہم یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ بھی اسوقت حاصل ہوئی تھی جب کہ حضور سرورِ کائنات غارِ حرا میں برسوں انسان کی حالت زار پر بے انتہا اضطراب وخشوع وخضوع کے ساتھ زار نالی کر چکے تھے۔

دنیا میں عمل انسانی کے حالات کے مشاہدے سے واضح ہوتا ہے کہ مشکل سے مشکل کام جس کے سرانجام پانے کی امید فقط موہوم سی ہوتی ہے جب ایک دفعہ ہمت کر کے شروع کر دیا جاتا ہے اور مسلسل کوشش کیجاتی ہے تو وہ آسان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایک طرف تو عمل کے ساتھ مانوس ہو جانے سے عامل کی استقامت میں اضافہ ہوتا ہے دوسری طرف واقفیت بڑھ جانے سے خود بخود دوسری طرف تمام مشکلات عجیب وغریب نامعلوم اور نادیدہ طریقہ سے حل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ گویا نوامیس الٰہیہ خود عامل کی امداد پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور انسان کے اطمینان قلب اور قوت سعی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن انہیں بھی کیفیات ارضی کہنا چاہیے یا قرآنی اصطلاح کے مطابق ملکوت ارض کہدیجئے اس سے ماورا دہ سماوی ملکوت بھی ہیں جو اندرونی قوانین قوت سے جدا ہیں انہیں خواہ صرف خارجی سلسلہ اسباب سے تعلق رکھنے پر محمول کیجئے یا اپنے نقص نظر کیوجہ سے اتفاقات سمجھ لیجئے لیکن اس عالم اسباب میں غور وفکر سے ان خارجی اسباب کا بھی ایک مستقل نظام پایا جاتا ہے جس پر تمام موجودات عالم کی ہستی کا دارومدار ہے۔ اور جس کے مبنے پر حکمت ہونیکا ثبوت اس تاریخی شہادت سے ملا ہے کہ باوجود موافق ومخالف اتفاقات کے دنیا شروع سے آج تک ہمیشہ ترقی ہی کرتی رہی اور تمام واقعات کا مجموعی نتیجہ آخر کار دنیا کی مجموعی حالت کا بہتر بنانا ہی ثابت ہوا ہے۔ اس مستقل سماوی نظام کے بعض حصے جو ہمارے لیے پیش پا افتادہ تھے انہیں خداوند تعالیٰ نے ہماری فہمید کی قوت کے مطابق امداد غیبی کے مسئلہ کو سمجھانے کے لیے ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ چنانچہ وحی والہام کی مثال اکثر جگہ قرآن پاک میں بارش سے دیگئی ہے غور سے دیکھئے تو یہ بھی ایک تمثیل ہے

اور یہ تمثیل بھی عام فہم ہونیکی حیثیت سے ضروری اور عام طور پر انسانی استعداد کے مطابق ہے
ورنہ بارش جو آفتاب سمندر اور ہوا کے باہمی اثرات سے وجود پذیر ہوتی ہے ایک طرح پر
ارضی کیفیت ہے گو وہ اس تخم کے لیے جسے وہ زندگی بخشتی ہے سماوی ہی کیوں نہو۔
کیونکہ اس تخم میں بجائے خود کوئی ذاتی خاصیت ایسی موجود نہیں ہے جو بارش کا سبب قرار
پاسکے پس انسان کے لیے غیبی یا سماوی امداد کا مفہوم وہ امداد ہے جو ایک مستقل نظام کی
پابندی میں انسان کے تصرفات سے جدا لیکن اُس کی اضطراری ضرورت کے
اقتضا سے اس کو ملتی ہے اور یہ امداد قرآنی تعلیم کی رُو سے جد و جہد و سعی و کوشش کے انتہائی
حد تک پہنچ جانیکے بعد ہی حاصل ہوا کرتی ہے اس لیے کہ بغیر جد و جہد وافر کے اضطرار
پیدا ہی نہیں ہو سکتا اسی بنا پر اجابت دعا کے لیے اضطرار اور خشوع اور خضوع ضروری
شرط قرار دیئے گئے ہیں اور یہ درجہ اُسوقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جبتک کہ فی الواقع
انسان اپنی کرنی نہ کر چکے اور اپنے مالک کو نہ پکارے۔

اسلامی تعلیم اس نازک مسئلے کو ایسے عجیب اور عام فہم طریقے سے ذہن نشین
کرتی ہے جس میں کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہتی چنانچہ باوصف اس کے کہ قرآن پاک کا عام
سیاق اس طور پر واقعہ ہوا ہے کہ اُن امور کو بھی جو اسباب عادیہ سے پیدا ہوتے ہیں خدا
اپنی طرف بحیثیت علۃ العلل ہونیکے منسوب کرتا ہے اور جا بجا کہتا ہے کہ ہم نے پانی برسایا
اور ہم نے ہوا چلائی تاہم آپ دیکھیں گے کہ قرآن پاک ہی میں انسانی فلاح و نکبت پر ذاتی
اعمال انسانی کے موثر ہونیکے خیال کی تائید خدا نے اس طرح کی ہے کہ فعل کو بندوں کے
فعل پر موخر قرار دیا ہے آیات ذیل کو غور سے دیکھئے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً — یہ اس لیے کہ اللہ جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو پھر اُسے
اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ — وہ بدلتا نہیں جبتک وہ خود آپ اپنے آپکو نہ بدلیں۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ — جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام بھی کیے خدا اُن کو

رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۝	ترجمہ اُن کے ایمان کی وجہ سے ہدایت کرتا ہے۔ جو لوگ خدا کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے خدا اُنکو ہدایت نہیں کرتا اور جو لوگ ہمارے لیے مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنی راہ دکھاتے ہیں۔ مسلمانو! ڈرو اور ٹھیک بات کہا کرو تو خدا تمہارے اعمال کو صالح کردیگا۔ مسلمانو! اگر تم خدا کی مدد کروگے تو خدا تمہاری مدد کریگا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔ پھر جب وہ لوگ کج ہوئے تو خدا نے بھی اُن کے دلوں کو کج کردیا بیشک اللہ نہیں بدلتا جو کچھ کسی قوم کی حالت ہو جبتک وہ اپنی حالت نہ بدلیں۔

اور اس طرح کی اور بہت سی آیات قرآن پاک میں ملتی ہیں جہاں انسان کو سب سعادت کے معاملہ میں اپنے فعل کا مختار قرار دیا گیا ہے۔

مشیّت ایزدی

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کے پہلو بہ پہلو کہ انسان اپنے افعال میں ایک حد تک مختار ہے اور اُسی پر اُس کی ذمہ داری اور سزا و جزا کا انحصار ہے ایسی تعلیم بھی موجود ہے جس سے اُس کا مجبور محض ہونا اور ارادے تک میں تابع مشیّت ایزدی ہونا پایا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جس طرح تمام موجودات کائنات پر تقدیر الٰہی کی مہر لگی ہوئی ہے اور جو کچھ انسانی تصرف اُن پر ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے وہ سب اسی تقدیر الٰہیہ یا قوانین قدرت کی ماتحتی میں ہوا کرتا ہے اور ہوسکتا ہے۔ اسی طرح عالم مجردات یا غیر مادیات میں بھی اُس کی ارادی قوت ہمیشہ الٰہی مشیّت کی ماتحتی ہی میں کام کرسکتی ہے۔ جس طرح موجودات عالم کے خواص تخلیق کی علت اُولیٰ اور علت غائی کے لحاظ سے قایم کردیئے گئے ہیں اور

اُن پر ایک زبردست حکومت کی شان ایسی جلوہ گر ہی جس سے وہ کسی حالت میں بھی سرتابی نہیں کر سکتے اس طرح واقعاتِ عالم بھی ایک ازلی اور ابدی مشیت الٰہیہ کے اتباع سے سر نہیں پھیر سکتے۔ یہ تو موجودات اور واقعات عالم کا اسلام ہوا انسان کا اسلام یہ ہی کہ اُس کو خلافت الٰہی اور تسخیر موجودات کی جو قوت ودیعت کی گئی ہی اُس کا صحیح استعمال کرے یہ بھی درحقیقت نافرمانی ہوگی کہ انسان اس ضد پر کہ اُسے قانون قدرت کے توڑنے پر دسترس نہیں دیا گیا اپنے حد امکان تک کام کرنے سے باز رہے۔ یہ طرز عمل یا ترک عمل یقیناً اُسے اشرف المخلوقات اور مسجود ملائک ہونیکی حیثیت سے گرا دیگا اور اس پر اصرار کرنے سے اُس کا درجہ بدرجہ تنزل کرتے ہوئے آخر کار جمادات کے مشابہ ہو جانا اور بقولِ حدیث قدسی مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کے انہیں میں شمار کیا جانا ضروری ہوگا۔ علی الخصوص جبکہ انسان پر کتاب الٰہی نے نازل ہو کر اسکی سعادت کا رستہ کھول دیا ہی۔ تو جان بوجھ کر انجان بننا اور بھی بڑا اخلاقی گناہ ہی۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ (ترجمہ) اور جو علم تم کو حاصل ہو چکا ہی اُسکے حاصل ہوتے پیچھے بھی تم اُن لوگوں کی خواہشوں پر چلیے تو تم بھی نافرمانوں میں شمار ہوگے

قرآن پاک کی تعلیم اُن تمام امور کی جامع ہے جو اخلاقی دنیا کے آیات الٰہیہ یا قوانین قدرت ہیں۔ انہیں میں سے ایک آیت الٰہی یا قانون قدرت یہ بھی ہی کہ جب انسان ترک عمل پر اصرار کرتا ہے۔ تو پھر اُس کی سزا ایسی ہوا کرتی ہے۔ کہ اُس میں عمل کی قوت ہی باقی نہ رہے۔ لوگوں کی شان میں قرآن پاک کہتا ہی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ

اُنکے دل ہیں مگر اُنسے وہ سمجھتے نہیں اُنکی آنکھیں ہیں مگر اُنسے وہ دیکھتے نہیں اُنکے کان ہیں مگر اُن سے وہ سُنتے نہیں۔ یہی لوگ ہیں جو مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ

هُمُ الْغَافِلُوْنَ ۝ اور یہی لوگ ہیں جو غافل ہیں۔ ۱۲ منہ

گو یہ نتیجہ ہوتا ہے خود انسان کے افعال یا ترک افعال کا مگر اسے خداوند تعالیٰ قرآنی سیاق کے مسلمات کے بموجب اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور اسی کو قرآنی اصطلاح میں اضلال الٰہی کہتے ہیں پس چونکہ انسان کا ترک فعل اس میں شامل ہے لہٰذا سزا و عذاب کا اسپر مترتب ہونا ضروری ہے۔ میں فلسفیانہ موشگافیوں کے جھگڑے میں تو پڑنا نہیں چاہتا نہ اس پر بحث کرتا ہوں کہ اس تعمیم سے انسان کا مجبور محض ہونا نکلتا ہے۔ یا مختار ہونا میں فقط آپ کے تجربے اور مشاہدے سے اپیل کرتا ہوں۔ اور پوچھتا ہوں کہ آیا دنیا میں ایسا ہوا کرتا ہے یا نہیں کہ جب کسی شخص کی ہٹ دھرمی اور خود پسندی اسقدر حد سے تجاوز کر جائے کہ وہ نصیحت پر عمل کرنا تو درکنار نصیحت کو سننا بھی پسند نہ کرے تو اس کی اصلاح کی کوشش بیسود تصور ہونے لگتی ہے اور سوسائٹی اسے مردود قرار دیدیتی ہے یہ حالت انسان کے نفس کے غرور سے پیدا ہوتی ہے۔ غرور ایک دھوکا ہے اور یہ بیماری اس دھوکے میں پڑجانے اور اس کو دور کرنے کی کوشش نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان یہ خیال کرنے لگے کہ میں سب سے زیادہ عاقل اور صاحب تدبیر ہوں یہی دھوکا اگر اور زیادہ بڑھ جاتا ہے تو انسان اپنے آپ کو تمام کائنات کے اسرار و حِکم پر حاوی سمجھکر خداوندی حکمت اور رحمت میں نقائص نکالنے لگتا ہے اور دنیا کے ایک قادر اور حکیم، علیم خالق سے منکر ہو جاتا ہے۔ قرآنی تعلیم کا منشا انسان کو سعادت کے مدارج اقصیٰ تک پہونچانا ہے اور یہ تعمیم اسوقت تک مکمل نہیں ہوسکتی تھی جب تک انسان کمزوریوں کا لحاظ رکھکر اُن غلطیوں کا انسداد حقیقت معاملات کے انکشاف کے ذریعہ نہ کردیا جاتا جنہیں انسان کا اپنے فطری جہل و کمزوری کی وجہ سے پڑجانا لازمی امر تھا اس لیے کہ انسان اپنی قوت کا اندازہ کرنے میں فطرتاً غلطی کرنے کا عادی ہے اس لیے لازم اور ضروری تھا کہ جہاں تک انسان کے ارادی افعال پر اسکی

سعادت و شقاوت کا دارو مدار ہے اُس حد کی نشاندہی کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کافی تاکید کے ساتھ ظاہر کردیجاتی کہ وہ حقیقی معنی میں آزاد اور عالم واقعات اوّلین و آخرین نہیں ہے ورنہ بشر کے غرور نفس کا کیا ٹھکانا تھا ذوق کہتا ہے

ع

موت نے کردیا لاچار وگرنہ انساں

وہ خود بین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

درحقیقت اسلام کی اس بیش بہا اور غرور شکن تعلیم کی قدرو منزلت وہ فلسفی منش لوگ جو حقایق موجودات سے آشنا ہی نہیں کیا کرسکتے ہیں اُن کی تو بڑی کامیابی یہ ہے۔ کہ دلائل کے زور سے سیاہ کو سفید ثابت کردیں اس کی قدر اگر کچھ جانتا ہی تو سائنس دان جانتا ہی۔ جسے حقایق موجودات کے مطالعہ سے واسطہ پڑا ہے۔ اور جسے اس امر میں شبہ کرنیکی گنجایش ہی نہیں کہ انسان باوصف اپنی تمام قوتوں کے قوانین قدرت کو بال برابر بھی بدل نہیں سکتا لیکن یہ یاد رہے۔ کہ علۃ العلل تک سراغ لیجانا سائنس کی قلمرو سے باہر ہی۔ اور اسی بنا پر ممکن ہی کہ کوئی سائنس دان کہہ اُٹھے کہ کائنات کا وجود اشیاء کے خواص و حرکت اتفاقی و طبعی پر منحصر ہی نہ کہ تقدیرات الٰہیہ اور مشیت الٰہیہ پر مگر یہ بھی وہی کہے گا جو خام سائنس داں ہوگا پختہ مغزان سائنس تو یہ کہکر چپ ہو جاتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کائنات کے وجود کی علت ادنیٰ اور علت غائی کیا ہی۔ ہم تو جو کچھ موجود پاتے ہیں اُس سے صرف اُسیقدر نتیجہ نکالتے ہیں جسقدر کہ اُس کی موجودگی کے لوازم سے نکل سکتا ہی سائنس کا سدرۃ المنتہی یہی ہے اس سے آگے وہ زبان حال سے پکارتا ہی۔ ع

اگر یک سر موئے برتر پرم

فروغ تجلّی بسوزد پرم

حضرات! جو کچھ اب تک آپ کے سامنے عرض کیا اُس سے غالباً واضح ہو گیا ہوگا کہ توکل اور مشیت ایزدی پر بھروسا کرنے کے اصل معنی کیا ہیں۔ اگر تقدیر الٰہی اور مشیت ایزدی کوئی چیز نہیں تو ضرور ہے کہ ہم اپنے معاملات کو غیر ذی شعور دہر کی سپردگی میں دینے پر مجبور ہو جائیں یا یہ سمجھنے لگیں کہ ہم سے بڑھکر کوئی ہستی نہیں ہے لیکن اگر دہر ہی ایک چیز ہے اور وہ یقیناً بے شعور اور مردہ چیز ہے

تو عقل ہم میں گویا پتھروں سے سر ٹکرانے کو آتی ہے اور اگر ہم ہی تک ہستی کا درجہ انتہا ہے تو کیا ہمارا یہ غرور ہمارے اس عجز کے سامنے جیسے ہم اپنی قوتوں کے محدود ہونیکی وجہ سے ہر قدم پر محسوس کرتے ہیں دھواں بنکر نہیں اُڑ جاتا؟ موجودات اور واقعات عالم سے جو تعلق انسان کو حاصل ہے۔ اُس پر غور کیجئے اور صاف ظاہر ہوگا کہ دہریت اور مادہ پرستی کا عقیدہ بحیثیت ایک ذی شعور ہستی کے ہمارے لیے نہ صرف ناقابل تسلی بلکہ نہایت مضر اور پست عقیدہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہی عقیدہ آج کل کامیاب ہے۔ سچ ہے ایک ہندی مثل ہے کہ "جہاں روکھ نہیں وہاں ارنڈ روکھ" دہریت اور مادہ پرستی کو جو فتح آج حاصل ہے اُس کی وجہ محض یہ ہے کہ اسلامی اصول کی غلط فہمی نے مسلمانوں کا عدم وجود برابر ہو گیا ہے۔ مسئلہ تقدیر و مشیت و توکل کے اصلی مفہوم کے واضح ہو جانے کے بعد آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس مسئلہ کے متعلق مسلمانوں کے عام خیالات جو عقائد کی حد تک پہونچے ہوئے ہیں کہاں تک قرآنی تعلیم کے مطابق ہیں اگر مسلمان خود ایسے تباہ کن خیالات کی ترویج میں قرآنی تعلیم کے برخلاف اصرار کرتے ہیں تو اسلام اُن کی خودکشی کا کس حد تک ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔

قوت اور عالم معاد

حضرات! مضمون طویل ہوا جاتا ہے لہذا میں قوت اور عالم معاد کے متعلق جہاں تک کہ ان کا انسان کی ہستی سے تعلق ہے صرف اخبار غیب پر ایمان لانیکی ترغیب دونگا۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ایسے

معاملات کا حقیقی انکشاف ہمارے احاطۂ ادرک سے باہر ہے۔ لیکن استقرائی فلسفہ کی شان ہی کہ ایک فرد سے جو زیر مشاہدہ و تجربہ آچکا ہوں دیگر افراد کا اور ایک نوع سے دیگر انواع کا پتہ اس کائنات میں چلایا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ تصریفات الٰہی یکسانیت اشیاء و واقعات جو انتظام کی لازمی شان ہی خداوند تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس بنا پر مطالعہ موجودات سے جن نتائج پر ہم پہنچ سکتے ہیں۔ ان سے موت اور عالم معاد کی تمثیلی کیفیت کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اس امر کے باور کرنے کے لیے کافی سامان مہیا ہوسکتا ہے کہ انسان کی روح ایک فانی چیز نہیں۔ مگر اس معاملہ پر سلف سے لیکر آج تک کامیاب بحثیں ہوچکی ہیں۔ لہٰذا اسے بخوف طوالت نظر انداز کرکے اسلام کی ظاہری شرع کے بعض احکام کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ ان میں سے بھی میں ان امور کو حذف کئے دیتا ہوں جو ہم میں اور متمدن اقوام میں ما بہ النزاع نہیں ہیں اور جنکا تمدنی معاشرتی اور سیاسی مصالح پر مبنی ہونا مسلم بین الفریقین ہے۔ میں صرف ان امور پر نظر ڈالنا چاہتا ہوں جن کے متعلق یا تو مسلمانوں ہی میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یا جنہیں مسلمانوں نے صحیح سمجھا مگر یورپ کے نزدیک وہ ترقی کے خلاف ہیں۔

حقیقی حسن کا موجود ہونا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں حسن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے نہ کسی ایک اعلیٰ ترین نمونہ کی مشابہت کے اعتبار سے حسن میں کمی یا بیشی متصور ہوسکتی ہے چنانچہ چین کا باشندہ چپٹی ناک اور زرد رنگت ہی کو حسن تصور کرتا ہے۔ حبشی موٹے ہونٹوں اور سانولی رنگت ہی میں حسن کی جھلک دیکھتا ہے۔ یورپین نیلی پتلیوں اور بھورے بالوں پر قربان ہے۔ اور ہندوستانی کو اپنے محبوب کی سیاہ پتلیوں اور کالی زلفوں اور ملیح رنگت میں دلربائی کی شان کا جلوہ دکھائی دیتا ہے ان سب پر مستزاد وہ مقولہ ہے کہ "لیلےٰ را بچشم مجنوں باید دید" جس کو تمام دنیا مانتی

چلی آئی ہی۔ جو امر اس صورت سے تمام اقوام عالم میں عام طور پر مسلّم مانا جاتا ہو اُس کی
نسبت کم از کم اسقدر تو ماننا ہی پڑیگا کہ وہ فطرۃ انسانی کا جیسی کہ وہ ہی (عام اس سے
کہ جیسی وہ ہونی چاہیئے) مشترک سرمایہ ہی۔ مگر ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ باوجود اسقدر
اختلافات مذاق کے جب ایک قوم دوسری قوم سے عرصہ دراز تک ملتی جلتی رہتی
ہی اور افراد قوم میں باہم ارتباط پیدا ہو جاتا ہی۔ تو یہ خاص قسم کے طرفدارانہ خیالات
کم ہوتے جاتے ہیں اور دونوں کا مذاق اپنی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ تبدیلی قبول کر کے آخر میں
متحد یا کم از کم تقریباً متحد ہو جاتا ہی۔ اس اُصول پر قیاس صحیح یہ پیدا ہو سکتا ہی۔ کہ اگر
کبھی کسی زمانے میں اقوام کا باہمی اختلاط اور میل جول ترقی کر جائے اور باہمی وحشت
دور ہو جائے تو یہ طرفدارانہ خیالات مفقود ہو جائیں گے اور ایک مشترک معیار قائم
ہو جائے گا جسپر ہر قوم کے افراد حسن کا اندازہ کرنے لگیں گے یہ امر کہ دنیا میں اسی اتحاد
کی طرف بڑھ رہی ہے تاریخ کی شہادت سے مسلم الثبوت ہی لہذا اصلی معیار حسن کا وہ طرفدارانہ
خیالات نہیں ہیں جو اس وقت تفریق بین الاقوام کی حالت میں پائے جاتے ہیں نتیجہ
یہ نکلا کہ ایسے حسن کا وجود ہے جسپر تمام نوع انسان کا ایک معتد بہ حصہ مستقبل میں اتفاق
ہو سکتا ہی۔ اور یہی اصلی حسن ہو سکتا ہی اسلام سے پیشتر جو شریعتیں نازل ہوئیں وہ مختلف
اقوام کے معیار حسن کا لحاظ رکھتے ہوئے اُن کے سامنے حسن کا آئیڈیل اپنے اپنے
طور پر پیش کر کے کامیاب ہوئیں اور دنیا سے رخصت ہو گئیں چنانچہ اسی بنا پر ازمنہ
سابقہ میں ہر قوم اور ہر ملک کے لیے جدا جدا ہادی کی ضرورت تھی۔ مگر جب دُنیا ایک
ایسے اتحاد کی طرف بڑھنے لگی اور وہ سامان پیدا ہونے شروع ہوئے جن کی بدولت
آخر کار دنیا کے مختلف ممالک ایک شہر کے دوسرے محلے اور دنیا کی مختلف اقوام ایک
ہی قوم کے مختلف حصے بننے لگے جب اسلام نے وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
کی حقیقت کا انکشاف کر کے انسان کو نیچر کی طاقتوں کی تسخیر کے ذریعہ سے اس قابل بنا دیا

کردہ فاصلہ اور تفریق کی چوڑی خلیج پر پل باندھ سکے تو حسن کا مشترک اور سب پر حاوی معیار اسلام کے مقدس ہادی کی طرف سے جو بُعِثْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً کے دعوے کیساتھ دنیا کے لیے اتحاد کا پیام لایا تھا دنیا کے سامنے رکھا گیا۔ اور وہ طرفدارانہ طریقہ حسن کو پرکھنے کا جو امتیاز اور تفریق قومی وملکی کی بنا پر قایم تھا منسوخ ومسترد کردیا گیا اور صاف کہدیا گیا کہ آیندہ سے اس اختلاف پر جو شخص اصرار اور ہٹ کریگا اُس کا یہ فعل وساوس شیطانی کا کرشمہ اور کفر وضلال تصور کیا جائے گا مگر اس صداقت کے کامل بروز کے لیے تیرہ سو برس کا قلیل زمانہ کافی نہیں ثابت ہوا اور ابھی انسان کو اُس زمانے کی آمد کا صبر کے ساتھ انتظار کرنا پڑیگا جب کہ ایمان اور عمل والے دنیا میں کامیاب ہونگے۔ بالفعل دنیا میں جو امر رائج ہے خواہ اُس سے بالآخر نقصان ہی کیوں نہ ثابت ہو وہ یہ ہی کہ انسان اپنی فطرۃ کے تقاضا سے مجبور ہوکر غالب اور فاتح قوم کے مزعوم معیار حسن کو مستند اور مسلم مانتا ہی۔ اور چونکہ یہ خداوندی وعدہ ہے۔ یعنی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ۝

وعدہ کرتا ہی اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ وہ اُنہیں دنیا میں خلافت دیگا۔

ابھی پورا نہیں ہوا ہی اور مسلمانوں کی عملی کمزوری نے ابھی اُنہیں مغلوب بنا رکھا ہی۔ اس لیے اس زمانے میں عموماً یورپ کا معیار حسن مسلم مانا جارہا ہی گو اس میں واقعی نقصان ہی کیوں نہو۔ اسی فطرۃ کی طرف قرآن پاک ارشاد فرماتا ہی۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (ترجمہ) قسم ہی عصر کی کہ انسان گھاٹے میں ہے۔ لیکن جس طرح اس تفریق اور طرفداری کے زمانے میں بھی بعض لوگو

کی نگاہیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ اُن کو حُسن کا (جہاں کہیں وہ پایا جائے) صحیح احساس ہوتا ہی اور جس ملک کے حسین کو دیکھتے ہیں بس دل پکڑ کر رہ جاتے ہیں اسیطرح ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اصلی حسن معنوی کو ڈھونڈھ نکالتے ہیں ان لوگوں کو قرانِ پاک خسران سے مستثنیٰ کرتا ہی۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ترجمہ۔ بجز اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں۔

ایسے لوگ کم یاب ہوں مگر بے انتہا قابل قدر ہیں۔ فساد کے زمانے میں ایمان کی قدر قیمت استیلاءِ حق کے زمانے کے بہ نسبت زیادہ سمجھی جاتی ہی اس کی وجہ بھی ہی کہ ایسی حالت میں جب کہ باطل کو غلبہ حاصل ہو حسن حقیقی کو حسن سمجھنا بڑے صبر و استقامت کی دلیل ہے اور یہی لوگ ہیں جن کی شان ہی۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو حق کی پیروی کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے (وہ گھاٹے میں نہیں ہیں)

بہرحال یورپ کے موجودہ اقتدار کا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ جس حسن کو وہ چاہے قباحت کی صورت میں دکھادے اور جس قباحت کو وہ چاہے حسن بنادے۔ مسلمان آجکل مفتوح اور منکوب ہیں اور اسی لیے یہ مشکل ہی کہ اُن کے موجودہ محاسن بھی محاسن سمجھے جائیں چاند کے داغ یوں تو مشہور ہیں لیکن اُس کا سب سے بڑا داغ یہ ہی کہ وہ بذات خود منور نہیں ہی بلکہ آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہی۔ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہی کہ آفتاب میں بھی داغ ہیں جو ایسے زبردست ظلمانی غار ہیں جن میں ہماری اس دنیا کے برابر ہزاروں دنیا سما جائیں لیکن سرسری نظر سے دیکھنے والا کیا جان سکتا ہی۔ کہ فی الواقع ایسا ہی اور آفتاب مجسّم نور نہیں ہی میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یورپ کی تہذیب میں اصلی محاسن کا نام نہیں اس سے قطعاً انکار کرنا

ہی تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔ اہل یورپ میں عوام کی خاطر ہی اس نے ثابت ہے کہ وہ لوگ اکثر ایسے عام نفع رسانی کے خیراتی کام کرنے کے عادی ہیں جنمیں کوئی نام یا نمود کا منشا نہیں پایا جاتا اپنی قوم پر فدا ہوتے ہیں ایثار اور بلند ہمتی میں ضرب المثل ہیں۔ آزادی رائے جمہوریت اور ذاتی منافعات کو قومی فوائد کے مقابلہ میں مٹا دینا اُن کا شعار ہے۔ موقعہ اور محل کے مطابق کام کرنا۔ تجارت، صنعت و حرفت، سیاست غرض کہ ہر کام میں انٹرپرائز کا مادہ جو اُن کے بچہ بچہ میں پایا جاتا ہے اُن کے قومی امتیاز و اقتدار کا اصلی راز ہے یورپ کے دل حل و عقد کی چالبازی تو مشہور ہے لیکن جہاں وہ صاحب اقتدار ہیں وہاں کے امن و آسایش کا دنیا سے مقابلہ کیجئے تو حیرت ہوتی ہے ٹرکی کے مقابلہ میں وہ متعصب ہیں لیکن جہاں اُن کی حکومت کا جھنڈا گڑا ہوا ہے وہاں اُنھوں نے رعایا کو جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے وہ عدیم المثال ہے۔ وہ سائنس کی تحصیل میں مذہبی غلط فہمیوں کے عیب سے پاک ہیں غرضکہ ایسی ہزاروں خوبیاں اُن میں پائی جاتی ہیں جن پر اُن کے موجودہ اقتدار کا دار و مدار ہے برخلاف اس کے موجودہ مسلمانوں کے طرز عمل پر نگاہ ڈالیئے اور آپ کو ہزاروں قبائح کی جھلک نظر آئیگی مسلمان بھی خیرات کرتے ہیں اور بہت کرتے ہیں مگر اُن کی خیر بہت کم نفسانیت کی آلائش سے پاک ہوتی ہے عام نفع رسانی کے کام میں جہاں نام و نمود کا موقعہ کم ہے۔ صرف معدودے چند کریم النفس لوگوں کے سوا بہت کم ایسے ہیں جو حصّہ لیتے ہیں درگاہوں اور مزاروں پر دیگیں چڑھانا محرم کی مجالس اور لنگرخانوں اور باڑوں میں ہزاروں روپیہ بگاڑ دینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے کیونکہ یہ سب مواقع ایسے ہیں جہاں اُن کی خاطر خواہ واہ واہ ہو سکے۔ لیکن ایک یتیم خانے یا اسلامی مدرسے کے لیے تو چندہ مانگنے پھرئیے تو کیا جواب

ملتا ہے۔ بجز چند خدا کے خالص بندوں کے عام طور پر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ایک
آدھ روپیہ قومی خیرات میں دے نکلے تو گویا بڑا کام کیا۔ جانتے ہی نہیں کہ ایثار
نفس کس چڑیا کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ذاتی کاموں کو چھوڑ کر قومی کام کرتا ہے
دوسرے اس رشک کے مارے کہ یہ کیوں نام آور ہوا جاتا ہے اُس کو خود پسند
اور شہرت پرست کا لقب دیتے ہیں حالانکہ اُن کی تعظیم و تکریم مذہباً واجب ہے۔ ڈسپ
لین اور انتظام کا یہ حال ہے کہ گھر کی چار دیواری سے لیکر پولیٹیکل اسٹیج پر
بد نظمی ہر قدم پر اُن کا ساتھ دے رہی ہے۔ کورانہ تقلید استبداد پرستی اور
ذاتی اختلافات پر قومی فوائد کا تصدق کر دینا انکا شیوہ ہے۔ موقعہ شناس ایسے
کہ ایک معمولی تاجر جو بساطخانہ کی معمولی سی دوکان لیے بیٹھا ہو گاہکوں سے مخاطب
ہونا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ ایک ادنے ملازم اپنے افسر کی بجا اطاعت کو بھی
اپنی ذلت تصور کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ملازمت کو معراج ترقی بھی جانتا ہے۔ اور تجارت
وصنعت و حرفت کو باعث ذلت سمجھتا ہے۔ علمی فتوحات میں غلط مذہبی خیالات
کی اتباع سے رکاوٹ پیدا کر دینا ان کا مقدس فرض ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس
مقابلے میں انصاف سے چشم پوشی کرنا جائز ہے؟ لیکن اس سے میرا ہرگز یہ مطلب
نہیں کہ یورپ کی تہذیب بے عیب ہے۔ ہاں اُن کا اقتدار اُن کے عیوب کی
بھی پردہ پوشی کر رہا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ اقتدار حاصل ہی اس وجہ سے ہوا ہے کہ دیگر
اقوام موجودہ کے مقابل میں اُن کے محاسن کی تعداد اور قوت اُن کی عیوب
کی تعداد اور کمزوریوں کے بہ نسبت زیادہ ہے۔ اور اسی پر اُن کا غلبہ منحصر ہے۔ سچ
پوچھئے تو انسانی کمال کا منتہا بھی یہی ہے کہ اُس کے محاسن اُس کے معائب پر غالب
آجائیں۔ حسن مطلق صرف اسلام ہے۔ اور جہاں کہیں بھی نور حسن کا کوئی پرتوہ پایا
جاتا ہے وہ اسی نور مطلق کا پرتوہ ہے کہیں زیادہ اور کہیں کم۔ اس وقت یورپ

کا حسن اُس کے قبح پر غالب ہی اور ہم نور اسلام سے منور ہونیکا دعوے کرنے والے اُس سے مغلوب۔ وجہ کیا کہ ہم حاملانِ شریعت حقّہ تو ہین مگر عاملانِ شریعت حقّہ نہیں ہیں۔ پھر کیا خدا کا اس سے کچھ بگڑتا ہی؟ ہم خود اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہیں خدا تو غنی و حمید ہی اور اُس کی عظمت کی منادی دنیا میں اس کی ازلی مشیئت کے مطابق برابر ہو رہی ہی۔ ابھی کل کی بات ہی کہ جو قومیں شرک و بت پرستی کو سرمایۂ ناز سمجھتی تھیں اور بمقتضائے وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطَانُ اَعْمَالَھُمْ کے اس پر فخر کرتی تھیں آج اسلام کے حُسن کی جلوہ نمائی سے وہی قومیں اپنے مزعوم حسن کو حسن سمجھنے کے خیال سے شرماتی ہیں۔ وہی یورپ جو مذہبی استبداد پرستی کے جوش میں ایک مدت تک آزادی کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتا، تھا آج اسی حسن مطلق کے صدقے میں آزادی کے لیے ضرب المثل قرار پایا ہی غرض خدا اپنے دین کے غالب ہونے کی پیشین گوئی کر چکا ہی اور وہ غالب آ رہا ہی گو ہماری غفلت ہم کو اُس سے آگاہ نہونے دے لیکن ہم کو کیا ہم تو اُس قابل ہی نہیں ثابت ہوئے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کے مصداق بنیں اور اندیشہ ہی کہ کہیں ہم ہی اُس خداوندی تمثیل کے مصداق نہ بنجائیں جس کی مصداق اسلام کے ظہور کے وقت قوم یہود تھی۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

جن لوگوں پر توریت اُتاری گئی پھر انہوں نے اُس پر کاربند ہونا ترک کر دیا اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہی جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں، کیا بُری مثال اُن لوگوں کی ہی جو اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا کرتے ہیں۔ اور اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ۱۲ مترجم

پس مسلمان جو عمل میں اسلام کی ازلی اور ابدی حقیقت سے دور ہیں اُن کے کرتوت

کا اسلام کو ذمہ دار سمجھنا ایک بڑی غلطی ہے اسلام کے بے عیب ہونے پر ہمارے افعال قبیحہ سے جو ہماری ہی غلطی سے سرزد ہوتے ہیں کوئی حرف نہیں آتا۔ لہذا اگر ہم کسی ایسے امر کو جسے اسلام نے حسن قرار دیا ہے یورپ کو بزعم خود قبیح تصور کرتے ہوئے دیکھیں تو ہم میں ایسے لوگوں کی فطرۃ جو حقیقی حسن پر فدا ہوتے ہیں اس امر کی مقتضی ہوگی کہ وہ اٹھیں اور یورپ کے اقتدار سے مرعوب نہ ہوکر اور بلکہ خالی الذہن ہوکر نفس حقیقت کی طرف دنیا کی رہبری کریں اور دنیا کو جو حقیقت کو بھولی ہوئی ہے جتادیں کہ مکمل حسن حقیقی صرف اسلام ہی میں ملسکتا ہے۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ۰ (ترجمہ) کوئی خشک وتر چیز (یعنی کوئی اصول اخلاقی) ایسے نہیں ہیں جو کتاب مبین (قران کریم) میں نہو۔

اس قدر تمہید کے بعد اب میں اُن چند اعتراضات کا ذکر کرتا ہوں جو اہل یورپ اسلام کی شریعت حقہ پر بزعم خویش وارد کرتے ہیں۔

اسلام اور جمہوریت

سب سے پہلا اعتراض اسلام پر استبداد پرستی کا الزام ہے۔ حضرات! اسلام اُس مطلق العنانی کا تو حامی نہیں ہوسکتا جس سے سوسائٹی کے امن وامان میں خلل آجائے اور ترقی کی بنیاد متزلزل ہوجائے چنانچہ قران پاک کہتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم | مسلمانو! اللہ اور رسول کی اور تم میں سے جو صاحب حکومت ہوں اُنکی اطاعت کرو۔

اور دوسری جگہ ہے۔

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا | دنیا میں جب امن قائم ہوجائے اُس وقت فساد مت بپاکرو

درحقیقت کوئی اصول سیاست بلا قیام سلطنت اور انقیاد واتباع قوانین ملکی کے کامیاب نہیں ہوسکتا لیکن وہ استیلا شخصی جس کا نام استبداد ہے جو فی الواقع

قومی اعضاء و جوارح کو مفلوج بنا دیتا ہے۔ گو مسلمانوں میں ایک مدت دراز تک رائج رہ چکا ہو لیکن اُس کو اسلامی تعلیم سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم نے جسقدر تعظیم حریت و جمہوریت کی ذہن نشین کی ہے اُس کی ایک ہی مثال کافی ہے کہ حامل وحی الٰہی کو حکم دیا جاتا ہے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (ترجمہ۔ مسلمانوں سے معاملات دنیا میں مشورہ کرلیا کرو) اور اس تعلیم کی عملی نمونہ کی مثال کے لئے صرف یہ کہنا کافی ہے کہ جناب رسالتمآب نے ہمیشہ اس پر عمل کیا مگر سب سے زیادہ یہ کہ حضور سرور عالم صلعم نے اپنے بعد اپنا کوئی خلیفہ یا جانشین نامزد کرنا پسند نہیں فرمایا جس سے جمہوریت کے اصول کی عظمت کا لحاظ صاف مترشح ہوتا ہے۔ قرون اولیٰ میں جمہور کا جو احترام تھا اُس کی نظیر ملنی ابھی محال ہے۔ مذہبی معاملات میں تو استبداد اسلام کی چڑھ ہے۔ وجود باری تعالیٰ جیسے راس المسائل مسئلہ کے نسبت تو یہ گوارا ہی نہیں کیا گیا کہ زبردستی منوالیا جائے۔ مطالعہ فطرۃ سے وجود باری کا استنباط اسلامی تعلیم کی ایک مہتم بالشان امتیازی خصوصیت ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم کا اسلام حنیف بطور مثال کے پیش کیا گیا ہے۔ عقائد میں تقلید شرک فی النبوۃ کی حد کا فعل مذموم قرار دیا گیا ہے اور یہود و نصاریٰ پر یہ تعرض کی گئی ہے کہ۔

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ — وہ لوگ اپنے علماء و زہاد کو خدا کے مقابلہ میں اپنا مالک بنائے بیٹھے ہیں۔

پھر یہ بھی جتا دیا کہ رسول کا کام صرف بلاغ ہے اور بلاغ کا کام اُس وقت ختم ہو جاتا ہے جبکہ رسول احکام الٰہی کو سنا دے اور اُن کا عملی نمونہ اپنی ذات میں کامل اتباع احکام میں پیش کردے اس سے آگے رسول کو بھی دین کے معاملہ میں زبردستی کرنے کا اختیار نہیں ہے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْن (ترجمہ۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے) یہ بھی جتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے ہدایت کے راستے کھولدیئے ہیں اُس کی

اُس کی مشیت یہ نہیں ہی کہ لوگ زبردستی اُن کے صحیح ماننے پر مجبور کیے جائیں کیونکہ ذاتی جدو جہد ترقی کو مستلزم ہی لیس یہ بھی مقتضاے مشیت کے بموجب ہوتا ہی کہ لوگ حق سے اختلاف کریں۔ اس معاملہ میں اُن پر تشدد جائز نہیں چنانچہ فرمادیا۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اے محمد اگر تیرا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب اکٹھے ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں پر جبر کرنا چاہتے ہو یہانتک کہ وہ ایمان والے ہو جائیں۔ کسی نفس کے لئے ایمان لانا نہیں ہی بجز اسکے کہ خدا کے حکم سے ہو اور اللہ ناپاکی ڈالتا ہی اُن پر جو نہیں سمجھتے۔

جمہوریت کی طرف جو عام میلان اسلام کی تمام تعلیم کا پایا جاتا ہی اُس کا رنگ عبادات فریضہ تک میں جو خالص اللہ کے واسطے ادا کی جاتی ہیں صاف جھلک رہا ہی حج اور زکوٰۃ کا جمہوریت سے جو قریبی رشتہ پایا جاتا ہی اُس سے کون منکر ہو سکتا ہی نماز کے ارکان ظاہری میں تعین سمت قبلہ۔ جماعت۔ جمعہ اور عیدین کی جمہوری برکات مخالفین اسلام تک کو تسلیم ہیں۔ خود یورپ کو باوجود اس تعصب کے جو اُسے اسلام کو استبداد پرستی کا ملزم قرار دینے پر آمادہ کرتا ہی انھیں اصول کے اندر جن میں مسلمانوں کی استبداد پرستی اور اُن کے موجودہ پولٹیکل زوال کے لحاظ سے شہید مسجد کہنا بیجا نہیں پین اسلامزم کے جنات دکھائی دیتے ہیں۔

ہاں ان اصولوں کی حقیقی برکات سے بیخبر اور محروم ہیں تو اس زمانے کے مسلمان جن کے لئے خطبہ اور جماعت جن سے قرون اولیٰ کے مسلمان کانفرنسوں اور کانگریسوں کا کام لیتے تھے عبادت کی محض بمعنی تمہیدیں ہیں۔ جو حج کو جس کی نسبت لیشھدوا منافع لھم (ترجمہ، تاکہ اپنے نفع کی جگہ آجائیں) کی تشریح سے اُس کا جمہوری برکات کا خزانہ ہونا صاف ٹپک رہا ہی صرف ایک مذہبی میلا تصور کرتے

ہیں اور جو زکوٰۃ کو قومی کاموں میں صرف کرنا جو اُس کا اصلی مفہوم ہے صرف اُس حالت میں جائز سمجھتے ہیں جبکہ اس کے جواز کے لئے کوئی شرعی حکم نہیں بلکہ کوئی شرعی "حیلہ" جس سے خدا کو دھوکا دیکر اپنے مطلب کا گھڑ لینا ممکن ہو میسر آ جاوے۔

پس مسلمانوں کی استبداد پرستی سے اسلام پر کیا حرف آ سکتا ہے جبکہ کتاب و سنت سے جمہوریت کی شان کی جلوہ گری صاف طور پر ہوتی ہے اور مسلمانوں کی ظاہر پرستی اور غلو نے خشک کا اسلام کیونکر ذمہ وار قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ قرآن حکیم کی تعلیم اور نبی کریم کے اُسوۂ حسنہ سے دین و دنیا کے نازک تعلقات پر کامل روشنی ڈال دی ہے۔

دنیا دین کے لئے ایک قربانی ہے

حضرت جو روشنی اسلام نے دین و دنیا کے نازک تعلقات پر ڈالی ہے وہ ایسی کامل اور دلآویز روشنی ہے جس پر نگاہ ڈالنے سے عقل سلیم عش عش کرتی ہے اور روح انسانی وجد کرتی ہے دنیا کے تمام فلسفی اور دنیا کے سارے مذاہب اسی حقیقی اعتدال کو پیدا کرنے سے عاجز ہیں جو اصول اسلام میں مضمر ہے۔ یہ ہے جو قربانی ادنیٰ کی اعلیٰ کی خاطر جاری ہے جس کے بغیر ترقی ناممکن ہے اسی قربانی کے اصول پر اسلام نے انسانی ترقی کو بھی منحصر رکھا ہے ایک تخم اُس وقت تک ایک درخت کی صورت نہیں اختیار کر سکتا جب تک کہ خود وہ خاک میں ملکر فنا نہو جاوے۔ اسی فنا میں اُس کی وہ قوت مضمر ہے جس سے وہ گرد و پیش کے جمادی اجزا کو نباتی صورت میں لانے اور ایک عظیم الشان درخت بنجانے کے لائق ہوتا ہے یہی قربانی کا مسئلہ اسلامی تعلیم کا بنیادی مسئلہ ہے۔ خود لفظ اسلام قربانی کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور اُسوۂ ابراہیم کو جو قربانی کا عجیب و غریب نمونہ ہے ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ مگر اس لطف کو دیکھئے کہ جہاں اسلام دنیا کو دین کے لئے بطور ایک قربانی کے قرار دیتا ہے وہاں انسانی فطرۃ کی اس کمزوری کا بھی لحاظ رکھتا ہے کہ کہیں اس قربانی میں وہ ایسا غلو کرنے پر مائل نہو جاوے کہ ترک لذات کی مقدس خواہش

کا مبالغہ اصلی اصول ترقی پر غالب آجائے اس لئے صاف طور پر بتا دیا ہے۔ کہ
لَا رَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ۔ اسلام کی مقدس شریعت جو دنیاوی ترقی کے
دروازوں کو کھولتی ہی دنیا کے بھیڑ کے لئے جو مذہب کے مسلخ پر بھینٹ چڑھانے کے
لئے مقصود ہی آب و غذا مہیا کرتی ہی اور اسلام کی روحانیت جو کامل اخلاق اور توجہ
الی اللہ کی تعلیم پر مشتمل ہی وہ تیز چھری ہمارے ہاتھ میں دیتی ہی جس سے ہم اس بھیڑ کو
خدا کے نام پر ذبح کر سکیں۔ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ہم زاہد مرتاض اور تارک الدنیا
ہو جائیں اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ہم جیفۂ دنیا کے پرستار بنجائیں۔ اگر کوئی امر لازم آتا
ہی تو یہ کہ ہم دنیاوی شوکت حاصل کریں مگر محض اس لئے کہ خداوند کے نام کی منادی
کر سکیں اور دنیاوی اقتدار کے مالک بنیں مگر صرف اس غرض سے کہ اسلام کا
بول بالا ہو۔ دنیا کے ہر کام میں ہماری اصلی نیت یہ ہونی چاہیئے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○

میں اپنا منہ سب طرف سے یکسو ہو کر اسکی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز اور میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہی جو تمام عالم کا پروردگار ہی اور جسکا کوئی شریک نہیں ہی اسی کا حکم مجھے دیا گیا ہی اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

اللہ اکبر یہ کسقدر زبردست نصب العین ہی جو اسلام اپنے پیروؤں کے سامنے
رکھتا ہی۔ کیا دنیا کا کوئی مذہب اور اسلام کا کوئی فلسفی آج تک ایسا شاندار مگر غلو اور
مبالغہ سے پاک نصب العین انسان کے روبرو اس خوبصورتی اور صفائی سے رکھنے
میں کامیاب ہوا ہی غور کرو اور وجد کرو۔ لیکن یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ اسلام جس
دنیا کی دین کے لیے قربانی چاہتا ہی وہ مسلمانوں کا زبردست دنیاوی اقتدار اور
جاہ و جلال ہونا چاہیئے کیونکہ قربانی کے لیے ایک فربہ بھیڑ درکار ہی اور قربانی کا فرض

ہرگز نہیں ہو سکتا اگر ہم ایک لاغر اور نحیف بھیڑ کو خدا کے نام پر ذبح کر دیں ؎

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند
لاغر صفتان زشت خو را نکشند

گر عاشق صادقی ز مردن مہراس
مردار بود ہر آنچہ او را نکشند

حریت اور مساوات

خدا کی قدرت دیکھو کہ جس مذہب نے غلاموں کی حالت زار پر اس وقت رحم کیا جبکہ یونان اور رومۃ الکبریٰ کے مایۂ ناز فلسفیوں اور مقننوں کا خیال بھی اُس طرف رجوع نہیں ہوا تھا جس نے قتل کے قصاص میں مساوات کا اصول اُس وقت قایم کیا جبکہ ترجیحی اصول مسلمات تمدنی میں داخل تھے جس نے جمہوریت کی اُس وقت ترویج کی جبکہ دنیا کو خواب میں بھی فرقہ ہائے خاص کے امتیازی نشان کے مٹانے کا خیال نہیں آیا تھا اُسی پر آج استبداد پرستی کا الزام لگایا جائے اور یورپ کی تہذیب کے بعض دلدادہ مسلمان یا مسلمان نما صورتیں بھی اسلام کو مسلمانوں کی استبداد پرستی کا باعث سمجھکر اُسے سوسائٹی کی عدالت کے سامنے مجرم قرار دیں ایسے پدرکش مسلمانوں سے تو بجا ہی زیبا ہی ؎

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری
بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

اسلام اور علم

حقوق نسواں نکاح اور طلاق پردہ شرعی ورواجی کا فرق اور اوّل الذکر کا صحیح اور آخر الذکر کا غلط ہونا ایسے مباحث ہیں جن پر زمانہ حال کے حامیان اسلام کے پرزور قلم نے اہل بصیرت کی معلومات صحیحہ میں بہت کچھ اضافہ کر دیا ہی لہذا میں ان مباحث سے قطع نظر کرتا ہوں اور اسلام کے علمی فتوحات کی نسبت بھی جو اب مسلم مانی جاتی ہیں صرف اسقدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ اسلام کو علم کا دشمن کہتے ہیں اُنکو صرف یورپ کی تاریخ کا واقعہ یاد

دلانا کافی ہے جبکہ عالم ہونا مسیحیت کے لئے سخت اندیشہ ناک امر سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کی شاگردی رجو یورپ کی علمی ترقی کا سنگ بنیاد ہے) ارتداد کے مرادف تصور کیجاتی تھی اور اس بنا پر عالم ہونیکے جرم کی سزا آگ میں جلانا قرار دی گئی تھی۔ اسلام جو علم کو انسانی شرف بر ملائکہ کی شرط قرار دیتا ہے جس کی اول وحی میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ خدا انسان کو اب وہ علم سکھائیگا جو اب تک نہیں سکھایا گیا تھا جس نے مسیحیت کو لوتھر کی معرفت جہالت اور تعصب کے تنگ گڑھے سے نکالا جس نے علم دشمن قسیسوں کی حکومت سے یورپ کو آزاد کرایا اسی پر آج جہالت اور تنگ نظری کا الزام ہے سچ ہے ؎

کس نیا موخت علم تیر از من، کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہم نہ صرف جاہل ہیں بلکہ جاہل رہنے پر اصرار کرتے ہیں ہم نے اسلاف کی کمائی پر اضافہ نہیں کیا اور جو لوگ ہمسے ہمارا ہی علم لے بھاگے وہی جواب مشیت ایزدی کے بموجب ہم سے آن ملے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنا قرض مع سود واپس لو تو ہم محض اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ یہ ہمارا مال نہیں ہے اور غلط فہمی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہمارا مذہب ہمکو اس سے روکتا ہے حالانکہ مولانا حالی حدیث قدسی کا یہ مضمون بھی یاد دلا رہے ہیں ؎

کہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو

مگر کون سنتا ہے۔

اسلام کا نظام مالی

یہ خیالات مجھے اسلام کے مالی نظام کی طرف متوجہ کرتے ہیں جس پر میں چند الفاظ عرض کرنیکی اجازت چاہتا ہوں۔

حضرات! جس موثر طریقے سے اسلام نے دین کی فضیلت دنیا پر ثابت کی ہے اور جس تاکید سے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنیکی ترغیب دلائی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ مسلمانوں کی فیاضی استغنا اور دنیا کو دین پر قربان کرنیکی خواہش کے بدولت اسلامی درسگاہوں شفاخانوں، محتاج خانوں، یتیم خانوں اور قومی خیرات اور جمہوری فوائد کے تمام انسٹیٹیوشنوں کے

خزانے مالا مال ہوتے مگر افسوس مسلمانوں کی ایک ہزار برس کی سستی اور اصلی اسلامی تعلیم سے ناآشنائی نے سلیف ہلپ کا مادہ اُنمیں باقی نہ رکھا اور قوت عملی کے فنا ہو جانے نے معاملات کی فہمید اور انتظام اور آرگنائزیشن سے اُنھیں بالکل ناآشنا کر دیا جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ آرگنائزیشن اور تقسیم عمل کے اصول پر بھی خاموش نہیں ہے چنانچہ قرآن پاک میں وارد ہے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ	اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہیے جو اچھے کاموں کی طرف بلائے اچھی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے۔

اور دوسری جگہ صاف موجود ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا	ہم نے دنیا میں انسانوں کی روزی آنکے درمیان تقسیم کی ہے اور بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے تاکہ ایک کو ایک اپنے کام میں لائے۔

مگر سب سے بڑی کام کی بات یہ ہے کہ جب انسان کام کرتا ہے تو اُس کے انجام دہی کے مناسب طریقوں سے خود بخود واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ایمان کے ساتھ عمل کی تاکید فرما کر اسلام نے اُن ضروریات کیطرف جو عمل صحیح کے لوازم ہیں خود انسان کو متوجہ ہونیکا راستہ کھول دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ایک ہزار برس کے ترک عمل قومی سے مسلمان لوازم عمل سے ناآشنا ہو گئے اور اُنھیں یہ ابتدائی مسئلہ بھی سمجھانا پڑا کہ خیرات کا مصرف صحیح اس ترقی تمدن اور کثرت مشاغل کے زمانے میں اُنھیں لوگوں کے ہاتھ میں روپیہ کا دیدینا ہے جو ایسے ہی کاموں کی انجام دہی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہیں اور صرف اسی صورت سے یہ ممکن ہے کہ خیرات صاحب حاجت لوگوں کو اس طرح پر پہونچ جائے۔ کہ وہ مفت خوری کی عادت بدبھی نہ سیکھیں اور ایسے کاموں میں مصروف ہوں جن سے وہ مفید اور باکار بنکر خود اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرنیکے قابل ہو جائیں مگر یہ ہو کیونکر جبکہ قومی باقاعدہ انسٹیٹیوشن جن کے اغراض و مقاصد

یہی ہیں کہ وہ بیکار اخراجات قوم کو مفید اور باکار بنائیں اوّل تو سرے سے ہیں نہیں اور جو
ہیں بھی تو اُنکی مالی حالت نہایت افسوسناک ہی افسوس قوم کو بالکل نظر نہیں آتا کہ اسکی
خیرات کس قسم کے مصارف میں جارہی ہی قوم کے مفلس مریضوں کے لئے کسقدر شفا خانے
قائم ہیں؟ ایک بھی نہیں گورنمنٹ اسمیں امداد دے رہی ہی۔ مگر ظاہر ہی کہ اُس کی ایک حد ہے
جس سے آگے اُسکے لئے بڑھنا ناممکن ہی۔ اب بیکاروں کے باکار بنانیکا سامان ملاحظہ ہو۔
کسقدر محتاج خانے اور یتیم خانے قائم ہیں؟۔ ایک بھی نہیں آخر یہ مسٹنڈے بھیک منگے جو
مستحقین کا حصہ گھس [illegible] کر خود لیجاتے ہیں کب تک قوم کے خون سے پرورش پاتے رہینگے
اور یہ یتیم بچے جنکو مشن کے پادری اپنی تربیت میں لے لیتے ہیں کب تک قوم کے گوشت کے
ٹکڑے چیل کوؤں کو پھینک دیئے جانے کا مصداق بنتے رہینگے؟ قوم خیرات تو کرہی رہی ہی
پھر آخر اُس خیرات کا مفید مصرف کیوں نہیں تجویز کرتی؟ درسگاہیں! ہاں یہ تو دو چار
کہیں کہیں نظر آتی ہیں پھر کیا ان دسترخوان پر کے بچے ہوئے ریزوں سے قوم کا پیٹ
بھر سکتا ہی؟ گورنمنٹ کی تو عنایت بہت ہی کہ وہ اپنے دفتروں کے لئے کلرک طیار کرنے کو
ہمیں کچھ شد بود پڑھا لکھا دے تو کیا اس سے ایک ایسی قوم کی علمی پیاس بجھ سکتی ہے
جس کا مایۂ ناز وہ علم ہی جو علم لدنی کے سمندر میں گرتا ہی؟ یا اس سے وہ صحیح مفہوم ترقی
کا حاصل کرسکتا ہی جو بغیر صحیح تدوین اسلامی اخلاق کے پورا نہیں ہوسکتا؟ ہماری خیرات
کا مصرف یہ ہی کہ ایک نادار مسلمان طالب علم کو وظیفہ دیکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے یا یہ نہسہی
محض کسب معیشت کے قابل بنادینکی ضرورت تو بمشکل تسلیم کیجائے اور درگاہوں اور
امام باڑوں اور اسی قسم کے بیکار اخراجات میں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہی
لاکھوں روپیہ قوم کا برباد کیا جائے! حیف ہی ایسی قوم کی زندگی پر اور اُن خیالات پر جنھیں
تقدس کا جامہ پہناکر وہ پھولے نہیں سماتے! ابھی کل کی بات ہی کہ یونیورسٹی اسکیم
[illegible] سے خبر قوم کو [illegible] کہ اس میں دین و دنیا دونوں کا فائدہ معلوم

ہوتا تھا مگر آج بعض نکمے اور پست ہمت افراد قوم اس خیال میں مست نظر آتے ہیں کہ یونیورسٹی ہم سے سنبھلنے ہی کی نہیں لہذا کوشش فضول ہے واقعی جس قوم کی قوت بیش بہا ترک عمل سے سلب ہو چکی ہے اس سے کسی بڑے کام کی اُمید رکھنا فضول بھی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ترک عمل کی خرابیوں کا علاج ترک عمل ہی تجویز کیا جاتا ہے؟ کیا اس دنیا میں فتح مشکلات کا مقابلہ کرنے سے حاصل ہوا کرتی ہے یا ادنیٰ سی رکاوٹ پڑ جانے پر میدان جنگ سے بھاگ نکلنے سے! کہا جاتا ہے کہ بلقان کی شورش کی اہمیت ور ٹرکی سلطنت کے قیام کی ضرورت یونیورسٹی کی ضرورت سے زیادہ ہے، میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کھانا کھاتے ہیں اور پانی پینا اور لباس پہننا ترک کر دیتے ہیں؟ ہر ایک قومی ضرورت بجائے خود ایک اہم ضرورت ہے اور جس عضو کو معطل چھوڑ دو گے وہی عضو بیکار ہو جائیگا پھر عضو بھی کونسا دماغ جو انسانی اعضا پر بادشاہت کرتا ہے یہ سچ ہے کہ ہم دل کو بھی نہیں چھوڑ سکتے اور ٹرکی کی امداد بھی ہم پر فرض ہے کہیں برائے خدا مجھے بتائیے تو سہی کہ اس احساس کے پودے کی جڑ کہاں ہے جس نے آج ہمیں ٹرکی کی امداد پر مستعد بنایا ہے ظاہر ہے کہ نور علم سے جو واقعات کی بصیرت پیدا ہوتی ہے اُسی سے یہ روشنی کی موج بھی نکلتی ہے ورنہ کہاں ہم اور کہاں ٹرکی کی امداد! مگر اس پست ہمتی کو دیکھئے کہ ٹرکی کی امداد کی ضرورت قوم کے نزدیک مسلم ہے لیکن اس کیلئے نظر ڈالی جاتی ہے یونیورسٹی کے سرمایہ پر میں پوچھتا ہوں کہ یونیورسٹی کے مفہوم کو سمجھنے والے کتنے لوگ ہیں جو اس کے فوائد کو سمجھ کر اسکے قیام میں امداد دینے پر امادہ ہو سکتے ہوں بخلاف اسکے آپ ذرا اُٹھئے اور ایک گاؤں کے باشندے سے کہئے کہ اسلام کا اقتدار مٹ رہا ہے اور حرمین شریفین کے خدام پر آفت نازل ہے پھر دیکھئے کہ وہ حیثیت سے زیادہ امداد پر فوراً امادہ ہو جاتا ہے نہیں کیا وجہ ہے کہ ہم اس احساس قومی سے جو عام مسلمانوں کے دلوں میں موجزن ہے کام نہ لیں اور ایک خاص سرمایہ کو دیکھ کر ہمارے منہ میں پانی بھر آوے محض مردہ دلی یا سہل انگاری پست ہمتی گویا ایک بے گانہ بحث ہے اور اس مختصر مضمون میں اسکی طرف اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔

میراث

اسلام کے مالی نظام میں مسئلہ میراث پر اکثر اقتصادی حیثیت سے یورپ کے اہل الرائے منہ آتے ہیں حقیقت میں تو اصول میراث نا برابری تقسیم دولت کے زہریلے اثر کے لئے تریاق ہے اس پر یہ طعنہ کرنا کہ اس نے خاندانوں کو برباد کر دیا، بالکل ایسا ہی جیسے یہ کہنا کہ حضرت آدم سے جنت میراث میں ہاتھ نہ آنے کی وجہ سے نوع انسان کو تباہی و سرگردانی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسلام ایک خاندان کو دولت کا ٹھیکہ دار اور دوسرے کو دست نگر بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آیا اور تقسیم میراث سے غرض یہ ہے کہ مالدار باپ کا بیٹا اپنی موجودہ حیثیت کی شان قائم رکھنے کے لئے اپنے دست و بازو پر بھی ایک حد تک بھروسہ کرنے پر مجبور ہو جائے کیونکہ جب اُسے معلوم ہے کہ میرے باپ کی دولت تقسیم ہو کر مجھ تک صرف حصہ رسدی پہونچے گی تو اگر اُسمیں کچھ بھی غیرت ہے اور وہ اپنی موجودہ حیثیت سے گرنا نہیں چاہتا تو وہ اپنی ذاتی کمائی سے اُس کمی کو پورا کریگا اور اس صورت سے ایک کثیر حصہ قوم کا کاہلی اور سستی کے نقصانات سے بچ جائیگا ماورا اس کے عزیزوں قریبوں اور ہمچشموں میں رہ کر تنہا خوری کرنا انکو محروم کر کے خود مونچھوں پر تاؤ دینا اور اُنکی ذلت و نکبت کو ہر وقت اپنی ثروت کے مقابلہ میں محسوس کرنا صریحا مخرب اخلاق اور غرور آموز طریقہ ہے اس سے اسلام کی جمہوریت پسند تربیت کو کوئی لگاؤ نہیں ہو سکتا درحقیقت اسلام کا نظام مالی ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ ایک فرقہ بے انتہا لازوال دولت کا مالک ہو کر عیاشی اور شان و شکوہ عجب و غرور و نخوت کے مذموم اوصاف سے مستقل طور پر نسلاً بعد نسل متصف ہو جائے اور دوسرا فرقہ اسقدر مفلس اور تنگدست ہو جائے کہ وہ ضروریات یا یحتاج کے مہیا کرنے سے بھی تنگ ہو کر ذلت اور خوشامد کا عادی ہو جانے پر مجبور ہو جائے۔ اسلام اُس اقتصادی اصول کا موید ہے جس کے موجب دولت ہمیشہ چلتی پھرتی رہنی چاہیئے جس طرح کہ خون کا رگوں میں دوڑتا پھرتا رہنا ہی ہر عضو کی صحت کا باعث ہوتا ہے۔ کہیں اسپر بھی اگر کوئی شخص اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہو اور اُس کے قریبی رشتہ دار بھی نہوں تو پھر ایک بڑی وجہ خرابی

کی یعنی ایک صاحب ثروت کا ہروقت اپنے خاندان کے تنگدست آدمیوں میں گھرا رہنا جاتی رہتی ہی اور اسی لئے وہ اپنے باپ کی میراث کا تنہا مالک ہو تو کوئی ہرج نہیں ہی یورپ کا نظام مالی درحقیقت صحیح اصول پر مدون نہیں ہی اور اگر ان میں عملی قوت اور فیاضانہ ہمدردی جو قومی خیراتی کاموں میں ان کا شیوہ ہی بطور تریاق کے کام نہ کر رہی ہوتے تو اب تک انکے یہاں دولت کی نابرابر تقسیم کا زہر کب کا رنگ لا چکا ہوتا۔ اب بھی یورپین سوسائٹی کو غور سے دیکھئے تو اوپر کی تہ کے بوجھ سے نیچے کی تہیں دبی جا رہی ہیں۔ طبقۂ اعلیٰ میں دولت کی افراط سے نہ صرف طبقۂ اسفل کو ضروریات زندگی کا بہم پہونچا جو ایسی حالت میں گراں ہو ہی جاتی ہیں دشوار ہو رہا ہی بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ طبقۂ اعلیٰ کے تکلفات اور سامان عشرت کی افراط دیکھ دیکھ کر طبقۂ اسفل کی اصلی تکالیف میں خیالی اور نسبتی تکالیف کا احساس زیادہ بڑھ رہا ہی یہ سامان مفاسد کی تحت میں آتے ہیں لیکن یورپ کی عملی قوت نے ان تمام مفاسد کو برائے چندے دبا رکھا ہی دیکھو ان کے ہاں کے اغنیاء کسقدر روپیہ قومی خیراتی کاموں میں صرف کرتے ہیں جس سے نادار افراد مستفید ہو کر افراد کا سب بنجاتے ہیں پھر یہ بھی دیکھو کہ ان کے دولتمند اپنی اولاد کو ناز و نعمت کے مہد سے نکال کر کس طرح مدارس کے بورڈنگ ہوس میں مساوات کا عملی سبق حاصل کرنے کے لئے پھینک دیتے ہیں حالانکہ ان کے یہاں مسئلہ میراث کا رواج نہ ہونیکے باعث ایک دولتمند باپ کا کم سے کم سب سے بڑا بیٹا تو یہ جانتا ہی ہی کہ اسے دولت بے مشقت ہاتھ آنیوالی ہی۔ اس کے مقابل میں مسلمانوں کو دیکھئے کہ باوجود رواج مسئلہ میراث کے دولتمندوں کے لڑکے علم و عمل وجد و جہد کی طرف کسقدر کم توجہ کرتے ہیں۔ مبادا اگر مسئلہ میراث نہوتا تو مسلمانوں کی غفلت خدا جانے کس درجہ پہونچ جاتی پس یہ نکبت جو اس وقت مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہی۔ ان ہی کے ترک عمل کا نتیجہ ہی نہ کہ اصول تقسیم میراث کا۔

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

سچ ہی جو لوگ بُرائی کماتے ہیں اور وہ اُنکے خیالات کو گھیر لیتی ہی وہی خسارے میں ہیں۔

سود

اسلام نے سود کو ناجائز قرار دیا ہی۔ مگر جس حالت میں قرآن پاک سے سود کا ناجائز ہونا نکلتا ہی وہ حالت ایسی ہی ہی کہ اُس میں سود نہ لینا نہ صرف شرعاً حرام و ممنوع ہی بلکہ اخلاقی و تمدنی حیثیت سے بھی مضر ہی۔ اوّل تو سود خوری کو مستقل پیشہ بنالینا نہ صرف اس لحاظ سے مذموم ہی کہ ایسی حالت میں مکڑی کا سا جالا تننے کی سی فکر دامنگیر رہتی ہی۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی مضر ہی کہ جب آدمی کو کوئی ایسا کام جو ملک کے ذرائع کسب دولت میں بھی اضافہ کرے اور فرد کا سب کے لئے بھی بہ لحاظ اُس کی عملی قوتوں کی ترقی کے مفید ہو کرنا نہیں ہوتا تو وہ کاہل اور سست اور ناکارہ اور بداندیش ہوجایا کرتا ہی۔ ایک حاجتمند ہمارے پاس آیا اور ہم بجائے اُس کی مناسب امداد و دستگیری کرنے کے اُس سے سود ٹہیرا کر اُس کی کمزور حالت سے فائدہ اُٹھانے پر آمادہ و مستعد ہوجائیں یہ تو حد درجہ کی کمینگی ہوگی جس کا اسلام کبھی روادار نہیں ہوسکتا اسلام تو یہ کہتا ہی کہ جب تم سے کوئی استمداد کرے تو اس سے بدسلوکی نہ کرو اور اس امر کو پیش نظر رکھو کہ جس طرح آج یہ میرے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہی مبادا کل کو میری اولاد کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور اس وقت میری قساوت قلبی کی مثال دوسروں کو میری اولاد کے ساتھ بھی ایسا سلوک کرنے پر آمادہ کردے جب تک اسلام کا مسئلہ تقسیم میراث موجود ہی اُس وقت تک کون ایسا شخص ہی جو دولت کے اپنے خاندان میں دو چار پشتوں سے زیادہ رہ جانیکی توقع کر سکتا ہی۔ پس اس خیال سے جو امادگی امداد اہل حاجت پر پیدا ہوسکتی ہی اُس کی اسلام اپنے پیرؤں سے توقع رکھنے کا ہر طرح پر حقدار ہی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اپنی دولت امداد اہل حاجت

میں کیوں صرف کریں اور نفع کے کاموں میں کیوں نہ لگائیں تو اُسے
اسلامی تعلیم بھی نہ سہی یورپ ہی کے خیراتی کاموں کی طرف نظر ڈالنی
چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ کیونکر یورپ ان کاموں کو بھی کر سکا اور ذاتی
منفعت بھی حاصل کر رہا ہی اگر ہم اسلامی تعلیم کی طرف نگاہ ڈالیں تو اسلام
جہاں ہم کو فلاح اور نفع کے جسے وہ فضل اللہ کے نام سے پکارتا ہی حاصل،
کرنے کی اجازت دیتا ہے وہاں یہ بھی بتاتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ
کرنے سے سات سو گنا نفع خود تم پر عائد ہوتا ہی جن لوگوں نے یورپ کے
قومی خیرات کے لاانتہا قومی فوائد پر نظر کی ہو اُن کو اس تعلیم کے مفید
ہونے کے عملی ثبوت کی اس سے زیادہ ضرورت باقی نہیں جسے وہ خود
دیکھ رہے ہیں لیکن اس خاص حالت یعنی امداد اہل حاجت کے سوا
میں سود کو اسلامی اصول کے مطابق ناجائز نہیں تصور کرتا نہ حرمت
ربوا، کو دوسرے موقعوں پر صادق سمجھتا ہوں بلکہ ربوا کے معنی
سود خواری کو پیشہ بنا لینا اور اہل حاجت سے دباؤ ڈال کر سود لینا ہی
تصور کرتا ہوں جو واقعی ناجائز اور مذموم فعل ہی اور جس کی مثال احکام قرآنی
میں مسئلہ ممانعت نکاح یتامی میں ملتی ہی درحقیقت جبکہ فریقین کی حالت
برابر نہو تو معاہدہ صحیح ہو ہی نہیں سکتا لیکن جب کہ نابرابری حالت
کا سوال نہو تو سود کا معاہدہ بالکل بیع کے معاہدات کا حکم رکھتا ہے۔
جو اقتصادی ترقی زمانہ حال میں مشترکہ سرمایہ کی تجارت کو وجود میں
لائی ہی اور جس میں ترقی تمدن کی لازمی کثرت مشاغل کی وجہ سے تمام
حصہ دار شرکت سے ممنوع و مجبور رہیں وہ زمانہ سلف میں موجود نہ تھی
اس لئے اس معاملہ میں زمانہ سلف کے اجتہاد پر بھروسہ کر لینا میرے

نزدیک ایک غلطی ہے اس بنا پر میں یہ تصور کرتا ہوں کہ جب نابرابری فریقین کا سوال درمیان سے اُٹھ جائے اور مقروض کمزور حاجتمند نہ ہو، بلکہ باقاعدہ کسب منافع کے غرض سے سود پر روپیہ حاصل کرنا چاہتا ہو۔ ایسی حالت میں اُس شخص کو جو کسب معاش کے دوسرے مشاغل میں مصروف ہو اور کچھ اندوختہ رکھتا ہو بالکل جائز ہے کہ اپنے اندوختہ مال کو ایسے شخص یا اشخاص کے مصرف میں جو اُس روپیہ سے نفع اُٹھانا چاہیں نفع مقررہ یا سود پر دیدے ایسا سود بالکل معاہدات کا حکم رکھتا ہے اور ربوا ناجائز میں شامل نہیں ہے جیسا کہ قرآن پاک کے سیاق عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

جہاد و غلبۂ اسلام

حضرات! وقت کم ہے اور باتیں بہت۔ مگر اب میں "آتشیں شریعت" کے آخیر شرارے کی جھلک پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ یہ بڑا معرکتہ الآرا مسئلہ ہے یعنی اسلام اور سیف کا تعلق حضرات! کہنے کو بہت کچھ اسپر کہا سُنا جا چکا ہے اور بعض بزرگوں نے یورپ کے رعب سے مرعوب ہو کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام کی تلوار صرف حفاظت خود اختیاری کی غرض سے اُٹھ سکتی ہے۔ مگر میں آپ سے بے خوف ہو کر کہتا ہوں کہ جب یہ مان لیا گیا کہ اسلام فطرۃ کا بالاترین نظام ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اُس کے لئے ادنیٰ تر مروجہ نظاموں کی قربانی اُن شرائط کی پابندی کے ساتھ جو اسلام نے اعتدال و میانہ روی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے پیروؤں پر عاید کر دی ہیں (جن کی رو سے اُن کے زمانہ میں فساد انگیزی، اور جنگ کے زمانہ میں زیادہ تباہ ممنوع

ہیں، جائز نہیں ہے یورپ کی تہذیب کی منادی اٹھارہ انچ کے قطر کی توپ کے ذریعے سے کی جاتی ہے اور خود یورپ کی تہذیب کیا ہے جیفہ دنیا کی پرستش روحانی مکاشفات اور ذہنی معلومات کے معیار پر پرکھ کر اسلام پر یقین لانے والے دنیا میں کتنے آدمی ہوسکتے ہیں؟ پھر کیا اسلام سقراط کا فلسفہ آلہیات تھا جو صرف افلاطون کی تصانیف میں جگہ پانے کے لئے دنیا میں آیا تھا؟ اسلام ایک عملی اصول کی صورت میں دنیا میں رواج پانے کا مستحق تھا اور اس کے لئے تمام روحانی ذہنی اور جسمانی ذرائع جو اس کی عظمت و جلال کو دنیا میں مستقل طور پر قائم کر دیں مستعمل ہونے ضروری تھے۔ اسلام نے توحید کے حسن کی اس شان سے جلوہ نمائی کی کہ دنیا کی آنکھیں چندھیا گئیں پھر اگر اسلام اپنے گردوپیش کے بیکار اور سڑے ہوئے اجزا کو مثل اس درخت کے جو کھات کو جذب کر کے خوبصورت پھول اور خوش ذائقہ پھل پیدا کرتا ہے جذب کر کے نہ پھلتا پھولتا تو کیا آج اس عالم اسباب میں وہ اپنا مشن پورا کرنے کی طاقت اور قابلیت پیدا کر سکتا۔ مخالفین اُن گھٹاؤں کو یاد دلائیں گے جو اس وقت مطلع اسلام پر چھا رہی ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ ”از ماست کہ بر ماست“ یہ اسلام نہیں مٹ رہا ہے بلکہ وہ مسلمان مٹ رہے ہیں، جنھوں نے اپنے آپ کو سچے خادمان اسلام کے زمرے میں لکھے جانے کے قابل ثابت نہیں کیا۔ اسلام لازوال ہے۔ اسلام غیر فانی ہے۔ اسلام حقیقت الٰہی ہے۔ زمانہ حقیقت کو مٹانا چاہتا ہے۔

ظلمت نور پر غالب آنا چاہتی ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا جاتا ہے۔ بن کے شیر نکل کر دھاڑتے ہیں انسان اپنے مسکن میں کانپتا ہے۔ مگر رات بھر گذر جاتی ہے اور آفتاب اپنا امید کے نور سے منور چہرہ پھر دکھاتا ہے انسان دنیا میں نکل کر پھر نئی قوت سے کام کرتا ہے یہی تار برابر لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آتا ہے۔ جب انسان دوام پر کامل فتح پا جاتا ہے پھر وہ اپنی نیند سوتا ہے۔ اپنی بھوک کھاتا ہے دن کو عید رات کو شب برات مناتا ہے دنیا پھر حقیقت سے دور جا پڑتی ہے گناہ ظلم شقاوت، طغیان اور فساد کا دور دورہ ہوتا ہے مستحق محروم ہوتے ہیں ظالم کامیاب نظر آتے ہیں پھر کیا ہوتا ہے۔ گاؤ زمین سینگ بدلتی ہے سیاسی انقلابات شورشیں جنگیں فرینچ رز دلیوشن نمایاں ہوتے ہیں اور حق کو دوبارہ تخت پر بٹھاتے ہیں کیا مسلمان ناکامیابیوں کی ٹکریں جھیلنے کے لیے پہلے ہی سے طیار نہیں کئے گئے تھے؟ قرآن پاک نے پیشتر ہی اُن کو جتا دیا تھا کہ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○

مسلمانوں کیا تم سمجھتے ہو کہ تم جنت میں جا داخل ہو گے اور تم کو وہ مصیبتیں نہ جھیلنی پڑیں گی جو تم سے پہلوں کو جھیلنی پڑیں یعنی یہ کہ انکو خوف اور نقصان کا سامنا کرنا پڑا یہانتک ہلائے گئے کہ رسول اور دو مسلمان جو انکے ساتھ تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئیگی خبردار ہو جاؤ بیشک اللہ کی مدد قریب ہے

اسلام خدا کا دین ہے خدائے تعالےٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا وعدہ فرمایا
لوگوں نے اُس کی عدم ترویج ہی کو بزعم خویش اسلامی خدمت تصور کیا مگر
وہ بے کم وکاست موجود ہے پھر خدا کے دین کے مٹ جانے کی کیا وجہ ؟ اسلام کے
مٹانے کے لیے حوادث کی آندھیاں پہلے بھی چلیں۔ جگر گوشۂ رسول نے
میدان کربلا میں اسلامی استقامت کے پودے کو اپنے اور اپنے رفقاء کے
خون سے سینچا۔ پھر تاتاری سیلاب نے بغداد کے قصرِ خلافت کو ڈھا دیا مگر اسلام
کا بال بیکا نہ ہوا۔

یہ آفتاب بدلی سے نکلا تو اور نکھر کر نکلا۔ اب یہ تیسرا حملہ ہے۔ اسمیں
تصادم کم ہے۔ اندر ہی اندر کلیجہ کا کاٹنا ہے۔ یہ شہادت خفی ہے۔ تو کیا شہادت
جلی ابھی باقی ہے ؟ ہوگی۔ اسلام مٹ نہیں سکتا۔ رسول کے نو برسوں کا صبر
استقامت موجودہ طوفان میں ہمارے لیے ایک مضبوط چٹان ہے، آؤ تھوڑی
دیر اپنی کشتی اسی ساحل پر لگا دیں کامیابی کا وقت پھر آئے گا جب کہ فاروقی
جلال نمایاں ہوگا۔ اُس وقت ہم نہ ہونگے ہماری اولاد تو ہوگی۔

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ یہ دن ہیں جنکو ہم آدمیوں میں ہیر پھیر کرتے ہیں
لیکن ہم ! آہ ہم ! ناکارہ نااہل۔ ناقابل۔ ننگ اسلام۔ جہل مرکب۔ ایمان
سے بے بہرہ۔ عمل سے بیخبر۔ ہمارا کہاں ٹھکانا ہے۔

۔ہم نے اسلام کا نام بدنام کیا۔ ہم نے اغیار کو اسلام پر ہنسوایا۔ اور کاہلی
کا نام تقدیر اور تساہل کا نام توکل رکھکر پھولے نہ سمائے۔ ہماری توحید۔
جزاک اللہ ! ہماری تسبیح سبحان اللہ ! کیا خدا ہمیں بھی بخشدیگا کیا ہم بھی اُس کے

روبرو کھڑے ہوسکیں گے ۹ آؤ دعا کریں شاید اوسے رحم آجائے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ آمِيْن۔	ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اگر تو ہمکو بخش نہ دیگا اور ہمپر رحم نکریگا تو ہم خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہونگے اے رب ہمارے گناہوں کے عوض سخت احکام کا بار نہ ڈال جیسا تونے ہمسے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ اے رب ہمارے ہمپر اتنا بوجھ نہ ڈال جسکو اُٹھانیکی ہم میں طاقت نہو۔ ہم کو معاف کر ہمکو بخشدے اور ہمپر رحم کر تو ہمارا مالک ہے تو ہمکو کافروں پر فتح دے

اجلاس ششم

بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ء بوقت ۹ بجے سے ۱۲ بجے دن تک

پریسیڈنٹ

عالیجناب خانبہادر مولوی حاجی محمد رحیم بخش صاحب سی آئی ای پریسیڈنٹ کونسل آف ریجنسی بہاولپور اسٹیٹ

چونکہ جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی اس جلسہ میں تشریف نہ لاسکے تھے اسوجہ سے حسب تحریک صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب بتائید جملہ حاضرین جناب مولوی حاجی رحیم بخش صاحب نے کرسی صدارت کو رونق بخشی اور اس کے بعد جناب صاحبزادہ ڈاکٹر سعید الظفر خاں صاحب ایم۔ ڈی پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ حسب ذیل رزولیوشن کی تحریک پیش کی۔

رزولیوشن نمبر (۱۵)

اس کانفرنس کی رائے میں قومی ترقی اور ثروت کے لیے ضروری ہے کہ فن ڈاکٹری کی اعلی تعلیم مسلمانوں میں بہ نسبت موجودہ . . . حالت کے زیادہ رائج ہو۔

معزز محرک نے اس رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر بزبان انگریزی فرمائی۔ اس تقریر میں جن نقشہ جات و ڈائگرام کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نہایت محنت کے ساتھ بڑے بڑے تختوں پر طیار کر کے ہال میں آویزاں کیے گئے تھے۔

تقریر صاحبزادہ ڈاکٹر سعید الظفر خاں صاحب

جناب میر مجلس و دیگر صاحبان۔ اوّل مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنا دلی شکریہ اپنے دوست صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی خدمت میں پیش کروں جنہوں نے مجھے اس رزولیوشن کے پیش کرنے کا آج موقع دیا ہے۔ اس مضمون پر صحیح طور سے بحث کرنیکی قابلیت اپنے میں نہ دیکھکر میں نے اُمید کی تھی کہ کوئی مجھ سے زیادہ قابل شخص اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ لیکن چونکہ ظاہرا ایسا ممکن نہ تھا میں نے بے تکلف منظور کر لیا کہ ایسے معاملے پر جس کو میرے بھائیوں نے جتنے غور کی ضرورت تھی اُتنا غور نہیں کیا ہے اُس پر بحث کروں کیا شروع میں میں آپ سے یہ درخواست کر سکتا ہوں کہ آپ تقصیر اظہار کی وجہ سے (جس کا مجھے خوف ہے کہ میں مرتکب ہونگا) اس کی اہمیت پر رائے قایم نکریں۔ یہ مضمون ایسا غیر معمولی ہے کہ بعض اشخاص مجھے اِلزام دینگے کہ میں اُن کو دوسرے دلچسپ سوالات سے ہٹا رہا ہوں لیکن مجھے اُمید ہے کہ جب وہ اس مضمون کی اہمیت کا اندازہ کرینگے تو وہ میری طرح اس نتیجہ پر پہنچ جاوینگے کہ مسئلہ زیر بحث سے زیادہ کوئی دوسرا مسئلہ مسلمانوں کے لیئے قابل غور اور ضروری اور مفید نہیں ہے۔ میرا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ میں ایسے کثیف علاج تجویز کروں جس پر حاوی ہونا ایک عالم طبعیات کے لیے بہت مشکل ہے اور جو آپ کے خوش مزاجی میں رخنہ انداز ہو۔ اور پیشتر اس کے کہ میں نصف راستہ تک پہنچوں آپ یہ چاہتے کہ میں سمندر میں غرق ہو جاؤں۔ ڈاکٹر یعنی وہ لوگ جو ذرا سے

بچانے پر کلائی پکڑ لیتے ہیں اور جو اپنی ٹھنڈی انگلی تمام ... بیرونی جسم پر پھیرتے ہیں جو سینہ پر کھٹکھٹاتے ہیں، جو اندرونی مشین سے اطلاع حاصل کرنیکے لیے اپنی عجیب عجیب قسم کی اوزار نکالتے ہیں جو چھوٹی سی بات پر فیصلہ کر لیتے سو خوش ہوتے ہیں جو ایسے بڑے بڑے نام بیماریوں کے ظاہر کرتے ہیں کہ صرف ان کے نام سے وہ حالت پیدا ہو جاتی ہی جو ایک غار کو دیکھکر ہو اور جو ایسی چیزیں تجویز کرتے ہیں جو بہ نسبت استعمال کرنے کے دیکھنے میں زیادہ دل پسند ہیں ہاں یہ بیچارے لوگ لوگ بھولے سبب سے علیحدہ رکھے جاتے ہیں جبتک کہ ان سے واقفیت دوستانہ اور محبانہ قائم کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہی۔ جب میں نے کہ ان بد قسمت اشخاص میں سے ایک ہوں ایک محبت بھری دعوت سکرٹری کی طرف سے اس رزلیوشن کے پیش کرنیکی پائی میں نے اندازہ کیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ خرابی ہے اور اپنے پیشہ کی رو سے اس معاملہ کی تفتیش کرنے پر مجھے افسوس سی کہ میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ میرا اندازہ صحیح تھا اس معاملے کے متعلق مجھے اپنے پیشے کے مطابق تفتیش کرنیکی آپ سے اجازت دیں دو سب سے زیادہ نمایاں شکایات ہیں

(۱) جسمانی ترقی کی رکاوٹ یعنی ہمیشہ کی بیماریوں کی وجہ سے ہماری زندگیاں کم ہو گئی ہیں اور اسیطرح سے کام کرنے کی قابلیت کا زمانہ بھی۔ اس سے زوال نسلی حاصل ہوگا۔

(۲) مادی ترقی کی رکاوٹ یعنی بحیثیت ایک قوم کے ہم روز بروز غریب ہوتے جاتے ہیں اور اسیطرح پر زندگی کی لڑائی میں پیچھے رہے جاتے ہیں ہم کو ان شکایات کی ایک شہادت لینے دیجئے۔ متعلق جسمانی ترقی کی رکاوٹ کے جتنا تھوڑا موقع مجھے ملا اس میں جن نقشجات پر میری دست رس ہو سکی وہ سالانہ رپورٹ انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات ممالک متحدہ کی سنہ ۱۹۱۱ع کی ہی۔ اس نقشہ[۱] سے جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہی یہ معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی تعداد جنکا علاج ہسپتالوں میں ہوا تقریباً

[۱] دیکھو نقشہ نمبر (۱)

دوسری قوموں کا نصف یا کل کا تہائی ہی۔ یہ بات کہ یہ تعداد نسبتاً بہت زیادہ ہی اس سے ثابت ہوتی ہی کہ آخری مردم شماری کی رپورٹ میں اس صوبہ کی مردم شماری (۴۷۰۰۰۰۰) ہی جس میں سے مسلمانوں کی تعداد (۶۵۰۰۰۰) ہی۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد دوسری اقوام کا چھٹا حصہ ہی اس لیے ان مسلمانوں کی تعداد جو ہسپتالوں میں گئے اسی نسبت سے ہونا چاہیے تھی حالانکہ ان کی تعداد درحقیقت بہ نصف ہی۔ اس طرح پر ہر پانچ مسلمانوں میں سے ایک ہسپتال جاتا ہی اور دوسری اقوام کے تیرہ اشخاص میں سے ایک۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہی کہ مسلمانوں میں بیماری تقریباً سہ گنی ورنہ دوگنی بہ نسبت دوسری اقوام کے ضرور ہی۔ اس کے بعد علی گڑھ کالج کو بطور ایک درمیانی درجے کے کالج کا نمونہ کے جہاں آرام۔ جوانی اور طاقتوری سب مفید اجزا شامل ہیں کہ ہمیں بہترین معیار تندرستی کا بتائیں لیں تو مجھے معلوم ہوتا ہی کہ بیماری کی حالت وہاں بھی حیرت انگیز طور سے بڑھی ہوئی ہی۔ یہ ایک نقشہ ان بیماریوں کا ہی جو اس کالج میں ۱۹۰۹ء میں جب میں وہاں کا میڈیکل آفیسر تھا پائی جاتی تھی۔ اس سال کی میری سالانہ رپورٹ میں جو میں نے حکام بالا کو بھیجی تھی یہ لکھا تھا کہ اوسط نکالکر (۶۵۸) بورڈروں میں سے علاوہ ماہ ہائے اگست دسمبر جن میں ملیریا سب سے زیادہ ہوتا ہی (۱۳۰۰) بیمار ملیریا کے آئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ہر بورڈر کو سال میں کم سے کم دو دفعہ ملیریا ہوا۔ نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ بعض مہینوں میں بہ مقابلہ دوسری بیماریوں کے ملیریا کے بیماروں کی تعداد (۲۰۱) ہی اور (۱۱۶) سے تو کبھی کم نہیں ہوئی۔ یہ اعداد بیحد مؤثر ہیں اور ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ عملاً فوراً ایسے طریقہ جاری کیے جائیں جن سے یہ بلا بورڈنگ ہاؤسوں سے دفع ہو۔

میں دو نقشہ پیش کرتا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہی کہ عمر اور سن کے مختلف مدارج کے

۱؎ دیکھو نقشہ نمبر ۲ ۲؎ دیکھو نقشہ نمبر ۳ ۳؎ دیکھو نقشہ نمبر ۴ و نمبر ۵

اعتبار سے مختلف بورڈنگ ہاؤسوں میں بیماری کی کیا حالت ہے ان تمام حالات کی
حضرات یہ آپ پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ بعض باتیں ایسی ہیں جو تندرستی کو تباہ اور ان زندگیوں
کو کم کر رہی ہیں جو کہ اگر ان کو بیماری نے محصور نہ کر لیا ہوتا ہم سے مطلقاً نہ چھڑا لیا ہوتا تو
زیادہ عرصہ تک مفید ثابت ہو سکتی تھی۔ ان باتوں کا میں بعد کو ذکر کرونگا۔ (۲) ابکو
دوسری شکایت یعنی مادی ترقی کی رُکاوٹ پر غور کرنے دیجئے۔ اس شکایت سے آپ خوب
واقف ہیں دراصل اسی بلا کے لحاظ سے یہ کانفرنس اُن گہری نظر والے شخص نے قایم
کی تھی جو دنیا سے بہت زیادہ پیشرو تھا اور جس کے اقوال کو آپ لوگ جنھوں نے اُسے
خوب سمجھا ہے عمل میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سب طرف اس کا اعتراف کیا جاتا ہے
کہ ہماری مادی ترقی کی رکاوٹ یوں ہوئی کہ (۱) ہم غریب ہیں اور (۲) ہم نے کافی
تعداد مفید اشخاص کی پیدا نہ کی جو ہماری تعداد کے موافق ہوتی۔ کیا ہمیں اس کی شہادت
طبی پیشہ میں ملتی ہے؟ حضرات تمام پیشوں میں سے طبی پیشہ ایسا نہیں جس کا کام روپیہ
آنے پائی میں اندازہ کیا جا سکے۔ میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ اس پیشہ
کے لوگوں کی تکلیف اور بیماری کو دور کرنے میں انتھک کوشش کا عوض کوئی دنیاوی
چیز نہیں ہو سکتی۔ ہم کو دماغی اور جسمانی سخت محنت جھیلنا پڑتی ہے کہ ہم دنیا کی تکالیف میں
کمی کریں اور ہمارا انعام صرف یہی ہے کہ ہمکو یہ معلوم ہو کر اطمینان ہو جائے کہ ہم نے اپنے
ہم جنسوں کی بہبودی میں ایمانداری کوشش اور غیرت داری سے کام لیا ہے۔ اگر مادی دنیا
ہم کو اس رحم دلی سے بے بہرہ کر دے تو ہم دراصل بجائے انسان ہونے کے کچھ اور مخلوق
ہو جائینگے۔ لیکن ایک خاص قوم کے ممبر ہونیکے بطور طبی پیشہ مثل تمام دوسرے پیشوں
کے سرسبز حالت میں ہونا چاہئے اور اس کے پاس کافی جماعت ہونا چاہئے جس سے
وہ تمام قوم کو معتدبہ فائدہ پہنچا سکے۔ بھلائی کرنے کے لیے ہمارے پاس کافی لیاقت
کافی قوت اور کافی معاش ہونا چاہئے۔ ایک فاقہ کش دوسرے کو روزی نہیں پہنچا سکتا

بھلائی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کی قدر جانتے ہیں اور جن کے پاس وہ پائی جاتی ہے اور جو اس کا کچھ حصہ دوسرے اشخاص پر نثار کرنے کو طیار ہیں۔ دوبارہ پھر جتنا کم تقسیم کئے جانیوالا حصّہ ہوگا وتنا ہی کم نفع وتنی ہی کم لوگوں کو پہنچ سکے گا۔ ایک مثال لیجئے۔ جو مصیبت ہمارے ہم جنسوں پر جنگ بلقان کی وجہ سے پڑی ہے اُس کا اعادہ کی ضرورت نہیں تمام مسلمانوں کے دلوں میں ایک درد پیدا ہو گیا جس کو صرف مسلمان یا جو اُن کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں جانتے ہیں اس جذبہ کا اثر ہمارے غریبوں کے گھروں میں بھی دیکھا جاتا ہے اور زمانہ میں بھی معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑا بہت جتنا ہم کر سکتے تھے وہ سب ہم نے پُردلی سے کیا۔ یہ اصلی فیاضی ہے جو بے میل محبت اور ٹھیک طور سے کی گئی۔ یہ ہمارے اُس پار سمندر کے بھائیوں کے لیے بہت کار آمد ہوگی اور مصیبت زدوں کے لیے بہت سے آرام کا باعث ہوگی۔ لیکن بعض اشیاء ایسی ہیں جو روپیہ پیسہ سے نہیں خریدی جا سکتی مثلاً بلا توقف اور پہلے سے اطلاع بغیر روپیہ سے ایک جماعت طبیبوں کی طیار نہیں ہو سکتی لیاقت طبی بہت سے سال کا پرورش کردہ درخت ہوتی ہے اور لگاتار کتب بینی باقاعدہ تربیت اور درست سمجھ سے سالہا سال میں حاصل ہوا کرتی ہے۔ ٹرکی کو زیادہ ضرورت طبی مدد کی تھی اُس کو اپنے بے شمار مجروحین کی پرداخت کے لیے ڈاکٹروں کی ضرورت تھی۔ ہم نے دو وفد بھیجے لیکن یہ اُس تمام تکلیف کے مقابلہ کیا تھا صرف سمندر میں ایک قطرہ مسلمانان ہند کو جو (۶۶۰۰۰۰۰) ہیں کم سے کم آدھی درجن ایسے وفد بھیجنا چاہیئے تھے لیکن ہندوستان کے مسلمان خود فاقہ کشی کی حالت میں ہیں۔ اُس میں طبی تنخواہ کا قحط ہے جو کچھ اس وقت ہو سکا قوم نے سب کچھ کیا اس سے زیادہ جب کر سکتی تھی جب کہ اس کے افراد کافی طور سے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں سے واقف ہوتے مجھے چند اعداد بیان کرنیکی اجازت دیجئے جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ ہم میں طبی اشخاص کی کتنی زیادہ کمی ہے۔ اس تمام صوبہ میں (۴۰۰۰۰۰) مردوں میں سے صرف ہندوؤ

شفاخانہ کام کرنے والے ہیں اور (۳۰۰۰۰۰) عورتوں میں ایک بھی نہیں۔ اس صوبہ
میں کل تعداد پریکٹس کرنیوالوں کی بمقابلہ (۳۵) ہی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بالکل صحیح ہی
تاہم نسبتاً تقریباً ٹھیک ہی۔ نفع و نقصان کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے چند نسبتی اعداد
پیش کرنے دیجئے۔ فرض کیجئے کہ تمام باشندگان نے اس صوبہ کے تین روپیہ فی کس
علاج پر خرچ کیے تو ہر مسلمان صرف اس کا ایک تہائی یعنی ایک روپیہ خرچ کرتا ہی تب یہ حصہ
خرچ کا مسلمان لوگ برداشت کرتے ہیں اب فرض کیجئے کہ اس صوبہ مسلمان صرف چھ اور
دیگر اقوام چالیس ہیں تب ہر مسلمان ایک روپیہ کا چھٹا حصہ خرچ کرتا ہی جب کہ دوسری قوم
کا شخص (۲، ۴۰) یا (۱، ۲۰) خرچ کرتا ہی۔ یعنی طبی خرچ قوم مسلمان کا (۳۲) پائی فی روپیہ
ہی اور دوسری اقوام کا ایک پائی کا ۵۳۹واں حصہ فی روپیہ ہوتا ہی یہ ایک ذریعہ غربت
کا ہی اب ہم کو نفع کی طرف غور کرنا چاہئے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ تین روپیہ طبی خرچ ہی اس رقم
کو ڈاکٹروں میں تقسیم کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان ڈاکٹر (۱۲ر) پاتے ہیں باقی (۲عہ ۱۴ر)
دوسری قوم کے ڈاکٹروں کو ملتا ہی یعنی بجائے کسی نفع کے ایک روپیہ مسلمانوں (۴ر) کا
خالص نقصان ہی۔ جہاں تک طبی پیشہ کا تعلق ہی۔ یہ دوسرا ذریعہ غربت کا ہی۔ اس طرح پر مجھے
یہ ظاہر کرنا پڑتا ہی کہ جسمانی بیماریوں کی کثرت جن کی وجہ سے تنزل ہوتا ہی اور مفید زندگیاں
کم ہو جاتی ہیں یہ ہی کہ اولین قواعد تندرستی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ دوسرے غربت کا سبب
جس کے کلفت اور تکلیف پہنچانے سے یہ ہی کہ قواعد علم الاقتصاد کی پابندی نہیں ہوتی
اور درست طریقہ پر کارروائی کرنے میں تساہل کیا جاتا ہی۔

وجوہات

دماغی زندگی کے متعلق انسان کی ترقی جہالت سے علم کی طرف ہوتی ہی اور اس راستہ
میں سوائے پہلی باتوں کی تصحیح کے یا پہلے نتائج کے غلط ثابت کرنیکے کچھ اور نہیں ہوتا۔ جب ہم اول

دفعہ انجن دخانی کو دیکھیں تو اُس کی حرکت کو کسی دیو سے تعلق دینگے مگر جب بھاپ کی طاقت سے واقفیت حاصل کر لینگے تو اُس سے تعلق خیال کرینگے۔ یہی حال روزانہ زندگی پر صادق آتا ہی بیماری موت اور غربت سب قوانین کی ماتحت ہیں ہم اُن تک غلط نتائج سے نہیں پہنچ سکتے بلکہ صحیح حالات دریافت کرنے سے۔ ہماری تبدیل شدہ طریقہ زندگی اور ہماری نئی گرد و پیش کی حالات اس بات کے مقتضی ہیں کہ قانون کے مطالب سمجھ میں آنے کے قبل اور تبدیل شدہ حالات کے مطابق ہوں۔ مثلاً اگر یہ قاعدہ مانا ہوا ہی کہ دریا میں نہانا صفائی ہی اور کوئیں کا پانی پینا تندرستی تو یہ قاعدہ اُن حالات میں صادق نہیں آئے گا جب کہ دریا یا کنوئیں کا پانی خراب ہو گیا ہو اور اگر تم ضد کر کے گندہ دریا کے پانی میں نہاؤ یا خراب کنوئیں کا پانی پیو تو اس قانون شکنی کی سزا خوب بھگتو گے یہاں علم طب تمہاری حفاظت کے لیے آتا ہی اور قواعد صحت کا صحیح مطلب تمہارے سامنے پیش کرتا ہی۔ علم طب نے انسان کی بہت خدمت کی ہی۔ اسکی ترقی نہ صرف علم حاصل کرنے کے غرض سے ہے بلکہ انسان کی زندگی کو قایم رکھنے اور زاید کرنے کے لیے رہے۔ یہ محض قواعد بنا کر فوراً نتیجہ پر نہیں پہنچ جاتا ہی۔ ہر ایک بات جو دریافت کیجاتی ہی اس کی نسبت سخت جانچ کی جاتی ہی۔ ہر ایک بات اس قاعدہ کے موافق طے کیجاتی ہی کہ جو کچھ لغو ہی اُس کو نکال دینا چاہیئے۔ ہر ایک قانون بغور دیکھنے کے بعد اور سخت آزمایش کے بعد مانا جاتا ہی۔ کس کو شک ہوتا ہی کہ جینر پاسٹر پالسٹر اور متعدد دیگر اشخاص نسل انسان کے فائدہ کے واسطے کوشش کرتے تھے یا یہ کہ جو قوانین اُنھوں نے بنایا ہی بنی آدم کے لیے نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہی۔ موجودہ نسل میں کوئی جینر یا پاسٹر نہیں پیدا ہوا ہی۔ لیکن ہم کو دوسروں کی کوششوں سی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا ہی۔ اگر ہم کو قوم کا فائدہ مدنظر ہی ہم کو قوانین صحت ماہران فن سی سیکھنا چاہیے۔ اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ ان لوگوں کو سکھانا چاہیئے جو جہالت اور غلط مطالب کے سمجھنے کا نتیجہ بھگتتے ہیں۔ اسباب ہذا سے ظاہر ہی کہ اس طرف ہم نے کوئی

ترقی نہیں کی ہے۔ پس علی گڑھ کے مشہور کالج میں جو کہ ہمارے آیندہ نسل کی پرورش گاہ ہے۔ یہ دیکھکر نہایت صدمہ ہوتا ہے کہ جن حالتوں میں ہمارے ننھے پودوں کی پرورش ہوتی ہے وہ مانے ہوئے قوانین صحت کے مطابق نہیں ہیں۔ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کھانا۔ لباس۔ پانی نالیاں۔ رہنے کی جگہ کافی نہیں ہیں۔ اور کمروں کی صفائی خواہ طالب علموں کے لیے نوکروں کے لیے۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جنسے کوئی کسی کو تعلق نہیں ہے ان حالتوں کا ضرور نتیجہ بھگتنا پڑیگا۔ اوّل تو بہت تھوڑی اور مستقل معلوم ہوتی ہیں اور ناقابل اذان ہیں۔ آخرش اس کا ضروری نتیجہ زوال دقبل از وقت تنزل ہوگا۔ اتنا کہنا بیماریوں کے وجوہات کے لیے کافی ہوگا۔ وہ اسباب کہ دوسری حالت پیدا کرتے ہیں یعنی یہ کہ سدراہ ترقی ہیں۔ تم میں سے بہت لوگوں پر واقف ہیں۔ ان میں سے بہت سی تکلفات مع اخراجات بیجا۔ خیرات کا برا استعمال عیش کی زندگی۔ جو اکثر انسان کی حیثیت سے زیادہ ہوتی ہے مقصد بری دستکاری سے غفلت وغیرہ ۔ ۔ اس بات کے فوائد کو نہ سمجھکر مسلمان نوجوان نوکری پیشہ کی طرف دوڑتے ہیں کہ نہایت آسانی کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے۔

علم طب کا بیان بہت طول ہے۔ ہمارے فن کی شان اس میں ہے کہ یہ تمام فنون پر عبور رکھتا ہے۔ قدرتی طور سے اس کی جڑ بہت گہری ہے۔ اور ہر ایک کام جس سے اس کا تعلق ہے اسکے اسباب کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے جد و جہد کرتا ہے۔ اس کے دروازے میں داخل ہونیکے لیے انسان کو خوب مشقت کرنا چاہیے۔ اور پانچ برس تک برابر محنت اور مشقت برداشت کرنا چاہیے۔ اس کے شاگرد رشید ہونے کے لیے حیات دراز کے لیے طالب علم ہونیکی ضرورت ہے۔

بے خبر جب یہ دیکھتا ہے کہ عرصۂ دراز تک اس کو بغیر کسی فائدہ کے لڑکے کی پرورش کرنا ہوگا۔ قدرتی طور سے اس فن کو اس کے خیالات سے دور کرتا ہے۔ اور نااندیش لڑکا جب ان مضامین کو دیکھتا ہے جو اس کو پڑھنا ہونگے منحرف ہو جاتا ہے اور اس پیشہ کو نفرت سے

دیکھتا ہے۔ اور ہماری قوم جو اس فن کے ٹھیک قیمت سے واقف نہیں ہے اور اس کے تعلقات جو صحت قوم کے ساتھ ہیں نہیں سمجھتی ہے۔ ان لوگوں کی اعانت نہیں کرتی ہے جنکو روپیہ پیسہ کی کمی کی وجہ سے یہ پیشہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ پس یہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب دیگر اقوام کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد فن طب میں بالکل معدوم معلوم ہوتی ہے۔* اس کے بعد ہمارے پیش نظر دو باتیں ہیں۔ اگر ہم کو آثار و اسباب میں شک ہے میں اس کی نسبت کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر ہم اس کو تسلیم کرلیں تو درحقیقت ہم کو ایک صحیح علاج کا خیال ہو سکتا ہے۔ صاحب ہوش و صاحب فراست ہونیکی وجہ سے یہ ہمارا فرض ہے کہ اپنی اہم ضروریات پر غور کرکے اپنے حیثیت کو نہایت مستحکم کرلیں۔ ہمارے مہربان و ہمدرد لفٹننٹ گورنر کے الفاظ کی آواز اب تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے جس نے ہمیں حال ہی علی گڈہ میں بتایا کہ کوئی قوم گزشتہ شان کی یادداشت یا رسوم کی سبب سے زندہ نہیں رہ سکتی۔ زمانہ موجودہ کے زندگی میں ہمسری کی جو بات ہے وہ ان سب باتوں کو علحدہ کردیتی ہے۔ اور کامیابی طاقت وہی ہے جو کہ جسمانی یا روحانی ہو۔ معزز ناظرین ہم قرطبہ کی شان کے خیال سے یا شیخ بو علی سینا کی داشت کیساتھ زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہم ہمیشہ پرانے اور نئے خیالات میں ڈوبے نہیں رہ سکتے کمال حاصل کرنے کے لیے ہم کو ان چیزوں کو اختیار کرنا چاہیے جو کہ عقل سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کو ہمیں اپنی پوری طاقت کیساتھ ترقی دینا چاہیئے۔

میں ایسا طرز عمل پیش کرنا نہیں چاہتا جسکو لوگ سمجھ نہ سکیں یا کام میں نہ لاسکیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہم لوگ فوراً ایک طبی کالج قایم کرلیں۔ وہ وقت دور نہیں ہے جبکہ کوئی مہربان مربی ایک طبی کالج تحفتاً ہم کو پیش کریگا لیکن جبتک یہ ہو ہم بیکار نہیں رہ سکتے ہمکو کوئی ایسی اسکیم بنانا چاہیے جو ہماری آمدنی کے لایق ہو اور کامل بھی ہو۔

---

* دیکھو نقشہ نمبر ۲

(۱) اوّل متعلق تندرستی قوم کے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کانفرنس کی ایک طبی کمیٹی ہو جو وقتاً فوقتاً عملی طریقوں کا اظہار کیا کرے۔

(۲) یہ کہ یہ کانفرنس طبی کمیٹی کی مدد سے ہندوستانی زبان میں ایک یا زیادہ کتابیں تندرستی پر شایع کرے۔

(۳) کانفرنس صوبجات کی کانفرنسوں پر زور ڈالے کہ وہ اردو میں صحت و تندرستی پر لایق اشخاص سے جادو کی لالٹین کے ذریعے سے لکچر دلوائیے۔

(۴) اس میں کچھ شک نہیں کہ ایم اے او کالج میں ایک مکمل ہسپتال ہونا چاہیئے۔ یہ ایسی ضروریات میں سے ایک ہے جس کا التوا ناممکن ہے اس کے متعلق میں اُس اپنی منشاء کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو میں نے اپنی سالانہ رپورٹ سنہ ۱۹۰۹ء میں کی تھی یعنی کہ مرد نرسوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے یہ ایک بہت دنوں کی ضرورت کو پورا کرے گی اور اُن لوگوں کو جو نرسنگ کو مطور پیشے کے قبول کرنا چاہیئے ہیں ایک موقع کام کا دیگی۔

(۵) خصوصاً اسکول میں سب پڑھانے والے ماسٹروں کو علم صحت سے واقف ہونا چاہیئے تاکہ وہ اپنے زیر نگرانی طلبہ کو بتا سکیں میں یہ خیال کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ صحت پر قابل لوگوں کے لکچروں میں جو رات کو دیئے جائیں یہ تین ماہ تک شامل ہوتے رہیں۔

(۶) علم صحت کی تعلیم باقاعدہ کالج اور اسکول کے لڑکوں کے نصاب میں شامل ہو۔

(۷) پانی اور نالیوں کا انتظام کی اگر کوئی تجویز علی گڑھ میں ہو تو اُس کو جلد سے جلد عمل میں لایا جاوے۔

(۸) کمروں کے برتنوں کی بورڈروں اور نوکروں کی صفائی کی پوری طور سے نگہداشت کیجائے۔ (اس سلسلہ میں میں زور کے ساتھ سفارش کرونگا کہ کالج اور اسکول کے لیے علیحدہ علیحدہ تیرنے اور غسل کی جگہ بنائی جائیں)۔ غربت دور کرنے کے لیے ہمکو مقبول عام قاعدہ اقتصادی کو نظر میں رکھنا چاہیئے یعنی خرچ اوّلین کو ٹھیک طور سے کام میں لگایا جائے

مجھے یقین ہی کہ ہماری قوم تین لاکھ روپیہ طبّی وظایف کے لیے دے سکتی ہی۔ فی الحال میں ان کی سفارش کرونگا۔ انگلستان کے لیے ایک وظیفہ ہر دوسرے سال پانچ ہزار روپیہ کا۔ مرد طلبہ کے لیے ہر صوبہ سے بیس روپیہ ماہوار کے دو وظائف ہر ایک چار ہزار آٹھ سَو روپیہ کا۔ ہر دو صوبوں میں سے ایک وظیفہ بیس روپیہ ماہوار کا۔ عورت طالب علم کے لیے ایکہزار دو سو روپیہ کا۔ یعنی سب گیارہ ہزار روپیہ کے۔ یہ ایک مختصر شروعات ہی مگر اگر ہم اسی پر کمر باندھیں تو آیندہ بہتر باتوں کے لیے ضرور اُمید کر سکتے ہیں۔

علامت عارضہ

یہ خواب و خیال کہلائے جا سکتے ہیں۔ ہر تحصیل جس سے انسان کی زندگی میں بھلائی پیدا ہوئی ہی اوّل خواب و خیال ہی تھی۔ صرف یہ بات ہی کہ دقوعات ان خیالات سے زیادہ بڑے اور عظیم الشان ہیں اور اپنے میں اور بڑھکر مہتم بالشان دقوعات کا بیج رکھتے ہیں جس سے ہماری آیندہ کے لیے ہمیشہ ڈھارس بندھی رہتی ہی۔ ہر دقوعہ میں سے جو بھلائی ظاہر ہوئی ہی وہ اوّلاً ہمیشہ خیال ہی خیال تھی لیکن کسی خیال نے واقعہ کی تشکل نہیں پائی جب تک کہ ان طریقوں کو اختیار نہیں کیا گیا جو کہ صرف خیالی تھے اور صبر کے اور اطمینان کے ساتھ ہر ایک روز کا کام اُس روز کیا گیا بغیر اس کے کہ کوئی شک دل میں پیدا ہوا اور صرف یہ خیال کر کے کہ جس چیز کا دعوے کیا ہی وہ پورا ہونا چاہیے کس مشقت اور لگاتار کوشش سے سرسید نے اپنی خیال کو پورا کیا ہی۔ اسطرح اگر ہم بھی مستعدی کے ساتھ اُس کی پیروی کریں تو ہمارا خیال بھی واقعہ کی شکل میں آجائیگا اور جمعیّت انسانی کو ایک درجہ اور ترقی ہو جائیگی۔

تعداد مریضان اندرونی و بیرونی شفاخانہ ہائے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ در سنہ ۱۹۱۱ عیسوی

	بالغ		نابالغ		میزان
	مرد	عورتیں	لڑکے	لڑکیاں	
یورپین	۲۵۹۳	۲۹۷۳	۹۹۶	۸۷۱	۷۴۳۳
ہنود	۱۵۹۵۸۶۴	۵۴۳۴۱۷	۳۷۲۱۸۹	۲۲۷۵۶۶	۲۷۳۹۰۳۶
مسلمان	۶۵۹۳۹۳	۲۹۶۲۰۵	۲۳۵۵۳۷	۱۶۰۱۸۴	۱۳۵۱۳۱۹
دیگر	۸۹۵۰۶	۵۱۷۸۷	۳۰۵۲۴	۲۳۵۹۵	۱۹۵۴۱۲

مردم شماری ممالک متحدہ سنہ ۱۹۱۱ء

	مرد	عورات	میزان	تناسب
مسلمان	۳۴۶۶۲۸۷	۳۱۹۲۰۸۶	۶۶۵۸۳۷۳	۱
غیر مسلم	۱۹۳۴۸۱۲۷	۲۱۱۷۵۵۴۴	۴۰۵۲۳۶۷۱	۶

گوشوارہ جس سے مختلف امراض کا ان مریضوں کی عمروں کے مطابق دکھلایا گیا ہے جو کہ ایم اے او کالج میں ۱۹۰۹ء میں واقع ہوئیں۔

مریضانِ بیرونی						مریضانِ اندرونی					
حلقہ ہائے عمر						حلقہ ہائے عمر					
نمبر ۱ ۔ ۱۰ سال	نمبر ۲ ۔ ۱۰ تا ۲۰ سال	نمبر ۳ ۔ ۲۰ تا ۵۰ سال	نمبر ۴ ۔ ۵۰ سال سے زیادہ	مریض [illegible]	میزان	نمبر ۱ ۔ ۱۰ تا ۱۵ سال	نمبر ۲ ۔ ۱۵ تا ۲۰ سال	نمبر ۳ ۔ ۲۰ تا ۵۰ سال	نمبر ۴ ۔ ۵۰ سے اوپر	میزان	میزان کل
۱۰	۸۵	۱۹۵	۲۱۹	۱۲۷٪ یہ طلبا نہیں ہیں	۶۳۶	۰	۳	۹	۳	۱۵	۶۵۱

گوشوارہ مریضان سنہ ۱۹۰۹ء بورڈنگ ہاؤس ہائے مدرستہ العلوم علی گڑھ

نمبر	نام بورڈنگ ہاؤس	تعداد مریضان	اوسط تعداد بورڈران
۱	سوسائیٹی	۲۱	۱۹
۲	صاحب باغ	۶	۳۲
۳	منڈوسرکل	۲	۳۲
۴	فلرہاؤس	۱۲	۲۶
۵	سرسید کورٹ شرقی	۴۵	۹۳
۶	سرسید کورٹ غربی	۴۲	۸۳
۷	سید محمود کورٹ شرقی	۳۸	۶۳
۸	سید محمود کورٹ غربی	۳۷	۷۳
۹	انگلش ہاؤس	۱۵	نہیں معلوم ہوسکا
۱۰	ظہور وارڈ	۴۷	۶۰
۱۱	مارسین کورٹ	۹۶	۹۹
۱۲	ممتاز ہاؤس	۱۱۵	۱۱۰
۱۳	میکڈانل ہاؤس	۴۳	۴۹
۱۴	بنگلہ	۶	نہیں معلوم

تعداد طبیبان در ہندوستان و برما

	مسلم	غیر مسلم
ایم۔ بی و ایل۔ ایم۔ ایس	۲۰	۲۱۴۰
	۵۰	۱۹۰۰
اسسٹنٹ سرجن	×	۵۳۴
سب اسسٹنٹ سرجن	۵۵۷	۲۷۷۹

گوشوارہ تعداد اشخاص جنہوں نے ہندوستان میں ڈاکٹری تعلیم کی اعلیٰ اسناد حاصل کیں

نام یونیورسٹی	زمانہ	ایم۔ڈی + و ایم۔بی		ایل۔ایم۔ و ایس		
		مسلمان	غیر مسلم	مسلم	غیر مسلم	
کلکتہ	۱۸۶۲ - ۱۹۰۹	۲	۲۱۴	۲۵	۱۲۳۰	
بمبئی	۱۸۷۲ - ۱۹۰۸	۰	۷	۱۷	۸۹۳	
مدراس	۱۸۸۲ - ۱۹۱۱	۲	۱۱۳	۳	۲۵۵	
پنجاب	۱۸۸۲ - ۱۹۱۲	۸	۶۷	۴۰	۲۱۰	
میزان	-	۱۲	۴۰۱	۸۵	۲۵۸۸	

اس تقریر کے ختم ہونے پر جسکو حاضرین نے نہایت دلچسپی اور رغبت سے سنا جناب ڈپٹی سید نثار حسین صاحب نے بالفاظ مختصر اس رزولیوشن کی تائید فرمائی۔
اس کے بعد جناب حکیم عبدالولی صاحب لکھنوی نے یہ ترمیم پیش کی کہ اس رزولیوشن میں لفظ "مسلمانوں" کے بجائے "انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں" کے الفاظ درج کئے جائیں اور اس ترمیم کی تائید جناب حکیم عبدالمجید صاحب لکھنوی نے کی، اور معزز محرک نے اس ترمیم کو منظور کیا اور اس طرح یہ رزولیوشن بالاتفاق حسب ذیل الفاظ میں منظور ہوا۔

رزولیوشن نمبر ۱۵

اس کانفرنس کی رائے میں قومی ترقی اور ثروت کے لئے ضروری ہے کہ فن ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں بہ نسبت موجودہ حالت کے زیادہ رائج ہو۔

اسقدر کارروائی کے بعد جناب مس میک نیل صاحبہ نے تعلیم نسواں کے مضمون پر حسب ذیل لکچر بزبان انگریزی دیا یہ لکچر کیا بلحاظ اعلیٰ خیالات اور مفید مشوروں کے اور کیا بہ اعتبار طرز بیان اور فصاحت کے نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔

لکچر مس میک نیل صاحبہ متعلق تعلیم نسواں

مسٹر چیرمین اور حضرات!
میں اس کو اپنے لئے بہت بڑی عزت کا باعث سمجھتی ہوں کہ مجھے اس

ممتاز مجمع کے روبرو تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا گیا، اور آپکی کانفرنس اس جگہ کے لئے قابل مبارک ہی جو اس نے اپنے پروگرام میں تعلیم نسواں کے مضمون کو دی ہی۔ یہ واقعہ کہ آپنے مجھے اس مبحث پر گفتگو کرنے کے لئے طلب فرمایا ہی مجھے یہ یقین کرنے کی ہمت دلاتا ہی کہ حاضرین میں سے بہت سے اصحاب آخر الامر اس مسئلہ کی اہمیت کے قایل ہو گئے ہیں اور اس لئے یہ ضروری نہیں ہی کہ اس کی تائید میں آپکے روبرو کچھ عرض کیا جائے۔ البتہ میں آپ سے اتنی درخواست ضرور کرونگی کہ آپ میرے مسئلہ دلائل کو بغور سنیں جو میں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں اور جس سے آپ اُن لوگوں کا اطمینان کر سکیں گے جو بہ نسبت آپ کے کم روشن خیال ہوں۔

(اولاً) یہ بالکل صحیح مقولہ ہی کہ کسی ملک کی سطح اُس کی عورتوں کی سطح سے زیادہ بلند نہیں ہوتی۔ کسی قوم یا جماعت کے لئے یہ بات غیر ممکن ہی کہ وہ اقوام عالم کے اندر کوئی اعلیٰ مقام حاصل کر سکے بحالیکہ اس کی صرف نصف آبادی تعلیم یافتہ ہو۔ یہ ایک کھلا ہوا واقعہ ہی کہ جس زمانہ میں جاپان ایک اول درجہ کی طاقت کا مرتبہ حاصل کر رہا تھا تو وہی زمانہ تھا جبکہ اس کی عورتوں کی حالت کے اندر ایک عظیم ایک انقلاب واقع ہو چکا تھا۔ میں کامل یقین کے ساتھ یہ پیشنگوئی کرنے کی جرأت کرتی ہوں کہ آپکی یونیورسٹی خواہ کیسی ہی خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ کیوں نہ قائم کی جائے اپنے نصف نتیجہ میں ناکام رہے گی اگر ساتھ ہی ساتھ آپکی عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی مفید و پُر جوش کارروائی نہ کی گئی۔

(ثانیاً) گھر کی فرحت و مسرت خطرہ کی حالت میں رہتی ہیں۔ زن و شوہر کے مابین کبھی اصلی رفاقت پیدا نہیں ہو سکتی اگر وہ بالکل ہی مختلف ذہنی سطحوں پر حرکت کریں، اور بغیر اس قسم کی رفاقت کے خانگی زندگی کے جاری رہ سکنے

کی کوئی ضمانت نہیں ہو سکتی۔ یہ منظر کیسا جگر خراش ہوتا ہے کہ محض اس بنا پر ایک عورت کی زندگی تباہ اور گھر کی خوشی فنا ہو جاتی ہے کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شوہر گھر واپس آتا ہے تو وہاں اس کی دلبستگی کا کوئی سامان موجود نہیں ہوتا، اور وہ اپنی بیوی سے نفرت کرنے لگتا ہے جس کو اپنے شوہر کی ذہنی زندگی کے ساتھ کسی امر میں بھی مشارکت نہیں ہوتی جب تک عورتیں تعلیم نہ پائینگی یہ حالت برابر بڑھتی جائیگی۔

(ثالثاً) بچوں پر ماؤں کا اثر پڑتا ہے۔ مشہور مصنف کارمینیز نے جب اسکول اور کالج کی زندگی کے صیغوں کے متعلق اپنی مشہور درجہ بندی قائم کی تھی تو اس نے ابتدا پرائمری اسکول سے نہیں کی تھی، بلکہ زانوے مادر کے مدرسے کی تھی (چیرز) ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو بغیر کالج کی تعلیم کے بہت اچھی طرح بسر کر سکتے ہیں، لیکن ایک بھی مرد یا عورت نہیں ہے جس کو مدرسہ زانوئے مادر کی سند حاصل کرنی نہیں ہوتی (پرزور اور لویل چیرز اور نعرے) اس مدرسہ کی تعلیم کا مدار کتابوں پر نہیں ہے، اس کا کام عادت کے پودے لگانا اور اطوار کی تخم ریزی کرنا ہوتا ہے (چیرز) جو کتابی تعلیم سے بدرجہا اہم تر ہے (چیرز) پس ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ ماں جو اس مدرسہ کی صدر معلمہ ہوتی ہے وہ اپنے اس غایت درجہ اہم فرض منصبی کی انجام دہی کی کامل اہلیت رکھتی، یا نہیں۔

لہٰذا تین پہلوؤں سے عورتوں کی تعلیم نہایت ضروری اہمیت رکھتی ہے۔
قوم اور جماعت کی خاطر، گھر کی مسرت کی خاطر، اور بچوں کی خاطر،

اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ لفظ "تعلیم" کا مفہوم کیا ہے۔ ہم ایک یونیورسٹی کے خیالات کے متعلق نیومن کی مشہور تعریف کو تسلیم کر کے کہہ سکتے ہیں کہ "تعلیم وہ چیز ہے کہ ایک مرد یا عورت کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے تمام پبلک اور پرائیویٹ فرائض کو جہاں تک ممکن ہے عمدہ طرح انجام دے" بالفاظ دیگر تعلیم انسانی قویٰ کی تربیت و ترقی کا

کام ہے۔ اس تربیت پر تین عنوانوں کے ذیل میں غور ہو سکتا ہے۔

(اول) تربیتِ فکر، بچہ کی قوت فکریہ کی تربیت یعنی اس کو غور کرنا سکھانا، نہ کہ بہت سی باتیں اس کے دماغ میں ٹھونسنا یہ معلم کا کام ہے۔

(دوسرے) تربیتِ ارادہ، وہ مرد یا عورت جس کی قوت ارادہ کمزور ہوگی یعنی جو صرف ارادہ ہی کیا کرے اور اس ارادہ کو عمل میں نہ لائے وہ دنیا میں بہت کم مفید ہے۔ تعلیم یافتہ آدمی کی ایک نشانی مقصد کا تعین اور ارادہ کا استحکام بھی ہونی چاہئیے۔ جس کے ذریعہ سے وہ جس کام کو ہاتھ میں لیگا اس میں کامیاب ہوگا۔

(تیسرے) تربیتِ اخلاق، ارادہ خیال کی رہنمائی سے منتج بہ فعل ہوتا ہے ہمارے افعال کے خلاصہ سے عادات ترکیب پاتے ہیں۔ ہماری عادات کے خلاصہ کا نام اخلاق ہے (پرز ورچیرز) ارادہ اچھے، برا دونوں قسم کے کاموں کا ہو سکتا ہے تربیت اخلاق کا نتیجہ ہوگا کہ ارادہ انھی کاموں کو انتخاب کرے گا جو اعلیٰ، شریفانہ اور حق ہونگے اور اس تربیت کا مدار صرف عمدہ عادات پر ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید قول ہے کہ عادات کے راسخ ہونے کا زمانہ بچپن ہوتا ہے۔ بعد کی زندگی میں یہ بات بہت دشوار ہو جاتی ہے کہ کسی بری عادت کو ترک اور اچھی کو اختیار کیا جائے۔ اس نتیجہ پر پہونچ کر ہم پھر ماں کے غیر متناہی اثر کی جانب عود کرتے ہیں جس کے قابو میں بچہ عین اس وقت ہوتا ہے جب کہ مدت العمر کی عادتیں نشو ونما پا رہی ہوتی ہیں (پرزور اور طویل چیرز)۔

لہذا ہر تعلیم کا اور بطور نتیجہ لڑکیوں کی تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے قوت فکریہ کی تربیت، قوت ارادیہ کی تربیت اور اخلاق کی تربیت۔

اب اس قسم کی تعلیم حاصل کرنے کے کیا طریقے ہیں؟ اس کا طریقہ مسلسل امتحانات نہیں ہیں، پبلک امتحانات صرف قابلیت کی جانچ کرتے ہیں، قابلیت پیدا نہیں

کرتے (چیزز)۔

یہ اس لئے ضروری ہیں کہ قوم کے پیشوں کو ناقابل کام کرنے والوں سے بچائیں، لیکن بجائے خود یہ تعلیم کا کوئی جزو نہیں ہیں۔ اکثر لڑکیوں کے لئے وہ ایک عرصہ تک بالکل غیر ضروری ہونگے۔ ہمیں اس خیال کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے کہ امتحانات کا پاس کرنا تعلیم کا ضروری جزو یا ضروری معیار ہے، بلکہ ہمیں اپنی آنکھیں ہمیشہ مذکورہ بالا مقاصد کے لئے کھلی رکھنی چاہئیں۔ علاوہ بریں لڑکیوں کی تعلیم اپنی تفصیلات میں لڑکوں کی تعلیم کے مطابق نہونی چاہیئے۔ انگلستان میں تعلیم نسواں کی جدید ترقی کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کو زیادہ زنانہ بنانیکی کوشش کی جارہی ہے اور اصول حفظان صحت اور اصول خانہ داری نصاب تعلیم کا اہم تر جزو قرار دیئے جارہے ہیں۔ اس خوف کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تعلیم لڑکیوں کو خانگی زندگی کے ناقابل بنا دیگی۔ زمانہ حال کی ترقیات کی یہ روش نہیں ہے۔

ورائے ازیں ہمیں یہ بھی تصور نہ کرنا چاہیئے کہ زنانہ تعلیم کے لئے کوئی مکمل دستورالعمل موجود ہے۔ تمام اقوام متمدنہ کے ماہران تعلیم اس مسئلہ کے حل کی کوشش کر رہے ہیں جو شاید ہمیشہ لاینحل رہیگا، تاہم اقوام کی برادری اسکو مشترکہ سعی کے ساتھ رو براہ کرنے کے درپے ہے۔ ہندوستان میں ہم اس وقت ایک ایسی نازک حالت سے دوچار ہیں جو ۱۸۵۷ء میں واقع ہوئی تھی، لیکن یہ مسئلہ اس مرتبہ گورنمنٹ کے کسی مراسلہ سے حل نہیں ہوگا۔ بہت سا کام تجربہ کے طور پر اور اخوت کی روح اور وفادارانہ مشارکت کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ آیندہ پانچ سال اس امر کا فیصلہ کر سکینگے کہ ہندوستان میں آنے والی نسلوں کے لئے تعلیم نسواں کن اصول پر چلے گی اب ہمکو اپنے مقصد کا ایک روشن تر احساس پیدا ہو گیا ہے جو یہ ہے کہ مفید، خداترس عورتیں، بہتر بیویاں بہتر مائیں، بہتر شہری پیدا کی جائیں۔ میں نے ،، بہتر شہری،،

کو اسطے خاص کیا ہو کہ انسان کے ساتھ سلطنت کا فرض عورت پر بھی ہوتا ہی۔ اس امر کی مثالیں کہ بحیثیت ماں کے عورت کو قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے میں کسقدر دخل ہو زمانہ قدیم میں روما کی اور زمانہ حال میں جاپان کی عورتوں سے بیش کی ہیں (غالباً مس کینیل صاحبہ کو تاریخ اسلام پر عبور نہیں ہو۔ (اڈیٹر)

تعلیم کے متعلق اکثر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہو کہ اس سے لڑکیوں کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں، دوم یہ کہ وہ دستورات قدیم کو ملیا میٹ کر دیتی ہی۔ جو کچھ کہا جا چکا ہے اس کے بعد پہلے اعتراض کا جواب بہت مختصر اور صاف ہو گیا ہی یعنی یہ کہ اگر چال چلن خراب ہوتا ہی تو غلط قسم کی تعلیم سے (چیرز) صحیح تعلیم کسی کو خراب نہیں کرتی (چیرز) دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہی کہ ہمکو قدیم رسوم کے ساتھ نہایت آہستگی کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ بُری رسوم کو جرأت کے ساتھ ترک کر دینا چاہیئے۔ اچھی رسوم کو بحفاظت تمام قائم رکھنا چاہیئے۔ جہاں شک ہو وہاں تاخیر سے کام لو۔ پردہ کا حد سے زیادہ عجلت کے ساتھ ترک کرنا (نہیں بلکہ مطلق ترک ہی کرنا۔ (اڈیٹر)

خطرہ سے خالی نہیں۔

آخر میں میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ عمل بھی کریں۔ زبانی ہمدردی سے کچھ نہیں ہوتا، عمل کیجیئے اور مناسب عمل کیجیئے۔ جہالت و تعصب کے خلاف جہاد برپا کر دیجئے میں ہر صاحب سے جو یہاں موجود ہیں زور سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ دو باتوں کا حلف لیں اور پابندی کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوں۔ اول یہ کہ ان کے خاندان میں کسی لڑکے کی شادی نہو گی جب تک وہ تعلیم نہ پالے، اور دوسرے یہ کہ ان کے خاندان میں کسی لڑکے کی غیر تعلیم یافتہ لڑکی سے شادی نہو گی۔ اگر ایسا ہو تو چند ہی سال کے عرصہ میں اسلامی جماعت کے اندر ہم بہت بڑی ترقی دیکھ سکینگے ایک تیسرا عملی خیال اور بھی ہی؛ اور وہ یہ کہ بغیر استانیوں کے لڑکیوں کی تعلیم نہیں

ہو سکتی، اور استانیوں کی کمی تقریباً ایک مفلوج کن رکاوٹ ہے۔ یہی کافی نہیں ہے کہ وہی عورتیں تعلیم دیں جو محض مجبوری سے اس پیشہ کو اختیار کرتی ہیں۔ کیا اعلیٰ خاندان کے لوگ اپنی عورتوں کو اس امر کی اجازت نہ دینگے کہ وہ معلمہ گری کی تعلیم حاصل کر کے اس پیشہ کو اختیار کریں، نہ بطور پیشہ کے بلکہ مثل ایک کار ثواب کے اور بحیثیت اپنے خدا اور اپنے وطن کی خدمت کے"

مس صاحبہ کے دوران تقریر میں عالیجناب ہز ہائینس سر آغا خاں صاحب بالقابہ اجلاس کانفرنس میں تشریف لائے اور حاضرین نے سر و قد ایستادہ ہو کر تعظیم دی اور نعرہائے مسرت بلند کئے۔

عالی جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی نے موزوں الفاظ میں لکچرار صاحبہ کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد جناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے، ایل ایل، بی اسٹیج پر تشریف لائے اور جناب ممدوح نے حسب ذیل لکچر پڑھا۔

ہماری بہبودی کے وسائل

یعنی

لکچر جناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے ایل ایل، بی

یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبونہ

(بِقَومٍ) یُحِبُّهُم وَیُحِبُّونَهُ اَذِلَّةٍ عَلَی المُؤمِنِینَ اَعِزَّةٍ عَلَی الکَافِرِینَ۔ (ترجمہ) اے مسلمانو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے (تو کوئی پرواہ نہیں) آگے جاکر ایک نیا زمانہ آئیگا کہ خدا ایک قوم کو اٹھائے گا جو خدا سے محبت رکھیگی اور خدا اُن سے محبت رکھیگا یہ لوگ مومنوں کے لئے منکسر مزاج اور منکروں کے لئے سخت ہونگے۔

حضرات! ہر قوم میں بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جن کی دانشمندی اور لیاقت کی تعریف صرف اُنکی قوم اور ملک تک محدود نہیں ہوتی بلکہ جہاں جہاں اُنکا کلام یا اُنکے خیالات پھیلتے ہیں سب لوگ اُنکے سامنے ادب سے سر جھکاتے ہیں۔ انھیں چیدہ اور خاص آدمیوں میں شیراز کا وہ بزرگ ور مسلمانوں کا وہ شاندار منشی اور معلم اخلاق شاعر گزرا ہے جو سعدی کے نام سے ایشیا کے علم و ادب و شاعری اور فلسفۂ عملی میں ہمیشہ ممتاز رہیگا۔ ہز ہائینس سر آغا خاں جو اس وقت موجود ہیں اگرچہ ہمارے لئے موجب فخر ہیں لیکن اُن کے لئے بھی یہ امر فخر کا باعث ہے کہ وہ سعدی کے ہموطن ہیں۔ اُس نے بیان کیا ہے کہ بلقان کے علاقہ میں اُن سے اور ایک عابد سے ملاقات ہوئی عابد سے اُنھوں نے فرمائش کی کہ ایسی نصیحت کیجئے اور ایسا اصول بتائیے کہ طبیعت سے جہالت دور ہو۔

در خاک بیلقاں برسیدم بعابدے
گفتم مرا بہ تربیت از جہل پاک کن

اس کا جواب اُس عابد نے کسقدر پاکیزہ دیا ہے

گفتا برو چو خاک تحمل کن اے فقیہ
یا ہرچہ خواندۂ ہمہ در زیر خاک کن

ناتربیت یافتہ اور وحشی انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس کے جذبات اُس پر حاکم ہوتے ہیں اور جس طرف اُس کو چاہتے ہیں لیجاتے ہیں۔ اُن کی خواہشیں دم بدم

بدلتی رہتی ہیں اور اُس کو یہ یاد نہیں رہتا یا اسقدر دوراندیشی اُس میں نہیں ہوتی کہ سمجھ سکے) کہ میں اب جو کام کرنا چاہتا ہوں اور جس جذبہ کو پورا کر رہا ہوں اُس کی وجہ سے کل ایک سخت نقصان میں مبتلا ہونگا اور اُس سے اور بھی زیادہ ضروری کام نہ کر سکونگا۔ ویسے ہی لوگوں کی شان میں کلام الٰہی میں آیا ہے۔ لہم قلوبٌ لا یفقہون بہا ولہم اعینٌ لا یبصرون بہا ولہم آذانٌ لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل (اعراف) اُن کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ اُن کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ اُن کے کان ہیں مگر سنتے نہیں یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ دیکھنے میں وہی خواہشیں وہی امنگیں وہی حاجتیں وحشیوں میں ہیں جو مہذب آدمیوں میں ہیں۔ بلکہ حیوان میں بھی وہی ہیں اور نہ صرف دیکھنے میں بلکہ حقیقتاً نیچر نے بعینہ وہی باتیں دونوں میں رکھی ہیں فرق یہ ہے کہ حیوان یا وحشی یا ناتربیت یافتہ انسان ان خواہشوں کو مغلوب کر کے اُن کو اپنے لئے ایک مفید آلہ نہیں بنا سکتا۔ مہذب آدمی انھیں خواہشوں کو دبا کر اُن سے بڑے بڑے نتائج پیدا کرتا ہے۔ بلقان جہاں اب بلند نظری کی وجہ سے گھسان کا رن پڑ رہا ہے اور وہ زندہ صفت انسان شہنشاہ امن و اماں مسیح ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے نام سے اُس ملک کو مذبح بنا رہے ہیں۔ اسی بلقان کے اصلی یا فرضی عابد نے یہ رمز بتایا ہے کہ تربیت نفس بغیر تحمل یا غم کھانے کے حاصل نہیں ہوتی اس تمہید کو میں اسلئے بیان کرتا ہوں کہ آپ کو بہت زیادہ تحمل اور بردباری کی اور خیالات سابقہ کو برکنار رکھنے کی ضرورت ہوگی تب آپ میری اس تقریر کو سن سکینگے۔ کیونکہ میں اپنی باتیں سہل طور پر کہنا چاہتا ہوں نہ کہ رمز و اشارہ میں اور چونکہ میرے خیالات کسی خاص فرقہ کے تابع نہونگے اس لئے ممکن ہے کہ اکثر لوگ اُن کو پسند نہ کریں جو جماعتیں خلاف طبع یا سابقہ خیالات کے برخلاف امور سننے سے ... ایک ... پر چل رہی ہیں اور جو جماعتیں ہر قسم کی نکتہ چینی

سننے کے لئے تیار ہیں وہ مبارک رہتے ہیں۔

گفتا برو چو خاک تحمل کن اے فقیہ
یا ہرچہ خواندۂ ہمہ در زیر خاک کن

حضرات! مسلمانوں کی بہبودی کے وسائل بتاتے بتاتے لوگ تھک گئے اور کہتے کہتے باتوں کا اثر بھی جاتا رہا۔ مگر میں اس تقریر میں ایک خاص بات پر زور دونگا اور دوسرے مسائل اور وسائل کو صرف ضمنی طور پر آخر میں بتادونگا تاکہ دیگر مسائل کی اہمیت کو بھی لوگ فراموش نہ کریں۔

اسلام ایک نظام تمدنی و روحانی ہے جس کی بنیاد ازلی و ابدی قوانین اور حکیمانہ اصولوں پر ہے اس میں روحانیت ہے اس میں خاص عقائد ہیں نیز اس میں صفائی یا پاکیزگی کے جزوی احکام معاملات کے قوانین عبادات کے طریقے میل جول اور ملاقات کے قواعد ہیں۔ اسمیں چند باتیں ایسی لابدی ہیں جن کے انکار سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن میں اختلاف اور آزادی رائے کی گنجایش ہے باوجود بے حد اختلافات کے اس میں ایک جزو مشترک ایسا ہے جس سے آدمی فوراً پہچانا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اس جزو مشترک کا کمزور ہونا اسلام کی کمزوری ہے اور اس شناخت کا جاتا رہنا سب سے بڑی اسلامی تباہی اور قومی شکست ہے۔

آنحضرت (علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام) نے جب عربوں کو اسلام کی تلقین شروع کی تو باوجودیکہ قوم عرب اور حجاز کے بعض مقامات میں تہذیب و تمدن کی کچھ علامات موجود تھیں اور عرب کے بعض قبائل میں قوت اور زندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ لیکن واقعاً اسقدر لاکھوں باتیں سکھانے کی آپکو ضرورت تھی اور اتنی باتیں سکھانی تھیں کہ ان پر غور کرنے اور انپر احاطہ کرنے سے لائق سے لائق انسان کا دماغ متحیر اور عقل خیرہ ہوجاتی ہے۔ اس کے متعلق مجھے ایک مخالف نکتہ چین پروفیسر مارگوتھ

کا قول یاد آتا ہے جس نے ایک جگہ لکھا ہے کہ صرف آیت ذیل کی بابت اگر مجکو یہ یقین ہو کہ بغیر تعلیم و اثرات انسانی کے یہ تخیلات جو اس آیت میں شامل ہیں محمد (روحی فداہ) نے نکالے ہیں تو میں اُن کو روئے زمین کا سب سے بڑا انسان ماننے پر طیار ہوں

اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔

اس اولین آیت قرآن کی متعلق اس پروفیسر کا استعجاب بالکل بجا ہے۔ کسقدر کلیات اس میں ہیں۔ قرأت۔ اسم۔ رب۔ خلق۔ خلق الانسان اور خود انسان۔ انسانی ترقی ابتدائی کیڑے کی حالت سے یعنی خلق الانسان من علق۔ خدا کے اخلاقی کمال یعنی ربِ اکرم کا تصور۔ پھر علم اور قلم اور تعلیم بالقلم کا خیال اور تعلیم الانسان کا تصور مالعیلم (جو جانتا ہے) اور مالایعلم (جو نہیں جانتا) اس کا امتیاز۔

مگر میرا مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ آنحضرت کی تعلیم ایسی وسیع ہے کہ بہت سے بڑے بڑے دماغ اُس کے پوری طور پر سمجھنے اور قدر کرنے اور سمجھانے کے قابل بغیر توفیقات الٰہی اور ملکہ فطری کے نہیں ہو سکتے تو ہم بتا سکیں کہ جو اصول ہمارے رسول نے اپنی زندگی میں سمجھائے ہیں صرف اُنہیں کو سمجھانے اور بتانے کے لئے بڑے سے بڑے مدبرین اپنی زندگی وقف کر سکتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ معمولی انسان ہو، بادشاہ ہو، نبی ہو، اپنے کاموں میں بغیر استعمال وسائل کوئی عملی نتیجہ نہیں دکھا سکتا۔ آنحضرت کو انسانی وسائل کی ضرورت تھی اور جو وسائل آپکے سامنے تھے اُن کی لیاقت اور ورک اور مادۂ قابل کے مطابق اس محمد رسول نے کام لیا اور جس میں جو ملکہ مخفی تھا اُس کی تکمیل کی۔

خاص خاص مصالح سے کچھ لوگ کچھ ہی ظاہر کریں۔ مگر اثر صحبت اور فیض رسالت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ وہ اثر جو ایسا زبردست تھا کہ بد اور خبیث آدمیوں پر بھی

پیدا اور نیکو کاروں پر بھی نہایت ہی ۔ جو مقناطیسی بلکہ روحانی اثر تھا۔ اُس کی ایک دینی مثال میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

عرب میں کاتب بہت کم تھے لکھنے کے ماہر ایسے ہی کمیاب تھے جیسے کہ آجکل بے تار کی تار برقی جاننے والے ہندوستان میں بہت کم ہیں۔ اس لئے جو شخص اچھا بڑا لکھتا بلا لحاظ اُس کی ایمانی یا روحانی حالت کے کاتب وحی کا کام اُس سے لیا جاتا تھا کیونکہ لبا اوقات معتبر صحابہ یا اہلبیت جو کتابت کا کام جانتے تھے ضروریات کی وجہ سے باہر جانے پر مجبور تھے چنانچہ ایک شخص جس کا نام شاید حکم ابن عاص تھا کتابت وحی پر مقرر تھا۔ وحی (جو مثل ایک چشمۂ فیض اور ایک روحانی سلسلہ مثل بے تار بجلی کے خالق اور مخلوق کے درمیان ہے) رسالتمآب پر آ رہی تھی۔ آیت ذیل حضرت پر نازل ہوئی۔ لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین کاتب برابر لکھتا جاتا تھا جب یہ آیت ختم ہوئی اور آپ اگلی آیت بتانے والے تھے تو یکایک کاتب کی زبان سے نکلا فتبارک اللہ احسن الخالقین آپ نے فرمایا کہ درست ہے اسی طرح وحی آئی ہے اسی کو لکھ لو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر مرتد ہو گیا اور بھاگ گیا اور کافروں سے جا ملا اور کہا کرتا تھا کہ (نعوذ باللہ) محمد نے خود میرا کلام قرآن میں لکھدیا ہے۔ وحی وغیرہ سب ڈھکوسلا ہے۔ یہ قصہ بالکل معتبر ہے اور جو لوگ علم باطنی اور قدرت الٰہی کے گوناگون ظہورات کے قائل نہیں وہ مجبور ہیں کہ ایسا ہی خیال رکھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ نور کا زبردست چمکارہ اس شخص کے قلب پر پڑا اور اُچٹ کر یہ آیت قلب رسالتمآب سے اُس شخص کے قلب پر گری اور وہ چلا اُٹھا۔ مادہ قابل نہ رکھتا تھا۔ تنگ خیال اور ظاہر بیں اور شاید بدکاریوں کی وجہ سے سیاہ قلب بھی تھا اس رمز کو نہ سمجھ سکا اور صحبت رسالتمآب سے مستفید نہ ہو سکا۔ میں نے یہ مثال اس غرض سے دی کہ بہ قدر استعداد ہر شخص پر اثر ہوتا ہے۔ اب یہ اُس کی قابلیت یا حالات پر ہے کہ وہ اُس سے فائدہ

اُٹھائے یا نہ اُٹھائے۔ ابوجہل پر رسالتمآب کا اثر ضرور پڑتا اور پڑا۔ مگر اُن کے دل میں
تاریکی کی کرنیں (اگر میں برخلاف سائنس کے ایسا استعارہ استعمال کر سکوں)
اسقدر غالب تھیں کہ اُن کی وجہ سے نور کی کرنیں اُچٹ گئیں بہت سے آدمی آپکی
فوق العادہ حسن خلق سے۔ بہت سے جناب کی تدبیر مملکت سے بعض ملکہ للہیت
و روحانیت سے مستفیض ہوئے اور مجبور ہو کر قائل ہوئے صرف للہیت کے دو
پہلوؤں کو مولانا حالی نے اپنی ایک رباعی میں لیا ہے۔ لیکن اس مضمون کو وسعت دیکر
تمام عالم کے علوم و حکم پر منطبق کر سکتے ہیں ؎

زہاد کو تو نے محو تجرید کیا　　عشاق کو مست لذت دید کیا
باقی نہ رہا خدا کا ساجھی کوئی　　توحید کو تو نے آکے توحید کیا

قوم بنانے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی اُن میں ایک چیز معاشرت کی
سادگی تھی اور ذاتی خواہشوں کو مجموعی خواہشوں کے تابع کر لینا یہی چیز ہے جس نے
پچھلے بارہ سال میں کئی قوموں کو بے حد سر بر آوردہ کر دیا ہے اس اصول پر عمل
کرنا رسالتمآب نے بدرجۂ اتم لوگوں کو سمجھایا۔ اگرچہ نومسلموں نے آخر زمانہ میں
اپنی خواہشوں کو خواہش رسالتمآب کے ماتحت کرنے میں پس و پیش کرنا شروع
کیا جس کی وجہ سے رسالتمآب کو ریاست مدینہ کی نہایت مختصر آمدنی اور محدود
خزانے میں سے پُرانے اور اصلی مسلمانوں سے دوچند وظیفہ دیکر نومسلموں کو
راضی کرنا پڑا۔ مگر فخر رسل نے مسلمانوں کے کسی خاص طبقے کو بھی دائرہ سے نکلنے نہ دیا
اے کاش ہمارے مختلف فرقے بھی اس امر کو سمجھ لیں۔ الغرض آنحضرت نے اسلامی
تمدن کے شیرازہ کو قائم رکھنے کی غرض سے سب گروہوں کی خواہشات کو معتدل
فرمایا اور آخر زمانے میں بھی کوئی ایسی صاف ہدایت نہیں فرمائی جس سے یہ ظاہر ہوتا
کہ آپ کے بعد دنیاوی اقتدار حکومت قطعی طور پر کس شخص یا خاندان کے ہاتھ

میں آئے اگرچہ منجملہ اکابر عرب کے اکثر صنادید قریش اپنے اقتدارات کو عارضی طور پر آنحضرت کے ماتحت کرنے پر راضی تھے۔ لیکن بہت بڑی کثرت رائے اس طرف تھی کہ ہمیشہ کے لئے خاندان بنی ہاشم، خواہ اولاد رسول کی ابدی حکومت میں رہنا اور گمنام ماتحتوں کی سی زندگی بسر کرنا مناسب نہیں۔ لیکن حسن اتفاق سے معاملات کی باگ چند ایسے پُر مغز مدبروں کے ہاتھ میں آگئی تھی جنھوں نے ایک طرف عرب کو متفق رکھا اور دوسری طرف ان کی توجہ غیر ممالک کی تسخیر کی طرف پھیر دی۔ تیسری اور سب سے زبردست بات یہ تھی کہ تمدن کی جو رفتار رسالت مآب نے قائم کی تھی اُنھوں نے اسی کو برقرار رکھا بلکہ ترقی دی خاصکر حضرت عمر خلیفہ ثانی جن کا زمانہ خلافت دراصل آنحضرت کے انتقال سے سمجھنا چاہیئے۔ آنحضرت کی اس تمدنی اور دینی رجحان پر قائم رہنے کے زبردست طرفدار تھے کہ عرب اور مسلمانوں میں سادگی باقی رہے اور فتوحات کی کثرت اور دولت کے مہیا اور بلند نظریوں کے بڑھنے سے عیش و عشرت اور جبر کی مہلک خرابیاں اُن میں نہ آجائیں اسلامی سادگی اور تمدن کے قیام کی خواہش بھی ایک بڑا جذبہ ایسا تھا جس کی وجہ سے رئیس اہلبیت اور برادروں نے بھی اکثر معاملات میں اب سادہ خلافت کی تائید کی جس نے اگرچہ خاندان رسول کو رعایا کا درجہ دیدیا۔ لیکن اُس نے مسلمانوں کو بھی خالص امرائی حکومت کے محکوم ہونے سے بہت کچھ بچا لیا۔ اسی مضبوط نظم و نسق اور سادگی اور چند سالہ اتفاق کا یہ ثمرہ ہوا کہ اسلامی تمدن نصف ایشیا و افریقہ پر بارہ برس کے عرصہ میں چھا گیا اور تقریباً سب قومیں جو اُس کے تحت میں آئیں اسلام میں داخل ہوگئیں مگر اسلام کی روحانی حقیقت اور برکات سمجھنے کے لئے یہ قومیں تو کیا خود آنحضرت کے ساتھیوں میں شاید بارہ حضرات بھی بمشکل ملینگے اور بارہ تیرہ برس میں وہ اسلام کی حقیقت کو کیا سمجھتے جبکہ تیرہ سو برس کے بعد بھی اسلامی حقیقت کو اُن قوموں نے بخوبی نہیں سمجھا بہر حال اسلام کی مشین نہایت زور سے چل رہی تھی کہ یکایک تمدنی حیثیت سے

اُسکو ایک خوفناک صدمہ پہونچا اور وہ یہ تھا کہ حکومت ایک ایسے مضبوط قبیلے کے ہاتھ میں آگئی جس کے برائے نام سردار اور خلیفہ کیسے ہی نیک نفس تھے مگر اُس قبیلے کے رؤسا آنحضرت صلعم کی دینی اور تمدنی تحریکات کے آخر عمر تک علانیہ خلاف رہے تھے اور وہ بدرجہ مجبوری اسلام لائے تھے۔ یہ قبیلہ زبردست تھا اُس نے یکایک نصف دنیا کی ایک بڑی اور منتظم سلطنت پر قبضہ کر لیا اور وہ اس وسیع رقبہ پر اس سرے سے اُس سرے تک محیط ہو گئے۔ تاریخ بتاتی ہی کہ اکابر قریش و عرب کے خاندان رسالت کی حکومت قبول کرنے سے آنحضرت کے انتقال کے بعد گویا انکار کر دیا تھا۔ مگر حکومت کے افسر ایسے لوگ تھے جو آنحضرت کی تحریک کے تمدنی پہلو اور قوم سازی کے اصولوں کو بخوبی سمجھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں عدالت اور معاشرت میں سادگی پر عمل کیا اور لوگوں سے کرایا۔ اور محض دولت کو حقارت سے دیکھا اور رئیس اہلبیت کو اپنے شائستہ طرز عمل سے اپنا بہت کچھ حامی کر لیا۔ جس حکومت کی کل عمرؓ جیسے منتظم اور مدبر اور علیؑ جیسے صاحب علوم باطنی کے ہاتھ میں تھی وہ دیکھتے دیکھتے چند سال کے اندر مروان ابن حکم کے ہاتھ میں آگئی بدنظمیوں اور رشوت وظلم کا بازار گرم ہوگیا۔ اگرچہ انصاف یہ ہی کہ بعد میں جو حالت ہوئی اُس وقت اس کے پاسنگ بھی سختی نہ تھی۔ مگر لوگ اتنے ظلم کے بھی عادی نہ تھے۔ اس وقت سے مسلمانوں میں علانیہ پھوٹ پڑنی شروع ہوئی رئیس اہلبیت کی ہمدردی بھی جو اس شرط کے ساتھ تھی کہ سادگی کا طریقہ جاری رہے اور دولت سے لوگ مست نہوں اس حکومت سے جاتی رہی حضرت عثمانؓ کے افسوسناک واقعہ کے بعد جو ۸۲ برس کی عمر میں عمداً کرایا گیا تاکہ بستر مرگ پر اُنکی موت واقع ہو جانے سے حکومت بآسانی ابن عم رسول تک نہ جا سکے۔ اب اسلامی تمدن اور سادگی کے مخالفوں اور آزاد خیالی اور عیش و عشرت کے طالبوں اور دنیاوی زندگی کو آخرت پر مقدم سمجھنے والوں کو جن کی تعداد ہر زمانے میں بہت خاصی تھی۔ مگر وہ مصلحت

وقت سے دبے ہوئے تھے۔ ایک کافی بہانہ ہاتھ آگیا۔ پچھلے بارہ سال میں جو دولت و حکومت اُن کے ہاتھ آئی تھی اُس سے اُنھوں نے قوی دل ہوکر خاندانِ رسالت کے افسر کا نہایت سختی سے مقابلہ کیا۔ کیونکہ یہ رؤسائے قبیلہ مساوات کے عمل سے بہت خائف ہو رہے تھے۔ عوام الناس اور نومسلم روپیہ کے خرچ اور غلط بیانیوں سے اُن مرکزوں میں جو مدینہ منورہ سے دور تھے موافق کر لئے گئے اور اسلام کی یکجہتی۔ اتفاق اور روحانی اور مادی قوا کے مجتمع کرنے کا جو موقع ملا تھا وہ ہمیشہ کے لئے غارت کر دیا گیا۔ اور جو آخری امیدیں باقی تھیں اور جن لوگوں سے باقی تھیں وہ دشت کربلا کے پُرخون میدان میں ایسے ظلم و ستم و بے ادبی اور ناخداترسی کے واقعات کے ساتھ گم کر دی گئیں کہ اُن واقعات کو دیکھتے (اگرچہ یہ بدعات صرف ظاہری مسلمانوں نے کیں) اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ پر دائمی دھبہ لگ گیا۔ عام مسلمان بھی اس بات سے بے خبر نہیں ہیں کہ یہ وہ دھبہ ہے اور اسی کو مٹانے کے لئے محرم میں شہدائے کربلا کی عظمت زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آجکل کے فقہی اختلافات کی رو سے حسین ابن علی اور اُن کے ہمراہی نہ سنی تھے نہ شیعہ، بلکہ سب کے معتقدات تھے۔ اُن کے قاتل بھی نہ سنی تھے نہ شیعہ، لیکن یہ واقعہ ہرگز نہ ہوتا اگر دونوں کے اسلاف اور اکابر فرزند رسول کی مدد کرتے۔ لہٰذا میں کسی گروہ یا فرقہ کو مستثنیٰ کرنے کے لئے طیار نہیں۔ ہوں روحانی نکبت اس واقعہ کی سب تک پہونچ رہی ہے آرام طلبی کو سب نے ترجیح دی ہے اس واقعہ ہائلہ کربلا کے اثر سے آل سفیان تو چار ہی سال میں تباہ ہو گئے اور یزید کے نوجوان پسر نے اس آتشی شعلوں کی حکومت کو دور ہی سے سلام کیا۔ مگر اب آل مروان کا دخل ہوا۔ انصافاً تاریخ کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ اگرچہ عبدالملک ابن مروان (جس کے ہاتھ شہدائے کربلا کے خون بلکہ مشورہ تک سے پاک تھے) ایسی اسلامی سادگی قائم نہ کر سکا جو ابتدا میں تھی اور نہ وہ کافی عدالت پر عمل کر سکا۔ مگر اُس نے نظم و نسق کو مکمل ابتدائی نمونوں پر بہت کچھ قائم کیا اور اُس کی اولاد میں سے بعض دیگر فرمانرواؤں

نے بھی مروان کے نام کو چمکایا، چنانچہ عمر ابن عبدالعزیز اسلامی سادگی کو قائم کرنے کی دھن میں ختم کر دیئے گئے لیکن چونکہ بنی مروان بنی امیہ میں سے تھے اور بنی امیہ کی ایک سربرآوردہ شاخ پیغمبر عربی کے نواسوں کا خون علی الاعلان بہا چکی تھی اسلیئے عام میلان اُس خاندان کے خلاف ہی رہا، بنی ہاشم کے چند ہوشیار لوگوں نے اس مخالفانہ جوش سے فائدہ اُٹھاکر دولت عباسیہ قائم کی مگر عجم کے سازشی دماغ اور خراسان کے تازہ دم وحشیوں کی مدد سے۔ مگر اس حکومت میں نہ خلافت ابتدائی کی سادگی۔ عدالت تھی اور نہ آل رسول کا کامل تقوےٰ اور روحانیت پائی جاتی تھی۔ نہ اس حکومت میں بنی امیہ کے بعض خلفا کا سا انتظام وجبروت تھا اور نہ وہ خالص عربی حکومت قائم رہی تھی۔ چند پشتوں تک تو اس کا دبدبہ عم رسول کی اولاد ہونے کی وجہ سے بظاہر قائم رہا۔ مگر عربی سادگی جا چکی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت اوّل عجم کے ہاتھ میں، پھر کردوں اور ترکوں کے ہاتھ میں آگئی جو غلام تھے۔ اس زمانہ میں رشوت اور ظلم اور عیش وعشرت کا دورہ تھا اسلامی تمدن اُس وقت سے آج تک سوائے چند مستثنیٰ صورتوں کے برائے نام رہا۔ اس زمانہ سے صرف ناول پڑھنے والے۔ یا الف لیلہ کی داستانوں کو معراج تہذیب کا زمانہ سمجھنے والے خوش ہو سکتے ہیں اسی زمانہ میں یہ بدعت جاری ہوئی کہ علاوہ سلطنت کے جرائم کے مذہبی عقائد کی وجہ سے لوگوں کو سخت سزائیں ملنے لگیں جس کا چسکا آج تک بھی ہم سے نہیں گیا۔ انجمن اتحاد وترقی نے اس میں اب اصلاح کی تھی۔ اس زمانہ کی ایک خاص علامت یہ تھی کہ مسائل فقہ تو کجا عقائد تک بادشاہوں اور خاندانوں کی مصالح کے موافق بدلے جانے لگے۔ وہ قریش جو سوا سو سال پہلے آلِ رسول کی اطاعت سے اس وجہ سے ناخوش تھے کہ قریشی نسل کسی سے کم نہیں ہے اور وہی حکومت کی سزاوار ہے، غلاموں کی محکوم ہو گئی اور اسلامی مرکز حکومت غلاموں اور خواجہ سراؤں کی سازشوں کے ماتحت مدت تک رہا جس کا لازمی نتیجہ ہوا

کہ طوائف الملوکی کا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ بہت سے خاندان کھڑے ہوگئے جو حکومت کے دعویدار تھے۔ مغلوں اور چنگیز خانیوں کو عروج ہوا۔ اس پریشان بلند نظری نے عربی مرکزیت کو ہمیشہ کے لئے فنا کردیا۔ یہ تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ اب مسلمان پہلے جیسے نہیں رہے تھے اور صرف رسول کی اولاد کی وقعت اُن میں بس اسقدر باقی تھی کہ اُن کا نام مٹانا پسند نہیں کرتے تھے ورنہ مامون کے بعد ہی سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ ؎

وہ دل ہیں قوی اور نہ وہ بازو ہیں توانا

بس کوچ کا سمجھو کہ آپہونچا ہے زمانہ

غرضکہ اسلامی سادہ تمدن کے نہ ہونے کی وجہ سے پچھلے تیرہ سو برس کے اندر مسلمانوں کی ظاہری حکومت تو جگہ جگہ رہی۔ مگر واقعی اسلامی حکومت کہیں نہیں رہی اس کے تاریخی وجوہات واسباب کا اگر میں کھوج لگاؤں تو پوری ایک کتاب ہوجائیگی مگر یہ سب واقعات ایک قصے کی شرح ہیں۔ غالباً یہ مشہور روایت اکثر تفسیروں میں اور غالباً روح المعانی علامہ الوسی میں بھی ہے۔ جنگ احد کا قصہ معروف ہے۔ مسلمانوں کی یہ حالت آنحضرتؐ نے ملاحظہ فرمائی کہ وہ مال غنیمت دیکھکر بیتاب ہوگئے اور خلاف حکم رسولؐ لوٹ میں مصروف ہوگئے اور جس گھاٹی سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا اس کو چھوڑدیا کفار قریش نے پشت کی جانب سے حملہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان گھبرا گئے اور بجز چند کے ثابت قدم نہ رہ سکے اور اُن کو سخت شکست ہوئی۔ مگر دشمن محض اپنی حماقت سے یا مسلمانوں کے مقدر کی خوبی سے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے رہ گئے تاہم باوجود بھاگ جانے اور شکست پانے کے اسلام سے کوئی شخص یا کوئی جماعت منحرف نہیں ہوئی۔ عالم رؤیا میں رسالتمآب کے سامنے امت محمدی کی تمام حالت مستقبلہ لائی گئی۔ آپنے بعد ملاحظہ کے فرمایا کہ ”میں اب بے تو مطمئن ہوا کہ میری امت شرک اور بت پرستی کی طرف نہ لوٹیگی۔ مگر دنیا کی محبت اس پر غالب رہیگی۔“

یہ مسلمانوں کی تیرہ سو سال کی تاریخ کا خلاصہ ہے اُنھوں نے یہ سبق تو بیشک سیکھ لیا ہے کہ خدا ایک ہے۔ مگر دنیا کی آسودگی اور طمطراق کی خواہش نے اعلیٰ اصول اور اعلیٰ منتہائے خیال کو اُن کے دلوں سے فراموش کر دیا ہے۔ انجام یہ ہوا کہ ظاہری شان و شوکت بھی آہستہ آہستہ اُن سے رخصت ہونے لگی اور رخصت ہو رہی ہے جس چیز کی خاطر اُنھوں نے قرآنی تعلیم اسلامی اخوت اور ہمدردی کو چھوڑا وہ چیز بھی ہاتھ سے گئی اور یہ بھی ؎

ہم سے خود دنیا ہی پیاتی نہ حالی ورنہ یاں
دین تک دنیا کی قیمت میں لگا بیٹھے تھے ہم

پس اس سوال کے جواب میں کہ مسلمانوں کو سب سے زیادہ کس چیز کی ضرورت ہے میں کہونگا کہ سادہ تمدن کی ضرورت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے جسم اور طاقت کی حفاظت کے لئے جائز اور نہایت ضروری خرچ کے سوا باقی سب فضولیات چھوڑ دیں اور اسکی وجوہات میں نہایت کثرت سے بتا سکتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے۔

(۱) جب سے ہم نے سادہ تمدن چھوڑا ہے اُس وقت سے ہم برابر گرتے چلے آتے ہیں اور جب کبھی خیر و برکت نے رجوع کیا تو یہ سادہ تمدن کی عارضی واپسی سے ہوا ہے۔

(۲) ہمارے خرچیلے اور شاندار تمدن نے ہماری قوم کے اکثر اکابر علما، مدبرین سلطنت اور واعظین کو دوسروں کے سامنے دست سوال پھیلانے پر مجبور کر رکھا ہے۔ خرچ لازمی ہے وہ آئے کہاں سے۔ وہ جھوٹ سے، دھوکے سے، پبلک کے غلط جذبات کی خوشامد سے بادشاہ اور امرا کی ناجائز حمایت سے اور خلائق کے حقوق کو تلف کرنے سے حاصل ہوا اور حاصل ہوتا ہے۔

(۳) اسلامی حکومتوں کی تباہی اسی خرچیلے نظام تمدن سے ہوئی رشوت ستانی اور دولت سے اپنا گھر بھرنے اور فرنگستان کی غلط اور بیجا تقلید نے ہم کو اس قابل نہ رکھا کہ بغیر بے ایمانی کے ہم عزت سے بسر کر سکیں، اسی وجہ سے مصر، ٹرکی اور ایران تباہ

ہوئے۔ اس موضوع پر اگر کوئی شخص چاہے تو ایک کتاب لکھ سکتا ہی۔

(۴) ایشیا میں نمایشی تمدن ہم نے ایران سے سیکھا۔ اس تمدن کی وجہ سے اسلام سے پہلے بھی اہل ایران ظلم وستم اور بدکاری کا شکار بنے ہوئے تھے۔ جو خراب حالت ایران کی اب ہی اس سے زیادہ خراب حالت اسلام کے حملہ سے پہلے ہو چکی تھی۔ اس تمدن نے ایران کے جاہ وجلال میں ظاہری ترقی کردی تھی۔ مگر در پردہ ملک ایسا کمزور اور خراب ہو گیا تھا کہ عرب کی چند فوجوں نے اتنی بڑی اور اسقدر قدیم اور عظیم الشان سلطنت کو اس طرح الٹ دیا جیسا کہ اسلام سے ہزار سال پہلے سکندر اعظم کے چند ہزار سپاہیوں نے الٹ دیا تھا۔

(۵) اس نمایشی تمدن کی تائید میں فرنگستان کی مثال پیش کی جاتی ہی مگر یہ مثال کئی وجہ سے غلط ہی۔ اول اسلئے کہ فرنگستان کا تمدن سرد ملکوں کا تمدن ہی جہاں خرچ زیادہ رکھنا لازم ہی دوسرے یہ کہ وہاں کا تمول اور ہمارا تمول ایک سانس میں بیان کرنے کے قابل نہیں ہی وہاں اوسط آمدنی ہم سے دہ چند ہی نیویارک یا لندن کے کروڑپتی سوداگر ہمارے تمام ملک کو جس میں تیس کروڑ باشندے ہیں خرید سکتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہی کہ یورپ کا اکثر خرچ آمدنی بڑھانیکے لیے ہوتا ہی اور ہمارا اکثر خرچ ہماری آمدنی کم کرنیکے لیے چوتھی بات یہ ہی کہ یورپ کی سب باتیں قابل تقلید نہیں ہیں وہاں بھی ذی فہم آدمی وہاں کی سب چیزوں کو اچھا نہیں کہتے برخلاف اس کے وہاں کے مصلحین ان سب خرابیوں کو محسوس کر رہے جو اس تمدن کی جڑ میں ایک خوفناک گڑھا کھود رہی ہیں۔ یہ سچ ہی کہ کسی ترقی یافتہ قوم کے عیوب بھی ہنر معلوم ہوا کرتے ہیں۔ مگر دانشمند اہل ملک کا کام ہی کہ وہ عوام کو اُن عیوب سے بچانے کی فکر کرتے ہیں۔ مثلاً جاپان ایک نہایت ترقی یافتہ قوم ہی اور چند برسوں میں اُس نے حیرت انگیز تمدنی ترقی کی ہی لیکن وہاں سود کا لین دین کثرت سے ہی کیا ایسے مسلمان ملینگے جو اس بات میں جاپان کی تقلید گوارا کرسکیں۔ پس تقلید جس چیز کی ہو عقل سلیم کے مطابق ہونی چاہئیے

(۶) خود مسلمانوں میں نمود اور ظاہر پرستی کا مرض مدت سے آیا ہوا ہے۔ عجم کی تقلید اور زوال سلطنت کے دور نے جس میں بہت سے فواحش جاری تھے اس میں کافی اضافہ کردیا ہے۔ اس حالت میں اُنکو ایک سادہ تمدن کے سکھانے کی ضرورت ہے۔ نہ کہ پیچیدہ اور پرشکوہ زندگی کی جس کے وہ پہلے ہی سے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ حضرات اسی نمائشی تمدن اور تہذیب کے غلط معیار نے قاہرہ، طہران اور اسلامبول پر قبضہ کر رکھا ہے اور وہ مسلمانوں کی رہی سہی دولت کو برباد کرنا جاتا ہے۔ ذرائع معاش کی توسیع بغیر سرمایہ ممکن نہیں۔ سرمایہ نمائش میں صرف ہوجاتا ہے۔ کچھ پس انداز نہیں ہوتا۔ تجارت، زراعت صنعت و حرفت کے کارخانے کھولنا۔ غربا کی تعلیم کے لئے مدارس جاری کرنا کیسے ہو۔ اگر بے غرضی سے روپیہ حاصل کرکے اُسکو فواحش میں صرف کرنا ہی مقبول ہے تو اس سے اسلام پر الزام آتا ہے جس نے ابتدا سے دولت، طاقت اور لیاقت سب کو بطور امانت اپنے اور خلایق کی بہبود کے لئے خرچ کرنے کی ہدایت کی تھی۔

الغرض آرام طلبی اور عیش اور نمایش کی زندگی سے ایک قلم نفرت کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر جب تک وہ معاشرت کی عزت آپکے دلوں میں پیدا نہو گی اور جھوٹ کا غلبہ رہے گا اُس وقت تک یہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً زید میں اتنی استطاعت نہیں کہ وہ ریل کے دوسرے درجے یا انٹر میں سفر کر سکے۔ اُس کے دوست آشنا بھی عموماً جانتے ہیں کہ وہ زیادہ کرایہ دیتا ہے تو اپنے عزیزوں پر بار ہوتا ہے۔ یا اُن کی حق تلفی کرتا ہے۔ یا مقروض ہوتا ہے یا ضروری قومی کاموں میں روپیہ خرچ نہیں کر سکتا۔ باوجود اس کے لوگ زید کی عزت اُس کے درجۂ سفر یا کپڑوں سے کرینگے۔ مگر سچی اور اصلی قوموں میں ایسا نہیں ہوتا۔ اسی غلط مسابقت اور ایک دوسرے سے مصائب میں بڑھ جانے کی خواہش نے وہ حالت کردی ہے جس کی تصویر مولانا حالی نے اس شعر میں کھینچی ہے

سیرتیں تو نے بدل دیں مسخ کردیں صورتیں   آبرو تو نے ڈبودی کھودیا تو نے وقار

مسلمانوں کے پولیٹیکل زوال کی ابتدا روپیہ کی خواہش تھی جبکہ آنحضرت کی رحلت سے بیس سال کے اندر رشوتوں کے ذریعہ سے بڑے بڑے گورنر ٹوٹنے لگے۔ اور موجودہ زوال بھی اسی حب جاہ اور حب زر اور آرام طلبی سے ہوا۔ کہیں اسمٰعیل پاشا د سابق خدیو مصر) کی فضول خرچی نے ایسے ملک کو عملاً رہن کر دیا جس کا رقبہ پندرہ لاکھ میل مربع ہے کہیں مظفر الدین شاہ مرحوم کے اسراف نے ملک کو قرضہ کا زیربار کر کے اس کے لئے قبر کھود دی اور موجودہ ایرانی نسل کی آرام طلبی اور حب زر کی خواہش نے بہترین جذبات سے بدترین کام لئے۔ کہیں سلطان عبد العزیز خاں مرحوم کے بے حد اخراجات نے انقلاب کی بنیاد ڈالی اور فضول خرچ اور رشوت خوار عمال اور حکام نے عہد حمیدی میں اور اس زمانہ میں وہ کام کئے جنکو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اسلام کی سادگی سے انحراف فرانس کی غلط تقلید اور یورپ کی جھوٹی شاگردی سے صرف چار ملک باقی تھے۔ جن کا گودا اب کھایا جا چکا ہے صرف اوپر کا خول باقی ہے ان سب خرابیوں کے دور کرنے کے لئے اگر آپ مجھ سے سوال کرینگے تو میں مکرر یہی کہونگا۔ کہ سادہ تمدن اختیار کرو۔ کیونکہ اپنی ضرورتوں کو ہم جسقدر مختصر کرینگے اسی قدر ہم میں حریت اور اولوالعزمی زیادہ ہوگی اور خوشامد کم ہوگی۔ تھوڑے روپیہ سے بہت کام لے سکینگے۔ جن سے ہم دین و دنیا میں ممتاز ہوں اور اطمینان قلب حاصل کر سکیں۔ نفس امارہ کو زیر کرنیکے لئے یہ بہترین صلاح ہے جو دی جا سکتی ہے۔ اس وقت ہم اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں سے استثنا مارحم ربی میں داخل ہو سکینگے اور اپنے تئیں بہادر اور شجاع کہہ سکینگے۔ اور سمجھ سکینگے۔ ع

عنان بازپیچانِ نفس از حرام
بمردی زرستم گزشتند وسام

حصہ دوم

میری اس تقریر پر یہ بجا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ اگر تمدن کی موجودہ صورت کے خلاف

ہو۔ تو یورپ کی ہی ترقی اور تمدن کی اعلیٰ صورت بھی تمکو ناپسند ہوگی ہم اس زمانہ میں موجودہ علم وعمل کے اسلحہ سے مسلح ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں۔ تم فلاسفر روسو کی تبائی ہوئی وحشی زندگی یا عرب کی بدوی زندگی کی طرف ہمکو ہدایت کرتے ہو۔ اور اس کا مقبول ہونا اب ناممکن ہے۔

میں نے اس اعتراض کو بجا اس واسطے کہا ہے کہ جب تک میرے پورے خیالات معلوم نہوں ضرور یہ کہا جائیگا کہ یہ رائے ناقص ہے مگر میں جہاں زندگی کی سادگی پر زور دیتا ہوں وہاں صفائی اور پاکیزگی کو بھی لازمی سمجھتا ہوں جو اسلام کا جزو اور عبادت کا وہ ضروری حصہ ہے جس کے بغیر عبادت کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ میرے خیال میں اصلی سادگی ہی کے ساتھ پاکیزگی ہو سکتی ہے اور زندگی کی ظاہری پاکیزگی سادگی ہی کی وجہ سے ترقی کر سکتی ہے۔ بہت سے بڑے بڑے طمطراق والے لوگ، بائبل کے محاورہ کے مطابق چونے قلعی کی لپی ہوئی قبریں ہیں جن میں خراب لغشیں بھری ہوئی ہیں۔

دوسری چیز جو ہم کو یورپ سے لینی چاہیئے وہ ہر کام کا نظم ونسق ہے یورپ سے اسلئے کہ اس کا سبق ہم نے سب سے اوّل فراموش کر دیا۔ اصل یہ ہے کہ یہ نظم ونسق ہمیشہ صحیح دماغ اور مستعد قلب کا نتیجہ ہوتا ہے اور کسی چیز میں محض نمایش سے نظم ونسق نہیں ہو سکتا۔ نظم ونسق سے اسی کام کو جس کو پانچ آدمی نہایت بے ترتیبی سے اور بری طرح کر سکتے ہیں ایک یا دو آدمی بہ اطمینان انجام دے سکتے ہیں۔ اسی سادگی اور نظم ونسق سے یورپ میں مزدوری پیشہ انجمنیں اور غریب آدمی وہ کام کر سکتے ہیں جو ہماری بڑی بڑی سلطنتیں نہیں کر سکتی ہیں اسی نظم ونسق کا نہونا اور سادگی کا فقدان اس بات کا باعث ہے کہ کسی فوج کا تو کیا آپ آریہ سماج کا مقابلہ باوجود کثرت تعداد۔ افراط ثروت۔ لیاقت علمی کی نہبات اور روایات و اعتبار کی زیادتی کے نہیں کر سکتے۔ حالانکہ آپ ہندوستان میں جتنے کروڑ ہیں وہ اتنے لاکھ بھی نہیں ہیں۔ آپ کی بڑی تعلیم گاہیں جسقدر خرچ میں جتنے آدمی پیدا کرتی ہیں اصول کفایت

ونظم ونسق پر عمل کرنے سے اسقدر خرچ میں اُس سے وہ چند فوائد مترتب ہو سکتے ہیں،
اگر تاریخ پر آپ غور کرینگے تو جو قومیں اور جو اشخاص بڑھے ہیں اُنھوں نے انھیں دونوں
اصولوں پر عمل کرنے سے فوقیت حاصل کی ہے ان دونوں اصولوں یعنی سادگی اور نظم ونسق
کی بنیاد زمانۂ رسالتمآب میں ڈالی گئی تھی۔ اُن پر جسقدر عرصہ تک عملدرآمد رہا ہماری قوم زبردست
رہی۔ ملاحظہ کیجیئے تاریخ خلافت کے ابتدائی زمانہ کی۔ عبدالملک ابن مروان کے عہد کی۔ تیمور
کے زمانہ کی۔ نادر کے زمانہ کی۔ سکندر لودہی اور شیر شاہ کے زمانہ کی اور سالار جنگ اول کے
زمانہ کی۔ دوسری طرف ملاحظہ کیجئے نظم کی ابتری وفضول خرچی آل سفیان و بنی عباس اور
آخر کے سلاطین ایران کی۔ اورنگزیب کے بعد مغلیہ خاندان کی اور خاندان شجاع الدولہ
سعادت علی خاں کے بعد کے دور کی۔

اسلام کا ثلث حصہ قواعد عبادات سے متعلق ہے۔ اور ثلث نظم ونسق سے عبادات
بھی بندوں کو خالق سے ملانے کا جتنا ذریعہ ہے اُسیقدر اُن کو باہم منسلک کرنے اور انسانی
یکجہتی پیدا کرنے کا آلہ قرار دیگئی ہے۔ حج۔ زکوٰۃ۔ نماز جماعت۔ نماز جمعہ۔ روزہ۔ فطرہ
اور کفارۂ صیام یہ سب ہمکو منتظم کرنے کے ذریعے بھی ہیں اور ہمارا تعلق خدا سے پیدا کرنے کے
وسیلے بھی ہیں۔ لَن تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّون۔ یہ حکم جس طرح ایثار علی النفس اور امداد
باہمی کا سبق سکھاتا ہے اسی طرح وہ خداترسی اور جذبات کو دبانے کی ہدایت صاف صاف
کرتا ہے۔ اسلام کا باقی تیسرا حصہ معبود کی عظمت وحقیقت، معرفت الٰہی کے حصول، فطرت کے
مطالعۂ قدرت سے سبق سیکھنے اور علوم کو حاصل کرنے کی ترغیب سے بھرا ہوا ہے۔ نیز وہ خاصان
خدا سے ہدایت حاصل کرنے اور اُن سے تعلق پیدا کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

علاوہ نظم ونسق کے جو واقعی طور سے اسلام کی حقیقت میں نمایاں ہے۔ ایک اور چیز
ہے جو اسلام کی حقانیت اور حقیقت میں نہاں ہے اور وہ مطالعہ فطرت اور قدرت کے علوم و
حکم کا حاصل کرنا ہے۔ کما قال عزوجل هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ

منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق اللہ ذلک الا بالحق یفصل الایات لقوم یعلمون ان فی اختلاف اللیل والنہار لآیات لقوم یتقون۔ ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمأنوا والذین ہم عن آیاتنا غافلون اولٰئک ماوٰہم النار بما کانوا یکسبون۔

جو لوگ خدا سے ملاقات کا یقین نہیں کرتے اور جو لوگ دنیا کی زندگی سے خوش و مطمئن ہیں اور جو لوگ قدرت کے نشانات سے غافل ہیں اس آیات میں اُن سب کا ماویٰ جہنم بتایا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ باوجود مولانا حالی کی دلفریب اور مبالغہ آمیز نظم کے دعاوی اور مولانا شبلی قبلہ کی پختہ اور مورخانہ نثر کے تفاخر کے مسلمانوں نے سائنس کی طرف کسی زمانہ میں بجز علم طب کے کوئی توجہ نہیں کی۔ خاصکر پچھلے چار سو سال میں تو وہ طفل مکتب سے بھی بدتر رہ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے اُنکا ہر متنفس بادشاہ سے لیکر گدا تک دوسروں کا محتاج ہے۔ ہملوگ نہ عمدہ اور کارآمد سامان اپنی حفاظت کا بنا سکتے ہیں نہ علمی طریقہ سے زراعت کر سکتے ہیں نہ جہاز رانی اور جہاز سازی کا فن جانتے ہیں۔ نہ سامان آسایش و آرایش مہیا کر سکے ہیں نہ دولت بڑھا سکتے ہیں۔ نہ دولت پیدا کر سکتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں اوپر سے اوپر کچھ اُچک لیتے ہیں اسی کو دولت پیدا کرنا اور علب منفعت سمجھتے ہیں۔ نہریں بنانے یا پولیس کو قواعد سکھانے یا محاسبی کے قواعد مرتب دینے کے لئے جو قومیں آدمی نہ رکھتی ہوں وہ بھلا منتظم قوموں کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں یہ جو کچھ ٹوٹی پھوٹی حیثیت نظر آرہی ہے وہ بھی اس وجہ سے ہے کہ گروہ غالب کے حکما اور عقلا مناسب نہیں سمجھتے کہ خود غرضی اور جوع الارض کا مرض جو اُن پر طاری ہے وہ ایکدم کھل جائے۔ وہ آہستہ آہستہ زمین کو نگلنا اور ہضم کرنا چاہتے ہیں ورنہ کوروپانڈوں کی سی اٹھارہ کروڑ فوج اور رستم اور ہرکیولیز کی سی شجاعت بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ پس یورپ سے صرف سائنس سیکھنا لازم ہے جس میں اُنہوں نے بعید ترقی کی ہے۔ اور یورپ کی مثال سے فائدہ اٹھا کر نظم و نسق جو اسلام

کی جان ہے سیکھنا چاہیئے۔ وہ علوم اور سائنس جن کا حاصل کرنا لازم ہے تعداد میں بیشمار ہیں مثلاً علم برق اور اُس کی شاخیں۔ علم طبقات الارض۔ علم معدنیات۔ علم فلاحت۔ ریاضیات اور اُس کی بیشمار شاخیں۔ علم جر ثقیل وغیرہ بہت سے علوم جو جدید مجوزہ یونیورسٹیوں کی فہرست میں زیب صفحات ہیں۔ پھر علم اقتصاد ہے۔ مختلف سائنس جو معاش میں مفید ہیں اور جن کی تعداد اگر ستر فرض کرلی جائے تو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں بمشکل ستر آدمی ایسے ملیں گے جو ان علوم میں سے کسی ایک علم کے ماہر کہے جاسکیں پھر ان ستر میں سے اکثر ایسے ہونگے جو اصول علمی کے متعلق تو بہت وضاحت اور فصاحت سے باتیں کرینگے۔ مگر نظری مسائل کو عملیات اور تجربات پر منطبق کرنے والا اُن میں شاذ ایک شخص بھی پورا نہ اُترے۔ پس جہاں تک ممکن ہو جان توڑ کر وہ علوم حاصل کرنے چاہییں جن کا سیکھنا معاش کے لیے ضروری ہے۔

حصہ سوم

اب تک جو تقریریں میں نے کی اُس سے آپ کو تھوڑی سی کیفیت اُس دماغی افلاس کی معلوم ہوئی ہوگی جو مدت سے ہم پر طاری ہے۔ جو تجویزیں میں نے عرض کیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم یورپ سے طریقۂ نظم و نسق سیکھیں جو واقعی اسلام کا جزو ہے اور اصلی اسلامی سادگی پر قائم ہوں اور کثرت سے مفید علوم سیکھیں جن سے بہت سے آدمی آزادانہ معاش پیدا کرسکیں اس پروگرام میں اصلاح تمدن۔ اصلاح اخلاق۔ اصلاح و ترقی ذرائع معاش، تربیت دماغی سب کچھ شامل ہے۔ لیکن غور سے دیکھئے تو ابھی اصل اسلام سے ہم دور رہیں گے اب سے ۸-۹ برس پہلے میں خود جس غلطی میں مبتلا تھا اور جس غلطی میں ایران اور ٹرکی کے گویا کل آدمی اور ہندوستان کے تقریباً کل سوچنے والے اور قومی کام کرنے والے شامل ہیں چاہیے کہ اُس غلطی سے ہم دور رہیں۔ وہ غلطی یہ ہے کہ عام طور پر مسلمان اسلامی ترقی یا قومی ترقی محض ظاہری شان و شوکت اور پولیٹیکل اعزاز و غلبہ کو سمجھتے ہیں۔ اگر ہم نے جہاد

علوم بھی حاصل کر لئے۔ نظم و نسق اور تمدن کو بھی سمجھ لیا۔ سادگی معاشرت کی وجہ سے دولت بھی مفید کاموں میں صرف کرنے لگے تب بھی ہم مسلمان ہونگے اور یہ ترقی اسلامی ترقی ہوگی۔ یہ اسباب جو میں نے عرض کئے بطور مواد اور مصالح کے ہیں۔ اصل چیز اور ہی ہے۔ مثلاً ہم کالج کی عمارت بنانا چاہتے ہیں۔ اگر اینٹیں بھی موجود ہیں۔ چونا بھی۔ پتھر بھی مزدور بھی۔ معمار بھی۔ زمین بھی ہے۔ نقشہ عمارت بھی ہے۔ انجینیر بھی موجود ہے۔ مگر ایک چیز نہیں ہے۔ یعنی کرۂ ہوائی جو سب چیزوں کے گرد ہے اور جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں تو لاکھوں عقلا لاکھوں سال میں بھی ایک چھوٹی سی عمارت نہ بنا سکیں گے۔ برخلاف اس کے اگر گرد کا کرۂ ہوائی موجود ہے اور تھوڑا سا مصالحہ اور چند معمار مہیا ہیں تو مختصر سی زمین پر چند روز میں ایک مکان کی بنیاد ڈالی جا سکتی ہے اور چند ماہ میں اس بنیاد پر ایک شاندار عمارت کھڑی ہو سکتی ہے ہم مسلمانوں نے دنیا کے مختلف حصوں میں جو مذہبی حرکتیں ترقی کے لئے پچھلے چند سال میں کی ہیں اُن میں ایک بہت بڑی اور اہم غلطی تھی اور وہ ایسی مہلک غلطی ہے کہ مسلمان جب کبھی وہ غلطی کرینگے بُری طرح پچھاڑ کھا کر گرینگے۔ وہ غلطی یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے عمل کے لئے کسی اسلامی کرۂ ہوائی کو فضول سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ توفیق الٰہی شامل ہوئی نہ نیک مسلمان اُس پر متفق ہوئے نہ اجانب مرعوب ہوئے۔ نہ شیرازۂ اسلام مضبوط ہوا مسلمانوں نے چند سطحی سبق جو سیکھے تھے اُن کو رٹنا شروع کیا۔ وہ یرید الآخرۃ کی جگہ یرید الدنیا پر پڑ گئے نہ اس لئے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ حضرات، یہ حالت قائم نہیں رہ سکتی اور قائم رہنی نہیں چاہیئے اور موجودہ علامات سے پایا جاتا ہے کہ انشاءاللہ یہ حالت قائم نہیں رہیگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ کچھ کوشش کرنیوالے ہر جگہ اس غرض کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اُس وقت بموجب کلام الٰہی وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ توفیق الٰہی ہمارے شامل حال ہوگی اور ایک دن میں نہیں مگر ایک دو نسل کے اندر تینوں طاقتیں یعنی عوام کی مادی طاقت۔ خواص کی عقلی طاقت اور روحانی طاقت

منتقل ہو جائے گی جیسا کہ کچھ مدت تک صدر اسلام میں تھا جب تک کہ موجودہ حالت کی طرح دین اور دنیا دونوں چیزیں جدا جدا سمجھی جاتی ہیں اس وقت تک کوئی کروٹ درست نہیں بیٹھیگی۔

اس اسلامی ماحول کو پیدا کرنے کے لئے چند شرطیں ہیں اس کے لئے نہ زیادہ دھوم دھام کی ضرورت، نہ غلط جوش کا اظہار مفید ہے۔ نہ اپنی غلط تعریفوں اور اغیار کی غلط ہجووں کی شراب سے بدمست ہونے یا بدمست کرنے کی حاجت ہے۔ نہ یورپ کی تقلید، سو دو رہیا اسپنسر کی شاگردی درکار ہے۔ بلکہ اس یقین کی ضرورت ہے کہ واقعی اسلام خدا کا دین ہے اور قرآن اس کی کتاب ہے اور ایک دن آنے والا ہے جبکہ یہ دین اپنی اعلیٰ قوت سے تمام عالم پر حاوی ہوگا۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ (ترجمہ) وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اس دین کو سب دینوں پر غالب کردے۔ اگرچہ یہ بات مشرکوں اور مخالفوں کو ناگوار گزرے لہذا میں نہایت زور اور اصرار کے ساتھ عرض کرونگا کہ سچے مسلمان ہونے کے لئے اور شرطیں جو کچھ بھی ہوں۔ لیکن یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں بلا تردد یکا اور واثق یقین اس بات کا ہو کہ ایک دن تمام دنیا مذہب اسلام کے دائرہ میں ہوگی اور اگر کبھی ایسا بھی ہو کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد چند سو رہ جائے یا ان کے پاس ایک چپہ بھر زمین بھی نہ رہے تب بھی بمصداق کَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (خدا کا وعدہ پورا ہوگا) اور بموجب قول الٰہی تَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ (تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف کے ساتھ پوری ہوگی) اسلام ہی تمام دنیا کا آخری اور زبردست مذہب ہوگا اور آندھی کے سخت جھونکے ہم کتنا ہی غبار اُڑائیں۔ لیکن اس مذہب راسخ کے ستون کو ایک لمحہ کے لئے نہیں ہلا سکتے اسلام کتنا ہی غریب اور کمزور ہو جائے۔ مگر اس سے زیادہ ضعیف نہیں ہو سکتا جب کہ

متعدد مسلمان مع رسالت مآب کے کئی سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے اور روحانیت اور صداقت ہم میں سے کتنی ہی کم ہو جائے لیکن اس نازک وقت سے کم نہیں ہو سکتی جبکہ فرزند رسول نے سنہ ۶۱ھ میں بار بار ندا دی کہ آیا کوئی فریاد رس ہی جو ہماری فریاد کو پہونچے۔ مگر بجز ان چند نفوس کے جو سب کٹ گئے کسی نے فریاد نہ سنی پولٹیکل حیثیت سے ہماری کشتی کیسے ہی گرداب میں آپڑے۔ مگر یہ حالت اُس سے بدتر نہیں ہو سکتی جبکہ ہلاکو کے لشکر نے بظاہر صفحۂ ہستی سے مسلمانی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ جو لوگ اس امید افزا زمانہ کے قایل نہیں ہیں مجھے خوف ہی کہ وہ ایسے مسلمان ہیں جیسے یورپ کے دو ثلث تعلیم یافتہ مسیحی دین عیسوی کو بطور فیشن کے قبول کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے دل میں کوئی یقین اس کی تعلیم پر نہیں ہی۔

اس زمانہ تک قدرت کا ہاتھ اور اسلام کی روحانی حقیقت آہستہ آہستہ ہمکو اپنے ساتھ لیجا رہی ہی چنانچہ جہاں جہاں اسلام بظاہر ضعیف اور منکوب معلوم ہوتا ہی اور جس نسبت سے اس میں ظاہری ضعف اور نکبت آتی گئی ہی اُسی قدر دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی تعداد روز افزوں ترقی کرتی گئی ہی اور کرتی جاتی ہی اور یہ ترقی مختلف ممالک کی اوسط ترقی مردم شماری سے بہت زیادہ ہی۔ میرے اندازہ اور خیال میں اب سے دو سو برس قبل ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ایک فیصدی سے زیادہ نہوگی۔ اب کسی طرح ۲۲ فیصدی سے کم نہیں ہیں۔ کم سے کم یہی رفتار ترقی کی چین میں اور اس سے بھی زیادہ تیز رفتار افریقہ میں رہی ہی۔ مسلمانوں کا نمو اور تعداد کی افزونی صرف وسطی اور مغربی ایشیا میں رُکی ہوئی ہے کیونکہ وہاں قدرت کو اُن کے پولیٹکل نقصان کی تلافی کی ضرورت نہ تھی اور نہ غیر مسلم قومیں تھیں جو اسلام میں داخل ہو سکتیں اور وہاں یوں بھی سیکڑوں سال سے مسلمان گھٹتے چلے آتے ہیں۔ اگر یہی رفتار اسلامی ترقی کی جاری رہی تو جس طرح ماہران علم اقتصاد فرانس مسلسل زوال مردم

شماری سے یہ پیشین گوئی کرتے ہیں کہ فرانس ایک دن نہایت کمزور ریاست رہ جائیگا اس سے بھی زیادہ وثوق کے ساتھ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن قریب ہے جبکہ اسلامی جذبہ دنیا کی سب سے بڑی قوت ہو جائیگا اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو اس کے آگے سر جھکانا پڑیگا ہ

نہ ہر کہ وزد زنار بر دو رخزانہ نیست

قادر مطلق کا حساب کتاب اور اس کے مصالح کا جاننا ہمارے اختیار سے باہر ہے لیکن دو آیات ہمارے سامنے ہیں۔ ایک میں نے اسی تقریر کے شروع میں پڑھی ہے اور ایک مضمون کے اس سلسلے کے ابتدا میں ہم اس پیشین گوئی کا ظہور واقعات سے دیکھ رہے ہیں مسلمانوں کی یہ روز افزوں تعداد ہمکو ایک زبردست سبق پڑھاتی ہے وہ یہ ہے کہ مصلحت الٰہی اس امر کو مقدم نہیں سمجھتی کہ سنی شیعہ اہل حدیث اور معتزلہ میں سے کوئی خاص فرقہ ممتاز رہے بلکہ یہ تعداد سب فرقوں کی بڑھ رہی ہے یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے اور آنحضرت کی دینی عظمت کو دل سے ماننے والے بلا امتیاز فرق بڑھ رہے ہیں۔ پس ہمکو بھی بحیثیت مسلمان کے ہر فرقہ کی ترقی کو خوشی اور فراخ دلی کے ساتھ قبول کرنا چاہئیے اور دنیا کے بیشمار افتادہ مگر قابل زراعت اضلاع جو ہندوستان چین اور افریقہ میں اشاعت اسلام کے لئے پڑے ہوئے ہیں ان میں نہایت خوشی کے ساتھ تخم اسلام کی کاشت کریں اور ہر فرقے کو خوشی سے اجازت دیں کہ باہم صلح و آشتی رکھکر اور بغیر آپس میں تصادم کئے مسیحی فرقوں کے مشنوں کو نمونہ قرار دیکر اپنے اپنے طریقے سے قائلان توحید کی تعداد بڑھائیں۔ اگر اب بھی ہم باہمی جزوی عداوت کو اپنا اصلی مقتدا بنائے رہے اور اسلام کی خدمت مقدم نہ سمجھی تو دین تو باقی رہے گا۔ (جیسا کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آیندہ زمانے میں ایک قوم کو پیدا کرے گا جو خدا سے محبت رکھیگی) لیکن ہم کو شرم اور غیرت کی وجہ سے خدا و رسول

کو منھ دکھانے کا موقع نہ ہوگا اور یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ ہمارے دماغ میں نہ توت
تدبر و سیاست ہی نہ ملکۂ روحانی بلکہ تعصب و نفسانیت کے گندے کیڑے ہمارے دماغ
کا بڑا عنصر بن گئے ہیں۔

اشاعت اسلام کے متعلق میں نے ایک مفصل اسکیم مدینہ طیبہ میں بنائی ہی اور میں نے
آہستہ آہستہ مختلف فرقوں کے اکابر سے اس کے متعلق گفتگو کی ہی۔ اس کا مختصر اشارہ
میں اپنی بعض تقریروں میں کر چکا ہوں مگر اس مسئلہ کو بالفعل یہیں چھوڑتا ہوں اور
علوم مغرب حاصل کرنے کی تجویز جو اس سلسلہ میں بعد سادگی معاشرت و نظم و نسق بطرز
مغرب کے میں نے بتائی تھی اُس کے ایک پہلو پر یہاں نظر ڈالنی لازم ہی۔ میں سمجھتا ہوں
کہ دنیوی ترقی کی اسکیم بھی جب تک کہ اُس کو عین دین سمجھکر نہ کیا جائے کامیاب نہیں
ہو سکتی جہاں تک کہ ہمارا مذہب سکھاتا ہی اس پست زندگی کے لئے اپنی کوششوں کو منحصر
رکھنا اسلام سے بعید ہی۔ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ الذین ضل سعیھم
فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا

(حصہ چہارم)

اب مجکو آخر میں یہ کہنا ہی کہ مغربی علمی سائنس جو مسلمانوں کو حاصل کرنی چاہیئے
اُسکو بہ حسن وجوہ وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف
کر دیں وہ دو قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں ایک وہ جو معاش سے فارغ البال ہیں۔ دوسرے
وہ جن کی معاش کا بندوبست آپ کو کرنا چاہیئے۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہر حال
بہت کم ہوگی۔ قوم میں نئے علوم اور نئے خیالات صرف اُن ایک فیصدی یا پانچ فی
ہزار آدمیوں سے جو تعلیم کے ذریعہ سے معاش پیدا کرتے ہیں یا معاش پیدا کرنا چاہتے
ہیں کافی طور پر نہیں پھیل سکتے اور نہ ان لوگوں کو جو ملازمت یا وکالت کرتے ہیں علمی

کام اور مطالعہ کی فرصت ملتی ہو۔ یہ علمی اور سائنٹفک تکمیل یونیورسٹی کے چند فیلو کرسکتے ہیں۔ لیکن ان فیلوز کا یہ کام ہونا چاہیئے کہ وہ بذریعہ اپنے تحریر و تصنیف و لکچروں کے اپنی زبان کو مالامال کریں اور ہر قسم کے علوم حکم کا ذریعہ اس میں مہیا کریں جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں اسلام و حکمت بفحوائے یعلمہم الکتاب والحکمۃ مرادف ہیں اور آنحضرت نے فرمایا ہو الحکمۃ ضالۃ المومن پس علوم و حکم کو پھیلانا اسی وقت ممکن ہو جبکہ وہ اپنی زبان میں ہوں۔ میں آپسے نہایت عاجزی سے کہونگا کہ جلدی نہ کیجئے اور اس تجویز کی تضحیک اُردو یونیورسٹی نام رکھکر قبل از وقت نہ کیجئے سوچیے سمجھیے اور صبر کیجئے

اب میں اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نہ دینی پہلو سے اور نہ کسی اور پہلو سے میں مسلمانوں کی حالت سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں پاتا ہماری قوم میں اس گئے گزرے زمانہ میں ایسے پکے مسلمان اور سچے ثابت قدم انسان موجود ہیں جیسے ہمارے محترم نواب وقار الملک بہادر ہیں وہ ایسے ہیں جنکی مثال میرے ناقص اندازہ میں نہ موجودہ ٹرکی۔ نہ ایران۔ نہ مصر اور مراکو مہیا کرسکتا ہو اور جنکی (اصلی جذبات جب تک خارجی اثرات سے رنگین نہوئے ہوں) واقعی قومی خیالات کا جوہر ہوتے ہیں ہمکو فخر ہو کہ قوم میں ایسا سردار موجود ہو اور ہماری دعا ہو کہ وہ کافی طاقت اور صحت کے ساتھ ابھی قومی معاملات پر حاوی رہیں اُن کی تعریف میں وہ اشعار صادق لگتے ہیں جو مولانا حالی نے اُن سے بھی بڑھکر انسان سرسید مرحوم کی شان میں فرمائے تھے۔ لیکن جہاں سرسید بلحاظ دماغی قابلیت اور موحد خیالات ہونے کے بے حد بلند تھے وہاں جو خاموش اسلامی چنگاری اُن کے جانشین کے قلب میں سلگتی رہی ویسی ہندوستان کے کسی اسلامی لیڈر میں نہیں ؎

عزیزو حق کی رحمت ہو یہ پیر نا تواں ہم میں

پھر ایسا پیری ہم میں نہ کوئی نوجواں ہم ہیں
ہزاروں ہونگے ہم میں عالم اور ماسٹر پیدا
مگر اے دوستو! یہ صورتیں پیدا کہاں ہم میں

میں اُن کو معصوم نہیں سمجھتا۔ میں نے سنا ہی کہ اُن کے وقت میں ایک قومی تعلیم گاہ میں اخراجات ضرورت سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ اور قدرتی طور پر دیگر اقوام سے بھی وہ ذرا زیادہ متاثر ہوئے ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم اُن کی اعلیٰ کیرکٹر کو پُرانی وضعداری اور خلوص اور اسلامی سادگی کا نمونہ سمجھکر اپنے لئے قابل تقلید نہ سمجھیں میں نے اُن کا ذکر خاص طور پر اس وجہ سے کیا ہی کہ انھوں نے ایک مفید شاہراہ کی طرف حال میں ہمکو ہدایت کی ہی اور اگر خدانخواستہ ہم ناکامیاب ہو جائیں کہ حسب دلخواہ اسلامی دارالعلوم نہ بنا سکیں تو کچھ عنصر اُن کی تجویزیں سے اور کچھ فخر قوم میجر سید حسن صاحب کی پریسیڈنشل تقریر سے ملاکر ہم ایک پایدار اور مفید چیز بنا سکیں گے علوم اور سائنس کو سیکھنے اور سمجھنے اور سمجھانے میں دراصل ہم نے جب سے اعلیٰ انگریزی تعلیم شروع کی ہی یعنی ۱۸۵۷ء سے جو کوشش کی ہی وہ اسقدر کم ہی جس کے بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہی۔ یہ کہنا مبالغہ نہوگا کہ اگر ہم کو سو حصہ کوشش کرنی لازم تھی تو اُس میں سے ایک حصہ کوشش ہم نے کی ہی یہ بڑا میدان کام کرنے کے لئے باقی ہی اور اس میں مسلمانوں میں سوائے مرحوم شمس العلماء منشی ذکاء اللہ کے کسی نے کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا۔ کتب علمیہ کے ترجمے میں میرے علم میں اس زمانہ میں مسٹر احمد علی جنہوں نے بکل کا ترجمہ کیا ہی اور مولوی خواجہ غلام الحسنین کا پاکیزہ ترجمہ ہربرٹ اسپنسر کی تعلیم کا اور دہلی کے ایک ہندو بکڈپو امیر چند کی چند مختصر کتابیں سائنس کے مختلف علوم کی بابت اور مسیحیوں کے رسالہ ترقی لاہور کے مفید تاریخی اور علمی تصانیف بس یہی پچھلے

دس سال کا ذخیرہ ہیں۔

چونکہ وقت بہت تنگ ہوگیا ہی میں اپنی تقریر کا خلاصہ آپکی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

(۱) مسلمانوں کی ترقی اس طریقے پر چلنے سے ہوئی تھی جو سادگی معاشرت اور عدل و مساوات کا اور منتظم ہونے کا رسالت مآب نے بنایا تھا۔ مگر جب اغراض اور زرطلبی نے اُس نظام کو بگاڑ دیا اُس وقت سے برابر زوال ہی مناسب ہی کہ ہم سادگی معاشرت کی طرف لوٹیں اور نظم و نسق جو اسلام کی جان ہی اور یورپ میں جس کے مکمل نمونے ہیں اُس کو سیکھیں۔

(۲) علوم اور سائنس غیر زبانوں میں بھی حاصل کرنا لازم ہی اور اپنی زبان میں بھی۔

(۳) باوجود ان سب باتوں کے لازم ہی کہ محض دنیاوی ترقی کو اپنا نصب العین قرار ندیں بلکہ اس یقین کے ساتھ کام کریں کہ اسلام قطعاً دنیا کا آخری دین ہونے والا ہی اور خدا کا وعدہ پورا ہوگا ملینے باہمی اختلافات اور جھگڑوں کو چھوڑ کر ہم سب کو لازم ہے کہ جہاں موقع مناسب ہو توحید و اسلام کی اشاعت کریں۔

(۴) اسلام کا جزو حقیقی آیندہ کی اُمید ہے پس ہمکو اُمید و یقین کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

اس لکچر کے ختم ہونے پر جسکو تمام حاضرین مجلس نے نہایت دلچسپی کے ساتھ سُنا صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے جناب آنریبل خواجہ صاحب

کے لئے شکریہ کے کا ووٹ پاس کئے جانے کی تحریک کی جو تمام حاضرین کی تائید کے ساتھ نہایت مسرت سے پاس کیا گیا۔

اس کے بعد حضرت "صفی" لکھنوی نے اپنی مندرجہ ذیل نظم پڑھی جسکی فصاحت و بلاغت اور لطف مضمون کے ساتھ شاعر کے انداز بیان نے مل کر جلسہ پر ایک عجیب قسم کے وجد و محویت کی کیفیت طاری کردی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظم

مولانا صفی لکھنوی

زندہ ہیں اگر زندہ دنیا کو ہلا دینگے — مشرق کا سرا اٹھکر مغرب سے ملا دینگے

دھارے ہیں زمانہ کے بجلی کا خزانہ ہیں — بہتے ہوئے پانی میں ہم آگ لگا دینگے

ہم سینۂ ہستی میں انگارہ ہیں انگارہ — شعلے بھڑک اٹھینگے جھونکے جو ہوا دینگے

ہم کون ہیں! ہم کیا ہیں؟ ہم کچھ بھی نہیں لیکن — وقت آنے دو وقت آنے دو پھر تمکو بتا دینگے

فاران پہ جو گرجے تھے برسے ہیں جہاں بھر پہ — گھر گھر جو کہیں گرجے پھر ہوش اُڑا دینگے

دنیا کے سمندر میں ہم جزر بھی ہیں مد بھی — دیکھو جو ہمیں رد کا طوفان اُٹھا دینگے

مرجھائی ہوئی کھیتی اب ہم ہیں تو کیا ڈر ہے — چھینٹے ہمیں رحمت کے پھر نشو و نما دینگے

جڑ ہمنے پکڑ لی ہے کلے نئے پھوٹینگے — گر خاک میں بھی ہم کو اک بار ملا دینگے

ایران ہو یا ٹرکی دونوں کو مٹا دیکھیں — کیا صفحۂ ہستی سے اسلام مٹا دینگے

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے — اُتنا ہی پھر اُبھرے گا جتنا کہ دبا دینگے

گونجیں گی پہاڑوں میں تکبیر کی آوازیں — یہ صور جہاں پھونکا مُردوں کو جلا دینگے

اے جذبۂ اسلامی جس دل میں نہ تو ہوگا
یہ نظم **صفی** پڑھکر ہم اُسکو سنا دینگے

اس نظم کے پڑھے جانیکے بعد ہز ہائینس سر آغا خاں بہادر بالقابہ نے مناستر وغیرہ مراکز جنگ بلقان کے چشم دید حالات نہایت دل دوز و جگر سوز الفاظ میں بزبان فارسی بیان کر کے ترکوں کی مالی امداد کے لئے حاضرین سے اپیل کی جب پر تقریباً سترہ ہزار روپیہ کا چندہ اس موقع پر ہوگیا۔

اسکے بعد آنریری جائنٹ سکرٹری کانفرنس نے یہ اعلان کیا کہ مس رابنسن صاحبہ پرنسپل ازابلا تھابرن کالج، لال باغ، لکھنو نے اپنی اور نیز ریورنیڈ بیئر صاحب پرنسپل ریڈ کرسچین کالج لکھنؤ کی طرف سے جملہ ممبران کانفرنس کو آج بوقت سہپہر مدعو کیا ہے تاکہ ازابلا تھابرن کالج میں تشریف لیجا کر آپ حضرات اُس لڑکیوں کے کالج کے طرز تعلیم و طریقہ ماندو بود کو ملاحظہ فرمائیں۔ علاوہ طرز تعلیم دکھانے کے مس رابنسن اور ڈاکٹر بیئر ممبران کانفرنس کے روبرو مختصر تقریریں فرمائینگے۔ ور میجر حسن صاحب بلگرامی منجانب ممبران کانفرنس اُنکا شکریہ ادا کرینگے۔ جملہ ممبران کانفرنس سے گزارش

ہے کہ آج سہ پہر کے اجلاس ختم ہونے پر بارہ دری قیصر باغ کے شمال جانب جمع ہوکر فوٹو لیئے جانے کے بعد ساڑھے چار بجے تک از ایلا تھابرن کالج لال باغ میں تشریف لیجائیں۔

اس اعلان کے بعد ہز ہائنس سر آغا خاں بہادر کے لئے تین نعرہائے مسرت بلند کئے گئے اور اس اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

اجلاسِ ہفتم

آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ بتاریخ ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء بوقتِ سہ پہر

(دو بجے دن سے ساڑھے چار بجے دن تک)

پریزیڈنٹ

عالی جناب میجر سیّد حسن صاحب بلگرامی ایم ڈی

سب سے پہلے اس اجلاس میں حسب ذیل رزولیوشن پیش ہوئے اور بلا کسی اختلاف یا بحث مباحثہ کے بالاتفاق پاس ہوئے۔

رزولیوشن نمبر (۱۶)

یہ کانفرنس رزولیوشن نمبر ۲۰ پاس شدہ اجلاس کانفرنس منعقدہ بمقام

ناگپور ۱۹۱۰ء کی طرف گورنمنٹ کی توجہ مکرر منعطف کراتی ہے اور درخواست کرتی ہے کہ مسلمانان صوبہ متوسط کی تعلیمی ضرورتوں کے لحاظ سے اسپر جلد عملاً کارروائی کیجاوے رزولیوشن مذکور کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

„ الہ آباد یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ اور سینیٹ میں ممالک متوسط و"
„ برار کی تعداد بہت ناکافی ہے اور اس میں بھی کوئی مسلمان ممبر نہیں ہے"
„ لہذا یہ کانفرنس صوبہ ممالک متوسط و برار کی تعلیمی ضروریات کو مد نظر"
„ رکھکر گورنمنٹ سے مستدعی ہے کہ اس صوبہ کے مسلمان ممبروں کی کافی"
„ تعداد سینیٹ و سنڈیکیٹ میں بڑہادی جاوے"

محرک۔ مسٹر احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا جالندہر،

موید۔ ڈاکٹر محمد محمود صاحب بیرسٹرایٹ لا۔

رزولیوشن نمبر (۱۷)

اس کانفرنس کی رائے میں اب وقت آگیا ہے کہ گورنمنٹ بنگال کلکتہ مدرسہ کو ایک پراپرشل محمڈن کالج کی حیثیت میں ترقی دیکر مسلمانان بنگال کی اعلیٰ تعلیم کیلئے ایک عمدہ ذریعہ پیدا کرے۔

محرک۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب۔

موید۔ مولوی محمد عظیم صاحب۔

رزولیوشن نمبر (۱۸)

جبلپور گورنمنٹ کالج میں عربی اور فارسی کی تعلیم کا بندوبست نہونے کی وجہ سے اُن مسلمان طلباء کی تعلیم میں سخت نقصان پہونچتا ہے جن کی سیکنڈ لنگویج

عربی یا فارسی ہوتی ہی لہذا یہ کانفرنس گورنمنٹ سے ادب کے ساتھ مستدعی ہی کہ وہ کالج مذکور میں عربی اور فارسی کی تعلیم کا کافی انتظام کرے۔

محرک ، ڈاکٹر محمد محمود صاحب بیرسٹرایٹ لا۔

موید۔ مسٹر شمشاد احمد خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا علیگڈھ

اسکے بعد مسٹر تصدق احمد خاں صاحب نے مندرجہ ذیل رزولیوشن کی تحریک پیش کی۔

رزولیوشن نمبر (۱۹)

یہ کانفرنس آنریبل مسٹر گوکھلے کے جبریہ اور مفت ابتدائی تعلیم کی تحریک کی اصولاً تائید کرتی ہی اور اُسکو ملکی بہبودی اور ترقی کے حق میں نہایت اہم اور ضروری سمجھتی ہی بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کی خاص تعلیمی ضروریات اور مقاصد کی پوری حفاظت کردی جائے۔

محرک ، مسٹر تصدق احمد خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا، علی گڑہ۔

موید۔ مسٹر شمشاد احمد خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا،

معززمحرک نے اس رزولیوشن کی تحریک پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ

"حضرات! جبریہ اور مفت ابتدائی تعلیم کا مسئلہ اسقدر مشہور ومعروف ہے"
"اور آنریبل مسٹر گوکھلے کی مساعی جمیلہ کی بدولت اس مسئلہ کو ہر"
"ہندوستانی کم وبیش سمجھتا ہی اسلیئے مجھے اس مسئلہ کے بیان کرنے کی"
"اس تعلیم یافتہ مجمع میں ضرورت نہیں ہی کیونکہ جیساکہ زمانہ میں اور"
"تبدیلیاں ہوئی ہیں وہاں یہ خیال بھی اب عام ہوگیا ہی کہ ہر انسان"
"کو تعلیم پانیکا اسی طرح حق حاصل ہی جس طرح زندہ رہنے کا۔ اور کوئی"

"وجہ نہیں ہے کہ باشندگان ہند اس حق سے محروم رہیں اور ابتدائی تعلیم ملک میں عام"
"اور مفت نہو۔ اس رزولیوشن میں اگر کسی صاحب کو اعتراض ہوگا تو وہ لفظ"
"جبریہ" پر ہوگا لیکن میں عرض کرونگا کہ جبریہ تعلیم سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ اگر کوئی"
"نہ پڑھے اور تعلیم نہ پاوے تو اُس کو یا اس کے سرپرستوں کو جیلخانہ بھیجا جاویگا،"
"نہیں ہرگز مطلب یہ نہیں ہے بلکہ یہ جبر ایسا ہی جبر ہوگا جیسا کہ ڈاکٹر ایک مریض"
"کے متعلق کرتا ہے اور بغیر اس قسم کے جبر کے دنیا کے بہترین اصلاحی کام کامیاب"
"نہیں ہو سکتے"۔

اس کے بعد جناب مسٹر شمشاد احمد خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا علی گڑھ نے رزولیوشن مذکور کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

" حضرات! میرے دوست نے جو رزولیوشن کہ اس وقت جلسہ میں
" پیش کیا ہے میں اس کی تائید میں چند الفاظ عرض کرنے کی غرض سے"
" کھڑا ہوا ہوں"
" آج اس اجلاس سے پیشتر میرے ایک قابل دوست نے اس"
" رزولیوشن کے متعلق مجھ سے فرمایا تھا کہ وہ لفظ "جبریہ تعلیم" پر"
" اعتراض کرینگے لیکن میں یہ عرض کرونگا کہ جب تک جبر نہو گا تعلیم"
" ہرگز ملک میں عام نہو گی آج انگلستان میں بھی، جہاں دنیا میں سب سے"
" زیادہ تعلیم ہے، جبریہ تعلیم کے بغیر ایسے والدین بھی ہیں جو اپنے بچوں کو"
" تعلیم کے لئے اسکولوں میں نہیں بھیجتے اور اسلئے تعلیم کے واسطے جبر"
" لازمی ہے"
" دوسرا اعتراض جو اس تحریک کے متعلق ہے وہ سرمایہ کے نہونے"
" کے متعلق ہے اور گورنمنٹ نے بھی مسٹر گوکھلے کو یہ جواب دیا تھا کہ"

"ہمارے پاس فنڈز نہیں ہے۔ مگر حضرات! جیسا کہ مسٹر گوکھلے نے کہا ہے"
"کہ اس کے لئے ملک میں ایک ٹیکس لگایا جاوے تو کافی سرمایہ فراہم"
"ہو سکتا ہے۔ پنجاب میں آپکو معلوم ہوگا کہ ہندو صاحبان نے اس کام کو"
"شروع کر دیا ہے اور لالہ لاجپت رائے صاحب کی کوشش سے وہاں کے"
"ہندو صاحبان نے اپنے اوپر ایک تعلیمی ٹیکس لگایا ہے اور تقریباً نوے ہزار"
"روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوگئی ہے اور اس طرح وہاں پر ابتدائی تعلیم کو وسعت"
"دی جا رہی ہے۔ اگر ہر جگہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ذریعہ اس طریقہ پر"
"کوشش کیجائے تو بہت کامیابی کی توقع ہے"

اس کے بعد مسٹر طفیل احمد صاحب و شیخ غلام صادق صاحب نے اس رزولیوشن کے الفاظ جبریہ سے اختلاف کرتے ہوے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی متعلق مختصر تقریریں کیں اور ڈاکٹر محمد محمود صاحب بیرسٹر ایٹ لا، آنریبل مسٹر شاہ حسین صاحب و دیگر حضرات نے تائید مزید مختصر الفاظ میں فرمائی اور جملہ حاضرین کے اتفاق رائے کے ساتھ مندرجہ بالا رزولیوشن منظور ہوا۔

اس رزولیوشن کے منظور ہو جانے کے بعد یکے بعد دیگرے حسب ذیل رزولیوشن اجلاس میں پیش ہوئے اور محرک و موید صاحبان کی مختصر تحریک و تائید کے ساتھ بالاتفاق پاس ہوئے۔

رزولیوشن نمبر (۲۰)

یہ کانفرنس گورنمنٹ بنگال کی توجہ اُن مشکلات اور دقتوں کی طرف منعطف کراتی ہے جو کلکتہ پریسیڈنسی کالج کے داخلہ میں مسلمان طلبہ کو پیش آتی ہیں اور گورنمنٹ سے بادب ملتجی ہے کہ مسلمانان بنگال کے تعلیمی فوائد اور حقوق کو مدنظر رکھکر وہ اس

کالج میں مسلمان طلبہ کے لئے ایک کافی تعداد کے محفوظ کرلئے جانیکا انتظام فرمائے نیز پریسیڈنسی کالج امپروومنٹ اسکیم میں کالج مذکور کے مسلمان طلبہ کے لئے ایک محمدن ہاسٹل قایم کرنے کا لحاظ رکھا جاوے۔

محرک، مولوی محمد عظیم صاحب،

مؤید، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب۔

رزولیوشن نمبر (۲۱)

یہ کانفرنس حسب ذیل رزولیوشنوں کی، جو پراونشل محمدن ایجوکیشنل کانفرنس مشرقی بنگال و آسام کے اجلاس منعقدہ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام رنگپور منظور ہوئے ہیں، تائید کرتی ہو اور گورنمنٹ کی توجہ کی غرض سے اپنی سفارش کے ساتھ پیش کرتی ہو۔

(الف) مسلمانوں کے حقوق کے کافی تحفظ کے لئے گورنمنٹ سے استدعا ہو کہ ٹکسٹ بک کمیٹی میں مسلمانوں کی نیابت میں توسیع کیجائے۔

(ب) یہ کانفرنس اُس رائے کی جو اجلاس ماسبق کے رزولیوشن نمبر ا میں میٹریکولیشن، ایف اے، اور بی اے کی فارسی کتب درسیہ سے عربی زبان کے حصہ کے خارج کرنے اور کتب مذکور کے مشکل حصص کی تنسیخ کے متعلق ظاہر کی گئی تھی تائید کرتی ہو اور اس رزولیوشن پر عملدرآمد ہونے کے لئے یہ گزارش کرتی ہو کہ اُن قواعد میں جو یونیورسٹیز ایکٹ کے ماتحت کلکتہ یونیورسٹی میں مرتب ہوئے ہیں ترمیم کی جائے۔

(ج) یہ کہ مدرسہ ریفارم کمیٹی منعقدہ بمقام ڈھاکہ (مارچ ۱۹۱۱ء) کی تجاویز

پر جلد تر عملدرآمد ہونیکی ضرورت کی طرف گورنمنٹ کی توجہ ادب کے ساتھ مبذول کرائی جائے اور درخواست کی جائے کہ پراونشل بجٹ میں اُن مدرسہ جات کی بیش از بیش امداد کے لئے، جو زمانہ حال کے طرز پر درست ہو گئے ہوں، گنجائش رکھی جائے۔

محرک، ڈاکٹر محمد محمود صاحب بیرسٹرایٹ لا،

مؤید، مسٹر محمد عزیز صاحب ایم اے، بیرسٹرایٹ لا، لکھنؤ،

رزولیوشن نمبر (۲۲)

یہ کانفرنس نہایت ادب کے ساتھ گورنمنٹ صوبہ ممالک متحدہ آگرہ واودھ کو آگرہ میڈیکل اسکول میں مسلمان طلبہ کی دشواریوں اور شکایتوں کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اُمید کرتی ہے کہ گورنمنٹ بعد تحقیقات کے اُن کے رفع کرنے کی جانب توجہ فرمائے گی۔

محرک، مسٹر محمد یعقوب صاحب وکیل مرادآباد،

مؤید۔ مولوی غلام السبطین صاحب بی اے۔

اس کے بعد نواب محمد مرتضیٰ خاں صاحب رکن خاندان شاہی اودھ نے وثیقہ داران وخاندان شاہی اودھ کے بچوں کی تعلیم کے متعلق مندرجہ ذیل رزولیوشن پیش کیا۔

رزولیوشن نمبر (۲۳)

چونکہ وثیقہ داران اودھ کی تعلیمی حالت عموماً خراب ہے اور تعلیم کی طرف انکی افسوسناک غفلت ہے لہٰذا اس کانفرنس کی رائے میں (۱) وثیقہ داران کیلئے

ایک مدرسہ کھولا جائے جس کے خرچ کے لئے آمدنی وثیقہ میں سے بحساب فی روپیہ ایک پیسہ وضع کیا جائے اور اودھ کی کمیٹی کانفرنس کی مدد سے وثیقہ داران کی جماعت کو راغب کر کے اُن تمام اطفال کو جو قابل تعلیم ہوں اس اسکولوں میں داخل کیا جاوے۔

(۲) جو رقوم وثیقہ بہ سبب لاوارث ہونیکے خزانہ گورنمنٹ میں بطور توفیر جمع ہیں ان کی بابت گورنمنٹ سے دریافت کیا جاوے کہ وہ رقم کسقدر ہے اور درخواست کی جاوے کہ اُس رقم کا کچھ حصہ تعمیر بورڈنگ ہاؤس میں اور کچھ حصہ کا منافع وظائف میں خرچ کیا جائے۔

محرک، نواب مرتضیٰ حسین خاں صاحب

مؤید۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب

معزز محرک نے اس رزولیوشن کی تائید فرماتے ہوئے حسب ذیل تحریر پڑھی۔

تحریر جناب نواب مرتضیٰ حسین خاں صاحب ایم، آر، اے، ایس آنریری سکرٹری انجمن خاندان شاہی (اودھ) و آنریری مجسٹریٹ، لکھنؤ

حضور صدر انجمن و بزرگان ملت۔

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے کل شام کو یہ خدمت میرے سپرد فرمائی

کہ میں بحیثیت آنریری سکرٹری انجمن خاندان شاہی اودھ لکھنؤ خاندان شاہی و نیز وثیقہ داروں کے بچوں کی تعلیمی حالات اس کانفرنس کے سامنے پیش کروں۔

حضرات! اب مجھے اُس خاندان کے بچوں کی تعلیمی ابتری اور بربادی کو عرض کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوتی ہے جس کے مورث اعلیٰ ابھی نصف صدی کے عرصہ تک اسی زمین اودھ اور اسی دارالسلطنت لکھنؤ میں سریر آرائے سلطنت تھے جنکی داد و دہش سے لکھنؤ کی ہر ہر گلی میں گنجن برستا تھا جس کی شاہد یہ قیصر باغ کی عمارت اور خود یہ سفید بارہ دری ہے جس میں اکابر قوم تشریف فرما ہیں جو زبان حال سے کہہ رہی ہے۔ ؎

آثار پدید است صنادید عجم را

افسوس یہ وہی قراقونیلو ترک خاندان ہے جس کا نیر اقبال تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں مملکت تبریز سے طلوع ہو کر دادشاہی دیتا ہوا اٹھارہویں صدی کے وسط میں اسی سرزمین اودھ میں ایسا غروب ہوا جس کا نام و نشان صفحۂ ہستی مٹتا جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں جب مجھے اس مسئلہ پر غور کرنیکا موقع ملا کہ وہ کیا ذرایع ہیں جنسے ہم اپنی عزت دنیا میں قایم رکھ سکتے ہیں اُسوقت مجھے سوائے تعلیم کے اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا چنانچہ جب میں نے عملی کارروائی اجراء تعلیم انگریزی کے متعلق شروع کی تو مجھے معلوم ہوا کہ تقریباً ۶۰ لڑکے ہمارے خاندان میں ایسے موجود ہیں جو قابل تعلیم انگریزی ہیں۔ مگر ساتھ ہی اُس کے اس امر کو محسوس کر کے نہایت افسوس ہوا کہ بہت سے بچے ایسے ہیں جن کے والدین بسبب بے بضاعتی اپنے ہونہار پودھوں کو تعلیم دینے سے معذور ہیں تاوقتیکہ اُن کو مالی امداد نہ دیجائے اُن سے تعلیم کی اُمید رکھنا

سراسر انصاف کا خون کرتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کو مدنظر رکھکر میں نے ۱۹۰۹ء میں سر جان ہیوٹ صاحب بہادر سابق لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے حضور میں حاضر ہوکر ہزآنر کو تمام واقعات سے مطلع کیا اور یہ عرض کیا کہ تاوقتیکہ گورنمنٹ تعلیم متعلق مالی امداد نہ فرمائے ہم اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے چنانچہ حضور ممدوح نے جن کا میں شکر گزار ہوں اس التجا کو قبول فرمایا اور جیسے ہی باضابطہ تحریک کی گئی ہزآنر نے عطائے وظائف کی سفارش گورنمنٹ ہند کو فرمائی جس کو امپیریل گورنمنٹ نے بخوشی منظور فرمایا اور اٹھارہ سو روپیہ سالانہ کے وظائف کے اجرا کا فوراً حکم صادر فرما کر ہماری سوکھتی ہوئی کھیتی میں باران رحمت کا کام دیا۔

حضرات! اُس رقم وظیفہ سے اسوقت ۴۲ لڑکے تعلیم پا رہے ہیں جن میں سے دو لڑکے میٹریکولیشن تک پہنچ گئے ہیں اور باقی نیچے درجوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ جو زیر تعلیم ہیں اُن کی مالی حالت اچھی ہے مگر پھر بھی کچھ لڑکے ایسے باقی ہیں جن کو وظیفہ کی حاجت ہے جن کے واسطے ہزآنر سر جیمس میسٹن صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بالقابہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جسقدر اور وظیفوں کی ضرورت ہوگی میں دینے کو طیار ہوں۔

حضرات اس قلیل زمانہ میں جب میں نے دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا اور اپنی ذات کو اپنے خاندان کے بچوں کی تعلیم کے نذر کر دیا اُس وقت یہ بات حاصل ہوئی کہ اب کچھ صورتیں انگریزی اسکولوں میں نظر آنے لگی ہیں۔ اگر یہ سلسلۂ کوشش جاری رہا تو انشاء اللہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جب یہ قومی ذرّے آفتاب بن کر چمک دکھائیں گے۔

حضرات! خاندان شاہی کی حالت عرض کرنے کے بعد اب میں چند لفظوں میں وثیقہ داران لکھنؤ کی تعلیمی کیفیت عرض کرتا ہوں مگر قبل اس کے کہ میں اُن کی تعلیم کا مرثیہ شروع کروں یہ امر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ زمرۂ وثیقہ داران میں کون لوگ

داخل ہیں۔

وثیقہ داروں میں وہ لوگ داخل ہیں جو سلاطین اودہ کے یا تو رشتہ داران صلبی یا اُن کے وزرا یا ارکان دولت کی اولاد ہیں۔

زمانہ شاہی میں سلاطین اودہ یا اُن کے اعزہ نے آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو کروڑہا روپیہ کی رقم اس شرط سے قرض موبد دی تھی کہ اُس کی آمدنی ماہانہ نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ اشخاص متذکرۂ صدر کی اولاد کو بغرض پرورش دیجاوے چنانچہ اسوقت لکھنؤ میں اسی رقم کثیر کا سود تخمیناً سات لاکھ اسی ہزار روپیہ سالانہ یعنی ۶۵۰۰۰ روپیہ ماہوار بطور وثیقہ تقسیم ہوتا ہے۔

وثیقہ داران لکھنؤ کی تعداد تقریباً سولہ سو نفر ہے جس میں سے چار سو لڑکوں کے قریب ایسے ہیں جو قابل تعلیم انگریزی ہیں۔ مگر افسوس تعلیم انگریزی کیسی وہ زبان اُردو کی نوشت و خواند سے بھی بے بہرہ ہیں جن کے واسطے نہ تو کوئی درسگاہ انگریزی ہے نہ اُردو۔

ان واقعات پر غور کرنیکے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا تدابیر ہیں جن کے ذریعہ سے ان کی تعلیم کی فکر کیجائے۔

میرے نزدیک بہترین تدبیر یہ ہے کہ اگر لوکل گورنمنٹ سے خواہش کیجائے کہ وہ اس رقم وثیقہ میں سے فی روپیہ ایک پیسہ وضع کر کے تعلیم وثیقہ داران میں صرف کرے۔ یہ رقم ایسی قلیل ہے کہ وثیقہ داروں کو بھی گراں نہ ہوگی اور کل مجموعی رقم ایکہزار روپیہ سے زائد ہو جاویگی جس سے ایک معقول اسلامی درسگاہ قایم ہو سکتی ہے جو ابتدائی تعلیم کے واسطے بخوبی کافی ہے۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ اسی رقم وثیقہ میں سے بہت بڑی رقم بسبب لاوارث ہونیکے گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے اُس کی متعلق گورنمنٹ سے خواہش کیجائے کہ وہ مسلمانوں کی

اجلاسِ ہشتم

آل انڈیا محمڈن انیگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

تاریخ ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۲ء بوقت شب

کارروائی اجلاس شعبہ انجمن ترقی اُردو

پریزیڈنٹ

عالیجناب مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس بھیکن پور

انجمن ترقی اُردو کے اس اجلاس کی کارروائی آٹھ بجے شب سے زیر صدارت جناب مولنٰا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی شروع ہوئی۔ جناب ممدوح اپنی علم دوستی اور مسلمہ ثقاہت و دیانت کے لحاظ سے ہماری قوم میں ایک خاص درجہ رکھتے ہیں اور ایک زمانہ تک اس شعبہ کے سیکرٹری رہ چکے ہیں سب سے اوّل جناب ممدوح نے حسب ذیل اڈریس پڑھا:-

پریسیڈنشل اڈریس

عالی جناب مولنا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی پریسیڈنٹ اجلاس شعبہ انجمن ترقی اردو

حضرات!

آپ نے جو عزت مجکو بخشی ہی اُس کا سپاس ادا کرنیکے واسطے میں الفاظ نہیں پاتا۔ بے شائبہ تکلف ایک ادبی جلسہ کی صدارت ایسا اعزاز ہی جس کا میں اہل نہ تھا۔ اپنی بے مایگی زیادہ محسوس کرتا ہوں جب خیال آتا ہی کہ یہ جلسہ لکھنؤ میں منعقد ہی جو اُردو ادب کی ترقی کا ملجا و ماوی رہا، اور جس کی خاک سے بڑے بڑے اُردو کے اہل کمال پیدا ہوئے۔ لیکن ع

گرچہ خُردیم نسبتی ست بزرگ

جو نسبت تلمذ مجکو ایک لکھنؤ کے سرمایہ ناز اُستاد سے حاصل ہی وہ اُمید دلاتی ہی کہ بزرگان لکھنؤ میری لغزشوں کو بنظر اصلاح ملاحظہ فرما دینگے اور دوسرے حضرات بھی۔

آج جس شعبہ میں کانفرنس میں رونق افزا ہیں اُس کا تعلق ایک ایسی زبان کی ترقی سے ہی جو ہمارے محبوب ہندوستان کی سب سے زیادہ رائج اور عام زبان ہی اور جو یادگار ہی دو بڑے گروہوں کے میل جول اور ربط وضبط کی۔ صیغہ کے متعلق جو سب سے پہلی سالانہ رپورٹ علامۂ شبلی نے بمقام بمبئی پیش فرمائی تھی اُس کے ملاحظہ

سے واضح ہوتا ہی کہ ہر نسل اور مذہب کے خیر خواہاں ملک نے انجمن ترقی اُردو کی ممبری قبول کی تھی۔ پس جو زبان اس طرح مسلمہ طور پر قابل خدمت ہی اُس کی ترقی میں کوشش کرنا تمام ابنائے وطن کا ضروری فرض ہی۔ اس کے علاوہ اگرچہ دوسری زبانوں کا سیکھنا اور اُن کے سرمایۂ علمی سے دل و دماغ کو منور کرنا لازم ہی، تاہم علمی عالم میں ہماری اصلی عزت اُسی وقت ہو سکتی ہی جب کہ ہم خود اپنی زبان کو علم کی دولت سے مالا مال کریں ہمیشہ دوسروں کی محنت سے فائدہ اُٹھانا اور خود بے فیض رہنا آئینِ مردمی کے خلاف ہی۔

اقوام متمدنہ میں اصول تبادلہ رائج ہی اور یہی اساس ہی ترقی کی اگر ہم بے مایہ ہو کر دوسروں کے مال پر زندگی بسر کرتے رہیں تو ہمارا وجود نوع انسانی کے واسطے باعث عار ہوگا اور ہم شاہراہ ترقی میں سنگ راہ بنے رہیں گے ہمارے ہندوستان کی جو قومیں راہ و رسم ترقی سے آشنا ہو چکی ہیں وہ اپنی اپنی زبانوں کو مایہ دار بنانے میں کوشش کر رہی ہیں اور جس طرح اوروں کے علمی خزانوں سے مستفید ہوتی ہیں اُسی طرح اپنے سرمایہ سے دوسروں کو فیض پہونچانے کی سعی میں سرگرم ہیں۔

حضرات! مجکو اجازت دیجیے کہ میں اس مبحث پر گفتگو کروں کہ ترقی اُردو کا کیا مفہوم ہی اور اُس کے وسائل کیا ہیں۔ یہ تو ظاہر ہی کہ اُردو ایک ایسی زبان ہی جو مختلف زبانوں کے ارتباط سے پیدا ہوئی اور یہ ارتباط لفظی نہیں ہی بلکہ مجموعی ہی مختلف زبانوں کے خیالات اور خاص خاص طرز ادا اور انداز بیان کا۔ اُردو کے سب سے پہلے شاعر ولی دکھنی اور شعرائے متاخرین کے کلام کا مقابلہ کیجئے تو ظاہر ہوتا ہی کہ ہماری زبان میں کیا کیا تغیرات ہوئے ہیں۔ اور مختلف زبانوں کے الفاظ۔ خیال۔ اور طرز ادا کا اثر اسپر کتنا ہوا ہی۔ زبان کی ترقی کے یہ معنی ہیں کہ اُس کا ادب اور اُس کا سرمایہ علمی ساتھ ساتھ ترقی کرے۔ محض اس سے کہ ہم دوسری زبانوں کی علمی کتابوں کا ترجمہ کیف ما اتفق اردو میں بھر دیں زبان کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اُس کی مثال بجنسہٖ ایسی ہوگی جیسے

کوئی عالم ناموزوں اور کاڈک لباس پہنکر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوں۔ اسی طرح محض ادب کی ترقی سے زبان شائستہ اور ترقی یافتہ نہیں ہوسکتی۔ اس کی مثال وہ حریر و دیبا ہے جو عروس نازیبا کے بدن پر ہو۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی مضامین ٹکسالی اور فصیح زبان میں جلوہ گر ہوں۔ یہ خوب خیال فرمالیجئے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر عالم ادیب یا زبان داں ہو۔ بڑے بڑے مصنف گذرے ہیں جن کی تصانیف ادب کی خوبیوں سے عاری ہیں۔ جو انجمن ہماری زبان کی ترقی کی کوشش کرے اُس کو سب سے اوّل یہ اصول مدنظر رکھنا چاہیے کہ صحیح و فصیح اُردو ترقی پذیر ہو۔ اور اس کو ایسے وسائل کام میں لانے چاہئیں جس سے ملک میں ادب کا ذوق سلیم پیدا ہو۔ اور اہل ملک میں فصیح زبان کی تشنگی اپنے آپ میں محسوس کریں۔ جبتک یہ تشنگی اور فن کی شیفتگی پیدا نہو گی ترقی زبان ممکن نہیں۔ یہی شوق طلب تھا جس نے اگلے اہل کمال کو ادب کی خدمت میں سرگرم رکھا اور اُسی شوق طلب کا کرشمہ ہے کہ ہم آج ایک شہری زبان بولنے کا فخر رکھتے ہیں۔ ہمارے اس دور زندگی میں جو شوق علم اور طلب کمال کے لحاظ سے پست ہمتی اور درماندگی کا دور ہے گزشتہ باکمالوں کی نسبت عام خیال یہ ہے کہ اُن کی علمی خدمتیں اور کمال کی ترقیاں آسودہ حالی اور فارغ البالی کا کرشمہ تھیں۔ جو اُس زمانہ میں سلاطین اور اُمرا کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ اس سے زاید غلط خیال شاید کوئی اور ہوگا۔ اُن بزرگوں کے شاندار کارنامے یہ ہیں کہ اُنھوں نے ادب کی خدمت اُس حالت میں کی کہ نہ صرف وہ خود بلکہ ملک و ملت دونوں امن و اطمینان کو ترس رہے تھے۔ چہ جائے کہ آسودگی و خوش حالی۔ مسلم الثبوت اُستاد میر کے نام سے کون واقف نہیں۔ وہ کس طرح اس لاجواب بزم کے میر مجلس تھے۔ میں خود اُن کے ایک نادر الوجود تذکرہ سے اُن کا مختصر حال عرض کرتا ہوں۔ میر صاحب اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ " ابتدائے عشق میں جب میں دلی پہنچا تو خواجہ میر درد صاحب کے یہاں مشاعرہ میں شریک ہوا کرتا تھا۔ یہ مشاعرہ ہر پندرہویں

دن ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب میرے حال پر خاص توجہ فرماتے تھے اور میری حوصلہ افزائی
ایک دن فرمایا " تو روزے میر مجلس خواہی شد" مرزا رفیع سودا بھی ان جلسوں میں آیا
کرتے تھے۔ آخر خواجہ صاحب نے مشاعرہ خود میرے سپرد کردیا اور اب ہر مہینہ
میرے مکان پر شعرا کی مجلس ہوتی ہے۔ اس بیان کے ساتھ اس بات کو بھی ذہن میں
رکھئے کہ یہ وہ وقت تھا کہ سلطنت تیموریہ برباد ہو چکی تھی دلی مٹ چکی تھی۔ مختلف
جنگجو اور نبرد آزما لشکر اُس کو تاخت و تاراج کر رہے ہیں۔ شرفا کے ہزاروں خاندان
شہر چھوڑ کر مرشد آباد، حیدر آباد اور بادشش بخیر لکھنؤ میں آباد ہو گئے تھے۔ اور جو خاندان
انتہائی وضعداری اور وطن پرستی کے اثر سے یہ مقولہ ع

کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

حرز جان بنائے ہوئے تھے وہ عسرت و افلاس کا شکار ہو رہے تھے۔ اس حالت
میں ایک علمی مجلس قایم کرنا اور ہونہار طبیعتوں کی تربیت کا ایسے سامان مہیا کرنا
جنسے میر و مرزا کی مثل اساتذہ پیدا ہوں نتیجہ تھا اُس علمی شغف اور شوق کا جو اُن
بزرگوں کے دلوں میں تھا۔ اور یہ شوق علمی ثمرہ تھا اُن صحبتوں کا جو ہمارے شہروں،
قصبوں، بلکہ دیہات میں اُس زمانہ میں پائی جاتی تھیں۔ علمی صحبتوں اور چرچوں کا
یہ اثر ہوتا تھا کہ جہاں یہ چرچے ہوں وہاں کی آب و ہوا علم پرور بن جاتی ہے۔ جس کی
تاثیر سے جوہر قابل تربیت پاکر بزم کمال میں آتے رہتے ہیں۔ پس ضروری کہ ہم بھی
ایسی علمی سوسیٹیاں بہم پہونچادیں جن کے دل میں ادب اُردو کا حقیقی ذوق ہو اور جنکے
فیض سے وہ نوجوان جو اس جانب میل طبعی رکھتے ہوں ترقی کر کے کمال حاصل کریں
پنجاب کے جدید تعلیم یافتہ گروہ میں جو ایک خاصی جماعت شایقین ادب اُردو کی نظر آتی
ہے اُس کی نسبت شاید یہ کہنا خلاف واقعہ نہو کہ اُس جماعت کا شوق ازاد مرحوم اور
دوسرے اہل کمال کی برکت سے ہے۔

حضرات! کمال کسی علم وفن کا ہو اپنے اندر ایک کشش اور جذب کی قوت رکھتا ہے اہل کمال کے معمولی حرکات وسکنات بھی تلامذہ کی تعلیم وتربیت میں ایک تاثیر رکھتی ہیں۔ چہ جائے کہ اُن کی رہنمائی علم وفن۔ علاوہ کمال فن کے ان بزرگوں کے اخلاق۔ شرافت، اور وضعداری کے جوہر ایسے ہوتے ہیں کہ شاگردوں کے دلپر اُن کا بیحد اثر پڑتا ہے اور اس اثر کے ساتھ ساتھ علم کی شیفتگی پیدا ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے آج ہمارے طلبہ ان صحبتوں سے محروم ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ علم وفن بھی اور اجناس کے بازار میں فروخت ہوتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں اور بآواز بلند پکارتا ہوں کہ عزیزو یہ علم نہیں ہے اور تم طالب علم نہیں ہو۔ خیر یہ بحث دوسری ہے۔ میری عرض یہ تھی کہ زمانہ قدیم اہل کمال سے خالی ہو چکا ہے۔ مٹتے مٹتے کچھ صورتیں باقی ہیں۔ طالب کمال کو ان کی صحبت بیحد غنیمت خیال کرنی چاہئے کتابوں کا مطالعہ مہینوں میں وہ ذوق علمی پیدا نہیں کرسکتا جو ان بزرگوں کی چندروزہ صحبت سے حاصل ہوسکتا ہے۔

صحبتِ مرداں اگریک ساعت است

بہتر از صد خلوت وصد طاعت است

جس رفتار سے پچھلے اہل کمال سفر آخرت اختیار کر رہے ہیں وہ عبرت خیز ہے۔ اسی سال دو سال کے عرصہ میں (۳) آفتاب کمال غروب ہو گئے۔ شمس العلما میر محمد حسین صاحب آزاد۔ شمس العلما مولوی ذکا اللہ صاحب۔ شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب۔ جو باقی ہیں اُن کو خداوند تعالیٰ تا ابد برسلامت رکھے۔ آخر ایک روز مصائب زندگی سے نجات حاصل کرینگے۔ نظر بحالت موجودہ اُن کے دم کے ساتھ ادب اردو کا خاتمہ ہے۔ لیکن اگر یہ کمال کارآمد ہے اور اُس کو قایم رکھنا مفید ہے تو ضرور ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو اردو لٹریچر کو اپنا مقصد زندگی قرار دے اور اسمیں کمال حاصل کرے۔ ان میں بعض ایسے ہوں جو ادب اردو کے ساتھ ساتھ عربی کا مذاق

رکھتے ہوں۔ بعض فارسی کا اور بعض بھاشا کا۔ یہ وہ زبانیں ہیں جو ہماری اُردو کی بنیادیں اور ہمارا ادب کبھی اُن سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ انگریزی باینہمہ ترقی لاطینی اور یونانی کی آج تک دست نگر ہے۔ یہ گروہ ایک عظیم الشان آلۂ برق ہوگا جو ذوق فن کی بجلیاں دلوں میں دوڑائے گا۔ اور اُس کے دم سے شوق ادب تازہ رہے گا۔ اگر یہ طبقہ قایم نہ رہے تو کبھی ادب اردو زندہ نہیں رہ سکتا۔ ادب اُردو پر کیا منحصر ہے مجکو کوئی علم یا فن بتلائیے جو دنیا میں رائج اور قایم ہوا اور اُس کا خدمت کرنے والا ایک گروہ نہو جس نے اُس علم و فن کی ترقی کو نصب العین نہ بنا لیا ہو۔

حضرات! آپ میرے مذکورہ بالا بیان سے یہ ہرگز خیال نہ فرماویں کہ میں اسبات کا مؤید ہوں کہ دنیا و مافیہا سے بیخبر ہو جانا اور اپنی ہستی کو برباد کر کے نیستی کی تصویریں بنجانا، یا ساری عمر زلف و کاکل کی الجھن میں پھنسا رہنا کمال اُردو کے واسطے لازم ہے۔ ایسا خیال ظاہر کرنا خود کشی کی تعلیم دینا ہے جو حرام ہے۔ میرا مدعا یہ ہے کہ زمانہ شناسی اور تعلیم جدید کے ساتھ ہم میں سے بعض کو اس طرف بھی آنا چاہیے۔ ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ کمال قربانی چاہتا ہے بہت سے آرام و آسایش کے بہت سے فضول نمایش و آرایش کی جن پر آج بدقسمتی سے اہل زمانہ مفتوں ہو رہے ہیں۔ جو لوگ ان چیزوں کے چھوڑنے سے عاجز ہوں وہ اس میدان میں نہ آئیں ؎

نازپروردۂ تنعم نبرد راہ بدوست
عاشقی شیوۂ مردانِ بلاکش باشد

اس کے ساتھ یہ بھی خیال فرمائیے کہ ادب اُردو کا کمال محض ایک تفریح یا دل بہلانے کا سامان نہیں ہے ہماری زندگی کا ایک عنصر ہے۔ جو لوگ ادب سے بے بہرہ ہونگے اُنکی تقریر یا تحریر کبھی دلنشیں نہو گی اور جو چیز دلنشین نہو بے نتیجہ اور لاحاصل ہے۔ دلنشینی

کے لیے علاوہ خوبی معانی کے لٹریچر کی خوبی بھی لازم ہے۔ علم اخلاق و نصایح پر ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہونگی۔ لیکن جو قبول خاطر گلستان سعدی کو ہوا وہ بہت کم کتابوں کو حاصل ہوا ہوگا۔ کیا یہ کہنے کی حاجت ہے کہ گلستان کا لٹریچر سحر آفرین ہے اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔ اُس کاروباری اور فلسفہ و سائنس کی سرزمین میں جس کا نام یورپ ہے کامیاب مصنّف و معزز کیسے کیسے دلکش پھول زیب دیدہ و گوش کرتا ہے۔ وہاں کا ہر ایک بڑے سے بڑا مدبر یا بڑے سے بڑا مقرر یا اہل قلم ہے۔ جو قانون تمام دنیا میں رائج ہے وہ یہاں آکر کیسے بیکار رہ سکتا ہے۔ رہی ہمارے جلسوں کی بے اثری کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں ادب کے بے مائگی بھی ہے۔

مذکورہ بالا التماس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم میں ایک گروہ ایسا موجود رہنا چاہیے جو ادب اُردو کے خدمت کو اپنا نصب العین قرار دے اور اُس گروہ میں عربی فارسی اور بھاشا تینوں لٹریچروں کے اہل مذاق شامل ہوں۔

دوسرا وسیلہ ترقی اُردو کا یہ ہے کہ دوسری زبانوں کی اعلیٰ اعلیٰ تصانیف کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا جائے اس کے واسطے اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر فن کی مصطلحات ہماری زبانوں میں مدون ہوں۔

تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ اُردو کی قدیم مستند تصانیف تلاش کر کے فراہم کی جاویں اور انجمن ترقی اُردو کے زیر نگرانی ایک ایسی لائبریری قایم ہو۔ میں تمام عمدہ سرمایہ اُردو علم لٹریچر کا فراہم ہو۔ اور وقتاً فوقتاً مفید تصانیف ملک میں شایع کیجاوے۔ لیکن اے حضرات یہ سب دوسرے درجہ کے مسایل ترقی ہیں اور گویا دوسروں کی کمائی سے پیٹ بھرنا ہے۔ اصلی ترقی ادب اردو کی یہ ہے کہ اہل علم علمی تحقیقاتیں کریں اور اپنی جانفشانی کے ثمرے اردو کی فصیح فصیح زبان میں دنیا کے سامنے پیش کریں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ہماری زبان علمی زبان بنے اور تمام عالم کی مجالس علمیہ ہمارے علم

کی جانب بہ نظر شوق دیکھیں اور جس طرح آج ہم اُن کے دریوزہ گر ہیں وہ ہمارے علم کی آبحیات سے مستفید ہوں۔ یہ نہ خیال کیجیے کہ علمی فتوحات ہوچکیں۔ بہت سے میدان ہنوز اچھوتے ہیں جو آپ کے منتظر ہیں۔ بہت سی غلطیاں اہل یورپ کی تصیح کی محتاج ہیں۔ خود آپ کے علمی خزانے جو کس مپرسی کے حالت میں پڑے ہیں اور جاہلوں کی بیدردیوں کا شکار ہو رہے ہیں اس انتظار میں ہیں کہ قدرشناس ہاتھ اُن کی جانب بڑھیں اور دنیا کو اُن کے نور سے منور کریں۔ یہ ایک دم یا ایک سال کا کام نہیں ہی، بلکہ صدیوں کا کام ہی۔ لیکن بنیاد صحیح قایم کرنیکے واسطے اُن پر آج لحاظ کرنا لازم ہی۔ اگر بنیاد غلط ہی تو ساری عمارت خراب **شعر**

خشت اوّل چوں نہد معمار کج

تا ثریا مے رود دیوار کج

ختم کلام سے اوّل ایک ضروری امر کی جانب آپ کی توجہ مائل کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ وہ اگرچہ جزوی ہی تاہم نہایت ضروری ہی۔ وہ یہ ہی کہ اس شعبہ کی ترقی کے واسطے کانفرنس جسقدر مالی مدد دے سکے اُس کی منظوری جلسہ سے حاصل کرکے انجمن ترقی اُردو کے اختیار میں دیدیجائے۔ یہ نہو کہ ضرورت کے وقت درخواست کرنی پڑے اور نامنظوری ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہیں۔ مجکو اس سکشن کی سکرٹری کی خدمات انجام دینے کی عزت حاصل رہی ہی اور میں اُس سخت دشواری سے واقف ہوں جو وقت پر یہ روپیہ پاس نہونے سے پیش آتی ہیں۔ میرے محترم پیشرو علامہ شبلی بھی اس کی تصدیق فرماوینگے۔ اب میں سامعہ خراشی کی معافی چاہ کر ختم کلام کرتا ہوں۔

اس اڈریس کے ختم ہونے پر مسٹر سید سجاد حیدر صاحب بی اے نے انجمن ترقی اُردو کی حالت کے متعلق حسب ذیل اسپیچ دی۔

اسپیچ سید سجاد حیدر صاحب

حضرات! مجھے سب سے پہلے دو تین فقرات شکایت آپ حضرات کے سامنے عرض کرنا ہیں اور وہ یہ ہیں کہ میں آج تک یہ سمجھتا تھا کہ لکھنؤ والے شاید عنا صر حسن کے دلدادہ ہونگے لیکن مجھے اب معلوم ہو کہ لکھنؤ والے شاید یہ پالیٹکس کے دلدادہ ہیں میرا عقیدہ افسوس ہی کہ غلط نکلا مجھے اگر کہیں امید تھی کہ اس لٹریری سیکشن کا پورے جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا جاے گا تو وہ امید لکھنؤ سے تھی۔ میرا یہ عقیدہ تھا کہ یہاں کے لوگ اس لٹریری سیکشن کے اجلاس میں جوق جوق آکر شرکت فرمائینگے یہ امید مجکو اوّل تو "دہلی" سے بھی وہاں کانفرنس کے (تین) اجلاس ہو چکے ہیں وہاں پر بھی جو امید تھی وہ پوری نہوئی (علی گڑھ) تعلیم میں اس قدر مصروف ہی کہ وہ "ادبیات" سے نفرت کرتا ہی چنانچہ "ادب" اور "ادبیات" (یہ مترادف الفاظ ہیں) سے کوئی دلچسپی کسی طرف سے ظاہر نہیں کی گئی اور لکھنؤ بھی پالیٹکس کا دلدادہ ہی۔

حضرات! اب فرمائیے کہ کس سے اپنی امید وابستہ کریں غالباً کراچی یا مدراس یا کشمیر سے خیر۔ یہ جلسہ جس کے پریسیڈنٹ ہمارے مشہور ادیب مولنا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی جن کی ادبیت کا اعتراف دنیا کو ہے مسرت کا موقع ہی کہ وہ آج اس جلسہ کے صدر ہیں۔ اور امید ہی کہ اُن کی صدارت نتائج کے لحاظ سے مفید ثابت ہو۔

ہمارے پولیٹکل لیڈر اس جلسہ میں تشریف فرما نہیں اس سے صاف ظاہر ہوا کہ

ہوا ہی کہ وہ لوگ اس سے بداہتاً اور قاطبتاً متنفر ہیں۔

میں اسوقت جو کچھ عرض کرونگا وہ ہمارے سکرٹری صاحب خود فرمائیں گے لیکن میں تقدیم کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ ہماری کانفرنس نے لٹریری سیکشن کی مدد کرنے میں عمداً کوتاہی کی ہی مجھے یقین ہی کہ میرا یہ عرض کرنا ضرور ناگوار ہوگا مگر میں اس ناراضی کی پروا نہیں کرتا میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ توقع کی گئی ہی کہ یہ لٹریری سیکشن اپنی آمدنی خود پیدا کرے کہ وہ کانفرنس کی امداد سے مستغنی ہو جائے اگر لٹریری سیکشن کے پاس اتنا روپیہ ہوتا تو وہ اتنی دریوزہ گری نہ کرتا ظاہر ہی کہ بلا امداد کانفرنس کے کام چلنا مشکل ہی جو کچھ بھی ہو اُس کے پاس تو اتنا روپیہ نہیں ہی نہ کسی ایک شخص کی اتنی ہمت ہی جس سے اس بات کی توقع ہو کہ بلا امداد کانفرنس وہ اس کام کو چلا سکے مجھے جو کچھ عرض کرنا ہی وہ یہ ہی کہ آج یہ قطعی طور پر فیصلہ کر لیا جائے کہ ہمیں عملی طور پر اس سیکشن کے ساتھ کچھ کرنا بھی ہی یا نہیں اس لیے کہ مقابلہ کسقدر سخت ہی اُن قوتوں سے جو اس زبان کے درپے تخریب ہیں زبانی ہمدردی سے اب کوئی نتیجہ نہیں نکلسکتا اُردو کے مخالف تو قطعاً اس کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں، اُن کے پاس روپیہ ہی اُن کے پاس کام کرنے والے ہیں، اُن کے پاس ہمدرد پبلک ہی، اب اس کے مقابلہ کرنے کے لیے اگر آپ کافی فنڈ اس سیکشن کو نہ دینگے اور اس کے کام میں دلچسپی نہ لیں گے تو اس کا کوئی کام نہیں چلے گا۔ میں دوبارہ کہونگا کہ کانفرنس نے اس مقابلہ میں غفلت کی ہی نہ صرف کانفرنس نے بلکہ آپ لوگوں نے بھی۔

آپکے پولیٹکل لیڈر جو موٹروں پر سوار ہو کر آپکے ہال میں داخل ہوتے ہیں تو آپ اُن کو پرجوش چیرز دیتے ہیں براہ کرم وہ لوگ جو اُردو کے دلدادہ ہیں اگر یکہ پہ سوار ہو کر آئیں تو اُن کی بھی کچھ پذیرائی ہونی چاہیے کیا یہ افسوس کی بات نہیں

کہ ڈاکٹر اقبال لکھنؤ میں آئے تو کوئی اُس کا استقبال تک نہ کرے بلکہ اُن کے آنے تک کی خبر نہو۔ اگر خبر ہو بھی تو بحیثیت ایک بیرسٹر کے کیا یہ "اقبال" اس برتاؤ کا مستحق تھا؟ کیا اس دلدادہ ادب، اور ادیب کی یہی قدر ہو سکتی تھی؟

میں یہ عرض کرونگا کہ اس کانفرنس میں اس امر کا فیصلہ ہونا چاہئے کہ یا تو اس لٹریری سیکشن کی تحریک کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جاوے اور اُس کے بانیاں کو نوٹس دیدیا جاوے کہ وہ اپنا کام علیحدہ شروع کریں لیکن اگر آپ کو اس سکشن کے ساتھ دلچسپی اور ہمدردی ہے، تو میں پھر بتاکید عرض کرونگا کہ آپ اس وقت سے جو کچھ ہو سکے روپیہ کے ذریعہ سے، علمی قابلیت کے ذریعہ سے، و قدردانی کے ذریعہ سے اُن لوگوں کے مقابلہ میں کوشش کریں جو ہماری زبان کے درپے تخریب ہیں اور اُن کی کوششوں کو روکیں تاکہ آگے چل کر ہمارا کوشش سے پہلے ادرہو سلے۔

مسٹر سجاد حیدر کی تقریر کے بعد چودھری وحید حسین صاحب نے اہالیانِ لکھنؤ کی طرف سے اُس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے جو اہل لکھنؤ کی زبان اُردو کی خدمت سے عدم دلچسپی اور بے توجہی کے متعلق تھا فرمایا کہ اہل لکھنؤ اردو کی خدمت میں معقول حصّے رہے ہیں اور آج بھی اُردو کے بڑے بڑے مصنفین اور شعرا لکھنؤ سے تعلق رکھتے ہیں اُس کے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب بہ حیثیت آنریری جائنٹ سکرٹری کانفرنس معزز مقرر کے اُس اعتراض کا جواب دینے کے لیے کھڑے ہوئے جو لٹریری سیکشن کے ساتھ کانفرنس کے نہ مدد کرنے کے متعلق ظاہر کیا گیا تھا انھوں نے فرمایا! "کہ میں چند الفاظ اپنے دوست سید سجاد حیدر صاحب کی تقریر کے متعلق عرض کرونگا۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ کانفرنس (۲۶) سال سے قایم ہے ۱۹۰۶ء میں میرا تعلق کانفرنس سے بہ حیثیت جائنٹ سکرٹری

کے ہوا اور اُس وقت حالت یہ تھی کہ کانفرنس فنڈ میں ایک پیسہ بھی نہ تھا بلکہ ایکہزار روپیہ کی مقروض تھی۔

وہ حضرات جو کانفرنس پر اعتراض کرتے ہیں اُن کو معلوم ہونا چاہئے کہ کانفرنس کیا چیز ہی وہ اس پر غور کریں کہ کانفرنس کوئی ریاست نہیں ہی اور اُس کے پاس کوئی بہت بڑا فنڈ نہیں ہی حقیقت یہ ہی کہ سرسید کی زندگی میں کانفرنس کے پاس نہ کوئی فنڈ تھا نہ اُس کا کوئی دفتر تھا سنہ ۱۹۰۴ء میں جب اسی لکھنؤ میں کانفرنس کا اجلاس ہوا تو اُس وقت ایک دفتر کے قایم کرنیکے متعلق تحریک کی گئی اور اُس کے بعد سے دفتر قایم ہوا ابتدا میں صرف ایک کلرک حسابات کے رجسٹر کے متعلق تھا اُسکے بعد ایک اور کلرک خط کتابت وغیرہ کے لیے مقرر کیا گیا سنہ ۱۹۰۶ء سے میں نے کوشش کی کہ دفتر کے ذریعہ سے کانفرنس کا مستقل انتظام چلایا جاوے چنانچہ سنہ ۱۹۰۶ء سے سنہ ۱۹۱۰ء کے آخر تک مختلف ذرایع اور کوششوں سے فنڈ جمع کیا گیا اور اُسکا یہ نتیجہ تھا کہ آخر سنہ ۱۹۱۰ء میں کانفرنس کے پاس (تیس ہزار) روپیہ میں انداز ہوا اور کانفرنس کے تین صیغہ قایم ہوئے۔ اسکول سکشن۔ فیمیل سکشن۔ اور لٹریری سکشن کانفرنس کے متعلق نیا نظام مرتب کیا گیا اور کانفرنس کے کام کو عملی طور سے بڑہانے کی فکر کی گئی اور یہ ارادہ کیا گیا کہ نئے نظام کے مطابق کام شروع کیا جاویگا کانفرنس کی بدقسمتی سے سنہ ۱۹۱۱ء میں یونیورسٹی کے چندہ کیوجہ کانفرنس کا چندہ مطلق وصول نہ ہوا اور پس انداز میں سے خرچ کیا گیا۔ پھر دہلی میں کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا اور دربار کے موقع پر وہاں کانفرنس کے اجلاس ہونے کے اخراجات کانفرنس کو برداشت کرنے پڑے اور پھر یہ بلاے جنگ مسلمانوں پر آن پڑی اور اس سے بھی کانفرنس کے چندہ میں رکاوٹ ہوگئی۔ جنھوں نے اعتراض کیا ہی اُن سے میں دریافت کرتا ہوں کہ جب یہ حالت ہی تو کانفرنس اس صیغہ کے لیے کیا کرسکتی ہی لیکن اس پر بھی یا نسو پچیہ

کانفرنس نے اس صیغہ پر صرف کیے ہیں اور مولوی محمد عزیز مرزا صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد بھی ایک انگریزی کتاب کے ترجمہ کے لیے دو سو روپیہ ابھی حال ہی میں دیے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس دو سال میں صرف لٹریری سیکشن ہی کی کانفرنس نے مالی مدد کی ہے۔ میں اپنی رپورٹ میں کانفرنس فنڈ کی موجودہ حالت عرض کر چکا ہوں۔ خدا بھلا کرے ریاست بھوپال و بھاولپور اور جناب راجہ صاحب محمود آباد کا جنھوں نے کانفرنس کو مستقل سالانہ گرانٹ عطا فرمائی ہیں ورنہ کانفرنس کے معمولی اخراجات کے لیے بھی فنڈ موجود نہیں ہے۔ پس معترض حضرات کو غور کرنا چاہیے کہ جو کچھ کانفرنس کر سکتی تھی اُس نے اس میں بھی دریغ نہیں کیا۔ جن حضرات کو اس صیغہ کے کاموں سے دلچسپی ہے وہ کیوں نہیں مدد فرماتے، کیوں نہیں اس کے لیے چندہ کرتے۔ اعتراض کرنا بہت سہل ہے لیکن عملی طور سے کام کرنا مشکل ہے۔

مولوی عزیز مرزا صاحب کے انتقال کے بعد سے اس صیغہ کی کارروائی کی بابت مجھکو بہت فکر تھی اور میں نے بہت سے حضرات سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے کے متعلق عرض کیا بالآخر اس صیغہ کی خوش قسمتی سے جناب مولوی عبدالحق صاحب نے اس کو منظور فرمایا اور وہ اس کے سکرٹری منتخب ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب کی توجہ سے اس صیغہ کے کاموں میں بہت ترقی ہوگی۔

اس کے بعد جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیگ) انسپکٹر آف اسکولز اورنگ آباد (حیدر آباد دکن) نے اپنی تقریر میں اس شعبہ کے سکرٹری منتخب ہونے پر شکریہ ادا کیا اور ثابت کیا کہ اُردو کی حمایت و حفاظت اور ترقی ہندوؤں مسلمانوں اور انگریزوں کا مشترکہ فرض ہے اور حاضرین سے درخواست کی کہ وہ اُردو کی خدمت میں ان کی امداد فرمانے سے کوتاہی نہ کریں۔

اس کے بعد مولوی محمد زکی صاحب غازی پوری نے "کتاب ترجمہ امہات"

و فلسفہ "مسئلہ جبر و قدر" کے مسودات انجمن ترقی اردو کی نذر کئے اور حاجی ریاض الدین صاحب نے کرنیل میٹ کی کتاب سیستان و بلوچستان کا ترجمہ انجمن کی نذر کرنے کا وعدہ فرمایا۔

اسقدر کارروائی کے بعد انجمن ترقی اُردو کے اس جلسہ کی کارروائی اختتام کو پہنچی اور اصل کانفرنس کا اجلاس زیر صدارت میجر سید حسن صاحب بلگرامی شروع ہوا۔

سب سے اوّل حسب ہدایت آنریری جائنٹ سکرٹری کانفرنس مولوی محمود احمد عباسی قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری کانفرنس نے گوشوارہ حسابات جلسہ میں پیش کیا جو منظور کیا گیا جو رپورٹ ہذا کے صفحات پر درج ہی۔

حسابات کانفرنس کی پیشی کے سلسلہ میں آنریری جائنٹ سکرٹری صاحب کانفرنس نے یہ بھی بتایا ہی کہ جناب بابو نظام الدین صاحب امرتسری نے جو نہایت ہمدرد قوم ہیں کانفرنس کے حسابات کو ہر سال آنریری طور پر آڈٹ کرنا منظور کر لیا ہی۔

اس کے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب نے نام بنام اُن بزرگوں اور ہمدردوں کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے مہمانوں کی مدارات میں حصّہ لیا تھا اور بالخصوص جناب مولوی سید ظہور احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی لکھنؤ۔ آنریری سکرٹری ریسپشن کمیٹی کی مساعی جمیلہ کا خاص طور سے شکریہ ادا کیا جنکی اَن تھک محنت اور جانفشانی کی بدولت کانفرنس کے تمام اہتمام و انتظام اس خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پائے۔

عالیجناب سر راجہ صاحب محمود آباد بالقابہ اور جناب راجہ سید ابو جعفر صاحب پریسیڈنٹ استقبالی کمیٹی کی قومی ہمدردی اور عالی ہمتی اور مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرنا امکان سے باہر ہے جنکی توجہ سے حقیقت میں یہ اجلاس اس کامیابی سے

لکھنؤ منعقد ہو سکا اور جنہوں نے نہایت سیرچشمی اور فیاضی سے تمام مہمانان کانفرنس کو مدعو کر کے زیر بار احسان کیا۔

والنٹر صاحبان میں سے سید میر جان صاحب مالک "مسلم گزٹ" لکھنؤ کا جن کے سپرد اسٹیشن پر مہمانوں کی استقبالی کا انتظام تھا۔ خواجہ رشید الدین صاحب کا جن کے اہتمام میں مہمانوں کے قیام اور مدارات کا انتظام تھا۔ مسٹر مسعود علی صاحب کا جنکے متعلق ان کو اٹری آفس کا اہتمام تھا۔ منشی دلاور علی صاحب کا جو باورچی خانہ اور ڈائننگ ہال کے مہتمم تھے خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ علاوہ اور دوسرے کام کرنیوالوں کے مسٹر محمد علی صاحب ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا کی اس دلچسپی اور جانفشانی کی تعریف اور توصیف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا جو ممدوح نے زنانہ مصنوعات کی نمائش کو کامیاب بنانے میں کی تھی اس کے بعد عالی جناب میجر سید حسن صاحب بلگرامی نے اپنی اختتامی تقریر میں بزبان اردو چند الفاظ فرماتے ہوئے شرکائے اجلاس کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے قومی بہبودی کے مسائل پر اظہار جوش کیساتھ اعتدال کو بھی مدنظر رکھا جس سے پریسیڈنٹ کو ادائے فرائض میں بہت آسانی ہوئی۔

مسٹر محمد علی صاحب (اکسن) نے عالی جناب پریسیڈنٹ صاحب کے ایسے قابلانہ ایڈریس کے لیے تمام قوم کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور آخر میں کانفرنس کے مقاصد کی کامیابی اور مسلمانوں کی ترقی کے لیے دعا کیے جانے پر کانفرنس کا یہ اجلاس بست وششم بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔

تتمہ

حساب

آمدنی واخراجات آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس

علیگڈھ

بذریعہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس

من ابتدا سے

یکم اپریل سنہ ۱۹۱۱ء لغایت آخر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء

باہتمام خاکسار رشید احمد انصاری

مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوا

گوشوارہ آمدنی و خرچ آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ من ابتدای اپریل ۱۹۱۱ء لغایت مارچ ۱۹۱۲ء

مدات آمدنی	رقم	میزان	مدات خرچ	رقم	میزان
چندہ کانفرنس بابت ۱۹۱۰ء			تنخواہ		
(۱) بذریعۂ وی-پی	۲۲۸ - ۰ - ۰		(۱) اہلکاران دفتر کانفرنس	۲۰۴۰ - ۱۰ - ۵	
(۲) بذریعۂ سفیران کانفرنس	۱۳۶ - ۸ - ۰		(۲) سفیران کانفرنس	۱۴۴۳ - ۲ - ۰	۳۸۸۳ - ۱۲ - ۵
(۳) متفرق بذریعہ منی آرڈر	۱۰ - ۰ - ۰	۴۳۴ - ۸ - ۰	وظائف		۵۵۷۸ - ۵ - ۴
چندۂ کانفرنس بابت ۱۹۱۱ء			بونس		
(۱) بذریعہ وی-پی	۱۱۳۲ - ۰ - ۰		(۱) اہلکاران دفتر کانفرنس	۱۲۰ - ۰ - ۰	
(۲) بذریعہ سفیران کانفرنس	۲۸۳ - ۱ - ۷		(۲) سفیران کانفرنس	۱۱۳ - ۱۵ - ۰	۲۳۳ - ۰ - ۰
(۳) متفرق بذریعہ منی آرڈر	۸۵۵ - ۰ - ۰		اُجرت طبع کاغذات		

مد	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
(۴) نقد فروخت ٹکٹ بمقام اجلاس	۹۹۷	۱	۰	۳,۲۶۷	۲	۷
چندہ کانفرنس ۱۹۱۲ء بذریعہ سفیران کانفرنس				۵۵	۶	۹
فیس قیام وطعام						
(۱) بذریعہ سفیران کانفرنس	۳۸۰	۰	۰			
(۲) متفرق بذریعہ منی آرڈر	۱,۹۲۴	۰	۰			
(۳) نقد بمقام دلی	۴۱۷	۴	۰			
وظائف						
(۱) واپسی رقومات وظائف جو بطور قرض دی گئی	۵۶	۲	۰			
(۲) متفرق چندہ	۱۶۰	۰	۰	۲۱۶	۶	۰
سود فکسڈ پارٹ				۲۱۰	۰	۰
گرانٹ						

مد	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
(۱) رپورٹ کانفرنس	۱۲۱۶	۱۴	۹			
(۲) رسائل کانفرنس	۹۴۶	۱۵	۶			
(۳) ٹکٹ ممبری و وزیٹری کانفرنس	۳۶	۴	۰			
(۴) متفرق	۱۹۰	۸	۶	۲,۳۹۱	۱۰	۹
سائر خرچ دفتر وڈاک وغیرہ						
(۱) سائر خرچ	۱۰۵	۱۴	۶			
(۲) تار ڈاک	۵۴۷	۱۲	۳			
(۳) روانگی رپورٹ کانفرنس	۷۸۳	۲	۲			
(۴) جلد بندی	۵	۱	۰	۱,۴۴۱	۱۳	۹
چندہ اخبارات				۱۱۰	۱۵	۰
خرید کتب						

(۱) ریاست بہاولپور	۰	۰	۲۴۰۰				(۱) برائے کانفرنس آفس	۰	۴	۹۵			
(۲) ریاست محمود آباد	۰	۰	۶۰۰	۰	۰	۳۰۰۰	(۲) برائے انجمن ہائے اسلامیہ	۰	۲	۴۲	۰	۶	۱۳۷
قیمت روئداد ہائے کانفرنس				۰	۷	۱۹	سفرخرچ						
امانت				۰	۰	۱۵	(۱) سفیران کانفرنس	۳	۱۴	۴۹۶			
واپسی رقومات پیشگی							(۲) اہلکاران دفتر کانفرنس	۰	۷	۵۵			
(۱) از منشی سید رضا حسین صاحب سابق سفیر	۰	۰	۲۰				(۳) دیگر اصحاب	۶	۱۱	۴۱	۹	۰	۵۹۴
(۲) از منشی محمد ناظم صاحب سفیر	۰	۰	۲۵				اسکول سیکشن				۰	۲	۲۰
(۳) از سید علی متقی خاں صاحب سفیر	۰	۰	۳۵				انجمن ترقی اُردو				۰	۰	۲۰۰
(۴) از حکیم مظفر حسین صاحب	۰	۰	۱۵	۰	۰	۹۵	آخراجات متعلق دلّی کانفرنس						
قیمت سامان فروخت شدہ				۰	۴	۲۰۱۵	(۱) خرید فرنیچر	۰	۱۱	۱۰۳۹			
کمیشن وی۔پی				۰	۲	۵۳	(۲) خرید جنس	۰	۱	۲			

مد	روپیہ	آنہ	پائی	میزان روپیہ	آنہ	پائی
واپسی قرضه از یونیورسٹی فنڈ				۵۰۰	۰	۰
متفرق						
(۱) اُجرت طبع اسپیچ کمشنر صاحب ناگپور	۱۰	۰	۰			
(۲) محصول رسائل کانفرنس	۵	۰	۰			
(۳) متفرق	۵۱	۱۲	۰			
(۴) باربرداری خیمه جات ازبھوپال وبهاولپور کیمپ بمقام دلّی	۲۴	۰	۰	۹۰	۱۲	۰

مد	روپیہ	آنہ	پائی	میزان روپیہ	آنہ	پائی
(۳) تیاری پنڈال	۱۷۸۹	۱۵	۶			
(۴) مرمت عربک سکول	۲۰	۴	۰			
(۵) معاوضه عربک سکول	۱۵۰۰	۰	۰			
(۶) علی الحساب	۱۲۶۶۲	۱۲	۹	۱۷۰۱۱	۱۲	۳
واپسی فیس قیام				۴۵	۰	۰
معاوضه تصنیف رسائل				۵۰	۸	۰
پیشگی سفرخرچ سفیران کو جو واپس ہوگا				۲۲۰	۰	۰
واپسی امانت				۵	۰	۰
اخراجات مقدمه تغلب				۵۰	۰	۰
معاوضه خدمات دفتر رجسٹرار				۱۰۰	۰	۰
متفرق				۸۹	۹	۰

	روپیہ	آنہ	پائی
میزان آمدنی اپریل سنہ ۱۹۱۱ء لغایت مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۱۲۶۹۳	۴	۴
باقی لغایت آخر مارچ سنہ ۱۹۱۱ء	۴۰۵۶۶	۴	۷
میزان	۵۳۲۵۹	۸	۱۱

	روپیہ	آنہ	پائی
قیمت ٹکٹ ہائے ممبری و وزیٹری کانفرنس	۵	۱۳	۰
میزان اخراجات اپریل سنہ ۱۹۱۱ء لغایت مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۳۲۱۶۹	۱۴	۵
باقی لغایت آخر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۲۱۰۸۹	۱۰	۶
میزان	۵۳۲۵۹	۸	۱۱

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	باقیات لغایت آخر مارچ سنہ ۱۹۱۱ء	۴۵۶۶	۴	۷
۵ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد ضلع سیتاپور گرانٹ ماہ مارچ ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰
۱۹ ,,	مدخلہ حکیم مظفر حسین صاحب سفیر کانفرنس چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۱۰	۰	۰

تاریخ	مدات خرچ	رقم		
۱۸ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء	ادائگی بل ریاض ہند پریس علی گڈھ اجرت طبع رسالہ کانفرنس (محمدن یونیورسٹی) ۳۰۰۰ جلد	۲۱۳	۰	۰
	ادائگی بل ریاض ہند پریس علی گڈھ اجرت طبع اجنڈا اجلاس سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی	۳	۵	۶
۲۱ ,,	ادائگی بل احمدی پریس علیگڈھ اجرت طبع خط جائنٹ سکرٹری متعلق رزولیوشن کانفرنس جو انجمن ہائے اسلامیہ کو بھیجے گئے	۶	۴	۰
	بل سائر خرچ کانفرنس آفس	۵	۵	۰
	محصول ڈاک ,,	۵۲	۰	۳
	وظیفہ محمد فاروق طالب علم ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
	مولوی رشید احمد صاحب مالک احمدی پریس کو منجملہ اجرت طبع رپورٹ سالانہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵۰۰	۰	۰
۲۵ ,,	وظیفہ علاء الدین طالب علم وکٹوریہ ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ بمبئی			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
				ماہ اپریل ومئی وجون ۱۹۱۱ء			
				۳ ماہ معہ کمیشن منی آرڈر		۹	۶۰
				سفر خرچ دہلی اور سیر خلاصیان			
				متعلق دہلی کانفرنس معرفت			
				انجنیر صاحب مدرسۃ العلوم	۰	۱۲	۹
			۲۹ر	تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب			
				عباسی قایم مقام اسسٹینٹ			
				سکرٹری ماہ اپریل ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵۰
				تنخواہ منشی انوار احمد صاحب			
				کلرک	۰	۰	۴۰
				تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب			
				اکونٹینٹ	۰	۰	۳۵
				تنخواہ منشی احسان اللہ خاں			
				صاحب کلرک	۰	۰	۲۵
				تنخواہ اسداللہ چپراسی	۰	۰	۸
				تنخواہ نبی بخش چپراسی	۰	۰	۷
				تنخواہ محمد بخش	۰	۰	۴
				تنخواہ مہتر ماہ اپریل ۱۹۱۱ء	۰	۴	
				اضافہ تنخواہ منشی محمد نجم الدین			
				صاحب اکونٹنٹ جنوری [illegible]			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
			۲۹ اپریل ۱۹۱۱ء	ماہ مارچ ۱۹۱۱ء	۱۵	۰	۰
				وظیفہ علی احمد صاحب بی اے طالب علم انجنیرنگ کالج رڑکی ماہ مئی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
				وظیفہ محمد خلیل صاحب بی اے طالب علم انجنیرنگ کالج رڑکی ماہ مئی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
				وظیفہ منہاج الدین صاحب بی اے طالبعلم انجنیرنگ کالج رڑکی ماہ مئی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
				وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب طالب علم انجنیرنگ کالج رڑکی ماہ اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
				وظیفہ مہدی حسن صاحب طالبعلم اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۲۰	۴	۰
				وظیفہ تاج محمد صاحب طالبعلم اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
				وظیفہ محمد عمر صاحب طالب علم اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
				وظیفہ محمد غنی صاحب طالب علم			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
			۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء	اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
				وظیفہ لال دین صاحب طالب علم			
				اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
				وظیفہ احمد علی صاحب سندھی			
				طالب علم مئی ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
				وظیفہ نور محمد صاحب سد جباریو			
				مئی ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
				وظیفہ محمد فاروق صاحب			
				طالب علم جون ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
				وظیفہ انوار احمد صاحب صدیقی			
				طالب علم اپریل ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
				وظیفہ محمد فیاض الدین صاحب			
				طالب علم مئی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن			
				منی آرڈر	۱۰	۲	۰
				وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری			
				طالب علم اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن			
				منی آرڈر	۱۰	۲	۰
				وظیفہ غلام محمد صاحب طالب علم			
				اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
				وظیفہ غلام علی حیدری طالب علم			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
					۲۹ اپریل ۱۹۱۱ء	اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۲	۳	۰
						وظیفہ رئیس احمد صاحب عباسی طالب علم اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
						وظیفہ سید اصغر علی صاحب طالب علم اپریل ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
						بونس اہلکاران دفتر کانفرنس	۱۰	۰	۰
	میزان آمدنی ماہ اپریل ۱۹۱۱ء	۶۰	۰	۰		میزان اخراجات ماہ اپریل ۱۹۱۱ء	۱۳۳۹	۴	۹
	باقیات ماہ گذشتہ	۴۰۵۶۶	۴	۷		باقی لغایت آخر اپریل ۱۹۱۱ء	۳۹۲۸۶	۱۵	۱۰
	میزان کل	۴۰۶۲۶	۴	۷		**میزان کل**	۴۰۶۲۶	۴	۷
	باقیات ماہ گذشتہ	۳۹۲۸۶	۱۵	۱۰	۱ مئی ۱۹۱۱ء	خرید کاربن پیپر برائے ٹائپ رائٹر بذریعہ وی۔پی	۱۹	۴	۰
۴ مئی ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی سراج احمد صاحب ایم اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رقم موعودہ ناگپور کانفرنس چندہ وظائف	۱۰۰	۰	۰		تار ڈاک دفتر کانفرنس ماہ اپریل ۱۹۱۱ء	۳۰	۱۴	۰
						سائر خرچ کانفرنس آفس "	۴	۹	۹
۶ "	منجملہ منشی سید رضا حسین صاحب سابق سفیر کانفرنس منجملہ رقم سفر خرچ پیشگی تعدادی ۲۰ عہ معرفت جنرل سیکرٹری ہنڈ یونیورسٹی	۱۲	۴	۳	۱۵ "	سفر خرچ بریلی مولوی محمود احمد صاحب عباسی برائے خرید کرسی وغیرہ برائے اجلاس دہلی کانفرنس	۹	۵	۰
						سفر خرچ دہلی انجینیر کالج جو لیفرمن			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۶ مئی	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد گرانٹ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰		معائنہ و درستی عرابہ سکول دلی بھیجے گئے	۳۱	۱۵	۶
۲۲ ر	مرسلہ مولوی نظام الدین حسن سکوٹر بی اے بی ایل چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰	۱۹ مئی	محصول روانگی وی پی بابتہ چندہ کانفرنس سنہ ۱۹۱۰ء	۱۶	۶	۰
	مرسلہ مولوی نظام الدین حسن سکوٹر بی اے ایل بی فیس قیام دلی کانفرنس	۴۰	۰	۰		محصول روانگی وی پی بابت چندہ کانفرنس سنہ ۱۹۱۱ء	۶	۰	۶
	مرسلہ مولوی نظام الدین حسن سکوٹر بی اے ایل بی چندہ ڈاکٹر ناظر الدین سکوٹر بارسٹرایٹ لا سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰	۲۲ ر	سفر خرچ مولوی محمود احمد صاحب عباسی برائے معائنہ اسلامیہ سکول ڈیرہ دون	۲۰	۵	۰
	مرسلہ شاہ زماں خاں صاحب از منشی بستی شہر جالندھر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰	۲۵ ر	اُجرت طبع اشتہار متعلق قیام مہمانان کانفرنس دلی اخبار ذوالقرنین بدایوں کو معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
۲۵ مئی	مرسلہ انعام اللہ بیگ صاحب جائنٹ سکرٹری انجمن اسلامیہ میرپور محصول رسائل تمدن و معاشرت (۸۰) جلد	۵	۰	۰					
۲۶ ر	مرسلہ ایم امیر خاں صاحب ڈسٹرکٹ انجنیر آگرہ فیس قیام دلی	۴۰	۰	۰					
۲۷ ر	مرسلہ حاجی محمد ابراہیم بھاموصاحب								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم (پائی)	رقم (آنہ)	رقم (روپیہ)	تاریخ	مدات اخراجات	رقم (پائی)	رقم (آنہ)	رقم (روپیہ)
	بج ریاست رام پور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
۲۷ مئی	مرسلہ منشی علی ضامن صاحب نصرم منصفی پیلی بھیت چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
۳۰ مئی	مرسلہ شیخ محمد افلاطون صاحب چیف ریونیو آفیسر پونچھ کشمیر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۲					
۳۱ مئی	مرسلہ منشی سید رضا حسن صاحب سابق سفیر۔ بقیہ رقم سفر خرچ پیشگی	۹	۱۱	۷					
	میزان آمدنی ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۲۸۲		میزان اخراجات ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء	۹	۱۳	۱۴۸
	باقیات ماہ گذشتہ	۱۰	۱۵	۳۹۲۸۶		باقیات	۱	۲	۳۹۴۲۰
	میزان کل	۱۰	۱۵	۳۹۵۶۸		**میزان کل**	۱۰	۱۵	۳۹۵۶۸
	باقیات ماہ گذشتہ	۱	۲	۳۹۴۲۰	یکم جون ۱۹۱۱	تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب عباسی قایم مقام اسسٹنٹ سکرٹری ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵۰
۲ جون سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ عبد الکریم صاحب پریسیڈنٹ محبوبیہ لائبریری ہلیال ضلع کنارا ممبئی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵		تنخواہ منشی انوار احمد صاحب کلرک مئی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴۰
	مرسلہ عبد الکریم صاحب پریسیڈنٹ								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	مجموعہ لائبریری ہسپتال ضلع کنارہ۔ بمبئی۔ فیس قیام دہلی کانفرنس	۴۰ . .	یکم جون ۱۹۱۱ء	تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب ماہ مئی ۱۹۱۱ء	۳۵ . .
۷ جون	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد گرانٹ ماہ مئی ۱۹۱۱ء	۵۰ . .		تنخواہ منشی احسان اللہ خاں صاحب کلرک	۲۵ . .
۱۰ جون	ایس۔ ایم افلاطون صاحب چیف ریونیو آفیسر پونچھ۔ کشمیر چندہ ۱۹۱۱ء	۵ . .		تنخواہ اسد اللہ چپراسی	۸ . .
	ایس۔ ایم افلاطون صاحب چیف ریونیو آفیسر پونچھ کشمیر فیس قیام دہلی کانفرنس	۴۰ . .		تنخواہ نبی بخش چپراسی	۶ . .
۱۲ ”	مولوی فتح محمد صاحب نائب تحصیلدار پونچھ کشمیر چندہ ۱۹۱۱ء	۲ . .		تنخواہ محمد بخش	۴ عا .
۱۴ ”	مرسلہ سید اصغر علی صاحب سابق وظیفہ خوار از لکھنؤ واپسی رقم وظیفہ جو بطور قرض انکو دیا گیا	۱۰ . .		تنخواہ بہشتی ماہ مئی ۱۹۱۱ء	۸ .
۱۶	مرسلہ کنور محمد اکرام علی خاں صاحب رئیس بھیاسو ضلع بلند شہر بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء			تنخواہ مہتر	۴ .
				وظیفہ علی احمد صاحب بی اے طالب علم جون ۱۹۱۱ء مع کمیشن منی آرڈر	۳۰ ۵ .
				وظیفہ منہاج الدین صاحب بی اے طالب علم جون ۱۹۱۱ء مع کمیشن منی آرڈر	۳۰ ۵ .
				وظیفہ محمد خلیل صاحب بی اے طالب علم جون ۱۹۱۱ء مع کمیشن منی آرڈر	۳۰ ۵ .
				وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب طالب علم مئی ۱۹۱۱ء مع	

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۱۷ جون	مرسلہ میر ہدایت اللہ صاحب				یکم جون سنہ ۱۹۱۱ء	کمیشن منی آرڈر	۰	۵	۳۰
	اسسٹنٹ سرجن لدھیانہ بذریعہ					وظیفہ مہدی حسن صاحب			
	وی۔پی۔چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		طالبعلم مئی سنہ ۱۹۱۱ء مع کمیشن			
۱۹ر	مرسلہ مولوی حاجی محمد شمس الدین					منی آرڈر	۰	۴	۲۰
	صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام					وظیفہ لال دین صاحب			
	لاہور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		طالبعلم مئی سنہ ۱۹۱۱ء مع			
	مرسلہ آنریبل مولوی عبد المجید					کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	صاحب بارسٹرایٹ لا الہ آباد					وظیفہ احمد علی صاحب سندھی			
	بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		طالبعلم جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	مرسلہ آنریبل جسٹس مولوی					وظیفہ نور محمد اسد جیاریو			
	سید کرامت حسین صاحب					طالبعلم جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	جج ہائی کورٹ الہ آباد بذریعہ					وظیفہ محمد فاروق صاحب			
	وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		طالبعلم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	مرسلہ آنریبل جسٹس میاں					وظیفہ انوار احمد صاحب			
	محمد شاہدین صاحب جج چیف کورٹ					صدیقی طالب علم مئی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	لاہور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		وظیفہ محمد فیاض الدین			
	مرسلہ آنریبل مسٹر علی امام سکو					صاحب طالب علم جون سنہ ۱۹۱۱ء			
	بارسٹرایٹ لا بانکی پور پٹنہ					مع کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری			
	مرسلہ محمد قدرت اللہ صاحب					طالبعلم مئی سنہ ۱۹۱۱ء مع کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰

تاریخ	مدات آمدنی	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	مدات اخراجات	پائی	آنہ	روپیہ
	سابق وظیفہ خوار ونیبری اسٹنٹ ناگپور واپسی رقم وظیفہ جو بطور قرض انکو دیا گیا		۱۴	یکم ۱	یکم جون	وظیفہ غلام محمد صاحب طالب العلم مئی سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
۲۰ جون	مرسلہ قاضی مخدوم حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر مرادآباد بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵		وظیفہ غلام علی صاحب حیدری طالب العلم مئی سنہ ۱۹۱۱ء مع کمیشن منی آرڈر	۰	۳	۱۲
	مرسلہ خان بہادر مرزا شجاعت علی بیگ صاحب کلکتہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵		وظیفہ رئیس احمد صاحب طالب العلم مئی سنہ ۱۹۱۱ء مع کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	مرسلہ سید نور اللہ شاہ صاحب بی۔اے منصف گوجرانوالہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵		بونس اہلکاران دفتر ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	مرسلہ آنریبل جسٹس سید شرف الدین سکوئر جج ہائی کورٹ کلکتہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵		منجملہ قیمت (۱۲۵) درجن کرسی بحساب مدعہ فی درجن خریدار بریلی کارخانہ محمد قاسم عبدالقادر سوداگر بریلی	۰	۰	۸۷۵
	مرسلہ آنریبل مسٹر غلام محمد بجمر گری سکوئر بارسٹرایٹ لا				۳ر	بل سفر خرچ سید ظفر حسن سفیر	۰	۱۰	۱
						خرید کتب برائے دفتر	۰	۹	
						اخراجات ڈاک کانفرنس آفس	۹	۳	۶۳
						سائر خرچ کانفرنس آفس	۰	۸	۱۰
					۱۰ ار	اجرت طبع اشتہار متعلق			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
[illegible]	حیدرآباد سندھ بذریعہ وی پی۔ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ مولوی محمد دین صاحب بی اے جج ریاست بھاولپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ خان بہادر کرنیل عبدالمجید خان صاحب فارن منسٹر ریاست پٹیالہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵	۳	۰
۲۰ جون سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی فضل الرحمن صاحب بی اے ایل ایل بی کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ مولوی نور محمد صاحب آنریری مجسٹریٹ بہار ضلع پٹنہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵	۳	۰
	مرسلہ سید محمد زبیر صاحب سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس مئو۔ یو پی بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ مولوی طالع محمد صاحب سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس جلالپور جٹاں ضلع گجرات بذریعہ			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	دلی کانفرنس پیسہ اخبار لاہور	۱۴	۱۲	۰
	اجرت طبع اشتہار متعلق دلی کانفرنس۔ وکیل امرتسر	۶	۲	۰
۱۴ جون سنہ ۱۹۱۱ء	ادائیگی بل احمدی پریس علی گڈھ اجرت طبع رسالہ مجوزہ محمڈن یونیورسٹی	۱۴۹	۲	۰
۲۷ ″	محصول روانگی رپورٹ کانفرنس ناگپور سنہ ۱۹۱۰ء علی الحساب	۷۵۰	۰	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات خرچ	رقم
	وی.پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵			
۲۰ جون سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ اصغر علی طاہر علی صاحب جنرل مرچنٹ بگاؤں ضلع واردہا بذریعہ وی.پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ منشی تاج محمد صاحب تاجر چرم امراوتی (برار) بذریعہ وی.پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ محمد ہمت خاں صاحب سوداگر پٹنہ بذریعہ وی.پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
۲۱ر جون	مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب بی.اے اڈیٹر آبزرور لاہور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ مولوی نجم الدین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر کوئٹہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ مسٹر سید محمد علی اسکویر						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم
۲۲ جون ۱۹۱۱ء	ڈسٹرکٹ جج فتحپور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	.	۳	۵			
	مرسلہ حاجی رحیم بخش صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر لائل پور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	.	۳	۵			
۲۳ جون	مرسلہ خواجہ تصدق حسن صاحب بہادر ڈسٹرکٹ جج دلی بذریعہ وی۔پی۔ چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	.	۳	۵			
	مرسلہ ممتاز الدولہ نواب سر محمد فیاض علی خاں بہادر کے سی۔آئی۔ای جے پور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	.	۳	۵			
	مرسلہ کنور احمد سعید خاں صاحب رئیس چھتاری ضلع بلند شہر بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	.	۳	۵			
	مرسلہ سید ظہور علی صاحب رئیس سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس میرٹھ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	.	۳	۵			
	مرسلہ مولوی مقبول احمد صاحب						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
۲۳ جون سنہ ۱۹۱۱ء	سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس سیوہارہ ضلع بجنور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مسٹر محمد عبد اللہ صاحب انصاری سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس گنگوہ ضلع سہارنپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی محمد ہاشم صاحب ڈپٹی کلکٹر کروی ضلع باندہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی علاء الحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر ہمیرپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ منشی محمد امین خاں صاحب تحصیلدار حسن پور ضلع مرادآباد بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی شرف الدین صاحب و محمد امین صاحب سوداگر کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی محمد فضل علی صاحب				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۲۳ جون سنہ ۱۱	جاگیردار گجرات بذریعہ وی پی۔ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی طالب الحق صاحب حیدرآباد دکن بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ شیخ محمد فضل الدین صاحب سب جج جہلم بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
۲۴ جون سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی محمد عبدالرؤف صاحب رئیس مؤائمہ ضلع الہ آباد بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مرزا وزیر حسین صاحب بی اے آڈیٹر لوکل فنڈ اکونٹ اگرہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ آنریبل مسٹر فاضل بھائی کریم بھائی صاحب بمبئی بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ خان بہادر مرزا سلطان احمد خان صاحب ممبر کونسل ریاست								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۲۲ جون	بہاولپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ شیخ مقبول حسن صاحب قدوائی ریونیو ممبر کونسل جموں بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ خواجہ عبد الصمد صاحب ککڑو رئیس بارہ مولا کشمیر بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ سید محمد ہاشم صاحب بلگرامی۔بی۔اے بارسٹر ایٹ لا حیدرآباد دکن بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ شیخ محمد فیض اللہ صاحب سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس مؤائمہ ضلع الہ آباد بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ سید اولاد حسن صاحب سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس بہرائچ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ قادر بادشاہ صاحب قلعہ سوتھ ارکاٹ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
١٩١١ء ٢٩ جون	مرسلہ مولوی عبدالصمد صاحب اسسٹنٹ چیف اکونٹ افسر گھاٹی بھربھوکہ۔ بھوپال بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ١٩١١ء	٥ ٣ ٠			
	مرسلہ مولوی محبوب عالم صاحب اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ١٩١٠ء	٥ ٣ ٠			
	مرسلہ مولوی محمد فیروز الدین صاحب پرسنل اسسٹنٹ انسپکٹر سررشتۂ تعلیم کوئٹہ بذریعہ وی پی۔ چندہ سنہ ١٩١٠ء	٥ ٣ ٠			
	مرسلہ قاضی رضی الدین احمد صاحب ڈھاکہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ١٩١٠ء	٣ ٢ ٠			
	مرسلہ مسٹر ایم اے حیدری صاحب اکوٹنٹ جنرل حیدرآباد دکن بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ١٩١٠ء	٥ ٣ ٠			
	مرسلہ مسٹر محمد علی صاحب بی اے اڈیٹر کامریڈ کلکتہ بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ١٩١٠ء	٥ ٣ ٠			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
۲۶ جون ۱۹۱۱ء	مرسلہ عبدالکریم عمر صاحب پریسیڈنٹ محبوبیہ لائبریری ہلیال ضلع کنارہ چندہ عبدالرحمن صاحب سوداگر سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۰ ۰			
	مرسلہ عبدالکریم عمر صاحب پریسیڈنٹ محبوبیہ لائبریری ہلیال ضلع کنارہ فیس قیام دلی عبدالرحمن صاحب	۴۰ ۰ ۰			
۲۷ جون	مرسلہ مولوی حاجی ضیاء الدین احمد صاحب مدراس بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی سید عنایت حسین صاحب وکیل سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس فتحپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ ایس امیر احمد خاں صاحب از چمن بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی عبدالباری صاحب معرفت موسیٰ جی احمد کمپنی رنگون بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
[illegible]	مرسلہ مولوی خلیل الرحمان صاحب				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم
۱۹۱۱ء ۸ جون	بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
	مرسلہ بابو غلام محمد صاحب سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس بھیرہ ضلع شاہ پور بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
	مرسلہ مسٹر سلطان احمد خاں اسکوئر بارسٹر ایٹ لا کلکتہ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
	مرسلہ حکیم مظفر حسن صاحب منجملہ چندہ بذریعہ وی۔ پی سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰			
۲۹ ر	مرسلہ مسٹر عبدالمجید صاحب پوٹری ڈاکخانہ جالی ضلع میرٹھ بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
	مرسلہ سید محفوظ علی صاحب نائب تحصیلدار اورئی ضلع جھانسی بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱	۵	۳	۰			
	مرسلہ شیخ محمد دین صاحب پلیڈر جہلم بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
	مرسلہ مولوی عبدالقادر صاحب						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	بی اے ایل ایل بی۔ امراوتی برار بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱	۰	۳	۵					
۲۰ ار	مرسلہ مولوی حبیب الدین صاحب کزامزا کونٹس حیدرآباد دکن بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	وصول از یونیورسٹی فنڈ جو ۲۳ر جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو بطور قرض دیے گئے	۰	۰	۵۰۰					
	میزان آمدنی ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۱	۱۰۹۴		میزان اخراجات ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء	۹	۱۳	۱۴۸
	باقیات ماہ گذشتہ	۱	۲	۳۹۴۲۰		باقیات	۱	۲	۳۹۴۲۰
	میزان کل	۱	۳	۴۰۵۱۴		میزان کل	۱	۳	۴۰۵۱۴
	باقیات ماہ گذشتہ				۳ر جولائی سنہ ۱۹۱۱	تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب عباسی قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵۰
۲ر جولائی سنہ ۱۹۱۱	مرسلہ نصیر الدین احمد خاں صاحب رئیس دہلی بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱	۰	۳	۵		تنخواہ منشی انوار احمد صاحب کلرک ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴۰
	مرسلہ مسٹر سید محمود صاحب بی اے ڈپٹی کلکٹر میمن سنگھ بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ منشی محمد نجم الدین اکونٹنٹ ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۳۵
	مرسلہ آنریبل مسٹر رفیع الدین احمد								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم (پائی)	رقم (آنہ)	رقم (روپیہ)	تاریخ	مدات اخراجات	رقم (پائی)	رقم (آنہ)	رقم (روپیہ)
	اسکالربار سراشٹ لاجمنی					تنخواہ منشی احسان اللہ صاحب			
	بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۰ء	۰	۳	۵		کلرک ماہ جون ۱۹۱۱ء			۲۵
۴ جولائی ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی حبیب الرحمن صاحب				۴ جولائی ۱۹۱۱ء	تنخواہ اسداللہ چپراسی ماہ			
	رئیس حبیب گنج علی گڈھ بذریعہ					جون ۱۹۱۱ء	۰	۰	۸
	وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ نبی بخش چپراسی ماہ			
	مرسلہ مولوی ابوالحسن صاحب					جون ۱۹۱۱ء	۰	۰	۷
	صدیقی رئیس بدایوں بذریعہ					تنخواہ محمد بخش ماہ جون ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴
	وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ مہتر ماہ جون ۱۹۱۱ء	۰	۴	
	مرسلہ مولوی محمد علی شاہ صاحب					وظیفہ علی احمد صاحب بی			
	از کراچی بذریعہ وی پی					اے طالب علم ماہ جولائی ۱۹۱۱ء			
	چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۵	۳۰
	مرسلہ محمد سعید خاں صاحب					وظیفہ منہاج الدین صاحب بی اے			
	رئیس نجیب آباد ضلع بجنور بذریعہ					طالب علم ماہ جولائی ۱۹۱۱ء			
	وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۵	۲۰
۵ ر	مرسلہ سردار عبدالغفور خاں					وظیفہ محمد خلیل صاحب بی اے			
	صاحب پولر بی بی اے					طالب علم ماہ جولائی ۱۹۱۱ء		۵	۳۰
	ریڈر و وانسپکٹر پولس لوانا					معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۵	۳۰
	بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		وظیفہ ظہورالدین محمد صاحب			
	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ					بی اے طالب علم ماہ جون ۱۹۱۱ء			
	ریاست محمودآباد ضلع سیتاپور					معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۵	۳۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	گرانٹ ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵۰		وظیفہ مہدی حسن صاحب			
۶ر	مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب					بی اے طالب علم ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء			
	سکرٹری لوکل کمیٹی کانفرنس					معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۰
	سرگودہا ضلع شاہ پور بذریعہ					وظیفہ لال دین صاحب			
	وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		طالب علم جون سنہ ۱۹۱۱ء معہ			
	مرسلہ منشی محمد جمال الدین صاحب					کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	ریلوی اسٹیشن بدنیرہ ضلع					وظیفہ احمد علی صاحب			
	امراوتی بذریعہ وی۔پی					سندہی طالب علم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	چندہ سنہ ۱۹۱۱	۰	۳	۵		وظیفہ نور محمد اللہ جباریو			
۸ر	مرسلہ عبدالکریم عمر صاحب					طالب علم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	پریسیڈنٹ مجیبیہ لائبریری					وظیفہ محمد فاروق صاحب			
	ہیال ضلع کنارہ حیث نل					طالب علم اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	چندہ کانفرنس سنہ ۱۹۱۱ء					وظیفہ انوار احمد صاحب			
	فقیر محمد خاں صاحب وکیل	۰	۰	۵		صدیقی طالب علم جون سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	فیس قیام دہلی کانفرنس					وظیفہ محمد فیاض الدین صاحب			
	فقیر محمد خاں صاحب وکیل	۰	۰	۴۰		طالب علم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء			
	چندہ کانفرنس سنہ ۱۹۱۱ء					معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	آدم خاں صاحب	۰	۰	۵		وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری			
	فیس قیام دہلی کانفرنس					طالب علم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء			
	آدم خاں صاحب	۰	۰	۴		معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
۱۰/	مرسلہ سید محمد میر صاحب وکیل اوجین ذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ شیخ علی بخش صاحب ٹھیکیدار جمناپور بالا گھاٹ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ مرزا نذیر بیگ صاحب از مقام دوسی علاقہ نظام دکن فیس قیام دہلی کانفرنس	۸۰	۰	۰
۱۲/ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ میاں محمد فیروز الدین صاحب ریونیو اسسٹنٹ کمشنر جہلم بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۰ء	۵	۳	۰
۱۵/	مرسلہ منشی محمد صدیق صاحب مختار موتی ہاری ضلع چمپارن بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
۱۸/	مرسلہ منشی محمد احسان اللہ خان صاحب سب انسپکٹر پولس ہاپوڑ ضلع میرٹھ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
۱۹/	مرسلہ ڈاکٹر فخر الحسن صاحب چورو ریاست بیکانیر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۴/ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء	وظیفہ غلام محمد صاحب طالب العلم ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
	وظیفہ رئیس احمد صاحب طالب علم ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
	پولس اہلکاران دفتر کانفرنس ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
۱۰/	وظیفہ از علاء الدین صاحب طالب علم جولائی لغایت ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء ۳ ماہ	۶۰	۰	۰
	ادائگی بل ریاض ہند پریس علی گڈھ اجرت طبع رسالہ کانفرنس مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل لاہور	۱۰۵	۴	۰
	چندہ سالانہ اخبار لیڈر الہ آباد از جون سنہ ۱۹۱۱ء لغایت مئی سنہ ۱۹۱۲ء یکسال معہ کمیشن منی آرڈر	۲۴	۴	۰
۱۰/	وظیفہ محمد فاروق طالب علم			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
۲۱ر	مرسلہ فضل داد خانصاحب از پشاور قیمت روداد ناگپور کانفرنس بذریعہ وی۔پی	۲	۶	۰
۲۲ر	مرسلہ خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب از بھرتپور بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۰ء	۵	۳	۰
۲۴ر	مرسلہ خدا بخش صاحب سوداگر چرم باور چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
	مرسلہ عبد الحفیظ صاحب سوداگر چرم باور چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
۲۷ر	مرسلہ قدرت اللہ صاحب ونٹری اسسٹنٹ ناگپور (واپسی رقم وظیفہ جو بطور قرض ان کو دیگئی تھی)	۴	۰	۰

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	ستمبر و اکتوبر ۱۹۱۱ء دو ماہ	۳۰	۰	۰
	وظیفہ نور محمد صاحب طالب علم اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۱۱ء سہ ماہ	۳۰	۰	۰
	وظیفہ [illegible] طالب علم اگست ستمبر و اکتوبر ۱۹۱۱ء سہ ماہ	۳۰	۰	۰
۱۲ر	وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب طالب علم جولائی ۱۹۱۱ء مع کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
۱۳ر	چندہ سالانہ اخبار پیراڈ لاہور بابت سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۱۱ء	۱۲	۱	۰
۱۴ر	خواجہ تصدق حسین صاحب جج دلی کو بھیجے گئے بابت معاوضہ عمر بک اسکول دلی	۵۰۰	۰	۰
۱۵ر	منجملہ اجرت طبع رسالہ کانفرنس متعلق مجوزہ مسلم یونیورسٹی مالک مفید عام پریس علیگڑھ کو دی گئی	۲۰۰	۰	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
				ادائیگی بل منیجر بک ڈپو قیمت کتب	۰	۰	۶
			۲۱ر	وظیفہ غلام علی چودھری طالب علم ماہ جون ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰۰	۳	۱۲
				ادائیگی بل نیلمس ہالڈر اینڈ کو قیمت کاغذ ٹائپ رائیٹر		۴	۲۸
			۲۱ر جولائی ۱۹۱۱ء	چندہ سالانہ پیسہ اخبار لاہور بابت ۱۹۱۱ء	۰	۴	۱۵
				اخراجات سفر آمدورفت دلی مولوی محمود احمد صاحب و انوار احمد صاحب ۱۸ر جون لغایت ۲۲ر جون ۱۹۱۱ء برائے انتظامات جلسہ دلی کانفرنس	۹	۱۴	۱۱
				اخراجات سفر آمدورفت دلی مولوی محمود احمد صاحب و انوار احمد صاحب ۳۰ر جون لغایت ۴ر جولائی ۱۹۱۱ء جلسہ دلی کانفرنس	۰	۱۵	۱۸

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	میزان آمدنی ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۳۲۴	۰	۰
	باقیات ماہ گذشتہ	۳۸۲۱۸	۹	۴
	میزان کل	۳۸۵۴۲	۹	۴
	باقیات ماہ گذشتہ	۳۶۰۲۶	۲	۴
یکم اگست ۱۹۱۱ء	مرسلہ محمد شمس الدین صاحب نوری از بیاور ضلع اجمیر چندہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
۳ "	مرسلہ محمد شمس الدین صاحب نوری از بیاور ضلع اجمیر چندہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
	مرسلہ نور محمد خانصاحب کلیرک کرشجاع آبادی از مقام راولپنڈی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
	مرسلہ نواب مرزا سعید الدین احمد خانصاحب			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۲۷ "	مولوی عبد الاحد صاحب کو بمقام دلی بھیجے گیے بابت معاوضہ عربک اسکول دلی	۱۰۰۰		
	میزان اخراجات ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۳۵۱۶	۷	۰
	باقی	۳۶۰۲۶	۲	۴
	میزان کل	۳۸۵۴۲	۹	۴
یکم اگست ۱۹۱۱ء	تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب قائم مقام اسسٹنٹ سکریٹری ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰
	تنخواہ منشی انوار احمد صاحب کلرک ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۴۰	۰	۰
	تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب اکونٹنٹ ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۳۵	۰	۰
	تنخواہ منشی احسان اللہ خانصاحب کلرک ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۲۵	۰	۰
	تنخواہ اسد اللہ چپراسی ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۸	۰	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	احمد خانصاحب رئیس دہلی بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
۴ ؍	مرسلہ عبد الستار صاحب صدیقی مدرس گورنمنٹ ہائی سکول سیتا مڑھی گیا بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
۵ ؍	مرسلہ میر واحد علی صاحب منصف و مجسٹریٹ درجہ اول خانپور۔ بہاولپور بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد ضلع سیتاپور گرانٹ ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵۰
۷ ؍	مرسلہ نواب غلام احمد خانصاحب از کار و مندل علی الحساب بذریعہ چک	۰	۰	۲۰۰
۷ ؍ اگست ۱۹۱۱ء	مرسلہ غلام محی الدین خانصاحب وکیل آبکاری ناندیر ریاست حیدرآباد دکن بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
یکم اگست ۱۹۱۱ء	تنخواہ نبی بخش چپراسی ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۰	۰	۷
	تنخواہ محمد بخش ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴
	تنخواہ مہتر ماہ جولائی ۱۹۱۱ء	۰	۴	
	وظیفہ مہدی حسن صاحب طالب علم ماہ جولائی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۰
	وظیفہ مسٹر فیاض الدین صاحب طالب علم ماہ اگست ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	وظیفہ امیر احمد انصاری طالب علم جولائی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	وظیفہ غلام محمد صاحب طالب علم جولائی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰
	وظیفہ غلام علی صاحب حیدری طالب علم جولائی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۳	۱۲
	وظیفہ رئیس احمد صاحب عباسی طالب علم جولائی ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۲	۱۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	مرسلہ مسٹر ڈاکٹر سید محمود صاحب					بونس اہلکاران دفتر			
	سول سرجن شفاخانہ سرکار					جولائی سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
	عالی ناندیر بذریعہ وی پی					چندہ سالانہ اخبار			
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		کامریڈ کلکتہ	۱۲	۳	۰
	مرسلہ صاحبزادہ عبدالواحد خان				۵/	خرید کتب		۶	
	صاحب ریلوی مجسٹریٹ اجمیر					سائر خرچ		۱	
	بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		تار ڈاک	۹۷	۹	۳
	مرسلہ شیخ قاسم علی صاحب				۷/	محصول روانگی وی۔پی			
	وکیل ایوں بذریعہ وی پی					بنام دوامی ممبران	۳۶	۱۵	۶
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰	۸/	بقیہ محصول روانگی سالانہ			
	مرسلہ سید اصغر علی صاحب					رپورٹ کانفرنس ناگپور	۳۳	۲	۰
	سابق وظیفہ خواہ از لکھنؤ				۱۱/	ادائیگی بل انسٹیٹیوٹ پریس			
	(دادائیگی رقم وظیفہ جو					اجرت طبع چٹ ہائے روانگی			
	بطور قرض انکو دیا گیا)	۱۰				روداد ناگپور کانفرنس			
۸/	مرسلہ نواب غلام احمد خانصاحب					(۲۵۰۰) کاپی	۱۴	۱۲	۰
	از کاردمنڈل بذریعہ وی پی				۲۲/	وظیفہ جمیل احمد طالب علم			
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		بابت مئی لغایت اگست ۱۹۱۱ء			
	مرسلہ نواب عابد حسین خانصاحب					۴ ماہ معہ کمیشن منی آڈر	۲۰	۴	۰
	معرفت نواب غلام احمد خانصاحب				۲۳/	دلی محمد ملازم کانفرنس کو بھیجے			
	موصوف بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		گیے بابت صفائی و مرمت			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	مرسلہ مولوی محمود علی صاحب از پیشی ریاست حیدرآباد دکن بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
۱۱؍	مرسلہ آنریبل نواب سید محمد ہمایوں منزل مدارس بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ راجہ پایندہ خانصاحب جاگیردار داراپور ضلع جہلم بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
۱۲؍	مرسلہ سید شاہ پیران صاحب مہتمم سنٹرل جیل نظام آباد (حیدرآباد) بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ دہوندہو خاں صاحب گتہ دار نظام آباد حیدرآباد بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ مولوی سید حسین صاحب وکیل نظام آباد (حیدرآباد) بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ مولوی محبوب حسن صاحب			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	تہ خانہ ع بک اسکول دہلی معہ کمیشن منی آرڈر	۲۰	۴	۰
	ادائیگی بل بکڈپو مدرسۃ العلوم قیمت کتب جو محمد یونس طالب علم مدرسۃ العلوم کو دیگئی	۶	۶	۲
۲۵؍	مولوی محمود احمد صاحب اجلاس کانفرنس دہلی علی الحساب	۱۵۰۰	۰	۰
	قیمت کپڑا برائے کوچ وکرسی بذریعہ وی۔پی آمد دہلی	۱۶۳	۹	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	وکیل نانڈیر (حیدرآباد) بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی محمد طاہر خانصاحب وکیل پربھنی (حیدرآباد) بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی محمد کفایت اللہ صاحب محاسب بیدر (حیدرآباد) بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
۱۲ر اگست ۱۹۱۱ء	مرسلہ محمد مصطفیٰ خانصاحب آنریری مجسٹریٹ قنوج قیمت فہرست ممبران کانفرنس ناگپور بذریعہ وی۔پی	۱ ۳ ۰			
۱۴ر	مرسلہ مسٹر عبد اللہ شاہ صاحب قریشی رئیس شورکوٹ ضلع جھنگ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ -			
	مرسلہ امین الحسن صاحب جائنٹ مجسٹریٹ کیبال ضلع بلاری بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۱۰			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم
۱۵/	واپسی کمیشن منی آرڈر وظیفہ غلام علی حیدری بابت اپریل مئی جون سنہ ۱۹۱۱ء		۲				
	مرسلہ خان بہادر ایچ ایم ملک صاحب ناگپور بابت اجرت طبع اسپیچ چیف کمشنر ناگپور علی الحساب	۱۰	۰	۰			
۱۹/	مرسلہ میر حمزہ حسین صاحب بی اے اسسٹنٹ کمشنر سوگر بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
۲۲/	مرسلہ شیخ نور محمد محمد خلیل صاحب سوداگر نوابگنج مظفرنگر بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
	قیمت نمونہ ہائے چاول جو دہلی کانفرنس کیلئے ڈیرہ دون سے منگوائے گئے مدخلہ آنریبل صاحبزادہ صاحب	۱	۰	۰			
۲۵/	مرسلہ مہتمم صدر خزانہ ریاست بہاولپور گرانٹ سنہ ۱۹۱۱ء	۱۲۰۰	۰	۰			
	مرسلہ شیخ وحید الدین صاحب						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	سکرٹری ٹریڈنگ بھاگپور قیمت رویداد ناگپور کانفرنس بذریعہ وی پی	۲ ۶ ۰			
	مرسلہ حاجی عبد العزیز صاحب سوداگر کانپور بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ حافظ محمد حلیم صاحب آنریری مجسٹریٹ کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ منشی محمد رحمت اللہ صاحب رعد رئیس کانپور بذریعہ وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ حکیم الدین صاحب کلرک عدالت ڈسٹرکٹ جج کانگڑہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ سید محمد حسین شاہ صاحب نائب تحصیلدار حافظ آباد گوجرانوالہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی علی بخش صاحب				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	داروغہ صفائی گوجرانوالہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء				
۲۵ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی عطا محمد صاحب وکیل گوجرانوالہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ چودہری محمد قاسم علی صاحب کورٹ انسپکٹر پولس گوجرانوالہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مسٹر سید حسن امام اسکوائر بارسٹرایٹ لا بانکی پور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مسٹر مظہر الحق اسکوائر بارسٹرایٹ لا بانکی پور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۱ ۰			
	مرسلہ مولوی محمد فخر الدین صاحب وکیل باقرگنج بانکی پور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ سید محبوب حسین صاحب مرادپور بانکی پور بذریعہ				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	دی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی سید محمد حسین صاحب								
	وکیل دریاپور بانکی پور								
	بذریعہ دی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ خان بہادر نواب								
	سید سرفراز حسین خانصاحب								
	رئیس پٹنہ بذریعہ دی۔پی								
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ اشرف امام صاحب								
	رئیس مرادپور بانکی پور								
	بذریعہ دی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی محمد اختر صاحب								
	وکیل کیانی مظفر نگر								
	بذریعہ دی۔پی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی محمد جان صاحب								
	وکیل موتی ہاری ضلع چمپارن								
	بذریعہ دی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۲	۵					
	مرسلہ سید نذیر الدین صاحب								
	ڈپٹی مجسٹریٹ قلعہ مونگیر								
	بذریعہ دی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	مرسلہ شیخ رحمت علی صاحب رئیس لال پھاٹک مونگیر بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ ڈاکٹر فیض محمد صاحب چیف میڈیکل افیسر نابھہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی طفیل احمد صاحب سب رجسٹرار دہلی بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
۲۶ ر	مرسلہ مسٹر محمد محسن خان صاحب از کلکتہ قیمت روئداد کانفرنس سنہ ۱۹۰۸ء و سنہ ۱۹۰۹ء و سنہ ۱۹۱۰ء بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۹ ۱ ۰			
۲۶ راگست ۱۹۱۱ء	مرسلہ چودہری ناصر یار صاحب رئیس فتحپور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ خان بہادر شیخ ریاض حسن صاحب قریشی رئیس ملتان بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰ ۴ ۰			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	مرسلہ مولوی عبدالاحد صاحب رئیس دہلی بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ دوست محمد خانصاحب پنشنر انسپکٹر پولس جھجر ضلع رہتک بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی سید نور الحسن صاحب وکیل بانکی پور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ اکرام الدین احمد صاحب رئیس اسلام پور ضلع پٹنہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب بیرپورہ۔ بھاگلپور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مسٹر وصی احمد صاحب اسکوائر بارسٹر ایٹ لا بھاگلپور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ جلال الدین صاحب سب اوورسیر گلمرگ کشمیر بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ مسٹر علی محمد خاں اسکوائر بارسٹرایٹ لا دیوان ریاست منگرول بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ مولوی محمد مصطفیٰ علی صاحب وکیل اورنگ آباد ریاست حیدرآباد دکن بذریعہ وی۔پی ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ مولوی محمد عبدالمجید صاحب وکیل قندرآباد ڈاکخانہ چالنہ ریاست حیدرآباد دکن بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ حاجی محمد عبدالصمد صاحب						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	سوداگر صدر قادر آباد ڈاکخانہ جالنہ ریاست حیدرآباد دکن بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی غلام احمد میاں صاحب قادر آباد ڈاکخانہ جالنہ ریاست حیدرآباد دکن بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ میر محمد [illegible] حیدرآباد [illegible] صاحبان	۶۰ ۰ ۰			
	مرسلہ میر محمد [illegible] حیدرآباد چندہ [illegible] صاحبان چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰ ۰ ۰			
۲۸ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ خلیفہ سید حامد حسین صاحب فنانشل سکرٹری ریاست پٹیالہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰ ۴ ۰			
	مرسلہ حاجی محمد شفیع صاحب وکیل اورنگ آباد حیدرآباد بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ منشی صادق علی صاحب انسپکٹر جنرل پولس ریاست				

تاریخ	مدات آمدنی	روپیہ	آنہ	پائی	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	بیکانیر بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ محمد سلیم صاحب رئیس موضع شاہ پور بھگوانی ضلع بھینگہ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ مولوی امیر حسن صاحب وکیل سبزی باغ بانکی پور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ غلام مصطفےٰ خانصاحب رئیس محلہ حسنی نخچیور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ منشی محمد صدیق صاحب اوورسیر کسیا ضلع گورکھپور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ مسز سرور شاہ صاحب قریشی رئیس شورکوٹ ضلع جھنگ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۸	۰					
۲۹ر	مرسلہ خان خواجہ محمد اعظم خانصاحب رئیس ٹانکہ								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۴	۱۰			
	مرسلہ مولوی حافظ ساجد علی صاحب						
	وکیل اورنگ آباد۔ حیدرآباد						
	بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ چودہری محمد بخش صاحب						
	رئیس کٹھیار۔ پورنیہ						
	بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ خان بہادر ڈاکٹر						
	اسد علی خانصاحب بانکی پور						
	بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ ایس ایم افلاطون صاحب						
	چیف ریونیو افیسر پونچھ						
	کشمیر فیس قیام دلی کانفرنس	۰	۰	۴۰			
۳۰	مرسلہ سید محمد اسمٰعیل خانصاحب						
	رئیس ملینہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ مولوی محمد ممتحن خانصاحب						
	وکیل اورنگ آباد۔ حیدرآباد						
	بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵			
	مرسلہ مولوی محمد جان صاحب						
	سوداگر جالنا پور۔ اورنگ آباد						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	حیدرآباد بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
۳۰ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی محمد مصطفٰے بیگ صاحب مہتمم کروڑگری اسٹیشن جالنا پور او رنگ آباد حیدرآباد بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
۳۱	مرسلہ محمد اسحٰق صاحب منشر گنج صدر بازار ناگپور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵
	مرسلہ شیخ طاہر علی سلطان حسن صاحب کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	میزان آمدنی ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۶	۲۱۲۸
	باقیات ماہ گذشتہ	۴	۲	۳۶۰۲۶
	میزان کل	۴	۸	۳۸۱۵۴
	باقیات ماہ گذشتہ	۱	۱۳	۳۵۹۹۶
یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ بی عبدالکریم صاحب ڈپٹی کنسرویٹر اف بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	میزان اخراجات ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۱۱	۲۱۵۷
	باقی لغایت آخر اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۱	۱۳	۳۵۹۹۶
	میزان کل	۴	۸	۳۸۱۵۴
۲ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۶۰
	تنخواہ منشی انوار احمد صاحب کلرک ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء			۴
	تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب اکونٹنٹ ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۳۵

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	ہاسپٹل اسسٹنٹ احمد پور بھاولپور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰		تنخواہ منشی احسان اللہ خاں صاحب کلرک ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۲۵ ۰ ۰
	مرسلہ راجہ محمد یعقوب خاں صاحب رئیس پرسونی ضلع مظفرپور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳		تنخواہ اسداللہ چپراسی ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۸ ۰ ۰
	مرسلہ شیخ محمد عبدالقادر بیکو بارسٹرایٹ لا لاہور بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۰ ۰		تنخواہ نبی بخش چپراسی ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۶ ۰ ۰
				تنخواہ محمد بخش ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۴ ۰ ۰
				تنخواہ مہتر ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۴ ۰
۴ر	مرسلہ قدرت اللہ صاحب سابق وظیفہ خوار (واپسی رقم وظیفہ جو بطور قرض انکو دیگئی تھی)	۴ ۰ ۰		وظیفہ مہدی حسن صاحب طالب علم ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۲۰ ۴ ۰
۵ر	مرسلہ سید محمد باقر صاحب بی اے منصف حافظ آباد گوجرانوالہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰	۲ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	وظیفہ فیاض الدین صاحب طالب علم ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰ ۲ ۰
				وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری طالب علم ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰ ۲ ۰
	مرسلہ چودہری سلطان احمد صاحب بی۔اے افسر مال لائلپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰		وظیفہ غلام محمد صاحب طالب علم ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰ ۲ ۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم (روپیہ)	آنہ	پائی	تاریخ	مدات اخراجات	رقم (روپیہ)	آنہ	پائی
	مرسلہ مولوی محمد شبیر الدین صاحب وکیل قادر آباد، جالنہ پور اورنگ آباد حیدر آباد بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		وظیفہ غلام علی حیدری صاحب طالب علم ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۲	۳	.
۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ محمد سرفراز خان صاحب مسبل جسٹرار علیگڈہ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵		۰		وظیفہ رئیس احمد صاحب عباسی طالب علم ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۱۰	۲	۰
	مرسلہ مسٹر عبد الکریم عبد الشکور جمال صاحب رنگون بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		بونس اہلکاران دفتر ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
	مرسلہ حاجی محمد جمال صاحب رنگون بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		مولوی محمود احمد صاحب کو برائے اخراجات دہلی کانفرنس علی الحساب	۵۰۰	۰	۰
۸ر	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد گرانٹ ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰	۱۴ر	تار و ڈاک ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء	۴۵	۵	۶
						سایر خرچ کانفرنس آفس	۲۲	۱۱	۰
						بقیہ قیمت پارچہ امدادی برائے کوچ و کرسی وغیرہ	۱	۲	۰
	مرسلہ محمد عبد العزیز صاحب بمبئی انگلش ماسٹر ہائی سکول گجرات بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		قیمت نمونہ چاول آمدہ ڈیرہ دون	۲	۱	۰
	مرسلہ مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل کوہاٹ بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		قیمت کتب آمدہ مدارس بذریعہ وی۔پی برائے کانفرنس آفس	۸	۱۲	

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	مرسلہ مولوی محمود العالم صاحب				۱۹	ادائیگی بل ریاض ہند پریس			
	سب انسپکٹر پٹواری ضلع پیرپور					علیگڈھ اجرت طبع کارڈ اعلان			
	بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		دلی کانفرنس (۲۰۰۰)	۰	۰	۹
	مرسلہ مولوی سید عنایت حسین صاحب					ادائیگی بل ریاض ہند پریس			
	وکیل فتحپور بذریعہ وی پی					علیگڈھ اجرت طبع کارڈ اعلان			
	چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		دلی کانفرنس (۳۰۰۰)	۰	۸	۲۶
	مرسلہ خدا بخش صاحب اسٹیشن					محصول روانگی وی۔پی			
	ماسٹر کوبن ضلع کھناپور					بنام دوامی ممبران کانفرنس		۱۰	۱۷
	ریلوے بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		محمود احمد صاحب کو برائے			
	مرسلہ معراج الدین صاحب					اخراجات دلی کانفرنس			
	سب انسپکٹر پسرور ضلع سیالکوٹ					علی الحساب	۰	۰	۲۰۰
	بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب			
	مرسلہ سید خلیل صاحب					قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری			
	سپرنٹنڈنٹ پولس بھاگلپور					ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء			۵۰
	بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵	۱۹؍ ستمبر ۱۹۱۱ء	تنخواہ منشی انوار احمد صاحب			
	مرسلہ مولوی سید علی حسن صاحب					کلرک ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء			۴۰
	بلگرامی تحصیلدار رائچور					تنخواہ منشی نجم الدین صاحب			
	حیدرآباد بذریعہ وی پی					اکونٹنٹ ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء			۳۵
	چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ منشی احسان اللہ خاں صاحب			
۱۲ ار	مرسلہ خان نقیر اللہ خاں صاحب					کلرک ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء			۲۵

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	سبا انسپکٹر گوجرانوالہ			
	بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مرسلہ محمد محی الدین صاحب وکیل			
	ناظم حیدرآباد دکن بذریعہ			
	وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
۱۶ر	مرسلہ محمد فضل احمد صاحب			
	اسسٹنٹ کیپر سیالکوٹ			
	فیس قیام خیمہ (۸) یوم	۴۸	۰	۰
۸ر	مرسلہ خان بہادر منشی			
	سید جعفر حسن صاحب انجینیر بابو			
	ضلع ارگ بذریعہ وی۔پی			
	چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
۲۸ر	مرسلہ مولوی علی الدین حسن صاحب			
	جنٹ مجسٹریٹ اورنگ آباد			
	حیدرآباد چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
۲۸ر	مرسلہ مولوی علی الدین حسن صاحب			
	جنٹ مجسٹریٹ اورنگ آباد			
	حیدرآباد بمد فیس قیام	۲۰	۰	۰
۲۸ر ستمبر ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی خورشید علی صاحب			
	ٹھاکر دوارہ ضلع مراد آباد			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	تنخواہ اسد اللہ چپراسی			
	ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء	۸		
	تنخواہ نبی بخش ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء	۶		
	تنخواہ محمد بخش ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء	۴		
	تنخواہ بہشتی ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء		۴	
	بونس اہلکاران دفتر ماہ ستمبر	۱۰	۰	۰
۲۰ر	خرید کتب از دوکان			
	تھیکر اسپنک اینڈ کو			
	کلکتہ بذریعہ وی۔پی	۱۶	۱۳	۰
	تنخواہ ولی محمد ملازم کانفرنس			
	متعینہ دہلی ماہ اگست ۱۹۱۱ء	۱۵	۰	۰
	مولوی محمود احمد صاحب			
	برائے اخراجات دہلی			
	کانفرنس علی الحساب	۵۰۰	۰	۰
	بقیہ اجرت طبع رسالہ			
	کانفرنس متعلق مجوزہ			
	یونیورسٹی مالک ریاض ہند			
	پریس علیگڈھ کو دئے گئے	۲۷۹	۶	۳

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
	مرسلہ مولوی خورشید علی خاں صاحب تحصیلدار ٹھاکر دوارہ ضلع مرادآباد فیس قیام خیمہ دہ یوم	۰	۰	۶۴					
	مرسلہ مولوی سید شاہ علاء الدین صاحب قادری صوفی حنفی ہاسپیٹ ضلع بلاری چندہ سنہ ۱۹۱۱	۰	۰	۵					
	مرسلہ خواجہ امیر جو غفار جو کگرو رئیس بارہ مولا کشمیر بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
۲۹ ر	مرسلہ مولوی ظہور محمد صاحب رئیس سہارنپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی محمد جعفر صاحب وکیل سہارنپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	میزان آمدنی ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۵	۳۲۵		میزان اخراجات ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۹	۱۵	۲۰۷۴
	باقیات ماہ گذشتہ	۱	۱۳	۳۹۹۶		باقیات لغایت آخر ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۴	۲	۲۲۴۷
	میزان کل	۱	۲	۴۳۲۲		میزان کل	۱	۲	۴۳۲۲

تاریخ	مدات آمدنی	رقم (پائی)	رقم (آنہ)	رقم (روپیہ)
۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	باقیات ماہ گذشتہ	۴	۲	۳۴۴۷
	مرسلہ حافظ فخر الدین صاحب رئیس کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ مسٹر ہدایت حسین اسکویر بارسٹرایٹ لا کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ مولوی فضل الرحمن صاحب بی اے ایل ایل بی کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ مولوی حاجی عبد اللہ صاحب وکیل سہارنپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ منشی نیاز محمد خان صاحب وکیل سہارنپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ منشی خیر الدین صاحب سوداگر کانپور بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ شیخ رحمن بخش صاحب آنریری مجسٹریٹ بیاور اجمیر			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم (پائی)	رقم (آنہ)	رقم (روپیہ)
۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	وظیفہ سید احمد صاحب طالب علم ایم اے کلاس مدرستہ العلوم جون سنہ ۱۹۱۱ء لغایت اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء ۵ ماہ	۰	۰	۱۰۰
	وظیفہ احمد حسین صاحب طالب علم ایم اے کلاس مدرستہ العلوم جون سنہ ۱۹۱۱ء لغایت اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء ۵ ماہ	۰	۰	۱۰۰
۱۶ ”	مولوی محمود احمد صاحب کو برائے اخراجات دہلی کانفرنس علی الحساب	۰	۰	۵۰۰
	وظیفہ ظفر حسن صاحب جعفری طالب علم ۱۰ ماہ	۰	۰	۲۰۰
۲۸ ”	وظیفہ عبد السلام صاحب طالب علم جون سنہ ۱۹۱۱ء لغایت اکتوبر تاریخ ماہ	۰	۰	۵۰
	واپسی چندہ ندیم خانصاحب مختتمہ ۸ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴۵
۳۰ ”	مولوی محمود احمد صاحب کو برائے اخراجات دہلی کانفرنس			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		علی الحساب	۵۰۰	۰	۰
	مرسلہ شیخ الہ دیا صاحب					محصول روانگی وی پی			
	رئیس سہارنپور بذریعہ وی پی					چندہ کانفرنس ۱۹۱۱ء	۱۰	۹	۶
	چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب			
	مرسلہ منشی عبدالمجید خانصاحب					قائم مقام اسسٹنٹ سکریٹری			
	سب انسپکٹر پولیس شورکوٹ					اکتوبر ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰
	ضلع جھنگ بذریعہ وی پی					تنخواہ منشی انوار احمد صاحب			
	چندہ ۱۹۱۱ء	۱۲	۴	۰		کلرک اکتوبر ۱۹۱۱ء	۴۰	۰	۰
	مرسلہ مولوی عبداللطیف صاحب					تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب			
	اسسٹنٹ تعلقدار آبکاری					اکونٹنٹ اکتوبر ۱۹۱۱ء	۳۵	۰	۰
	ضلع میدک حیدرآباد					تنخواہ احسان اللہ خانصاحب			
	بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		اکتوبر ۱۹۱۱ء	۲۵	۰	۰
۹ر	مرسلہ ایچ ایم سلطان اینڈ کو					تنخواہ اسداللہ چپراسی			
	کلکتہ بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۴	۰		اکتوبر ۱۹۱۱ء	۸	۰	۰
	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب					تنخواہ نبی بخش چپراسی اکتوبر ۱۹۱۱ء	۶		
	بخشی ریاست محمودآباد					تنخواہ محمد بخش اکتوبر ۱۹۱۱ء	۴		
	گرانٹ ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰		تنخواہ مہتر		۴	۰
۱۰ر	مرسلہ یعقوب حسن صاحب					بونس اہلکاران دفتر اکتوبر ۱۹۱۱ء	۱۰		
	کولار گولڈ فیلڈ کارومنڈل					وظیفہ علی احمد صاحب طالب علم			
	بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰		نومبر ۱۹۱۱ء و اگست ۱۹۱۲ء	۹۰	۴	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	مرسلہ مولوی سید ابو القاسم صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ محمد یاور حسین صاحب انصاری پیشکار تحصیل دنگور ضلع ناندیر حیدرآباد بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ چودہری خوشی محمد خاں صاحب لغاری بی اے گورنر بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ ایڈووکیٹ صاحب کوئٹہ بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
۱۱	مرسلہ مسٹر عبد اللہ داد صاحب رنگون بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵
	مرسلہ مسٹر یعقوب عبد الغنی صاحب رنگون بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء			
	مرسلہ محمد قدرت اللہ صاحب سابق وظیفہ خوار کانفرنس واپسی رقم وظیفہ جو بطور قرض			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	تنخواہ منہاج الدین صاحب طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۰ء و اگست و ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۱۴	۹۰
	تنخواہ محمد خلیل صاحب طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۰ء اگست سنہ ۱۹۱۱ء و ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۱۴	۹۰
۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر		۵	۳۰
	وظیفہ مہدی حسن صاحب طالب علم اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۰
	وظیفہ احمد علی سندہی طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۱۰
	وظیفہ نور محمد سندہی طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۱۰
	وظیفہ محمد فاروق صاحب طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۱۰
	وظیفہ انوار احمد صاحب صدیقی طالب علم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء لغایت ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء			۴۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	ٹاؤن کو دیئے	۰	۰	۷		وظیفہ محمد فیاض الدین صاحب			
۱۲ر	مرسلہ مولوی علی الدین حسن					طالب علم نومبر ۱۹۱۱ء معہ			
	صاحب ناظم دیوانی اورنگ آباد					کمیشن منی آرڈر		۲	۱۰
	بقیہ فیس قیام	۰	۰	۲۸		وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری			
۱۳ر	مرسلہ مسٹر محمد حسین صاحب کی					طالب علم اکتوبر ۱۹۱۱ء			
	رنگون بذریعہ وی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		معہ کمیشن منی آرڈر		۳	۱۰
	مرسلہ مرزا عرفان علی بیگ					وظیفہ غلام محمد صاحب طالبعلم			
	صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر پیلی بھیت					اکتوبر ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر		۲	۱۰
	چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		وظیفہ غلام علی صاحب حیدری			
	مرسلہ مرزا عرفان علی بیگ					طالب علم اکتوبر ۱۹۱۱ء			
	صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر					معہ کمیشن منی آرڈر		۳	۱۲
	پیلی بھیت فیس قیام دہلی	۰	۰	۸۰		وظیفہ رئیس احمد صاحب عباسی			
	مرسلہ سید عاشق حسین صاحب					اکتوبر ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر		۲	۱۰
	انجینیر بہاولپور چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵		وظیفہ انیس احمد صاحب عباسی			
	مرسلہ راجہ محمد عدالت خانصاحب					طالب علم اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۱۱ء			
	مسلخوان جہلم بذریعہ وی پی					معہ کمیشن منی آرڈر		۵	۳۰
	چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		وظیفہ جمیل احمد صاحب طالب علم			
	نواب سید بشیر حسن صاحب					اکتوبر ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر		۱	۵
	رئیس آگرہ بذریعہ وی۔پی					وظیفہ محمد یٰسین صاحب طالبعلم			
	چندہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		اکتوبر ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر		۲	۱۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	مرسلہ آغا محمد صفدر صاحب بی اے ایل ایل بی سیالکوٹ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵		وظیفہ ار علاء الدین صاحب طالب علم معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۰
						الجنیہ صاحب کالج کو	۰	۲	۱۲
	مرسلہ سید محمد عابد صاحب وکیل ہنمکنڈہ و رنگل حیدرآباد دوی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ جنرل راجہ قربان علی خان صاحب گلگت کشمیر بذریعہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
۱۹ ر	مرسلہ منشی محمد عبد الغفار خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر محمدن اسکولز رنگون بذریعہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ محمد علی صاحب ایس۔ اوپی کھڈا دیارٹمنٹ کتھا برما چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی محمد عبد الحی صاحب بی اے انسپکٹر بنارس برہمنی وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
۲۳ ر	مرسلہ تاج محمد خان صاحب								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	رئیس گیسو پور - بلند شہر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
۲۴ر	مرسلہ محمد رشید صاحب اورسیر نجھول ضلع کرنال (امانت یونیورسٹی فنڈ)	۰	۰	۱۵					
۲۸ر	مرسلہ محمد شمس الدین صاحب نوری از بیاور ضلع اجمیر چندہ ۲ صاحبان سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰					
	حسب الحکم چندہ آدم خاں جو واپس ہو کر عبدالکریم صاحب پریسیڈنٹ محبوبیہ لائبریری، بیا ـ ل کے حساب میں جمع ہوا	۰	۰	۴۵					
	مرسلہ عبدالرحیم و عبدالرحمٰن تاجران کتب لاہور قیمت روئداد رنگون کانفرنس	۰	۴	۲					
	میزان آمدنی ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۱	۴۰۴		میزان اخراجات ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	۶	۱۱	۴۵۰۳
	باقیات ماہ گذشتہ	۴	۲	۳۴۲۴۷		باقی لغایت آخر اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۷	۳۰۱۴۷
	میزان کل	۴	۳	۳۴۶۵۱		میزان کل	۴	۳	۳۴۶۵۱

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	باقیات ماہ گذشتہ	۳۰۱۲۷	۷	۱۰
یکم نومبر ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی سید احمد حسن صاحب پنسنر تحصیلدار مین پوری فیس قیام (۴۸) یوم	۴۸	۰	۰
	مرسلہ شیر علی صاحب میونسپل کمشنر للت پور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
۴ر	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد گرانٹ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰
	مرسلہ خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب بھرتپور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
	مرسلہ حاجی غلام رسول صاحب ملک التجار۔ لداخ۔ کشمیر وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
	مدخلہ منشی سید ظفر احسن صاحب سفیر منجملہ للعہ بقیہ چندہ سالگذشتہ	۵۳	۱۰	۰
	مرسلہ مولوی مقبول حسین صاحب ناظم ضلع مشرق بھوپال			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
یکم نومبر ۱۹۱۱ء	سفر خرچ سفیران کانفرنس حسب ذیل بمد پیشگی			
	۱۔ سید علی نقی صاحب	۲۵	۰	۰
	۲۔ حکیم مظفر حسن صاحب	۱۵	۰	۰
	۳۔ سید ظفر احسن صاحب	۱۵	۰	۰
	۴۔ منشی محمد ناظم صاحب	۱۵	۰	۰
	۵۔ حاجی مظہر علیم صاحب بذریعہ تار	۷۶	۳	۰
۴ر	روانگی وی۔پی چندہ کانفرنس سنہ ۱۹۱۱ء	۲۷	۱۱	۰
	تنخواہ ولی محمد ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء	۲۰	۴	۰
۵ر	وظیفہ مسٹر محمد بیاری طالب العلم جون لغایت اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء ۵ ماہ	۵۰	۰	۰
	مسٹر جورف اینڈ کو کلکتہ کو بھیجے گئے بابت قیمت چادریں (۱۹۸) عدد	۱۷۸۶	۱۵	۶
۱۰ر	ادائیگی بقیہ اجرت طبع رپورٹ کانفرنس ناگپور			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	معرفت منشی انوار احمد صاحب چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
	مرسلہ مسٹر جمیل احمد صاحب ڈسٹرکٹ انجینئر عثمان آباد حیدرآباد فیس قیام دلی	۸۰	۰	۰
۶ر	مرسلہ میرے خانصاحب ڈسٹرکٹ انجینئر آگرہ چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰
۸ر	مرسلہ مولوی سید لطافت حسین صاحب فتح میدان۔ حیدرآباد چندہ ۱۹۱۱ء	۶	۰	۰
۹ر	مرسلہ منشی ارشاد الدین صاحب پیشکار میرٹھ چندہ ۱۹۱۱ء	۵		
۱۰ر	مرسلہ قدرت اللہ صاحب سابق وظیفہ خوار کانفرنس (واپسی رقم وظیفہ)	۴	۰	۰
۱۱ر	مرسلہ مسٹر عبد العزیز اسکوئر بارسٹرایٹ لا پشاور فیس قیام دلی	۵۰	۰	۰
۱۵ر	مرسلہ بدر الدین احمد صاحب			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	حصہ ضمیمہ مالک احمدی پریس علیگڑھ بعد وضع تاوان حصہ	۷۱۶	۱۴	۹
۱۱ر	مولوی محمود احمد صاحب عباسی کو برائے اخراجات دلی کانفرنس علی الحساب	۵۰۰	۰	۰
	وظیفہ مسٹر محمد الیاس صاحب طالب علم جون لغایت نومبر ۱۹۱۱ء ۶ ماہ	۶۰	۰	۰
	قیمت ٹکٹ رجسٹری بذریعہ وی پی	۵	۱۳	۰
	قیمت کتاب (مشہور ایشیین) بذریعہ وی۔ پی	۷	۱	۰
	جلد بندی نو جلد گورنمنٹ گزٹ	۵	۱	۰
	تارڈاک	۶۹	۷	۶
	سایر خرچ	۱	۷	۰
	وظیفہ محمد نعیم صاحب طالبعلم جون لغایت نومبر ۱۹۱۱ء ۶ ماہ	۶۰	۰	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	نقشہ نویس جالندہر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	.	.	۵
۱۷ر	مرسلہ محمد شمس الدین صاحب نوری چندہ حاجی محمد نجیب صاحب کوٹلہ مرچنٹ بیاور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	.	.	۵
۱۸ر	مرسلہ عبدالمجید خانصاحب از پوسری ضلع میرٹھ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	.	.	۵
۲۰ر	مرسلہ منشی سید الطاف حسین صاحب امین دیوانی داتا گنج ضلع بدایوں چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	.	.	۵
	مرسلہ مولوی الف دین صاحب بی او ایل پلیڈر کیملپور اٹک چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	.	.	۵
	مرسلہ مولوی معین الدین احمد صاحب ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بھوپال دی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	.	۳	۵
	مرسلہ میاں قادر محمد صاحب			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	۶ ماہ	.	.	٦٠
	وظیفہ مقبول احمد کشمیری طالب علم جون لغایت نومبر سنہ ۱۹۱۱ء ۶ ماہ	.	.	۹۰
۱۷ر	مولوی محمود احمد صاحب عباسی کو برائے اخراجات دلی کانفرنس علی الحساب	.	.	۲۵۰۰
	وظیفہ خواجہ اشفاق حسین صاحب طالب علم جون لغایت نومبر سنہ ۱۹۱۱ء ۶ ماہ	.	.	۹۰
	امداد تعلیمی ممتاز احمد طالب العلم وکٹوریہ کالج گوالیار	.	۹	۱۴
	وظیفہ لعل دین صاحب طالب العلم جولائی لغایت نومبر سنہ ۱۹۱۱ء ۵ ماہ	.	۸	۵۰
	وظیفہ مسٹر غلام جیلانی طالب العلم جون لغایت نومبر سنہ ۱۹۱۱ء ۶ ماہ	.	.	٦٠
	وظیفہ سید احمد حسن صاحب طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	.	.	۳۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	آنریری مجسٹریٹ					وظیفہ سید احمد طالب علم			
	بھوپال وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴۰
	خان بہادر مولوی نصیر الدین					وظیفہ عبد السلام طالب علم			
	صاحب معین المہام بھوپال					نومبر	۰	۰	۱۰
	وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵	۲۸ر	مولوی محمود احمد صاحب			
	مرسلہ مسٹر عبد العزیز اسکوئر					عباسی کو برائے اخراجات			
	بارسٹر ایٹ لا پشاور					دلی کانفرنس علی الحساب	۰	۰	۲۰۰۰
	(بذریعہ چک) فیس قیام	۰	۰	۵۰		تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب			
۲۱ر	مرسلہ مولوی سید منظر علی صاحب					عباسی قائم مقام			
	سب ڈیٹر اولدلوائے					اسسٹنٹ سکرٹری			
	بنارس وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۵۰
	مرسلہ مرزا فہیم بیگ صاحب					وظیفہ منشی انوار احمد صاحب			
	چغتائی بی اے ڈپٹی کلکٹر					کلرک نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۴۰
	بدایوں وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		وظیفہ منشی محمد نجم الدین صاحب			
	مرسلہ مولوی ظہور حسن صاحب					اکونٹنٹ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۳۵
	رئیس بدایوں وی پی چندہ				۲۸ر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	تنخواہ احسان اللہ خان صاحب			
	سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		کلرک نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۲۵
	مرسلہ مولوی بدر الدین احمد صاحب					تنخواہ اسد اللہ چپراسی			
	مترجم گورنمنٹ سکرٹری					نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۸
	الہ آباد وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ نبی بخش چپراسی نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۷

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	مرسلہ سید عبد الغنی صاحب					تنخواہ محمد بخش نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴
	منیجر کارخانہ ہاشم					تنخواہ مہتر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۴	
	اینڈ سن کانپور وی پی					بونس اہلکاران دفتر			
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۰
	مرسلہ مولوی محمد امین اللہ صاحب					تنخواہ حکیم مظفر حسین صاحب			
	وکیل غازیپور وی پی					سفیر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۴۵
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ مظہر علیم صاحب سفیر			
	مرسلہ شیخ محمد کفایت اللہ صاحب					نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۵۰
	رئیس پرتابگڈھ وی پی					تنخواہ منشی سید فیض الحسن صاحب			
	چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		سفیر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۴۵
	مرسلہ خان بہادر میاں					تنخواہ منشی محمد ناظم صاحب			
	محمد شفیع اسکوئر بارسٹرایٹ لا					سفیر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۳۵
	لاہور وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		تنخواہ سید علی متقی خان صاحب			
	مرسلہ خواجہ محمد کمال الدین					سفیر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۳۵
	صاحب بی اے ایل ایل بی					تنخواہ سید ظفر احسن صاحب			
	لاہور وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		سفیر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۳۵
۲۳ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی علی الدین صاحب					تنخواہ شیخ محمد شاہ صاحب			
	رئیس لاہور وی پی چندہ					سفیر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			۴۵
	سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵		بونس سفیران کانفرنس		۳	۲۳
	مرسلہ عبد الحمید صاحب					نومبر سنہ ۱۹۱۱ء			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	چیشتی (عبدالرشید برادر) سوداگر لاہور وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰		منشی محمد نجم الدین صاحب کو برائے سفرخرچ دلی	۱۵
	مرسلہ خواجہ محمد شاہ صاحب انسپکٹر پولس لدھیانہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰		سکرٹری صاحب کانفرنس کو برائے اخراجات متفرق	۲۰
	مرسلہ شیخ جان محمد صاحب رئیس اعظم ہوشیارپور بذریعہ وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ فضل حق صاحب رئیس بھیرہ۔ شاہ پور وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی محمد سلیمان اسکوئر بارسٹرایٹ لا صدرالمہام بھوپال وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ محمد عبدالرحمن صاحب جنرل مرچنٹ پیپاڑ جودھپور وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
۲۲ ر	مرسلہ ڈاکٹر الہ بخش صاحب				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	سب اسسٹنٹ سرجن سیالکوٹ چندہ	۵	۰	۰					
	مرسلہ مولوی علی احمد خانصاحب وکیل آگرہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ محمد شاہ صاحب میونسپل کمشنر لدھیانہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء								
۲۳ر	مرسلہ مولوی محمد روف الحسن صاحب مختار مظفر نگر وی-پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ منشی محمد نادر علی صاحب وکیل آگرہ وی-پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ مولوی محمد نورالحسن خان بہادر ڈپٹی کلکٹر فیروزآباد آگرہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ نواب محمد عبدالصمد خانصاحب رئیس نجیب آباد- بجنور وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ شیخ سید محمد صاحب رئیس شیخوپور- بداؤن وی-پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					

تاریخ	مدات آمدنی	روپیہ	آنہ	تاریخ	مدات اخراجات	روپیہ	آنہ
۳ نومبر ۱۹۱۱ء	مرسلہ شیخ محمد حسین صاحب رئیس شیخوپور۔ بدایوں وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ جمال الدین حسن صاحب رئیس شیخوپور بدایوں وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ مولوی سراج الدین صاحب بہادر سب جج کانپور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ حکیم عبدالولی صاحب رئیس لکھنؤ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ منشی محبوب عالم صاحب اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ مستری امیرالدین صاحب ٹھیکیدار افسین گاماں سنگھ ہوشیارپور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ راجہ محمد اکبر خان صاحب						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	رئیس جہلم وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء		۳	۵			
	مرسلہ محمد عبدالرحیم صاحب						
	بی۔اے ایل ایل بی پلیڈر پنڈدادنخان						
	جہلم وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء		۳	۵			
	مرسلہ محمد خان صاحب سب انسپکٹر پولیس						
	جہلم وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء		۳	۵			
	مرسلہ حاجی مظہر علیم صاحب سفیرانہ						
	حیدرآباد چندہ سنہ ۱۹۱۱ء						
	مرسلہ خواجہ عبدالصمد صاحب			۴۰			
	ککرو رئیس بارہ مولا کشمیر						
	بذریعہ تار			۹۲			
۲۴ ر	مرسلہ سید آل حسن صاحب						
	بلگرامی چندہ ۱۹۱۱ء فیس قیام مدرسہ			۲۰			
	مرسلہ خواجہ احمد اللہ صاحب						
	انسپکٹر ابن آلی سالٹ ریونیو						
	مظفرپور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء			۵			
	مرسلہ سید حسن صاحب						
	ازجاورہ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء			۵			
	مرسلہ سید اولاد حسین صاحب						
	تعلقدار اجاناپور۔محلہ						

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		تاریخ	مدات اخراجات	رقم	
۲۴ نومبر	میرا بخش - بہرایچ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ مسٹر عبدالعزیز اسکوئر بارسٹرایٹ لا ہوشیارپور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ سید آل نبی صاحب بی اے ایل ایل بی آگرہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ مولوی علی اصغر صاحب رئیس چھپرہ سارن وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ منشی محمد عطاء اللہ خان صاحب سکنڈ کلاس انجنیر ملیگاؤں ضلع دارواڑ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ عبدالحق صاحب مدنیرہ ضلع امراوتی وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				
	مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب رئیس دلاورپور۔ مونگیر وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۳	۵				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	مرسلہ ولی محمد خانصاحب سب انسپکٹر تھانہ راجپورہ باندہ فیس قیام چندہ سنہ ۱۹۱۷ء نصف صد	۰	۰	۴۵					
	مرسلہ مولوی سید حبیب صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ کانپور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی سید ناظم حسن صاحب وکیل آگرہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ شیخ نیاز محمد صاحب وکیل ہوشیارپور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ منشی جان محمد صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات متعینہ کارونیشن دربار دہلی وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی فضل الدین صاحب بی اے ایل گوجرانوالہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ سید قدرت اللہ شاہ صاحب								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	نائب تحصیلدار گجرات وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول جہلم وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مسٹر ظفر عمر صاحب بی اے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس بدایوں وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ منشی کریم الدین صاحب سب رجسٹرار صفدر گنج بارہ بنکی وی۔ پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ شیخ محمد عبدالعزیز صاحب سری نگر وی۔ پی چندہ سٹی مجسٹریٹ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ بابو طالع محمد صاحب کنڈکٹر سرگودہا۔ شاہ پور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۲۷ نومبر	مرسلہ حافظ فضل حق صاحب از خورجہ ضلع بلندشہر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰					
	مرسلہ چودہری محمد اصغر صاحب پلیڈر کیملپور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰					
	مرسلہ محمد زکریا صاحب از مقام پرکھوتی ضلع دربھنگہ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰					
	مرسلہ خان بہادر ایچ ایم ملک صاحب از بمبئی بذریعہ تار فیس قیام (۳) صاحبان	۱۲۰	۰	۰					
۲۸ "	مرسلہ سید ابو العاص صاحب زمیندار بانکی پور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰					
	مرسلہ جمیل الرحمن صاحب چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰					
	مرسلہ مولوی سید عبد اللطیف صاحب رئیس پٹنہ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					
	مرسلہ کپتان حشمت اللہ خان صاحب صوبہ ضلع نرور گوالیار وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰					

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	مرسلہ شیخ احمد حسین صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ مسٹر فاضل مو راج صاحب معتمد تعمیرات حیدرآباد وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
۲۹	مرسلہ منشی نیاز محمد خانصاحب پلیڈر جالندھر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
	مرسلہ محمد مقصود علی خانصاحب رئیس جلال آباد مظفرنگر چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
	مرسلہ کے۔بی محمد عظیم خانصاحب آنریری مجسٹریٹ خفروٹک چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
	مرسلہ بی محمد حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات انبالہ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					
	مرسلہ پیر سلطان علی شاہ صاحب رئیس جہانیاں شاہ شاہپور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	مرسلہ مولوی سید خورشید احمد صاحب وکیل افضل گنج حیدرآباد وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			
	چندہ ممبری سید غلام علی شاہ صاحب صہ چندہ ممبری سید حسن علی شاہ صاحب صہ چندہ ممبری سید امام علی شاہ صاحب صہ چندہ حکیم غلام نبی صاحب صہ فیس قیام صاحبان مذکور بالا علی الحساب عہ	۴۰	۰	۰			
	مرسلہ ملک محمد الدین صاحب اڈیٹر صوفی زمیندار پنڈی بہاالدین ضلع گجرات چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۰	۰			
	مرسلہ مولوی منظور النبی صاحب رئیس سہارنپور وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	مرسلہ نواب فخر امرز جنگ بہادر حیدرآباد فیس قیام	۰	۰	۳۲۰					
	سود دیمکنڈ ڈیپازٹ	۰	۰	۲۱۰					
	میزان آمدنی ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۱	۱۶۶۰		میزان اخراجات ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۹	۵	۸۸۷۹
	باقیات ماہ گذشتہ	۱۰	۷	۳۰۱۴۷		باقی نہایت آخر نومبر سنہ ۱۹۱۱ء	۱	۳	۲۲۹۲۸
	میزان کل	۱۰	۸	۳۱۸۰۷		**میزان کل**	۱۰	۹	۳۱۸۰۷
	باقیات ماہ گذشتہ	۱	۳	۲۲۹۲۸	۲۹ر دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	منیجر کلکتہ جنرل پرنٹنگ کمپنی کو نصف اجرت طبع پریسیڈنشل ایڈریس بنگال پراونشل کانفرنس سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۹	۸۷
۱۱ر دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی سید میر حسن صاحب چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۵					
	مرسلہ مولوی محمد عبد الغفار صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر آگرہ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء			۵					
	مولوی محمد حبیب اللہ خاں صاحب مدار المہام ریاست باونی کدہ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰		۵					
۱۱ر دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	مرسلہ مولوی فضل رب صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر بہرائچ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۵					

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	مرسلہ مولوی محمد عبد الغنی صاحب معرفت پریسیڈنٹ صاحب کونسل بھاولپور دی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مسٹر وحید احمد صاحب رئیس شیخوپور۔بدایون دی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ نواب امیر الدولہ بہادر معتمد افواج حیدر آباد دی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی سید سراج الحسن اسکوئر بار سٹرایٹ لا حیدر آباد چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی شیخ محمد حسین صاحب وکیل کریم نگر۔ ورنگل حیدر آباد دی۔پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ محمد ابراہیم خانصاحب مرچنٹ میمو۔ مانڈلے دی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
	مرسلہ مولوی محمد نعمت اللہ خانصاحب نائب تحصیلدار بہرائچ وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی میر ابراہیم علی صاحب وکیل حیدرآباد وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ صاحبزادہ سلطان احمد خان صاحب اسکوئر بارسٹرایٹ لا گوالیار وی۔پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ حکیم عبدالرحمن صاحب (بھوپال) لاہور وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
	مرسلہ مولوی حمید الدین حیدر صاحب ڈسٹرکٹ جج تنیچ وی پی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۵ ۳ ۰			
۱۵ ر	مدخلہ منشی محمد نجم الدین صاحب منجملہ آمدنی بمقام دہلی فروخت ٹکٹ ممبری ورجسٹری وغیرہ علی الحساب	۱۰۵۷ ۹ ۰			
۱۸ ر	مرسلہ ڈاکٹر محمد عظیم صاحب				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	اسسٹنٹ سرجن کارونیشن دربار دلی	٠	٠	۴٠					
	مرسلہ منشی سراج الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر قصبہ انجن گاؤں باڑہ ڈاکخانہ بدنیرہ ضلع امراوتی چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	٠	٣	۵					
۲٠ ر	مرسلہ عبدالحکیم صاحب سکندر نگر میمن سنگھ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	٠	٣	۵					
۲۷ ر	مرسلہ خیرالدین صاحب سفید پوش ۔ لائل پور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	٠	٠	۵					
	میزان آمدنی ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	٠	٣	۱۱۹٠		میزان اخراجات ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	٠	۹	۸۷
	باقیات ماہ گذشتہ	۱	٣	۲۲۹۲۸		باقی لغایت آخر دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۱	۱٣	۲۴٠٣٠
	میزان کل	۱	۶	۲۴۱۱۸		میزان کل	۱	۶	۲۴۱۱۸
	باقیات ماہ گذشتہ ۶	۱	۱٣	۲۴٠٣٠		تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب عباسی قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء			۵٠
	مرسلہ عبدالعزیز صاحب ضلعدار رحیم یار خان بہاولپور								

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
۵ر جنوری	وی پی چندہ ۱۹۱۱ء	۵	۳	۰
۱۱ر	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ			
	صاحب بخشی ریاست			
	محمود آباد گرانٹ ماہ نومبر			
	۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰
۱۷ر	مرسلہ سردار خانصاحب			
	محافظ دفتر کیدڑ و قیمت			
	روئداد ناگپور کانفرنس	۲	۶	۰
	قیمت چاول ۲۰ من مدخلہ			
	نواب وقار الملک بہادر	۳۲	۸	۰
	مدخلہ نواب وقار الملک بہادر			
	اخراجات طعام دہلی			
	کانفرنس	۴۷	۱۵	۳
	قیمت پلنگ ۲ عدد	۸	۸	۰
۲۷ر	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب			
	عباسی منجملہ صاحب			
	آمدنی چندہ کانفرنس			
	وصول کردہ منشی محمد			
	نجم الدین صاحب	۲۰۲	۰	۰
۲۹ر	واپسی رقم از بھوپال			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۵ر جنوری	تنخواہ منشی انوار احمد صاحب			
	کلرک ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۴۰		
	تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب			
	اکونٹنٹ ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۳۵		
	تنخواہ احسان اللہ خانصاحب			
	کلرک ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۲۵		
	تنخواہ اسد اللہ چپراسی			
	ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۸		
	تنخواہ نبی بخش چپراسی			
	ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۷		
	تنخواہ محمد بخش ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۴		
	تنخواہ مہتر ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء		۴	
	بونس اہلکاران دفتر			
	کانفرنس ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۱۰		
	تنخواہ حکیم مظفر حسین صاحب			
	سفیر کانفرنس ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۴۵		
	تنخواہ حاجی مظہر علیم صاحب			
	سفیر کانفرنس ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۵۰	۰	۰
	تنخواہ منشی سید فضل الحسن صاحب			
	سفیر کانفرنس ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء	۴۵	۰	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	دیہاتپور کیمپ متعلق				۵ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	تنخواہ منشی محمد ناظم صاحب			
	بار برداری خیمہ جات					سفیر کانفرنس ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۳۵
	جو سابڑ ہیں کانفرنس فنڈ					تنخواہ سید علی متقی صاحب			
	سے ادا کر دیا گیا تھا۔	۰	۰	۲۴		سفیر کانفرنس ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۳۵
	وصول از ڈیوٹی شاپ					تنخواہ سید ظفر احسن صاحب			
	اخراجات تیاری میز					سفیر کانفرنس ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۳۵
	جو ڈیوٹی شاپ کیلئے					تنخواہ شیخ محمد شاہ صاحب			
	کانفرنس فنڈ سے تیار					سفیر کانفرنس ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴۵
	کرائی گیی	۰	۱۲	۳۵		بونس سفیران کانفرنس			
	مرسلہ منشی محمد مقتدی خانصاحب					ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۳	۲۳
	فیس قیام تراب علی طالبعلم			۹		وظیفہ علی احمد خانصاحب			
	قیمت گھڑا دُشکا معرفت					بی اے طالب علم دسمبر			
	ولی محمد	۰	۲	۲		سنہ ۱۹۱۱ء د جنوری سنہ ۱۹۱۲ء			
	قیمت لالٹین ڈیٹز یکعدد	۰	۰	۲		معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۱۰	۶۰
	قیمت مزید نیشکر ۲۰ تار	۰	۱۴	۱		وظیفہ منہاج الدین صاحب			
	آمدنی چاہ معرفت سید					بی اے طالب علم دسمبر و سنہ ۱۹۱۱ء			
	ظفر احسن صاحب سفیر	۶	۲	۲		جنوری سنہ ۱۹۱۲ء معہ			
	قیمت لیمپ یکعدد	۰	۱۲	۱		کمیشن منی آرڈر	۰	۱۰	۶۰
	مدخلہ مولوی انوار احمد صاحب					وظیفہ محمد خلیل صاحب			
	بقیہ رقم فیس طعام قیام					بی اے طالبعلم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
٢٥ر	ذیلی چودھری محمد یعقوب صاحب رئیس مارہرہ	٦	٩	٧
	قیمت انگیر یکعدد	٤	٠	٠
	قیمت چارپائی بانس یکعدد	١	١٠	٠
	قیمت بلی ٢ عدد	٥	٨	٠
	قیمت چاول ٧٠ من شرح عـــہ من از آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب	٩٧	٨	٠
	مرسلہ محمد زمان خانصاحب سب انجنیر دلی	١٠٠	٠	٠

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	وجنوری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	٦٠	١٠	٠
	وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب طالب علم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء وجنوری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	٦٠	١٠	٠
	وظیفہ مہدی حسین صاحب طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	٤٠	٧	٠
	وظیفہ احمد علی سندھی طالب علم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء وجنوری سنہ ۱۹۱۲ء	٢٠	٠	٠
	وظیفہ نور محمد سندھی طالب علم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء وجنوری سنہ ۱۹۱۲ء	٢٠	٠	٠
	وظیفہ محمد فاروق صاحب طالب علم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء وجنوری سنہ ۱۹۱۲ء	٢٠	٠	٠
	وظیفہ انوار احمد صاحب صدیقی طالبعلم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء	٢٠		
	وظیفہ فیاض الدین صاحب			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
					۵ جنوری	طالب علم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء جنوری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر		۴	۲۰
						وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۰
						وظیفہ غلام محمد صاحب طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۰
						وظیفہ غلام علی حیدری طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۴
						وظیفہ رئیس احمد صاحب عباسی طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر	۰	۴	۲۰
						وظیفہ انیس احمد صاحب عباسی طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن			

رقم			مدات اخراجات	تاریخ	رقم	مدات آمدنی	تاریخ
۲۰	۴	۰	منی آرڈر				
۱۰	۲		وظیفہ جمیل احمد صاحب طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر				
۲۰	۴	۰	وظیفہ محمد یٰسین صاحب طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر				
۱۰	۰	۰	وظیفہ عبد السلام صاحب طالب علم نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء معہ کمیشن منی آرڈر				
۴۰	۸	۰	وظیفہ از علاء الدین صاحب طالب علم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء و جنوری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر				
۲۰	۰		وظیفہ مسٹر محمد بہاری طالب علم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء				
۱۰			وظیفہ محمد نعیم صاحب دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء				
			وظیفہ مقبول احمد صاحب				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم	
				دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۱۵	
				وظیفہ غلام جیلانی صاحب دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	
				وظیفہ سید محمد الیاس صاحب دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	
				وظیفہ لعل دین صاحب دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	
			۸/	مولوی مخدوم عالم صاحب مارہروی کو بھیجے گئے معاوضہ تصنیف رسالہ اتالیق	۵۰	۸
				سکرٹری انجمن ترقی اردو کو بھیجے گئے امداد انجمن مذکور سنہ ۱۹۱۲ء	۲۰۰	
				وظیفہ مسٹر محمد علی شاہ صاحب طالب علم جون لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء ۷ ماہ	۱۰۵	
			۱۵	قیمت کلنڈر کلکتہ یونیورسٹی		

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم	
				واپچو کیشن رپورٹ بذریعہ وی۔ پی	۱۸	۸
			۱۸/	وظیفہ مسٹر محمد رمضان صاحب طالب علم جون لغایت دسمبر ۱۹۱۱ء، ۷ ماہ	۱۲۶	
				وظیفہ محمد فاروق صاحب طالب علم فروری مارچ ۱۹۱۲ء	۲۰	
				وظیفہ خواجہ اشفاق حسن صاحب طالب علم دسمبر ۱۹۱۱ء و جنوری ۱۹۱۲ء	۳۰	
				فیس امتحان انٹرنس محمد یعقوب طالب علم انٹرنس	۱۰	
				وظیفہ محمد نعیم صاحب طالب علم جنوری و فروری ۱۹۱۲ء	۲۰	
				وظیفہ مسٹر احمد علی جالنوی طالب علم جولائی ۱۹۱۱ء لغایت جنوری ۱۹۱۲ء ۷ ماہ	۳۵	
			۲۰/	چندہ سالانہ اخبار دی نیرالیٹ	۱۵	۴

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
					۲۶ ر	وظیفہ محمد فاروق طالبعلم اپریل مئی ۱۹۱۲ء			۲۰
						بقیہ سفر خرچ دہلی منشی محمد نجم الدین صاحب کو	۳	۴	
						دفتر کانفرنس	۳	۷	۵
						خرید کتب از ڈیوٹی شاپ مدرسۃ العلوم برائے ڈی اسکالرس کلب علیگڈھ			۹
	میزان آمدنی ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۴	۱۲	۶۴۱		میزان اخراجات ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۶	۹	۱۸۰۱
	باقیات ماہ گذشتہ	۱	۱۳	۲۴۰۳۰		باقی لغایت آخر جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۱	۱۵	۲۸۷۰
	میزان کل	۵	۹	۲۶۷۲		میزان کل	۵	۹	۲۶۷۲
۲ فروری سنہ ۱۲ء	باقیات ماہ گذشتہ	۱۱	۱۵	۲۲۸۷۰	یکم فروری سنہ ۱۲ء	تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب عباسی قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۵۰
	قیمت لیمپ چوبل ۔ الین	۰	۱۰	۱		تنخواہ منشی انوار احمد صاحب کلرک ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۴۰
	قیمت دیوارگیری خورد یکعدد	۰	۴			تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب اکونٹنٹ ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء			۳۵
	قیمت لیمپ خورد یکعدد	۰	۴			تنخواہ منشی احسان اللہ صاحب			
	قیمت میز خورد یکعدد	۰	۰	۲					
	قیمت سامان از انوار الہی صاحب پوسٹ ماسٹر	۰	۰	۴					

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۲۳ فروری سنہ ۱۹۱۲ء	قیمت چاول ۲.۰ من از شیخ محمد عبداللہ صاحب بی اے		۸	۳۲
	قیمت دیوارگیری ۳ عدد	۰	۹	
	قیمت میز خورد از حسن احمد صاحب	۰	۸	۱
۵/	قیمت کرسی ۶ عدد از ڈاکٹر عبدالحق صاحب	۰	۰	۹
	مدخلہ منشی سید فیض الحسن صاحب بقیہ چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۰	۰	۲۱
	مدخلہ حکیم مظفر حسین صاحب منجملہ قیمت سامان	۰	۰	۴
	قیمت سامان از سید علی متقی صاحب	۰	۰	۱
	قیمت سامان از مسٹر واجد علی صاحب	۰	۱۵	۱
	قیمت لالٹین چمنی شکستہ از نبی بخش چپراسی	۰	۹	۱
	منجملہ ۸ قیمت کرسی یکعدد از اشفاق حسین صاحب			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
یکم فروری	(۲۶) یوم ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۵	۱۵	۲۰
	تنخواہ اسداللہ چپراسی ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء			۸
	تنخواہ نبی بخش چپراسی ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء			۷
	تنخواہ محمد بخش ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء			۴
	تنخواہ مہتر ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء		۴	
	تنخواہ حکیم مظہر حسین صاحب سفر ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۴۵
	تنخواہ حاجی مظہر علیم صاحب سفر ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۵۰
	تنخواہ سید فیض الحسن صاحب سفر ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۴۵
	تنخواہ محمد ناظم صاحب سفر ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۳۵
	تنخواہ سید علی متقی صاحب سفر ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۳۵
	تنخواہ سید ظفر احسن صاحب			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	طالب علم	۰	۰	۱
	قیمت سامان خرید منشی			
	سید فیض الحسن صاحب	۰	۸	۶
	قیمت سامان خرید محمد یعقوب صاحب	۰	۲	۱۱
	قیمت سامان فضل کریم صاحب			
	طالب علم	۰	۰	۶
	قیمت لیمپ خورد یکعدد			
	از نبی بخش چپراسی		۴	
۷/	قیمت پلنگ ۴ عدد از			
	محمود بیگم صاحبہ	۰	۰	۱۴
۸/	قیمت جگ یکعدد از			
	ماسٹر خدا بخش صاحب		۲	۱
	قیمت لیمپ ۱۰ لین یکعدد			
	از قاضی محمد عارف صاحب	۰	۰	۱
	قیمت سامان از مولوی			
	ادریس احمد صاحب خزل			
	سپرنٹنڈنٹ دفتر			
	مسلم یونیورسٹی	۰	۰	۱۵
	قیمت چارپائی چوب شیشم			
	یکعدد و لیمپ یکعدد از ۱۲			
	۱۰			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	سفر ماہ جنوری ۱۹۱۲ء	۰	۰	۳۵
	تنخواہ شیخ محمد شاہ صاحب			
	سفر ماہ ماہ جنوری ۱۹۱۲ء	۰	۰	۴۵
	وظیفہ علی احمد صاحب			
	بی اے طالب علم فروری			
	۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
	وظیفہ منہاج الدین صاحب			
	بی اے طالب علم فروری			
	۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
	وظیفہ محمد خلیل صاحب			
	بی اے طالب علم فروری			
	۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
	وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب			
	طالب علم فروری ۱۹۱۲ء			
	معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
	وظیفہ مہدی حسن صاحب			
	طالب علم جنوری ۱۹۱۲ء			
	معہ کمیشن		۴	۲۰
	وظیفہ احمد علی صاحب			
	سندھی طالب علم فروری ۱۹۱۲ء	۰	۰	۱۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	عبدالرحمٰن صاحب طالب العلم	۰	۲	۵
	قیمت لیمپ خورد از			
	منشی نجم الدین صاحب	۰	۴	
۱۹ر	قیمت گرم آبہ از مولوی			
	حبیب اللہ خانصاحب	۰	۰	۴
	قیمت کفگیر از نبی بخش			
	چپراسی	۹		
۱۳ر	واپسی سفر خرچ پیشگی از			
	منشی محمد ناظم صاحب			
	سفر بابت سنہ ۱۹۱۰ء	۰	۰	۱۰
	قیمت انگیٹھی از حکیم			
	مظفر حسین صاحب	۰	۸	
	قیمت سامان خرید			
	محمد نعمان طالب علم		۸	۱۴
	قیمت سامان خرید			
	صفدر جنگ طالب علم	۰	۲	۱۵
	قیمت پلنگ خرید احمد رضا			
	طالب علم	۰	۴	۴
	قیمت سامان خرید محمد رضا صاحب طالب علم		۲	۱۰
	قیمت سامان خرید محمد ابراہیم صاحب طالب علم		۲	۱۰
	" محمد رضا صاحب طالب العلم		۲	۱۰

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	وظیفہ نور محمد صاحب			
	سندھی طالب العلم فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۱۰
	وظیفہ انوار احمد صاحب			
	صدیقی طالب علم جنوری			
	سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۱۰
	وظیفہ فیاض الدین صاحب			
	طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۲	۱۰
	وظیفہ امیر احمد صاحب			
	انصاری طالب علم جنوری			
	سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۲	۱۰
	وظیفہ غلام محمد صاحب			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۲	۱۰
	وظیفہ غلام علی صاحب			
	حیدری طالب علم جنوری			
	سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۲	۱۰
	وظیفہ رئیس احمد صاحب			
	عباسی طالب علم جنوری			
	سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۲	۱۰
	وظیفہ انیس احمد صاحب			
	عباسی طالب العلم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۲	۱۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	قیمت لیمپ خورد خرید			
	منشی محمد نجم الدین صاحب		۲	۰
	قیمت کرسی و پلنگ خرید			
	نرخ مرزا صاحب طالب علم	۵	۰	۰
۱۵ ار	مدخلہ حکیم مظفر حسین صاحب			
	سفر بجاب چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۱۴	۰	۰
	مدخلہ حکیم مظفر حسین صاحب			
	سفر بجاب چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰	۰	۰
۲۰ ار	قیمت سامان خرید			
	محمد غوث طالب علم	۷	۲	۰
	قیمت سامان خرید			
	قادر بخش صاحب طالب علم	۸	۸	۰
	قیمت پلنگ خرید مولوی			
	محمد سلیم صاحب	۳	۸	۰
	مرسلہ قدرت اللہ صاحب			
	سابق وظیفہ خوار واپسی			
	رقم وظیفہ	۱۰	۸	۰
	مرسلہ منشی ہردیال سنگھ			
	صاحب بخشی ریاست			
۱	محمود آباد گرانٹ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۵۰		

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	وظیفہ جمیل احمد صاحب			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۵	۱	۰
	وظیفہ محمد حسین صاحب			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰	۲	۰
	وظیفہ عبد السلام صاحب			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰	۰	۰
	وظیفہ از علاء الدین صاحب			
	طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء			
	معہ کمیشن	۲۰	۴	۰
	وظیفہ منشی محمد صاحب بہاری			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰		
	وظیفہ ظفر حسن صاحب جعفری			
	طالب علم اگست و ستمبر			
	سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۴۰	۷	
	وظیفہ مقبول احمد صاحب			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۵		
	وظیفہ غلام جیلانی صاحب			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰		
	وظیفہ سید احمد حسن صاحب			
	طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۳۰		
	وظیفہ سید احمد صاحب جنوری سنہ ۱۹۱۲ء			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	مرسلہ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب مینیجر ریاست محمود آباد	۵۰	۰	۰
	مرسلہ مولوی امام الدین صاحب پنشنر مدرس گجرات چندہ سنہ ۱۹۱۱ء	۸۹	۰	۰

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	وظیفہ محمد الیاس صاحب طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰		
	وظیفہ لال دین صاحب طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	
	وظیفہ محمد علی شاہ صاحب طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۵		
	وظیفہ محمد رمضان صاحب طالب علم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۸		
	بونس اہلکاران دفتر کانفرنس جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰		
	وظیفہ سفیران کانفرنس جنوری سنہ ۱۹۱۲ء	۲۳	۳	
۱۸/۱	وظیفہ سید مظفر حسین صاحب طالب علم جون سنہ ۱۹۱۱ء لغایت جنوری سنہ ۱۹۱۲ء ۸ ماہ	۸۰		
	وظیفہ سید علی متقی صاحب طالب علم جون سنہ ۱۹۱۱ء لغایت جنوری سنہ ۱۹۱۲ء ۸ ماہ	۸۰		

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	میزان آمدنی ماہ فروری ۱۹۱۲ء	۴۶۹	۱۵	۹
	باقی ماہ گذشتہ	۲۲۸۷۰	۱۵	۱۱
	میزان کل	۲۳۳۴۰	۱۵	۸
	باقیات ماہ گذشتہ	۲۱۹۸۸	۷	۳

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	وظیفہ اشفاق حسین صاحب طالب علم جنوری ۱۹۱۲ء	۱۵		
	قیمت سول لسٹ صوبجات ہند	۱۹	۱۴	۰
۱۹/	قیمت کتب جو مسلم ہیوٹ سکول مراد آباد کو بھیجی گئی	۱۲	۲	۰
۲۰/	وظیفہ سید احمد صاحب طالب علم فروری لغایت مئی ۱۹۱۲ء ۴ ماہ	۸۰		
	وظیفہ سید احمد حسین صاحب طالب علم فروری لغایت مئی ۱۹۱۲ء ۴ ماہ	۸۰		
۲۲/	قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری کو برائے اخراجات مقدمہ تعلب علی الحساب	۵۰	۰	۰
	میزان اخراجات ماہ فروری ۱۹۱۲ء	۱۳۵۲	۸	۵
	باقی لغایت ماہ فروری ۱۹۱۲ء	۲۱۹۸۸	۷	۳
	میزان کل	۲۳۳۴۰	۱۵	۸
	سائر خرچ کانفرنس ماہ نومبر			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
		روپیہ	آنہ	پائی
یکم مارچ ۱۹۱۲ء	قیمت دیوارگیری بلایتی			
	از حافظ متین صاحب		۳	۰
	قیمت سامان خرید حکیم			
	الیاس خانصاحب	۵	۴	۰
	قیمت سامان خرید قاضی			
	جلال الدین صاحب	۱۴	۱۰	۰
۵/	قیمت انگیٹھی (۲) عدد			
	از راج بہاری لال محلہ	۱	۴	۰
	قیمت کموڈ (۱۲) عدد خرید			
	میر ولایت حسین صاحب	۲۴	۰	۰
	قیمت پلنگ (۱۵) عدد			
	خرید میر ولایت حسین صاحب	۵۲	۸	۰
	گرانٹ سالانہ ریاست			
	بہاولپور ۱۹۱۲ء مرسلہ			
	مہتمم خزانہ	۱۲۰۰	۰	۰
۸/	قیمت سامان خرید مولوی			
	ابوالحسن صاحب بی اے	۶۱	۱۱	۹
۹/	مدخلہ دلی محمد ملازم قیمت			
	روغن زرد و آرد گندم			
	فروخت شدہ بمقام دلی	۱۱	۱	۶

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
		روپیہ	آنہ	پائی
۱۴ مارچ ۱۹۱۲ء	دسمبر ۱۹۱۱ء و جنوری			
	۱۹۱۲ء	۸	۵	۶
	قیمت کتب	۱۲	۲	۰
	چندہ اخبار	۷	۶	۰
	محصول روانگی ڈاک	۷۲	۱۴	۶
	سفرخرچ منشی محمد ناظم سفیر			
	نومبر و دسمبر ۱۹۱۱ء و			
	جنوری ۱۹۱۲ء	۴۲	۱۰	۰
	سفرخرچ سید علی متقی خاں			
	سفیر نومبر و دسمبر ۱۹۱۱ء			
	و جنوری ۱۹۱۲ء	۸۵	۱۵	۳
	سفر حکیم مظفر حسین صاحب			
	سفیر	۸۷	۹	۳
	سفرخرچ سید ظفر احسن صاحب			
	سفیر نومبر ۱۹۱۱ء	۲۸	۱۵	۳
	ادائیگی بل انسٹیوٹ پریس			
	اجرت طبع اعلان ٹکٹ			
	ہاے مہمانان دلی کانفرنس	۳	۰	۰
	ادائیگی بل احمدی پریس			
	علی گڈھ اجرت طبع ٹکٹ			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	مد خلہ مولوی محمود احمد صاحب			
	از تنخواہ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء			
	و جنوری و فروری سنہ ۱۹۱۲ء			
	شیخ محمد شاہ سفیر			
	۱۔ بابت سنہ ۱۹۱۱ء			
	۲۔ بابت سنہ ۱۹۱۲ء	۹	۹	۱۲۹
	قیمت سامان خرید مولوی (۹/)			
	انوار احمد صاحب	۰	۱۴	۷
	مد خلہ حاجی مظہر علیم صاحب			
	سفیر منجملہ قیمت سامان	۰	۰	۶
	مد خلہ اشفاق حسین			
	طالب علم لقیہ قیمت سامان	۰	۸	
	مد خلہ نیاز محمد خاں فرنیچر			
	مرچنٹ منجملہ قیمت کرسی			
	ہائے	۰	۰	۴۹
۱۰؍	وصول حکیم مظفر حسن صاحب			
	منجملہ قیمت سامان	۰	۰	۵
	وصول از حاجی حسن خاں			
	ٹھیکہ دار کالج قیمت پلنگ	۰	۱۲	۱۹
	وصول از نیاز محمد خاں			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۹ مارچ	ممبری و زیٹری کانفرنس	۰	۲	[illegible]
	ادائیگی بل انسٹیٹیوٹ پریس			
	قیمت انسٹیٹیوٹ گزٹ			
	برائے سفیران	۰	۰	۲۴
	سفر خرچ سید مظفر حسن صاحب			
	سفیر	۰	۱۱	۲۸
	سفر خرچ سید فیض الحسن صاحب			
	سفیر	۰	۶	۳
	سفر خرچ مولوی امام الدین			
	صاحب سفیر	۶	۹	۸
	سکرٹری صیغہ تعلیم نسواں			
	کو بھیجے گیے بابت تیاری ال			
	متعلق تیاری آمدی			
	بیگم صاحبہ بھوپال دہلی			
	کانفرنس	۰	۸	۶۷
	تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب			
	عباسی قائم مقام اسسٹنٹ			
	سکرٹری فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۵۰
	تنخواہ منشی انوار احمد صاحب			
	کلرک فروری سنہ ۱۹۱۲ء			۴۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
[illegible] مارچ ۱۹۱۲ع	وزیر چند منجملہ قیمت کرسی ہائے	۳۱	۸	۰
	وصول از مولوی رشید احمد صاحب منجملہ ۱۰ قیمت کرسی وغیرہ	۴	۱۰	۰
۱۱ر	وصول از حکیم مظفر حسین صاحب قیمت پلنگ (۸) عدد معرفت منشی محمد نجم الدین صاحب	۲۴	۰	۰
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب منجملہ لعہ قیمت سامان	۶	۴	۰
	وصول از ڈاکٹر عبدالحق صاحب قیمت سامان	۶	۷	۰
	قیمت لیمپ خورد ۲ عدد از سید علی متقی خانصاحب معرفت منشی محمد نجم الدین صاحب		۸	۰
	از منشی نجم الدین صاحب منجملہ قیمت سامان		۲	۰
	از راج بہاری لال بقیہ قیمت انگیٹھی		۷	۶
	وصول از عنایت اللہ صاحب قیمت سامان	۶	۰	۰

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۱۴ مارچ ۱۹۱۲ع	تنخواہ منشی محمد نجم الدین صاحب اکونٹنٹ فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۳۵		
	تنخواہ اسداللہ چپراسی فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۸	۰	۰
	تنخواہ نبی بخش چپراسی فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۳	۴	
	تنخواہ لیاقت حسین چپراسی فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۳	۱۲	
	تنخواہ محمد بخش فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۴	۰	۰
	تنخواہ مہتر فروری سنہ ۱۹۱۲ع		۴	۰
	تنخواہ حکیم مظفر حسین صاحب سفیر فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۴۵	۰	۰
	تنخواہ حاجی مظہر علیم صاحب سفیر فروری سنہ ۱۹۱۲ع (بوجہ سک لیو)	۲۵		
	تنخواہ سید فیض الحسن صاحب سفیر فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۴۵	۸	۰
	تنخواہ منشی محمد ناظم صاحب سفیر فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۳۵	۶	۰
	تنخواہ سید علی متقی خانصاحب			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
۲۰ر	قیمت لیمپ کلاں	۳	۰	۰
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب چندہ کانفرنس وغیرہ سید علی متقی خانصاحب بابت سنہ ۱۹۱۱ع	۳۱	۰	۰
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب واپسی رقم پیشگی سفرخرچ سید علی متقی خانصاحب سنہ ۱۹۱۰ع	۱۰	۰	۰
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب واپسی رقم پیشگی سفرخرچ سید علی متقی خانصاحب سنہ ۱۹۱۱ع	۲۵	۰	۰
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب چندہ کانفرنس حکیم مظفر حسین صاحب سنہ ۱۹۱۱ع	۶۰	۳	۰
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب رقم پیشگی سفرخرچ حکیم مظفر حسین صاحب سنہ ۱۹۱۱ع	۱۵	۰	۰

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	سیفر فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۳۵	۶	۰
	تنخواہ سید ظفر حسین صاحب سیفر فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۳۵	۶	۰
	تنخواہ شیخ محمد شاہ صاحب سیفر فروری سنہ ۱۹۱۲ع	۴۵	۸	۰
	وظیفہ علی احمد صاحب بی اے طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ع معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
	وظیفہ محمد خلیل صاحب بی اے طالبعلم مارچ سنہ ۱۹۱۲ع معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
	وظیفہ منہاج الدین صاحب بی اے طالبعلم مارچ سنہ ۱۹۱۲ع معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
	وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ع معہ کمیشن منی آرڈر	۳۰	۵	۰
	وظیفہ مہدی حسن صاحب طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ع معہ کمیشن منی آرڈر	۲۰	۴	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب چندہ کانفرنس [illegible] محمد ناظم صاحب سفر ۱۹۱۱ء	۰	۰	۴۰
	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب رقم پیشگی سفر خرچ محمد ناظم صاحب سفر ۱۹۱۱ء	۰	۰	۱۵
	واپسی فیس منی آرڈر منجملہ رقم [illegible] چک [illegible] ۳۳۹		۱۲	
	قیمت کرسی ہائے (۸۲) عدد از کالج	۰	۰	۱۲۳
	قیمت کھوٹہ ۴ عدد قیمت چارپائی ۵ عدد از کرزن [illegible] کالج	۰	۴	۳۵
۲۳ر	مدخلہ حاجی مظہر علیم صاحب منجملہ قیمت سامان	۰	۰	۲
	قیمت دیوارگیری چینی شکستہ از حافظ [illegible] صاحب	۰	۳	
۳۰ر	مدخلہ مولوی محمود احمد صاحب از جانب حکیم مظفر حسن صاحب			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۱۲ر مارچ	وظیفہ احمد علی صاحب سندھی طالب علم مارچ ۱۹۱۲ء			۱۰
	وظیفہ نور محمد صاحب سندھی طالب علم مارچ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۱۰
	وظیفہ انوار احمد صاحب صدیقی طالب علم فروری ۱۹۱۲ء	۰	۰	۱۰
	وظیفہ فیاض الدین صاحب طالب علم مارچ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن		۲	۱۰
	وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری طالب علم فروری ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۲	۱۰
	وظیفہ غلام محمد صاحب طالب علم فروری ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۲	۱۰
	وظیفہ غلام علی حیدری صاحب طالب علم فروری ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۳	۱۲

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	بباقی حساب سنہ ۱۹۱۰ء	۵	۰	۰
	مرسلہ قدرت اللہ صاحب سابق وظیفہ خوار کانفرنس واپسی رقم وظیفہ	۵	۰	۰
	مرسلہ منشی ہر دیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد گرانٹ	۵۰	۰	۰
	مرسلہ مولوی ابو سعید صاحب عربی از رنگون (وظائف)	۶۰	۰	۰
	حسب الخرچ چندہ آمدنی کانفرنس دہلی معرفت منشی محمد نجم الدین صاحب وصول شدہ بمقام دہلی جو اسسٹنٹ سکرٹری کانفرنس برائے اخراجات متفرق رکھ لیے تھے	۴۵۵	۰	۰
	حسب الخرچ رقومات مندرجہ ذیل جو مولوی محمود احمد صاحب کو بمقام دہلی براہ راست وصول ہوئیں اور اخراجات کانفرنس میں صرف ہوئیں			
	ایفیس قیام وطعام معرفت			

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	وظیفہ غلام علی حیدری صاحب طالب علم بقیہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۲	۱	۰
	وظیفہ رئیس احمد صاحب عباسی طالبعلم فروری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	۰
	وظیفہ انیس احمد صاحب عباسی طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	۰
	وظیفہ جمیل احمد صاحب طالبعلم فروری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۵	۱	۰
	وظیفہ محمد یسین صاحب طالبعلم فروری سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	۰
	وظیفہ عبد السلام صاحب طالبعلم فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰	۰	۰
	وظیفہ علاء الدین طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۲۰	۴	۰
	وظیفہ منور محمد صاحب بیاری طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰		
	وظیفہ محمد نعیم صاحب طالبعلم			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم (پائی)	(آنہ)	(روپیہ)	تاریخ	مدات اخراجات	رقم (پائی)	(آنہ)	(روپیہ)
	سید علی متقی صاحب سفیر					مارچ سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
	وصول شدہ بمقام دلی	۰	۱۲	۱۹۶		وظیفہ مقبول احمد صاحب			
	۲۔ چندہ ممبری مرسلہ قزلباش					طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء			۱۵
	معرفت مولوی انوار احمد صاحب	۰				وظیفہ غلام جیلانی صاحب			
	۳۔ چندہ ممبری از بھوپال					طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
	کیمپ معرفت محمد امین صاحب	۰			۱۳۴	وظیفہ محمد الیاس صاحب			
	۴۔ مدخلہ سید ظفر احسن صاحب					طالب علم فروری و مارچ سنہ ۱۹۱۲ء			۲۰
	سفیر چندہ کانفرنس	۰	۰	۵۲		وظیفہ لال دین صاحب طالب علم			
	۵۔ قیمت روغن زرد					فروری سنہ ۱۹۱۲ء		۲	۱۰
	چھٹانک سیر من ۲ ۳۹ ۱۰					وظیفہ اشفاق حسین صاحب			
	معرفت ولی محمد بمقام دلی					طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء			۱۵
	ابماعہ للعہ ۱۵/					وظیفہ محمد علی شاہ صاحب			
	۶۔ قیمت چاول ۰-۲۱-۹					طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۰	۰	۱۵
	معرفت ولی محمد بمقام دلی					وظیفہ محمد رمضان صاحب			
	مابعہ ۸/					طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء			۱۸
	۷۔ قیمت سرکی و چٹائی معرفت					وظیفہ احمد علی صاحب جالندھری			
	ولی محمد بمقام دلی للعہ ۳/					طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء			۵
	۸۔ قیمت اشیاء فروخت					وظیفہ سید مظفر حسین صاحب			
	شدہ معرفت مولوی انوار احمد					طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
	ابماعہ ۹/۶/۴	۹	۰	۱۵۳		وظیفہ سید علی متقی صاحب			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	۹۔ مرسلہ منشی ہردیال سنگھ صاحب بخشی ریاست محمود آباد گرانٹ صہ			
	۱۰۔ مرسلہ مولوی مراد علی صاحب از سگووال چندہ سنہ ۱۹۱۱ء			
	۱۱۔ مرسلہ مولوی محمد عالم صاحب وکیل فوج چندہ سنہ ۱۹۱۱ء صر			
	۱۲۔ مرسلہ مولوی حسن الدین صاحب خاموش از بیاور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء صر			
	۱۳۔ مرسلہ لیڈی ڈاکٹر بسم اللہ خانم صاحبہ جے پور چندہ سنہ ۱۹۱۱ء صر	۷۲	۰	۰

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
۱۴ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	طالب علم فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰	۰	۰
	بونس اہلکاران دفتر کانفرنس فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰	۰	۰
	بونس سفیران کانفرنس فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۲۱	۳	
۲۰ ر	سفر خرچ سید علی متقی صاحب سفیر ماہ فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۶	۱۳	
	سفر خرچ محمد ناظم صاحب سفیر فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۴	۱	۰
	سفر خرچ سید ظفر حسن صاحب سفیر ماہ فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۸	۸	۰
	سفر خرچ حاجی مظہر علیم صاحب سفیر نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء	۹۸	۱۲	۰
	وظیفہ معین الدین حسن صاحب طالب علم جنوری لغایت مارچ سنہ ۱۹۱۲ء سہ ماہہ معہ کمیشن	۴۵	۷	۰
	بقیہ تنخواہ حاجی مظہر علیم صاحب سفیر فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۱۲	۸	۰
	قیمت رسالہ عبدیت			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم			تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
						دینیات الٰہی (۲۵) جلد مفید عام انسٹیٹیوٹ پریس کو	۰	۲	۲
						خرید کتب از بک ڈپو مدرستہ العلوم برائے انجمن بھیرہ ضلع شاہپور	۰	۰	۶
					۲۳ر	قیمت اف انگلش ایجوکیشن برائے دفتر از بک ڈپو مدرستہ العلوم	۰	۰	۸
						خرید کتب از بک ڈپو مدرستہ العلوم برائے انجمن اسلامیہ بھرتپور	۰	۰	۹
						وظیفہ مسٹر وحید الرحمن طالب العلم یونیورسٹی کالج لندن از جنوری لغایت جون سنہ ۱۹۱۲ء			۳۰
					۲۵ر	سفر خرچ محمد شاہ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء لغایت فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۹	۵	۷۴
						سفر خرچ حکیم مظفر حسین صاحب جنوری فروری سنہ ۱۹۱۲ء	۳	۰	۱۷
						واپسی رقم چندہ سید عزیز الدین صاحب رئیس			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
				گلاوٹی جو حکیم مظفر حسین صاحب سیفر کی تحویل سے زیادہ جمع ہوگیا مختتمہ ١٨ ١٢/١٠	٠	٠	٥
				اجرت طبع اشتہار جو سید علی متقی خاں سفیر کے معرفت حبیب الرحمن خاں اخبار اسلام میں طبع کرایا	٠	٢	١٠
				تنخواہ مولوی محمود احمد صاحب عباسی قائم مقام اسسٹنٹ سکرٹری مارچ سنہ ١٩١٢ء			٥٠
				تنخواہ منشی انوار احمد صاحب کلرک مارچ سنہ ١٩١٢ء			٤٠
				تنخواہ محمد نجم الدین صاحب اکونٹنٹ مارچ سنہ ١٩١٢ء			٣٥
				تنخواہ اسد اللہ چپراسی مارچ سنہ ١٩١٢ء			٨
				تنخواہ لیاقت حسین چپراسی ٢٣ یوم مارچ سنہ ١٩١٢ء	٠	٣	٥
				تنخواہ محمد بخش مارچ سنہ ١٩١٢ء			٤
				تنخواہ مہتر مارچ سنہ ١٩١٢ء		٤	

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
			۲۸ مارچ سنہ ۱۲ء	تنخواہ حاجی مظہر علیم صاحب سفر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۵۰
				تنخواہ حکیم مظفر حسین صاحب سفر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	۴۵ ۸ ۰
				تنخواہ منشی سید فیض الحسن صاحب سفر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	۴۵ ۸ ۰
				تنخواہ منشی محمد ناظم صاحب سفر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	۳۵ ۶
				تنخواہ سید علی متقی خان صاحب سفر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	۳۵ ۶
				تنخواہ سید ظفر احسن صاحب سفر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	۳۵ ۶ ۰
				تنخواہ شیخ محمد شاہ صاحب سفر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن منی آرڈر	۴۵ ۸ ۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
				وظیفہ علی احمد صاحب بی اے طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
				وظیفہ منہاج الدین صاحب بی اے طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
				وظیفہ محمد خلیل صاحب بی اے طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
				وظیفہ ظہور الدین احمد صاحب طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۵	۳۰
				وظیفہ مہدی حسن صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن		۴	۲۰
				وظیفہ احمد علی صاحب طالب العلم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
				وظیفہ نور محمد صاحب طالب العلم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
				وظیفہ انوار احمد صاحب صدیقی			

تاریخ	مدات آمدنی	رقم

تاریخ	مدات اخراجات	رقم (روپیہ)	(آنہ)	(پائی)
۳۰ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰		
	وظیفہ امیر احمد صاحب انصاری طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	
	وظیفہ غلام محمد صاحب طالب العلم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	
	وظیفہ غلام علی صاحب حیدری طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۲	۳	۰
	وظیفہ رئیس احمد صاحب عباسی طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	۰
	وظیفہ انیس احمد صاحب عباسی طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۱۰	۲	۰
	وظیفہ جمیل احمد صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۵	۱۰	۰
	وظیفہ محمد حسین صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰	۲	۰

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
				وظیفہ عبدالسلام صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
				وظیفہ علاءالدین صاحب طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن	۰	۴	۲۰
				وظیفہ مسٹر محمد صاحب بہاری طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
				وظیفہ محمد نعیم صاحب طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
				وظیفہ مقبول احمد صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء			۱۵
				وظیفہ غلام جیلانی صاحب طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
				وظیفہ سید محمد الیاس صاحب طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء			۱۰
				وظیفہ لال دین صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء معہ کمیشن		۲	۱۰
				وظیفہ اشفاق حسین صاحب			

رقم			مدات اخراجات	تاریخ	رقم	مدات آمدنی	تاریخ
۱۵			طالب علم اپریل سنہ ۱۹۱۲ء	۲۸ جون سنہ ۱۲			
۱۵			وظیفہ محمد علی شاہ صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء				
۱۸			وظیفہ محمود رمضان صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء				
۵	۰	۰	وظیفہ احمد علی صاحب جالندہری طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء				
۱۰			وظیفہ سید مظفر حسین صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء				
۱۰			وظیفہ سید علی متقی صاحب طالب علم مارچ سنہ ۱۹۱۲ء				
۱۰			بونس اہلکاران دفتر کانفرنس مارچ سنہ ۱۹۱۲ء				
۲۳	۳		بونس سفیران کانفرنس مارچ سنہ ۱۹۱۲ء				
			سفر خرچ پیشگی				

تاریخ	مدات آمدنی	رقم	تاریخ	مدات اخراجات	رقم
				حاجی مظہر علیم صاحب سفیر	۷۵
				معاوضہ خدمات دفتر رجسٹرار مدرستہ العلوم	۱۰۰
			۳۱	اسسٹنٹ سکرٹری کانفرنس کو منجملہ آمدنی چندہ کانفرنس معرفت منشی محمد نجم الدین صاحب برائے اخراجات متفرق	۲۲۵
				اسسٹنٹ سکرٹری کانفرنس کو منجملہ آمدنی چندہ کانفرنس معرفت منشی محمد نجم الدین صاحب سفر خرچ دہلی مولانا شاہ سلیمان صاحب	۷۰
				اسسٹنٹ سکرٹری کانفرنس کو منجملہ آمدنی چندہ کانفرنس معرفت منشی محمد نجم الدین صاحب	

تاریخ	مدات آمدنی	رقم		
	میزان آمدنی ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۳	۷	۴۱۱۳
	بباقی ماہ گذشتہ	۳	۷	۲۱۹۸۸
	میزان کل	۶	۱۴	۲۶۱۰۱

تاریخ	مدات اخراجات	رقم		
	تنخواہ ولی محمد ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء اسسٹنٹ سکرٹری کانفرنس کو برائے			۲۰
	اخراجات دلی کانفرنس	۹	۱۲	[illegible]۵۰۷
	میزان اخراجات ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء		۴	۵۰۱۱
	باقی لغایت آخر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء	۲	۱۰	۲۱۰۸۹
	میزان کل	۶	۱۴	۲۶۱۰۱

قواعد کارروائی

آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

مسلّمہ و مرحمہ

باہتمام خاکسار رشید احمد انصاری

مطبع احمدی علی گڑھ میں طبع ہوئے

قواعد

کارروائی آل انڈیا محمدن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

یعنی

جو منظور ہوئے

اجلاس ششم منعقدہ (۳۰) دسمبر ۱۸۹۱ء میں

دفعہ ۱ مختلف اضلاع اور صوبجات کے لوگوں کا وہ مجمع جو مسلمانوں کی ترقی تعلیم کا خواہاں ہو اور ان کی بھلائی اور ہر قسم کی ترقی تعلیم میں کوشش کرنے کو متحد ہوا ہو جب وہ کسی جگہ اجلاس کرے تو مذکورہ بالا لقب سے ملقب کیا جائیگا۔

دفعہ ۲ اس مجمع میں جو لوگ شریک ہونگے وہ دو لقب سے ملقب کیے جاویں گے ممبر اور وزیٹر۔ ممبر وہ لوگ تصور کیے جاویں گے جو ہر سال پانچ روپئے سے دس روپئے تک زرچندہ واسطے اجراے کاروبار کانفرنس کے دیویں گے اور جو ممبر ایکسو پچیس روپئے نقد ادا کرے وہ کانفرنس کا لائف ممبر سمجھا ویگا اور اس روپئے کا ایک علیحدہ فنڈ قائم ہوگا اور وہ بطور سرمایہ کے جمع کیا جائیگا اور اس کا نام ایم-اے-او ایجوکیشنل فنڈ قرار پائیگا اور اس کے منافع سے بموجب ان قواعد کے جو کانفرنس بناوے اور منظور کرے غریب

مگر ہونہار مسلمان طالب علموں کی کالج کلاسوں میں پڑھتے ہوں یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے امداد کیجائیگی - اور باقی شریکان جلسہ وزیٹر سمجھے جائیں گے کانفرنس کا سال یکم دسمبر سے شروع اور آخر نومبر کو ختم ہوگا -

مہتممان اجلاس کو جائز ہوگا کہ اگر مناسب سمجھیں تو وزیٹروں کے داخلے کے لیے بھی کوئی فیس مقرر کریں اور نیز داخلے کے لیے آنریری ٹکٹ جاری کریں

دفعہ ۳- ہر ایک قوم اور ہر مذہب کے لوگ جو درحقیقت دل سے مسلمانوں کی بھلائی اور اُن کی ترقی تعلیم چاہتے ہوں اس جلسے کے ممبر ہوسکیں گے -

دفعہ ۴ - اس مجمع کا ہیڈ کوارٹر علیگڈہ میں ہوگا اور سکرٹری محمدن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈہ جو وقتاً فوقتاً اس کا سکرٹری ہوگا اور تمام خط وکتابت متعلق کانفرنس اُس کے ممبروں سے اور کمیٹیوں سے اُس کے ذریعہ سے ہوا کریگی -

دفعہ ۵ - جو سکرٹری محمدن اینگلو اورینٹل کالج کا وقتاً فوقتاً ہو اُس کا خزانچی تصور کیا جائیگا اور جو روپیہ کانفرنس کی بابت وصول ہو اُس کی رسید دیگا -

دفعہ ۶- اِس کانفرنس کی بابت جو روپیہ وصول ہو اس کا کسی بنک میں جمع کرنا اور خرچ کرنا اور سالانہ حساب مشتہر کرنا انھیں اصول کیموافق ہوا کریگا جو محمدن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈہ کے فنڈ کے لیے اُس کے قواعد میں معیّن ہوں اور اُس کی تعمیل خزانچی سے متعلق رہیگی -

مقاصد کانفرنس

دفعہ ۷- اس کانفرنس کو کسی پولیٹیکل امر سے یا کسی قسم کے مذہبی مباحثے سے کچھ تعلق نہوگا اور اُس کے مقاصد حسب تفصیل ذیل ہوں گے -

(الف) مسلمانوں میں یورپین "سینس" ولٹریچر کے پھیلانے اور وسیع حد تک ترقی دینے اور اسمیں نہایت اعلیٰ درجے کی تعلیم تک اُن کے پہنچانے پر کوشش کرنا اور اُس کی تدبیروں کو سوچنا اور ان پر بحث کرنا

(ب) مسلمانوں نے جو قدیم زمانے میں علوم میں ترقی کی اسکی تحقیقات کرنا اور اسپر اردو یا انگریزی میں رسالجات تحریر کرنے یا لیکچر دینے یا ایس سے لکھنے پر لوگوں کو آمادہ کرنا۔

(ج) نامی علماء اور مشہور مصنفینِ اسلام کی لائف کو اُردو یا انگریزی زبان میں لکھوانا۔

(د) مسلمان مصنفوں کی تصنیفات جو نایاب ہیں اُن کے بہم پہنچانے کی تدبیر یا پتہ لگانا کہ وہ کس جگہ موجود ہیں۔

(ہ) تاریخانہ واقعات زمانہ قدیم کی تحقیقات پر رسالجات تحریر کرنے یا لیکچر دینے کی تدبیر کرنا۔

(و) دیناوی علوم کے کسی مسئلہ یا تحقیقات پر کسی رسالے کے تحریر ہونے یا لیکچر دینے کی تدبیر کرنا۔

(ز) فرامین شاہی کو بہم پہنچا کر اُن سے ایک کتاب انشاء کا مرتب کرنا اور اُن کی مواہیر وطغرا کے نمونے فوٹو گراف سے قائم رکھنا۔

(ح) مسلمانوں کی تعلیم کے لیے جو انگریزی مدرسے مسلمانوں کی طرف سے جاری ہوں اُن میں مذہبی تعلیم کی حالات کو دریافت کرنا اور بقدر امکان عمدگی سے اُس تعلیم کے انجام پانے میں کوشش کرنا۔

(ط) جو لوگ کہ علوم مشرقی اور دینیات کی تعلیم قدیم طریقہ پر ہماری قوم کے علما سے پاتے ہیں اور اُسی کو اُنھوں نے اپنا مقصد قرار دیا ہی اُن کی حالات کی تفتیش کرنا اور اُن میں اُس تعلیم کے قائم اور جاری رہنے کی مناسب تدابیر کا عمل میں لانا۔

(ی) عام لوگوں میں جو عام تعلیم قدیم مکاتب کے ذریعے سے جاری تھی اس کی حالات کی تفتیش کرنا اور اُن میں جو تنزل ہوگیا ہی اُس کی ترقی اور عام لوگوں میں عام تعلیم کے مناسب سعت و کی تدابیر کا اختیار کرنا۔

(ل) جو مکاتب عام لوگوں کے لڑکوں کے لیے قرآن مجید پڑھنے کے تھے اور جو سلسلہ قرآن مجید کے حفظ کرنے کا تھا اور جنکا اب بہت کچھ تنزل ہوگیا ہی اُن کے حالات کی تفتیش کرنا اور اُنکے قائم رکھنے اور استحکام دینے کی تدابیر کا اختیار کرنا۔

اُن تمام مذکورۂ بالا تصنیفات و تحریرات کے حق تصنیف کے وہی لوگ مالک ہونگے جو اُنکے مصنف ہوں گے اور اُن کو اختیار ہوگا کہ اپنا حق تصنیف یا صرف اُسکے چھاپنے کی اجازت جس کو چاہیں عطا فرمائیں۔

کارروائی متعلق کانفرنس

دفعہ ۸۔ کانفرنس کے مقاصد کے انجام کے لیے دو قسم کی تدبیریں کیجائیں گی۔

اوّل

جہاں تک ممکن ہو ہر شہر و قصبہ میں کانفرنس کے مقاصد کے لیے کمیٹیوں کا قائم کرنا مگر جہاں جہاں انجمنہای اسلامیہ قائم ہوں اگر وہ انجمنیں کانفرنس کے مقاصد کی انجام دہی منظور کریں تو وہ انجمنیں اُس مقام کے لیے کانفرنس کی کمیٹیاں تصور کیجاوینگی۔

اُن کمیٹیوں کو اپنے نواح یا اپنے ضلع یا شہر یا قصبہ کی نسبت ہر پانچویں سال ایک کیفیت امور مندرجۂ ذیل کی مرتب کر کے بذریعہ کسی ڈیلیگیٹ کے اجلاس کانفرنس میں پیش کرنی لازم ہوگی۔ لیکن اگر کسی مجبوری کیوجہ سے کوئی ڈیلیگیٹ نہ پہنچ سکے تو بذریعہ ڈاک سکرٹری کانفرنس کے پاس بھیجنا لازم ہوگا۔

۱۔ اُس ضلع میں مسلمان بستیوں کی مختصر کیفیت اور تعداد مردم شماری۔

۲- گورنمنٹ اسکول و کالج -

۳- مشنری اسکول و کالج -

۴- پرائیویٹ اسکول و کالج -

۵- ہندوستانی قدیم طریقے کے مکتب

۶- قرآن مجید کی درسگاہیں -

۷- بزرگ و مقدس علما جو قدیم طریقے کیمطابق لوگوں کو پڑھاتے ہیں -

۸- تحصیلی و حلقہ بندی کے مکتب -

۹- گورنمنٹ زنانہ اسکول -

۱۰- مشنری زنانہ اسکول -

۱۱- قدیم مسلمانی طریقہ عورات کی تعلیم کا رواج -

۱۲- انجمنیں جو اس ضلع میں ہوں -

۱۳- اُس ضلع کی مشہور صنعت و حرفت جو مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہو -

۱۴- عام حالت اُس ضلع کے مسلمانوں کی -

۱۵- ہر ایک پانچویں سال کی حالت کا اُس سے پانچ سال کی حالت سے مقابلہ کالجوں یا اسکولوں کی نسبت بیان کرنا چاہیئے کہ وہ کتنے ہیں اور کس کس جگہ قائم ہیں اور کس قسم کی اُن میں تعلیم ہوتی ہے - اور ہر جگہ مسلمان کسقدر تعلیم پاتے ہیں -

اُن کمیٹیوں کا یہ بھی فرض ہوگا کہ عملی طور سے جس طور سے کہ وہ مناسب سمجھیں اُن مقاصد کے عمل میں آنے کی جنکی لیے یہ کانفرنس قائم ہوئی ہے تدابیر عمل میں لائیں -

وہ مجاز ہوں گے کہ اُن کمیٹیوں کے لیے اپنی ضرورت کیموافق قواعد خاص بناویں

وہ مجاز ہوں گے کہ اپنے نواح میں کوئی صدر کمیٹی قائم کر کے اسکی ماتحت کمیٹیاں قائم کریں یا اور جو تدابیر اور انتظام کہ وہ مناسب سمجھیں عمل میں لائیں -

علاوہ اُن کمیٹیوں کے اگر کوئی خاص شخص چاہے تو کسی ضلع یا کسی خاص تعلیم گاہ کی نسبت اُن امور کی کیفیت جن کا ذکر دفعہ (۸) میں ہے اجلاس میں پیش کرے۔

دوم

کانفرنس کا اجلاس

دفعہ ۹۔ ہر سال کوئی مناسب مقام آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کے لیے قرار پایا کریگا اور اجلاس کی تاریخیں مقرر ہوا کرینگی اور اس سال کے لیے پریسیڈنٹ منتخب کیا جاویگا اور تمام لوگوں کو جو اُس سال کے پیشتر ممبر تھے اور اُن ممبران اجلاس کو اور نیز اور لوگوں کو ان سب امور سے اطلاع دیجاویگی۔

دفعہ ۱۰۔ کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں مضامین تحریری یعنی ایس سے اور تجویزیں جو مسلمانوں کی تعلیم سے متعلق ہوں اور اُسی امر کے متعلق رزولیوشن جن پر بحث کرنا مقصود ہو پیش ہوا کرینگی۔

دفعہ ۱۱۔ مقاصد کانفرنس کی انجام دہی کو ایک سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی بمقام علیگڈھ قائم رہیگی۔ اور اجلاس کانفرنس کے لیے مقام کا تجویز کرنا اور اجلاس کی تاریخیں مقرر کرنا اور اس کے لیے پریسیڈنٹ منتخب کرنا اور جو رزولیوشن اجلاس میں پیش ہونے والے ہوں اُن میں سے اُن رزولیوشنوں کا انتخاب کرنا جنکا مباحثہ کے لیے بھی پیش ہونا مناسب ہو سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی سے متعلق رہیگا۔

دفعہ ۱۲۔ پریسیڈنٹ کانفرنس کا زمانہ اجلاس میں ایک ممبر سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کا متصور ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ وہ ضرورت سمجھے تو کارروائی زمانہ اجلاس تک کے لیے علاوہ اُن ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے جو اجلاس میں موجود ہوں (۳) شخصوں کو اور بطور ممبروں کے منتخب کرے

دفعہ ۱۳- جس مقام میں اجلاس کانفرنس قرار پائے اور جو لوگ اس اجلاس کے منتظم اور مہتمم ہوں سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے ممبروں کی صلاح و مشورے سے تواریخ اجلاس قرار دیں گے اور پریسیڈنٹ منتخب کریں گے اگر کوئی ایسا سبب واقع ہو کہ کمیٹی مذکورہ سے مشورہ لینے کا موقع نہ رہے تو منتظمان و مہتممان اجلاس بہ صلاح سکرٹری کانفرنس اُن کاموں کو انجام دینگے

دفعہ ۱۴- مینیجنگ اسٹینڈنگ کمیٹی رزرولیوشنوں کے انتخاب کے لیے قبل آغاز اجلاس کانفرنس کے اپنا اجلاس کریگی اور اسکو جائز ہوگا کہ زمانہ اجلاس کانفرنس میں بھی اگر ضرورت ہو تو اجلاس کرے۔

دفعہ ۱۵- کل رزولیوشن جو بحث کے لیے سکرٹری کو دیئے گئے ہوں پہلے سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے سامنے پیش کیے جاویں گے اور کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے منظور کرے اور جسکو چاہے نامنظور کرے۔ اس کمیٹی کی رُوداد جو نامنظوری رزرولیوشنوں سے متعلق ہو اور نیز جو رزولیوشن نامنظور ہوئے ہوں وہ چھاپے نہ جائیں گے۔

دفعہ ۱۶- سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے جسقدر ممبر بروقت شروع اجلاس کانفرنس یا مابین اجلاس موجود ہوں وہی اُن کا کورم ہوگا۔

سالانہ اجلاس

دفعہ ۱۷- تمام ممبروں کو جو اجلاس میں تشریف لائیں ایک خاص قسم کے ٹکٹ داخلہ دیے جاوینگے تاکہ وہ اُن کرسیوں پر تشریف فرما ہوں جو اُن کے لیے مخصوص ہیں۔

دفعہ ۱۸- وزیٹروں کو بشرطیکہ دو روپئے فیس ادا کریں اس تعداد تک جسکی گنجایش اجلاس کے ہال میں ہوسکے دوسری قسم کے ٹکٹ واسطے شرکت اجلاس کے دیئے جائینگے

دفعہ ۱۹- سکرٹری کو جائز ہوگا کہ واسطے شمول اجلاس کے جنکی نسبت مناسب سمجھے بطور آنریری وزیٹر کے ٹکٹ جاری کرے مگر جبکہ کانفرنس کا خاص اجلاس علیگڈھ میں ہو تو

جملہ طالبعلمان مدرسۃ العلوم بطور آنریری زیٹروں کے تصور کیے جائیں گے۔ اور انکو ٹکٹ کی ضرورت نہوگی۔

دفعہ ۲۰۔ یہ ٹکٹ اُن بزرگوں کے پاس رہیں گے اور جے دن تک اجلاس ہو ہر روز کے داخلہ کے لیے یہی ٹکٹ کافی ہوں گے۔

دفعہ ۲۱۔ تمام بزرگوں سے نہایت ادب سے درخواست کیجاتی ہو کہ وہ از راہ مہربانی بوقت تشریف لانے کے اجلاس کے ہال میں اُس شخص کو جو اس کام کے لیے متعین ہو ٹکٹ ملاحظہ کرا دیا کریں۔

طریق نشست

دفعہ ۲۲۔ آنریری زیٹروں کی نشست کے لیے ایک خاص جگہ جس کو سکرٹری تجویز کریگا مقرر کیجاویگی۔

دفعہ ۲۳۔ ممبروں کی کرسیاں اجلاس میں مقدم ہونگی اور وزیٹروں کی اُنکے بعد مقدم کرسیاں رزرو سمجھی جاویں گی اور کسی وزیٹر کو اُن پر بیٹھنا مناسب ہوگا گو کوئی کرسی بہ سبب کسی کی غیر حاضری کے خالی ہو۔

دفعہ ۲۴۔ اُن مقدم کرسیوں پر بطور نشان کے ایک کاغذ پر لفظ رزرو لکھکر لگا دیا جاویگا۔

دفعہ ۲۵۔ رپورٹروں کے لیے اُس تعداد سے جو سکرٹری مناسب سمجھے جداگانہ مناسب مقام پر کرسیاں ہوں گی۔

طریق لیکچر

دفعہ ۲۶۔ وہ شخص یا اشخاص جو اجلاس میں لیکچر دینے کو تجویز ہوئے ہو وقت معین پر لیکچر دینگے۔ اور لیکچر نہایت خاموشی سے سُنا جاویگا۔ اور کسی کو لیکچر کے درمیان میں یا لیکچر کے بعد اُس پر بحث کرنا جائز نہ ہوگا۔

درپیشی رسالہ جات و کیفیت اضلاع

دفعہ ۲۷- جن لوگوں نے کانفرنس کے مقاصد کیمتعلق کوئی مضمون یا کوئی رسالہ لکھا ہو اُن کو اختیار ہوگا کہ چاہیں مختصر گفتگو کیساتھ رسالے کو پیش کریں چاہیں اسکو یا اسکے کسی مقام یا مقامات کو اجلاس میں پڑھ کر سُنائیں -

دفعہ ۲۸- جن لوگوں نے کسی ضلع کے حالات تعلیم کی رپورٹ طیار کی ہو ان کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو اُسکے پیش کرتے وقت مختصر گفتگو اُسکی نسبت کریں -

دفعہ ۲۹- رسالوں کی نسبت جو پڑھے جائیں - اور نیز اُس گفتگو کی نسبت جو رسالوں یا اضلاع کی کیفیتوں کے پیش ہونیکی نسبت ہوں کوئی مباحثہ نہیں کیا جائیگا -

مباحثہ کرنے کا طریقہ

دفعہ ۳۰- ہر شخص کو جو کوئی رزولیوشن پیش کرنا چاہے لازم ہوگا کہ اس کو تحریر کرکے سکرٹری کے حوالہ کرے اور یہ بھی ظاہر کردے کہ اسکی تائید کون کریگا -

دفعہ ۳۱- رزولیوشن پر نمبر ڈالے جائیں گے اور وہ رزولیوشن حسب ترتیب نمبر مباحثہ کے لیے پیش ہونگے مگر کسی وجہ سے پریسیڈنٹ کو اُن میں تقدّم و تاخّر کا اختیار ہوگا -

دفعہ ۳۲- ہر رزولیوشن کو جسپر بحث ہونی ہے اسکو اوّل سکرٹری اجلاس میں پڑھکر سُناویگا -

دفعہ ۳۳- اس رزولیوشن پر اوّل وہ شخص جس نے اسکو پیش کیا ہے اُس کے بعد وہ شخص جو اُس کو سکنڈ کرنے کو تجویز ہوا ہے اور اس کے بعد جو ممبر کچھ اسپر گفتگو کرنا چاہے گفتگو کریگا - مگر کوئی ایک دفعہ سے زیادہ گفتگو نہ کریگا لیکن جس نے رزولیوشن پیش کیا ہے اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب گفتگوؤں کے بعد پھر گفتگو کرے -

دفعہ ۳۴- اسکے بعد پریسیڈنٹ ووٹ لیں گے اور بلحاظ کثرت ووٹوں کے وہ رزولیوشن

منظور یا نامنظور ہوگا۔ ور پریسیڈنٹ کو غلبہ کے ووٹ دینے کا حق ہوگا ووٹ لینے کے وقت پریسیڈنٹ کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہیں کچھ گفتگو کریں۔

دفعہ ۳۵۔ کسی وزیٹر کو کسی رزولیوشن کی نسبت بحث کرنے یا ووٹ دینے یا اجلاس کی کسی کارروائی میں مداخلت کرنیکا حق نہ ہوگا۔

قواعد اسپیچ

دفعہ ۳۶۔ ہر ایک ممبر کو کھڑے ہو کر گفتگو کرنی لازم ہوگی اور بعد اختتام گفتگو اپنی جگہ پر بیٹھ جاویگا مگر بوجہ کسی امر خاص کے پریسیڈنٹ کسی کو اجازت دینگے کہ بیٹھکر گفتگو کرے۔

دفعہ ۳۷۔ اگر ایک سے زیادہ ممبر ایک ساتھ گفتگو کو کھڑے ہو جائیں تو صدر انجمن فیصلہ کریں گے کہ کون شخص گفتگو کرے اُنکا فیصلہ بلا عذر تعمیل ہوگا۔

دفعہ ۳۸۔ اگر کوئی ممبر کسیکی نسبت سخت کلامی کرے یا نا ملائم الفاظ کہے یا ایسی گفتگو کرے جو انجمن فیسے متعلق نہیں ہے تو ہر ایک ممبر کو حق ہوگا کہ کھڑا ہو اور پریسیڈنٹ سے آرڈر کی درخواست کرے۔

دفعہ ۳۹۔ ایسی درخواست جب پیش ہو گفتگو کرنے والے کو لازم ہے کہ فی الفور اپنی جگہ پر بیٹھ جائے تا وقتیکہ صدر انجمن اُس کا فیصلہ نہ کردے۔

دفعہ ۴۰۔ اگر صدر انجمن کی رائے ہو کہ آرڈر کی درخواست صرف بحث کے روکنے اور اسپیچ میں خلل ڈالنے کی غرض سے کی گئی ہے تو پریسیڈنٹ اسبات کو ظاہر کریگا کہ درخواست کرنیوالے نے آرڈر کے برخلاف کام کیا ہے۔

دفعہ ۴۱۔ صدر انجمن خود بھی بلا کسی کی درخواست کے مذکورہ بالا حالت میں آرڈر کا حکم دیسکتا ہے اگر کوئی ممبر جس سے ایسے آرڈر کے لیے کہا گیا ہے اسکی پرواہ نہ کرے تو صدر انجمن اس کو بیٹھ جانے کا حکم دیگا۔

دفعہ ۴۲۔ اگر کوئی ممبر اسکی تعمیل نہ کرے تو صدر انجمن کو اختیار ہوگا کہ جلسے سے اُس ممبر کے اُس جلسے کے لیے معطل کیے جانے کا ووٹ لے اگر دو ثلث موجودہ ممبر اسکے معطل ہونے کا ووٹ دیں تو صدر انجمن اسکو ظاہر کر دیگا۔ اور وہ ممبر اُس جلسے میں معطل سمجھا جاویگا اور اسکو لازم ہوگا کہ جلسے سے چلا جائے۔

ووٹ لینے کا طریقہ

دفعہ ۴۳۔ معمولی کارروائی کے ووٹ صرف ہات اٹھانے سے پہلے لیے جائیں گے۔ اگر کسی ممبر کے معطل کرنیکا ووٹ ہو تو بذریعہ تحریر کے ووٹ لیا جائیگا۔

دفعہ ۴۴۔ تحریری ووٹ لینے کا طریقہ یہی ہے کہ امر پیش شدہ کاغذ پر لکھا جائیگا اُسکے نیچے دو کالم ہونگے ایک کی پیشانی پر "منظور" اور دوسرے کی پیشانی پر "نامنظور" تحریر ہوگا اور وہ کاغذ ہر ممبر کے سامنے پیش ہوگا اور اسکے منظور کرنیوالے منظوری کے کالم میں اور نا منظور کرنے والے نامنظوری کے کالم میں اپنا نام لکھدیں گے۔

دفعہ ۴۵۔ یہ کاغذ صدر انجمن کے سامنے پیش ہوگا اور وہ بلحاظ کثرت رائے کے اسکے نتیجے کو ظاہر کر دیگا۔

دفعہ ۴۶۔ ہر ایک ممبر کو جس نے کوئی رزولیوشن یا کوئی تحریک پیش کی ہی اختیار ہوگا کہ ووٹ لیے جانے کیوقت سے پیشتر جسوقت چاہی اسکو واپس لے مگر پریسیڈنٹ اسوقت پر بھی قبل ووٹ لیے جانے کے واپسی کی اجازت دیسکتا ہی۔

اسپیچوں کی رپورٹ

دفعہ ۴۷۔ تمام اسپیچیں جو رزولیوشنوں کی نسبت ہوئی ہوں بجلسہ رپورٹ میں مندرج ہونگی اور رپورٹ کیساتھ چھاپی جائیں گی بشرطیکہ اسپیچ کرنیوالے نے اپنی اسپیچ اخیر تاریخ اجلاس تک

تحریر کر کے سکرٹری کے حوالے کر دی ہو۔

دفعہ ۴۸۔ اس تحریر کو حسب دفعہ ۴۷ سکرٹری کو دیکھا جائے اگر کوئی امر خلاف ہدایت دفعہ کے تحریر کر دیا ہو تو سکرٹری کو اختیار ہوگا کہ اسپیچ کے چھاپتے وقت اسکو قلم انداز کر دے۔

دفعہ ۴۹۔ تمام وہ مضامین یا الفاظ جو بذریعہ آرڈر کے بند کیے گئے ہوں اور تمام کارروائیاں جو آرڈر سے متعلق ہوئی ہوں اور رزولیوشن پاس شدہ پر جو کارروائی ہوئی ہو رپورٹ کیساتھ چھاپی نہ جائیں گی۔

اجلاس خاص

دفعہ ۵۰۔ کانفرنس کے ممبروں کو جائز ہوگا کہ جب چاہیں کانفرنس کے ہیڈ کوارٹر میں اُن کمیٹیوں اور انجمنوں سے جنھوں نے حسب مراد دفعہ ۸ قواعد کانفرنس کی انجام دہی منظور کی ہو خط و کتابت کرنے اور جو کام متعلق کانفرنس اُنھوں نے کیے ہوں اُنکا حال دریافت کرنے اور اُس میں صلاح دینے اور تائید کرنے کی اور نیز ان تجویزوں اور تحقیقاتوں کی تکمیل کے لیے جنکا عمل میں لانا کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں تجویز ہوا ہو اجلاس کیا کریں۔ ایسے اجلاس کیلئے کانفرنس کے ممبروں میں سے پانچ ممبروں کا شریک ہونا کورم سمجھا جائیگا اور مذکورہ بالا کارروائیوں کے کرنے کا اُن کو اختیار ہوگا۔

دفعہ ۵۱۔ جسقدر اجلاس کہ ممبروں نے اس دفعہ کیموافق کیے ہوں اُس کی روئداد ایک کتاب میں لکھی جائینگی اور سالانہ رپورٹ کیساتھ چھاپہ ہوں گی اور سکرٹری کو لازم ہوگا کہ ہر سالانہ اجلاس میں اُن اجلاسوں کی کارروائی کی کیفیت ممبروں کے سامنے پیش کرے اور ممبروں کو اُس کی نسبت رائے ظاہر کرنے کا اختیار ہوگا اور وہ کیفیت معہ ممبروں کی رائے کے جو ظاہر کی گئی ہو سالانہ رپورٹ کیساتھ چھاپہ ہوگی۔

اخراجات متعلق کانفرنس

دفعہ ۵۲۔ ہر سال کانفرنس کا رسالہ چھاپا جایا کریگا اور ممبروں کو بلاقیمت بھیجا جائیگا اور

اور سکرٹری کو غیر ممبروں کے ہات اُسکے فروخت کرنے یا بلا قیمت تقسیم کرنے کا اگر وہ مناسب سمجھے اختیار ہوگا ہوگا اور زر قیمت سرمایہ کانفرنس میں جمع ہوگا۔

دفعہ ۵۶۔ سکرٹری کو جائز ہوگا کہ اخراجات چھاپہ سالانہ مذکورہ روئداد و خطوط وغیرہ اور اخراجات محصولڈاک اور اخراجات درستی اجلاس و قیام ممبران اُس روپیہ سے خرچ کرے جو چندہ سے فراہم ہوا ہو اسکے سوا اور کسی طرح بلا منظوری ممبران روپیہ خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن بحالت اشد ضرورت مشروط بہ منظوری ممبران سکرٹری اخراجات ضروری کے لیے روپیہ خرچ کرنے کا مجاز ہوگا۔

دفعہ ۵۴۔ جسقدر سرمایہ کہ بعد اخراجاتِ مذکورہ جمع رہی اُس کے خرچ کرنیکا جس طرح پر چاہیں ممبران کانفرنس کو حسب کثرت رائے اختیار حاصل ہوگا۔

دفعہ ۵۵۔ اجلاس چہارم میں بالاتفاق یہ تجویز ہوئی ہے کہ آیندہ جس جگہ اجلاس ہونا قرار پائے اور وہاں کے بزرگ اہتمام جلسہ و ممبروں کی آسایش و آرام و مہمانداری کے انتظام کے لیے اس فنڈ سے کچھ اعانت چاہیں تو سکرٹری کو جائز ہوگا کہ زرچندہ ممبری وغیرہ میں سے جو اُس اجلاس کی بابت آنے والا ہو کسی قدر رقم دینے کا اقرار کرے بشرطیکہ اُس تعداد سے زیادہ نہو جو کارروائی چھاپہ روئداد وغیرہ کی منہائی کے بعد باقی رہے۔

دستخط
محمد اسحٰق خان
آنریری سکرٹری سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی
آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

دستور العمل سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس

۱- اس کمیٹی کا صدر مقام خاص علیگڈھ میں ہوگا اور اُس کا نام سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس ہوگا۔

مقاصد و فرائض کمیٹی

۲- آل انڈیا محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس کے مقاصد و فوائد کا مشتہر کرنا اُس کے قائم رکھنے اور مستحکم کرنے اور زیادہ بکار آمد بنانے کی تدبیریں سوچنا۔ اسکے ممبروں کی تعداد بڑھانا اور کثرت سے سالانہ جلسوں میں لوگوں کو شریک ہونے کی ترغیب دینا۔

۳- ممبران کانفرنس کو زیادہ تر عملی کارروائی پر متوجہ کرنا اور اُس کی تدبیریں بتانا ہر کام کے لیے جدا جدا اسیکشن قائم کرنا اور ان کی نگرانی خاص خاص ممبروں کے متعلق کرنا جو رزولیوشن ابتک منظور ہوے یا آئندہ منظور ہوں اُنکی تعمیل کے لیے مناسب تدبیروں کا عمل میں لانا اور اُسکے عملی نتائج کے پیدا کرنے پر کوشش کرنا۔

۴- جہاں تک ممکن ہو ہر شہر اور بڑے قصبے میں مقاصد کانفرنس کی تکمیل کے لیے لوکل سٹینڈنگ کمیٹیاں مقرر کرنا۔

۵- لوکل کمیٹیوں کے لیے قواعد تجویز کرنا اور اُن سے مشورہ لینا اور مدد حاصل کرنا۔

۶- تمام اسلامی انجمنوں سے جو مسلمانوں کی تعلیم سے دلچسپی رکھتی ہوں درخواست کرنا کہ وہ اس کمیٹی سے ارتباط و اتحاد پیدا کریں اور اُسے صلاح و مدد دیں اور مقاصد کانفرنس کی اشاعت اور تکمیل کو اپنے ذمہ قبول کریں۔

۷۔ جس شہر اور قصبے میں کوئی اسلامی انجمن نہ ہو یا سنٹرل کمیٹی سے تعلق پیدا کرنا اور فرائض لوکل کمیٹی کا انجام دینا اپنے ذمہ قبول نہ کرے وہاں ایسے لوگوں سے جو تعلیمی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہوں درخواست کرنا تا کہ لوکل کمیٹی کے قائم کرنے میں کوشش کریں۔

۸۔ جو رپورٹیں ممبر پیش کریں اُن پر غور کرنا۔

۹۔ سالانہ اجلاس محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے انعقاد سے ایک مہینہ پیشتر اپنی کارروائی کی سالانہ رپورٹ جسمیں لوکل کمیٹیوں کی کارروائی کا بھی خلاصہ درج ہو سکرٹری کانفرنس کے پاس بھیجنا۔

۱۰۔ ایک ایک کاپی اپنی سالانہ رپورٹ کی لوکل کمیٹیوں کو سکرٹری کے پاس بھیجنا۔

۱۱۔ ایک ایک کاپی روئداد اجلاس محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کی کل ممبران سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس روانہ کرنا۔

کانسٹیٹیوشن سنٹرل کمیٹی

۱۲ سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبر دو قسم کے ہوں گے جو آنریری ممبر اور ممبر کہلاویں گے۔

۱۳۔ آنریری ممبروں کی تعداد (۲۵) اور ممبروں کی تعداد (۱۰۰) سے زیادہ نہوگی حسب ذیل مختلف صوبوں پر تقسیم ہوگی۔ مگر وہی لوگ منتخب ہونگے جو اس کانفرنس سے دلچسپی رکھتے ہیں اور جنسے مقاصد کانفرنس کی اشاعت اور اسکی تجاویز کی تعمیل میں کوشش کرنے کی امید ہو۔

ممالک متحدہ	۳۰	سندھ	۳
پنجاب معہ صوبہ سرحدی	۲۰	ممالک متوسط	۲
مشرقی بنگال	۸	برہما	۲
بنگال	۵	حیدرآباد دکن	۵

بہار	۵	سنٹرل انڈیا	۳
بمبئی	۵	راجپوتانہ	۲
مدراس	۵	ریاستہائے پنجاب	۵

۱۴۔ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس کے ممبروں کا انتخاب (۳) سال کے لیے ہوگا اور بعد انقضائے میعاد دوبارہ بھی منتخب ہوسکیں گے۔

۱۵۔ لوکل کمیٹیوں کے سکرٹری سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے اکس افیشو ممبر ہونگے۔

۱۶۔ ہر ایک ممبر سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کو کم سے کم پانچ روپیہ سالانہ چندہ دینا ہوگا یعنی سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے ممبر کو ہر سال بلا لحاظ شرکت اجلاس کانفرنس ممبر کانفرنس ہونا لازمی ہوگا۔

۱۷۔ ممبری کے انتخاب کے لیے ضروری ہو کہ منجملہ ممبران موجودہ کے کوئی تحریک کرے اور کوئی تائید اور اس کی منظوری پر اتفاق یا غلبہ آرا ہو۔

طریقہ کارروائی سنٹرل کمیٹی

۱۸۔ ہر مہینے کے تیسرے جمعہ کو اس کمیٹی کا اجلاس بمقام علیگڈہ ہوا کریگا اور درصورت موجودہ ہونے پریسیڈنٹ کے وایس پریسیڈنٹ صدر نشین ہوگا اور اسکے موجودہ نہونیکی حالت میں منجملہ ممبران موجودہ کے کوئی پریسیڈنٹ اس اجلاس کے لیے منتخب کیا جاویگا اور در صورت نہونے سکرٹری کے جائنٹ سکرٹری سکرٹری کا کام کریگا اور اگر وہ بھی حاضر نہو تو اور کوئی ممبر اس اجلاس کے لیے سکرٹری کے کام کے لیے مقرر کیا جائیگا۔

فرائض ممبران سنٹرل کمیٹی

۱۹۔ ہر ایک ممبر پر سنٹرل کمیٹی کے لازم ہوگا کہ مقاصد کمیٹی کی اشاعت اور عمل میں لانے

کیواسطے کوشش کرے۔

۲۰- ہر ایک ممبر کو اختیار ہو گا کہ کمیٹی کے مقاصد کیمتعلق جو تجویز مفید ہو اور جس سے کانفرنس زیادہ بکار آمد ہو اور اُس میں عملی کارروائی زیادہ ہو پیش کرے۔

۲۱- ہر ممبر کو اپنی کارروائی کے متعلق اختیار ہو گا کہ اُس نے جو کچھ اس کمیٹی کے مقاصد کے عمل میں لانے کے لیے کوشش کی ہو اُسکے متعلق سنٹرل کمیٹی کے اجلاس میں اپنی رپورٹ پیش کرے۔ مثلاً۔

(الف) کس شہر اور قصبے میں وہ گیا اور مقاصد کانفرنس کی اشاعت کے لیے کیا تدبیر اور کوشش کی۔

(ب) اگر کوئی تقریر وہاں کی ہو یا لیکچر دیا ہو اُسکی نقل اگر مناسب سمجھے پیش کرے۔

(ج) اُس نے اسبات میں کہاں تک واقفیت حاصل کی کہ کس جگہ کتنی انجمنیں مسلمانوں کی ہیں اور اُن کے نام کیا ہیں۔ اُنکے پریسیڈنٹ اور سکرٹری کون ہیں اُن کے مقاصد کیا ہیں اور اگر اُن انجمنوں کے دستور العمل اور رپورٹیں ملسکیں تو اُن کو بھی پیش کرتے تاکہ سنٹرل کمیٹی اُن کیساتھ اتحاد اور ارتباط پیدا کرنے میں کوشش اور اُن انجمنوں کیساتھ مقاصد کانفرنس کی اشاعت اور تکمیل میں مدد کرنے کے لیے خط و کتابت کرے۔

(د) جس شہر یا قصبے میں اس کا گذر ہوا ہو اور مسلمانوں کی تعلیمی حالت کیمتعلق اطلاع حاصل کرنیکا موقع ملا ہو اُسکی کیفیت معہ فہرست اُن مسلمانوں کے جو اُسکے نزدیک تعلیمی معاملات سے کسی قدر دلچسپی رکھتے ہوں اور صاحب رسوخ ہوں پیش کرے تاکہ سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی اگر مناسب سمجھے اُن سے خط و کتابت کرے اور ضروری امور میں مشورہ لے۔

(ﮦ) تعلیمی مردم شماری کے عمل میں لانے اور صحت اور تکمیل کیساتھ انجام دینے یا دلانے میں کوشش کرے۔

لوکل سٹینڈنگ کمیٹیاں ۔

۲۲ - جو انجمن منجملہ انجمنہائے اسلامیہ کے مقاصد کانفرنس میں مدد دینا قبول کرے وہ اُس کام کے لیے لوکل سٹینڈنگ کمیٹی محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس کی سمجھی جائیگی - مگر سنٹرل کمیٹی کو سوائے مقاصد کانفرنس کے اُس انجمن کے دیگر اغراض سے کوئی تعلق نہوگا اور اپنے دیگر تمام کاموں میں خود مختار اور آزاد رہیگی ۔

۲۳ - لوکل اسٹینڈنگ کمیٹیوں کے مفصلۂ ذیل فرائض ہونگے ۔

(الف) کانفرنس کے مقاصد کی اشاعت میں کوشش کرنا اور اُسکے رزولیوشنوں کے جو منظور ہوئے ہوں عمل میں لانے کی کوشش کرنا ۔

(ب) سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی سے خط وکتابت رکھنا اور اُن کو مشورہ اور مدد دینا ۔

(ج) اپنی کارروائی کے لیے اپنی مرضی اور خواہش کیموافق قواعد بنانا ۔

(د) سالانہ اجلاس محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس کے انعقاد سے دو مہینے پیشتر اپنی کارروائی کی رپورٹ سکرٹری سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے پاس بھیجنا او جن مراتب ضروری کی اس رپورٹ میں درج ہونے کے لیے سنٹرل کمیٹی درخواست کرے اُن کا نام اُس رپورٹ میں درج کرنا ۔

(ہ) لوکل سٹینڈنگ کمیٹی کے ہر ممبر کو حق ہوگا کہ وہ سنٹرل کمیٹی کے اجلاسوں میں شریک ہو اور اپنی تحریری رائے متعلق کسی کارروائی کمیٹی کے سکرٹری سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے پاس بھیجے اور سکرٹری اُس کو تمام ممبروں میں تقسیم کریگا ۔

اخراجات

۲۴- سکرٹری محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس سے درخواست کیجائے کہ وہ کانفرنس کے اجلاس میں اس امر کی منظوری حاصل کرے کہ سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کے متعلق جو اخراجات اسٹیشنری اور چھاپہ اور پوسٹ وغیرہ کے ہوں وہ اخراجات محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے خرچ میں شامل کیے جائیں اور دفتر کانفرنس کے عملہ کو اس کام میں مدد دینے کے لیے اجازت دے۔

۲۵- لوکل اسٹینڈنگ کمیٹیوں کے اخراجات خود اُنکے ذمہ ہونگے اور اُسکے لیے وہ اپنا آپ بندوبست کریں گے۔

دستخط
محمد اسحٰق خان
آنریری سکرٹری سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی
آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس